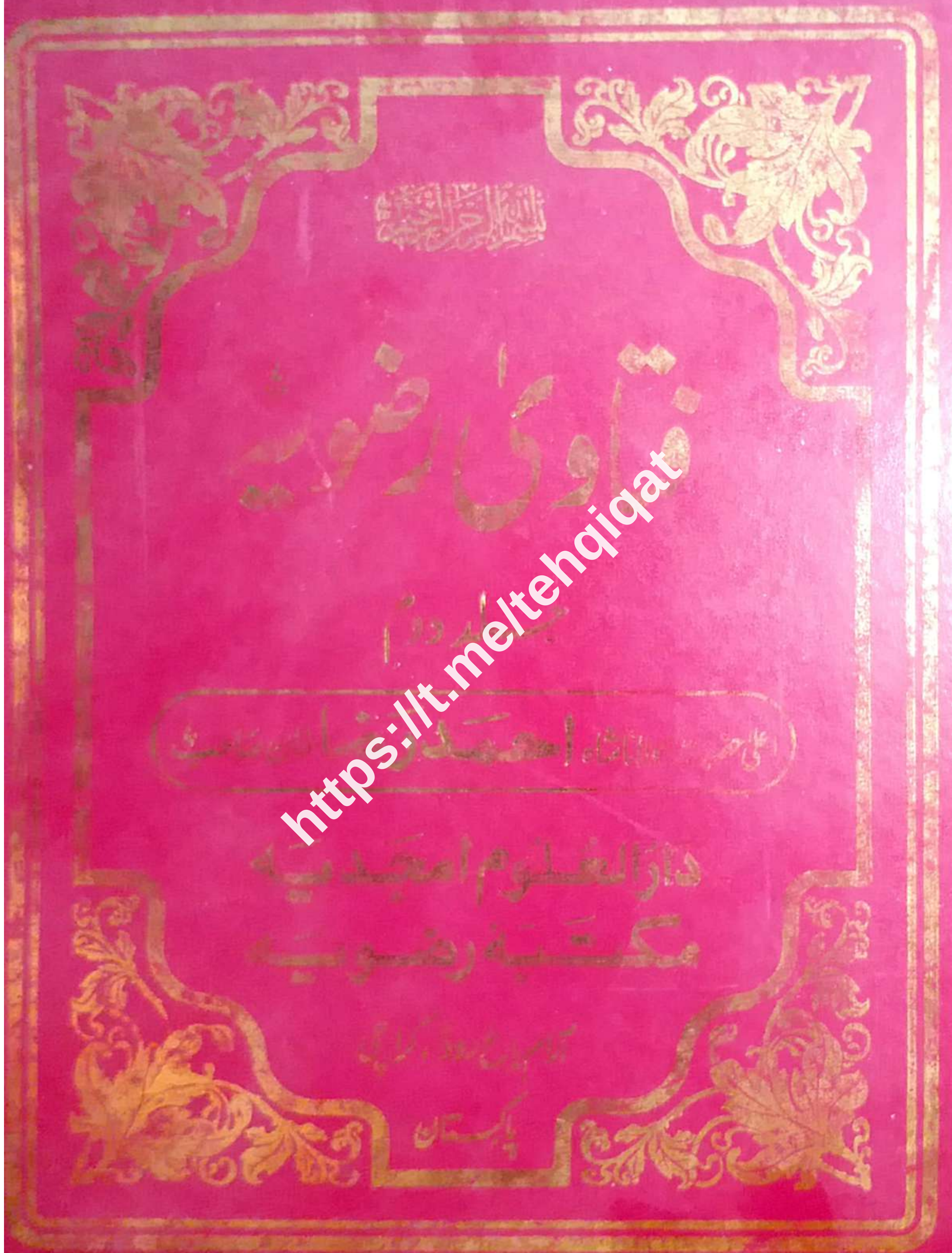


فتاویٰ رضویہ
جلد دوم
دارالعلوم امجدیہ
مکتبہ رضویہ
پاکستان
https://t.me/tehqiqat

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں فری
حاصل کرنے کے لیئے
ٹیلیگرام چینل لنک
https://t.me/tehqiqat
آرکاریو لنک
https://archive.org/details
/@zohaibhasanattari
بلوگسپوٹ لنک
https://ataunnabi.blogspot
.com/?m=1

طالب دعا۔ زوہیب حسن عطاری



فتاویٰ رضویہ

جلد دوم



حضور پر نور عظیم البرکۃ امام اہلِ سنّت قامع بدعت مجدد دین وملت

اعلیٰحضرت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

طابع وناشر

المجدد احمد رضا اکیڈمی

ملنے کا پتہ:

دارالعلوم امجدیہ کراچی ۵

فیروز شاہ اسٹریٹ، آرام باغ

باہتمام، قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی

خطیب نیو میمن مسجد، بولٹن مارکیٹ، کراچی ۲

فون ۲۱۶۳۶۴-۲۶۲۷۸۹۷

نام کتاب ———— فتاویٰ رضویہ جلد دوم

مصنف ———— اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ

طباعت باردوم ———— صفر المظفر ۱۴۲۰ھ مطابق مئی ۱۹۹۹ء

تعداد طباعت ———— (۱۰۰۰) ایک ہزار

تعداد مسائل ———— ۳۸۸

تعداد صفحات ———— ۵۷۸

باہتمام: ———— حضرت قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی خطیب نیو میمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی
(صدر ورلڈ اسلامک مشن پاکستان)

مطبع ———— شادمان پریس پیپر مارکیٹ کراچی

ناشر ———— دارالعلوم امجدیہ مکتبہ رضویہ آرام باغ روڈ کراچی

نگران طباعت ———— حافظ مصطفیٰ سرور اعظمی محمود اختر راز

قیمت ———— روپے

لاہور میں ملنے کا پتہ

۶۸۶

فہرست مضامین

فتاوی رضویہ جلد دوم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
سیرت پر ایمان افروز کتاب

سیرت مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف :-

علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی بھارت

قیمت :- روپے

مکتبہ رضویہ
شعبہ نشر و اشاعت دار العلوم امجدیہ کراچی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

ذیل باب الوضوء

مسئلہ ۱۱۵: از میرٹھ محلہ خیر نگر دروازہ مرسلہ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی پریس ۱۸ شوال المکرم ۱۳۳۸ھ

شیخ بشیر الدین صاحب رئیس لال کورتی میرٹھ کی ایک آنکھ میں سے خفیف خفیف پانی اسطرح نکلتا ہے کہ تھوڑی تھوڑی دیر میں ذرا ذرا سی محسوس ہوتی ہے اور رومال سے صاف کرنے پر قریبا ایک چاول کے برابر کپڑا نم معلوم ہوتا ہے۔ نمی کے الکس کی وجہ سے بار بار صاف کرنا ہوتا ہے۔ کبھی وہ نمی جلد جلد محسوس ہوتی ہے اور کبھی دیر دیر میں صاف کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ فجر میں بہت وقت اس طرح گزر جاتا ہے کہ صاف نہیں کیا جاتا ہے جب بھی سیلانی کیفیت پیدا نہیں ہوتی بلکہ نمی بصورت کیچڑ معمولی طور پر معلوم ہوتی ہے۔ کبھی یہ نہیں ہوا کہ اگر کسی کام کی وجہ سے بھول گئے ہوں دیر تک صاف نہ کیا ہو تو بھی سیلانی حالت رہتی ہے۔ اس کی بابت ایک بڑے ڈاکٹر کی رائے یہ ہے کہ دماغ سے جو پانی آتا ہے بینی کی راہ نکلتا ہے وہ بھی ہے۔ چونکہ بینی میں جانے کا راستہ بند ہوگیا ہے اس واسطے آنکھ کے کوسے نمی کا الکس معلوم ہوتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ سر میں کہیں کسی موقع پر کچھ ناسوری کیفیت ہے وہ جگہ یہ پانی پیدا کرتی ہے۔ ایسی حالت میں وضو ہر وقت تازہ ہونا چاہیئے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ جب تک سیلانی کیفیت نہ ہو تازہ وضو لازم نہیں۔ ان کو اس وجہ سے تکدر رہتا ہے۔ اور محض احتیاط کی وجہ سے کہ بعض مقامات میں وضو کرنا دشوار ہوتا ہے انہوں نے اپنی آمد و رفت کم کردی۔ یہ حالت ناقض وضو ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر دماغ کی وہ رطوبت ہے کہ ناک سے آتی ہے جب تو ظاہر ہے کہ طاہر ہے قابل سیلان بھی ہو تو ناقض وضو نہیں اور اگر ناسور سے ہو جب بھی صورت مذکورہ سیلان کی نہیں

اور بھپھڑانے سے چھوٹنے کا کچھ اعتبار نہیں۔ بہر حال اس سے وضو نہ جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ذیل باب الغسل

مسئلہ (۱۱۶) از سرونج مسئولہ عبد الرشید خان صاحب۔ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

برس یا چھ ماہ عرصہ سے زید حالت جنابت میں ہے جب اُسے ضرورت غسل کی ہوئی اس نے غسل نہ کیا اور کوئی وجہ اسے غسل سے روکنے والی بھی نہیں ہے اور اسی حالت جنابت میں وہ پان کھاتا رہا تو چونا کتھا حالتِ ناپاکی میں زید کے دانتوں پر جم گیا۔ اب زید نے غسل کیا اور غرغرہ کیا مگر پانی زید کے دانتوں پر اور دانتوں کی جڑوں میں نہ پہنچا۔ کیونکہ دانتوں پر اور دانتوں کی جڑوں میں تو چونا کتھا جما ہوا ہے۔ ایسی حالت میں غسل زید کا جائز ہوا یا ناجائز۔ اور اگر ناجائز ہوا تو کیا تدبیر کرنی چاہیئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب : اگر وہ جگہ جہاں چونا جم گیا ہے جنابت کے بعد کسی طرح کلی کرنے یا پانی پینے سے دھل گئی تھی اور وہ چونا ایسا جم گیا ہے کہ اُس کا چھڑانا باعث ضرر و ایذا ہے تو معاف ہے غرغرہ کافی ہوگا اور اگر بے ضرر چھڑا سکتا ہے تو چھڑانا واجب ہے بغیر چھڑائے غسل نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۱۷) : از مانیا لوالہ ڈاکخانہ قاسم پور ضلع بجنور مرسلہ سید کفایت علی صاحب ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ (۱) غسل کی نیت کرنی چاہیئے یا نہیں؟ اور کیا نیت ہے اُس کی یا غسل جنابت یا احتلام کا ہو اگر اُس نے نیت نہیں کی غسل ہوا یا نہیں۔ (۲) غسل کرنے والا بند مکان میں غسل کر رہا ہے اور زیادہ تر اُس مکان میں تاریکی نہیں ہے اور فرض اپنے دیکھ رہا ہے اور کپڑا نہیں باندھا ہے غسل ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب : (۱) غسل میں نیت سنت ہے اگر نہ کی غسل جب بھی ہو جائیگا اور اس کی نیت یہ ہے کہ ناپاکی دور ہونے اور نماز جائز ہونے کی نیت کرتا ہوں (۲) برہنہ غسل کرنے سے بھی غسل ہو جاتا ہے۔ اور وہاں ہیں کچھ حرج نہیں اگر مکان پردے کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۱۸) : مولوی عبد الحفیظ صاحب طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۳۔ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص کو احتلام بغیر شہوت و دفق کے ہو یا کسی مرض کی وجہ سے جیسے جریان وغیرہ کیونکہ اس میں بھی بلا شہوت و دفق کے ہوتا ہے۔ ان دو

صورتوں میں غسل محتلم پر واجب ہوگا یا نہیں یا یہ بھی وہی حکم رکھتا ہے جو کہ ذی دفق و شہوت سے خارج ہوتا ہے۔

الجواب: جاگتے میں جو منی بغیر دفق و شہوت کے نکلے اس سے وضو واجب ہوتا ہے غسل نہیں مگر احتلام کی نسبت اس کو کیا خبر کہ بغیر دفق و شہوت ہے، احتیاطاً غسل کرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۹) از جنوبی افریقہ مقام بھوتا بھوٹی برٹش باسوٹولینڈ مسئولہ حاجی اسماعیل میاں بن حاجی امیر میاں کاٹھیاواری۔

حضور نے فرمایا ہے کہ زانی کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے۔ اس پر زید کہتا ہے کہ کیسے جائز ہو زانی پر غسل چالیس روز تک نہیں اُترتا ہے۔ کیا زید کا قول سچا ہے اور زانی کا غسل اُترتا ہے یا نہیں؟

الجواب: زید نے محض غلط کہا زانی کے ظاہر بدن کی طہارت اوّل ہی بار نہانے سے فوراً ہو جائیگی ہاں قلب کی طہارت توبہ سے ہوگی اس میں چالیس دن کی حد باندھنی غلط ہے چالیس برس توبہ نہ کرے تو چالیس برس طہارت باطن نہ ہوگی۔ اور غسل نہ اُترنے کو ذبیحہ نا جائز ہونے سے کیا علاقہ۔ طہارت شرط ذبح نہیں۔ جنب کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی درست ہے، بلکہ وہ جن کا غسل فی الواقع کبھی نہیں اُترتا یعنی کافر ان کتابی اُن کے ہاتھ کا ذبیحہ سب کتابوں بلکہ خود قرآن عظیم میں حلال فرمایا ہے طعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم کتابیوں کے ہاتھ کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے اور کفار کا کبھی غسل نہ اُترنا اس لئے کہ غسل کا ایک فرض تمام دہن کے پرزے پرزے کا حلق تک دُھل جانا ہے، دوسرا فرض ناک کے دونوں نتھنوں میں پورے نرم بانسے تک پانی چڑھنا اوّل اگرچہ اُن سے ادا ہو جاتا ہو جبکہ بے تمیزی سے مونھ بھر کر پانی پئیں مگر دوم کے لئے پانی سونگھ کر چڑھانا درکار ہے جسے وہ قطعاً نہیں کرتے بلکہ آج لاکھوں جاہل مسلمان اس سے غافل ہیں، جس کے سبب اُن کا غسل نادرست اور نمازیں باطل ہیں نہ کہ کفار۔ امام ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں فی المحیط نص محمد فی السیر الکبیر فقال وینبغی للکافر اذا اسلم ان یغتسل غسل الجنابۃ لان المشرکین لا یغتسلون من الجنابۃ ولا یدرون کیفیۃ الغسل اھ وفی الذخیرۃ من المشرکین من لا یدری الاغتسال من الجنابۃ ومنھم من یدری کفرشی فانھم توارثوا ذلک من اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام الا انھم لا یدرون کیفیتہ لا یتمضمضون ولا یستنشقون وھما فرضان الا تری ان فرضیۃ المضمضۃ والاستنشاق خفیت علی کثیر من العلماء فکیف علی الکفار فحال الکفار علی ما اشار الیہ فی الکتب

اما ان لا یغتسلوا من الجنابۃ او یغتسلون ولکن لا یدرون کیفیتہ وای ذلک کان یؤمرون بالاغتسال بعد الاسلام لبقاء الجنابۃ وبہ تبین ان ماذکرہ بعض مشائخنا ان الغسل بعد الاسلام مستحب فذلک فیمن لم یکن اجنب مختصرا۔

ہاں یہ اور بات ہے کہ بحالِ جنابت بلاضرورت ذبح نہ چاہیئے کہ ذبح عبادتِ الٰہی ہے جس سے خاص اس کی تعظیم چاہی جاتی ہے پھر اس میں تسمیہ و تکبیر ذکرِ الٰہی ہے تو بعد طہارت اولیٰ ہے اگرچہ ممانعت اب بھی نہیں۔ درمختار میں ہے، لا یکرہ النظر الی القراٰن لجنب کما لا تکرہ ادعیۃ ای تحریما والا فالوضوء لمطلق الذکر مندوب وترکہ خلاف الاولیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ۱۲ دوم: اگر زید غسل خانہ میں غسلِ جنابت یا احتلام کا کرتا ہے اور وضو کرکے تہبند نکال کر غسل کرے تو غسل اتر تا ہے یا نہیں غسل خانہ اوپر سے بند ہو یا کھلا دونوں صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب: سارے بدن پر پانی بہنے سے غسل اُترتا ہے جس میں حلق تک مونھ اور ہڈی کے کناروں تک اندر سے ناک کا بانسا بھی داخل ہے۔ اس کے بعد جیسے بھی ہو غسل اتر جائے گا۔ ہاں کھلے غسل خانہ میں ننگا نہ ہونا بہتر ہے۔ اور اگر وہاں قریب بلند مکان ہوں جس سے احتمال ہو کہ کسی کی نظر پڑے گی تو وہاں تہبند رکھنے کی تاکید ہے۔ وہ احتمالِ نظر جتنا قوی ہوگا اتنی ہی یہ تاکید بڑھتی جائے گی۔ یہاں تک کہ اگر نظر پڑنے کا ظن غالب ہوگا تہبند رکھنا واجب ہوگا اور وہاں برہنہ نہانا گناہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(بقیہ حاشیہ ص۱۹ ترجمہ)؛ محیط میں ہے کہ امام محمد نے سیرکبیر میں نص فرمایا کہ جو کافر مسلمان ہوا سے غسلِ جنابت چاہیئے کہ کافر جنابت سے نہیں نہاتے اور نہانے کا طریقہ نہیں جانتے انتہٰی ذخیرہ میں ہے بعض کافر تو سرے سے یہی نہیں جانتے کہ جنابت کے بعد نہانے کا حکم ہے اور بعض اتنا تو جانتے ہیں جیسے کفارِ قریش کہ سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسلاً بعد نسل اُن کے یہاں غسلِ جنابت چلا آیا مگر وہ نہانے کی کیفیت نہیں جانتے نہ کلی کریں نہ ناک میں پانی ڈالیں حالانکہ یہ دونوں فرض ہیں۔ کیا نہیں دیکھتے کہ ان کا فرض ہونا بہتیرے اہلِ علم پر مخفی رہا۔ پھر کافروں کی کیا حقیقت تو سب کفار کا حال وہی ہے جس کی طرف امام محمد نے اشارہ فرمایا کہ یا تو جنابت کا غسل ہی نہ کریں گے۔ یا کریں تو نہ جانیں گے بہرحال بعد اسلام انہیں نہانے کا حکم دیا جائے گا کہ جنابت باقی ہے اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ وہ جو بعض مشائخ نے بعد اسلام نہانے کو مستحب لکھا ہے وہ صرف اُس کافر کے لئے ہے جو اب تک کبھی جنب نہ ہوا۔ انتہٰی۔ مثلاً بلوغ سے پہلے اسلام لے آیا۔ ۱۲

سہ ترجمہ؛ قرآن مجید پر نگاہ کرنا جنب کو مکروہ نہیں جیسے دعائیں پڑھنا مکروہ نہیں۔ یعنی مکروہ تحریمی و ناجائز نہیں۔ ورنہ وضو تو ہر ذکر کے لئے مستحب ہے اور اس کا ترک خلافِ اولیٰ۔ ۱۲

ذیل بابُ المیاہ

مسئلہ (۱۲۱) از پوتول موتول ڈاک خانہ بہیرول ضلع دربھنگہ بلگرام چرن مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۲۱ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ
ان اطراف کے مولوی کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے جھوٹے پانی سے وضو درست ہے۔ اس پر ہم کو شک ہے۔ اس شک کو رفع کیجئے۔

الجواب: ہندو تو ہندو، بے وضو مسلمان بھی مثلاً جس کوٹرے یا بادیے سے مونھ لگا کر پئے گا اس پانی سے وضو جائز نہ رہے گا مگر یہ کہ وہ پانی تھوڑا ہو اور اُسے اچھے پانی میں کہ اس سے زائد ہے ملادیا جائے پھر بھی کافر کے جھوٹے سے احتراز چاہیئے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاك وما یسوء الاذن ہاں اگر اُس کے سوا اور پانی نہ ملے اور اُس کا نجس یا مستعمل ہونا ثابت نہ ہو تو بضرورت آپ ہی اس سے وضو کرنا ہوگا۔ ایسے مسائل یوں اطلاق کے طور پر بیان کرنا مسلمانوں کی خیرخواہی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۲۲) از ڈاکخانہ راموچکیا کول ضلع چناڈگا نگ مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید محمد مفیض الرحمٰن صاحب ۹ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ
جو حوض دہ در دہ یا اس سے بڑا ہو مگر موسم گرما میں خشک ہونے کے باعث پانی دہ در دہ سے کم ہوگیا اب اگر حوض میں کوئی نجاست گرجائے بشرطیکہ اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی وصف متغیر نہ ہو وہ پانی پاک ہوگا یا ناپاک۔

الجواب: حوض اگرچہ ہزار در ہزار ہو جبکہ اس وقت پانی دہ در دہ سے کم ہے ایک ذرّہ نجاست اُسے ناپاک کردے گا اگرچہ کوئی وصف نہ بدلے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ موضع بلیقوڈاکخانہ و ضلع گیا مسئولہ جناب الطاف اشرف صاحب ۳ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

(۱) دہ در دہ کی عمق و عرض و طول کس قدر ہونا لازم ہے۔

(۲) دہ در دہ حکم جاری کا رکھتا ہے یا نہیں اور رکھتا ہے تو کس وجہ کر اور نہیں رکھتا ہے تو کس وجہ کر۔

(۳) اس موضع کے جانب غرب ایک گڈھی ہے جس کو لوگ پوکھر کہا کرتے ہیں متصل بستی کے پیش دروازہ ایک شخص کے واقع ہے جس کا نقشہ حسب ذیل ہے۔ گڈھی کے جانب شرق ایک چھوٹا نالہ ہے معروف پل سے ہے۔ یہ نالہ ہمیشہ خشک رہتا ہے۔ جب زمانہ برسات کا ہوتا ہے تو ہمیشہ یا جب آب باراں ہوتا ہے تو اس

نالہ سے تمامی بستی کا پانی ہر اقسام کا ناطاہر گڈھی مذکورہ میں گرا کرتا ہے اور زمانہ خشکی میں جب یہ گڈھی خشک ہوتی ہے تو لوگ کمینہ اس میں بول و براز کیا کرتے ہیں اور اس گڈھی کے کنارے میں ہر چہار جانب ہمیشہ بول و براز ہوا کرتا ہے اور جب اس میں پانی رہتا ہے تو دھوبی کپڑا بھی دھوتا ہے اور کمینایان آب دست بھی کیا کرتے ہیں اور کمینایان کی عورتیں کپڑے ناطاہر ہر اقسام کے دھوتی ہیں اور گندی و ناطاہر چیزیں بھی اس میں لوگ پھینکا کرتے ہیں اور زمانہ میں شاید باید مگر خصوصًا زمانہ برسات میں جب پانی بے حساب زیادہ برستا ہے تب گوشہ سے اُس گڈھی کے ہموارہ نالی سے کھیتوں میں ہوکر پانی نکلتا ہے۔ جب گڈھی کے کناروں تک برابر پانی رہتا ہے تو پانی نکلنے سے محفوظ رہتا ہے اور جب کبھی اُس گڈھی میں پانی کم ہوجاتا ہے اور جب کچھ پانی انداز کا برستا ہے تو اُس حالت میں تمامی بستی کا پانی ناطاہر بذریعہ نالہ مذکورہ و بذریعہ گلیان اور ہر چہار جانب کی غلاظت بذریعہ آب باراں کے گرکر مل جاتے ہیں اور کسی طرف سے اس گڈھی کا پانی نہیں نکلتا ہے۔ اس گڈھی کا پانی قابل استعمال کے ہے یا نہیں اور ہے تو کس وجہ کر اور نہیں ہے تو کس وجہ کر۔

ع۴ یہ گڈھی دہ دردہ میں شمار کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

ع۵ دہ دردہ میں شرائط رنگ و بو و ذائقہ کا ہے یا نہیں؟ ہے تو کس وجہ کر اور نہیں ہے تو کس وجہ کر؟

ع۶ دہ دردہ کے عمق و طول و عرض میں بھی اختلاف ہے یا نہیں اگر مختلف فیہ ہے تو جمہور کی رائے کس روایت پر ہے؟

ع۷ مسئلہ اکراہ طبعی اس گڈھی کے پانی پر محمول ہوگا یا نہیں؟

ع۸ جس کا آب جانب جنوب ساٹھ ہاتھ و جانب شمال ساٹھ ہاتھ و جانب شرق پچاس ہاتھ و جانب غرب ۱۰۰ ہاتھ و عمق اختلاف فیہ درمیان گڈھی تیرتا پانی بعض جگہ کمر تک بعض جگہ کمر سے کم۔

نوٹ:- نقشہ گڈھی ص۲۳ پر ہے۔

شمال

بستی مکانات آباد

راستہ

گلی شاہراہ

مکانات

مکانات

مکانات

مکانات بستی آباد

پڑتی جگہ

کھیت

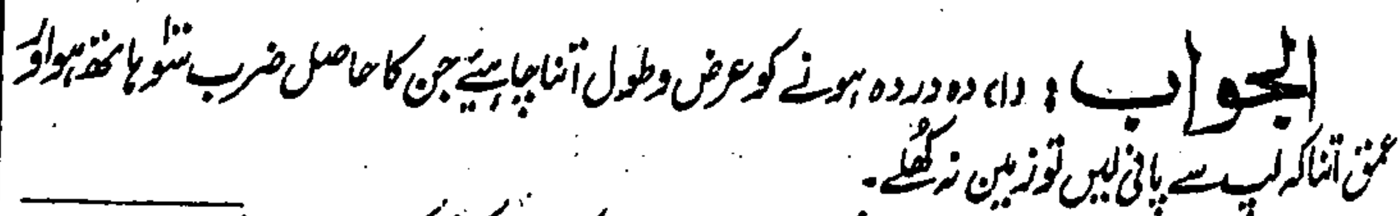
قبرستان

نالہ

کھیت

میدان پڑتی

کھیت



الجواب: (۱) دہ دردہ ہونے کو عرض وطول اتنا چاہیئے جن کا حاصل ضرب سو ہاتھ ہو اور عمق اتنا کہ لپ سے پانی لیں تو زمین نہ کھلے۔

(۲) دہ دردہ حکم جاری میں ہے اور اس کی وجہ اندازۂ ائمہ کہ ملائے کثیر کی یہ تقدیر فرمائی کما بیناہ فی فتاویٰنا ردالمحتار میں ہے ذکر بعض المحشین عن شیخ الاسلام العلامۃ سعد الدین الدیری فی رسالتہ

القول الراجح انہ حقق فیہما ما اختارہ اصحاب المتون من اعتبار العشر و اوسع نحو مائۃ نقل ناطقۃ بالصواب ولا یخفی ان الذین افتوا بالعشر کصاحب الہدایۃ وقاضی خان وغیرہما من اہل الترجیح ہم اعلم بالمذہب منا فعلینا اتباعہم الخ

(۳) بینہ کا پانی جب تک بہ رہا ہے اگرچہ اس میں نجس پانی یا اور نجاستیں ملیں ناپاک نہ ہوگا جب تک اس کا رنگ مزہ یا بو نجاست کے سبب نہ بدلے فان الماء طہور لا ینجسہ شیئ مالم یتغیر احد اوصافہ تو بارش کا پانی جب تک بہتا ہوا اس گڑھی کے کناروں تک آیا اور اس کا کوئی وصف نجاست نے نہ بدلا وہ پاک ہے اگرچہ اس میں ناپاک نالیوں کے پانی وغیرہ شامل ہوں اگرچہ گڑھی کے کناروں پر نجاستیں پڑی ہوں۔ ایک حالت تو یہ تھی۔ دوسری حالت اس پانی کے گڑھی میں داخل ہونے کی ہے اس وقت اگر اس میں کوئی نجاست مرئیہ نہیں صرف ناپاک نالیوں کے پانی اس کے ساتھ بہ کر آئے ہیں اور ان سے اس کا کوئی وصف نہ بدلا اور دہ دردہ کی مساحت میں پھیلنے تک گڑھی کے اندر بھی کسی نجاست سے نہ ملا اگرچہ آگے بڑھ کر نجاستوں سے ملے تو اندر بھی یہ پانی پاک ہی رہے گا۔ وہ ناپاک پانی جو اس کے ساتھ بہ کر آئے تھے ان کو بھی اس نے پاک کردیا فان الماء الجاری یطہر بعضہ بعضا اور اب یہ پانی کبھی ناپاک نہ ہوگا۔ اگرچہ گڑھی کے اندر کتنی ہی نجاستیں ہوں اور اوپر سے کتنی ہی نجاستیں ڈالی یا دھوئی جائیں۔ جب تک خاص نجاست کی وجہ سے اس کا کوئی وصف بدلنا معلوم نہ ہو خواہ گڑھی سے باہر ابل کر بہے یا اس میں رکا رہے اور اگر گڑھی میں داخل ہوتے وقت اس میں نجاست مرئیہ تھی یا اس کا کوئی وصف نجاست سے بدلا ہوا تھا یا دہ دردہ کی مساحت میں پھیلنے سے پہلے گڑھی کے اندر کسی نجاست سے ملا تو یہ پانی ناپاک ہے۔ اس قسم کا پانی جتنا بھی آتا جائے گا سب ناپاک ہوگا اگرچہ اس سے ساری گڑھی بھر جائے مگر یہ کہ گڑھی میں پہلے سے دہ دردہ پاک پانی ہو کہ اب یہ بھی اس سے مل کر پاک ہوتا جائیگا جب تک نجاست تبدیل وصف نہ کرے یا یہ ہو کہ مثلاً بارش کا پانی پاک اس پر آکر اسے بہا دے ابال کر گڑھی سے باہر نکال دے تو پاک ہو جائے گا اور پھر ٹھہر کر بھی پاک ہی رہے گا اگرچہ نالہ وغیرہ سے اس میں نجاستیں آکر شامل ہوں جب تک نجاست اس کا کوئی وصف نہ بدل دے اور اگر گڑھی میں مثلاً دو طرف سے بارش کا بہاؤ آیا ایک جانب سے دہ دردہ کی مساحت سے پہلے ہی نجاستیں تھیں یا خود اس بہنے پانی میں نجاست مرئیہ موجود تھی کہ گڑھی میں داخل ہو کر ناپاک ہو گیا اور دوسری جانب کا پانی کوئی نجاست مرئیہ بہا کر نہ لایا تھا اور گڑھی کے اندر بھی دہ دردہ ہونے سے پہلے کسی نجاست سے نہ ملا کہ

کہ پاک رہا اب یہ دونوں پانی مل گئے تو ناپاک طرف کا پانی بھی پاک ہوگیا لانہ فی حکم الجاری اس طرح پاک و ناپاک پانی مل کر گڑھی بھر ے تو سب پاک ہے، اور نہ بھرے تو سب پاک ہے، جبتک نجاست تبدیل وصف نہ کرے

(۴ و ۸) یہ گڑھی دہ در دہ سے بہت زائد ہے کہ اُسے سَو ہی ہاتھ درکار ہے اور یہ ہزار دس ہاتھ ہے۔

(۵) دہ در دہ کا رنگ یا بُو یا ذائقہ اگر نجاست ملنے کے سبب بدل جائے تو ضرور ناپاک ہو جائے گا۔ اور پاک چیزوں کے سڑنے یا بہت دن گزرنے سے تینوں وصف بدل جائیں تو کچھ حرج نہیں اور تحقیق نہ ہو کہ یہ تغیر کس وجہ سے ہے تو حکم جواز ہے درمختار میں ہے: ینجس بتغیر احد اوصافہ من لون او طعم او ریح بنجس لا لو تغیر بطول مکث ولو شك فالاصل الطہارۃ ویجوز بماء خالطہ طاھر جامد کاشنان وزعفران وفاکھۃ وورق شجر وان غیر کل اوصافہ

(۶) دہ در دہ کے عرض و طول میں کچھ اختلاف نہیں ہوسکتا کہ اس کا مفاد ہی سو ہاتھ ہے ہاں اس میں اختلاف ہے کہ عرض و طول دس دس ہاتھ ہونا ضرور یا صرف حاصل ضرب سَو ہاتھ ہونا کافی مثلاً ۲۵ ہاتھ طول ۴ ہاتھ عرض یا ۵۰ ہاتھ طول دو ہاتھ عرض اور یہی صحیح ہے۔ اور عمق میں صحیح و معتمد یہی ہے کہ پانی لینے سے زمین نہ کھلے ہمارے فتاوے میں اس مسئلہ میں خاص ایک رسالہ ہے ھبۃ الحبیر فی عمق ماء کثیر جسے تحقیق بازغ و تنقیح بالغ دیکھنی ہو اُس کی طرف رجوع کرے۔

(۷) کراہت طبعی کوئی مسئلہ شرعی نہیں ہاں کوئی محل شک ہو تو احتیاط مناسب ہے اور یہ بھی نہ ہو کہ شرعاً جس کی طہارت ثابت ہو اُسے اپنی اوہام پرستی سے ناپاک سمجھے یا اُس کے استعمال کرنے والوں پر طعن کرے حکم وہی ہے جو اللہ و رسول کا ہے اور حکم نہیں مگر اللہ و رسول کے لئے جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۴) : از بلند شہر بالائے کوٹ محلہ قاضی واڑہ مرسلہ محمد عبدالسلام صاحب ۳۰ رمضان ۱۳۲۷ھ

یہاں جامع مسجد میں ایک حوض وضو کے لئے تعمیر ہوا۔ اس کے بنانے میں جو خرچ ہوا اُس کی کیفیت یہ ہے کہ کچھ روپیہ تو اہلِ محلہ سے لیا گیا اور اس کے علاوہ مبلغ عـــہ روپیہ مرغ بازی کی شرط کے بھی اسی حوض میں خرچ ہوئے اور کچھ روپیہ جو برادری میں کسی آدمی پر ایک مقدمہ میں ڈنڈ ڈالا گیا تھا وہ بھی اس حوض میں صرف ہوا۔ آیا اس حوض کے پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب : اس سے وضو جائز ہے۔ اوّل تو حرام روپیہ حوض میں خود نہ لگایا گیا بلکہ اس کے عوض

اینٹ یا مسالا خریدا یا راج مزدوروں کی اُجرت میں دیا ہوگا۔ بصورت اُجرت تو ظاہر ہے کہ اس خبیث مال کو عوض سے تعلق نہ ہوا اور بصورت خریداری یہاں عام خریداریاں یوں ہوتی ہیں کہ اتنے کی فلاں چیز دیجیے زر اُس نے دی اس کے قبضے میں آگئی بیع تمام ہوگئی اس کے بعد قیمت دی جاتی ہے تو عقد و نقد زر حرام میں جمع نہ ہوا تو خریدی شئے میں خباثت نہ آئی کما ھو قول الامام الکرخی المفتی بہ علی ما فصلناہ فی فتاوٰنا اور اگر بالفرض عقد و نقد اس شراء میں حرام پر جمع ہوئے ہوں مثلاً وہ زر حرام دکھا کر کہا اس کے بدلے فلاں چیز دے اس نے دی اُس نے زر حرام ثمن میں دے دیا تو اگرچہ اب وہ خریدی ہوئی شئے خبیث ہوئی مگر کیا معین کر سکتا ہے کہ وہ اینٹ یا مسالا کونسا ہے مجہول حالت میں حکم ممانعت نہیں ہوسکتا۔ امام محمد فرماتے ہیں بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ ھندیۃ عن الذخیرۃ ہاں اگر اکثر حصہ ایسی ہی خبیث اشیاء سے ہو تو اُس سے وضو نہ کرنا مناسب ہے لان للاکثر حکم الکل فی ھذا عند قوم اگرچہ اُس کے پانی میں کوئی نقص نہیں نہ اُس سے وضو صحیح و بے خلل ہونے میں کوئی نقص اگرچہ کل حوض کی تعمیر زر حرام سے ہو لان الکراھۃ لمجاور۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱۲۵) از باسنی متصل ناگور مارواڑ مرسلہ امیر احمد صاحب ۹ شوال ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کا دہ در دہ حوض طول مکث و کثیر الاستعمالی کی وجہ سے بدبو کر جائے اور رنگ میں تغیر آجائے تو وضو کرنا درست ہے یا نہیں۔ ایک مولوی صاحب ماءِ مستعمل غیر مطہر قرار دے کر پیشاب کے برابر فرما رہے ہیں اور یہ بھی فرما رہے ہیں کہ ہمارے امام صاحب کے نزدیک ماءِ مستعمل نجس بہ نجاست غلیظہ ہے۔ لہٰذا نجس ہے تو کیا دہ در دہ حوض کا پانی مستعمل قرار دیا جاسکتا ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی مرحوم فتاوٰی عالمگیری و فتاوٰے قاضی خاں کا حوالہ دیتے ہوئے اپنے فتاوے میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایسے پانی سے وضو بنانا درست ہے یجوز التوضی فی الحوض الکبیر المنتن اذا لم یعلم نجاستہ اسے مولوی صاحب موصوف تسلیم نہیں کرتے۔

الجواب: طول مکث سے بدبو لایا پانی کو نجس نہیں کرسکتا اگرچہ کتنا ہی متغیر ہو تنویر وغیرہ متون میں ہے یجنس بتغیر احد اوصافہ ینجس لا لو تغیر بمکث۔ درمختار میں ہے فلو علم نتنہ بنجاستہ لم یجز ولو شک فالاصل الطہارۃ دہ در دہ حوض قلیل نجاست سے بھی ناپاک نہیں ہوتا۔ نہ کہ ملنے سے مستعمل سے۔ ماءِ مستعمل صحیح و معتمد و مفتی بہ مذہب میں ناپاک نہیں۔ طاہر غیر مطہر ہے یہی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب معتمد ہے تنویر الابصار

میں ہے وھو طاھر لیس بطھور رد المحتار میں ہے رواہ محمد عن الامام وھذہ الروایۃ ھی المشھورۃ عنہ واختارھا المحققون قالوا علیھا الفتوی ماءِ مستعمل اگر غیر مستعمل سے زائد یا برابر ہوجائے تو مجموع سے وضو ناجائز ہوگا اور مستعمل کم ہے تو وضو جائز درمختار میں ہے غلبۃ المخالط لو مماثلا کمستعمل فبالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطھیر بالکل والا لا بالجملہ حوض مذکور سے وضو بلاشبہ جائز ہے اور معترض کا قول غلط و ناقابل التفات واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۲۶) از پور بندر کاٹھیاواڑ میمنی مسجد مرسلہ سید غلام محمد صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

امام العلماء المحققین، مقدام الفضلاء المدققین، جامع شریعت و طریقت حکیم امت مولانا و مرشدنا و مخدومنا مولوی حاجی قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب متع اللہ المسلمین بطول بقائہم بعد تسلیم فدویت ترمیم معروض رائے شریف وذہن لطیف ہو کہ ایک حوض دہ در دہ ہے عرض و طول میں لیکن حوض کے اوپر کو پتھر لگانے سے منہ حوض کا کم از دہ در دہ ہوگیا ہے اس صورت میں حوض پانی سے پورا ابھر دیا جاتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس حوض میں وضو نہیں ہوتا اس لئے کہ دہ دردہ کی حد سے پانی تجاوز کر جاتا ہے اور پانی بھی ہلتا نہیں ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وضو ہوجاتا ہے اس لئے یہاں پر لوگوں میں سخت فساد واقع ہے سو حضرت مسئلہ کا خلاصہ کرکے تحریر فرمائیں تاکہ اُس پر عمل کیا جاوے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر پانی پتھر سے نیچا ہے تو دہ در دہ ہے نجاست سے کبھی ناپاک نہ ہوگا جب تک اس سے مزہ یا رنگ یا بُو نہ بدلے اور اگر پانی اس حد سے اونچا ہوکر پتھر سے گھر جائے اور پتھر کے بیچ میں مساحت دہ در دہ سے کم ہے تو اب دہ در دہ نہ رہا ایک خفیف قطرہ نجاست سے ساری سطح ناپاک ہوجائے گی ہاں وضو کے لئے ہاتھ ڈال کر پانی لینے سے مستعمل نہ ہوگا بے وضو پاؤں ڈال دینے سے مستعمل ہوجائیگا۔ قابل وضو نہ رہے گا۔ وضو کا مستعمل پانی اُس میں گرنے سے مستعمل نہ ہوگا جب تک مستعمل غیر مستعمل سے زیادہ یا مساوی نہ ہوجائے اس کے پاک کردینے کو یہ کافی ہے کہ اوپر کا حصہ پانی کا نکال دیں یہاں تک کہ صرف پتھر کے نیچے نیچے پانی رہ جائے جہاں سے دہ در دہ ہے وہ سب پاک ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۲۷): از مدرسہ منظر اسلام بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ بہاری ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے وضو کے پانی کے قطرے کپڑے یا کسی چیز پر گریں گے تو وہ ناپاک ہوجائیگا اور اگر جماعت ختم ہونے پر ہے اس صورت میں وہ بلا ہاتھ پاؤں پونچھے شریک جماعت

ہو گیا تو جو قطرے اس کی ریش وغیرہ سے گریں گے اس سے رحمت کے فرشتے پیدا ہوں گے۔ حضور کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: ان قطروں سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا مگر مسجد میں اُن کا گرانا جائز نہیں۔ بدن اتنا پونچھ کر کہ قطرے نہ گریں مسجد میں داخل ہو اور ان قطروں سے رحمت کے فرشتے بننا مجھے معلوم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱۲۸) از شہر گیا محلہ نذیر گنج مسئولہ شمس الدین احمد اللہ خان ۸ رشوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حُقّہ کے پانی سے وضو جائز نہ رکھا گیا ہے وہ کون حالت اور کس وقت پر۔

الجواب: جب آب مطلق اصلاً نہ ملے تو یہ پانی بھی آب مطلق ہے اس کے ہوتے ہوئے تیمم ہرگز صحیح نہیں اور اُس تیمم سے نماز باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل البئر

مسئلہ (۱۲۹) از شہر کہنہ محلہ سہسوانی ٹولہ مرسلہ محمد ادریس خان ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک چاہ میں ایک چوہا نکلا جس کے نصف دھڑ کے نیچے کی کھال گل کر پانی ہی میں رہ گئی تھی لیکن بیٹ نہیں پھٹا تھا تو اب کنواں کس طرح پاک ہو۔

(۲) یہ بھی تشریح فرمائیے کہ پانی کا ٹوٹنا کسے کہتے ہیں یعنی کتنا پانی کنوئیں میں رہ جائے تو چھوڑ دینا چاہیئے۔

(۳) اگر کسی وجہ سے کنوئیں کے پاک کرنے کی غرض سے مٹی نکالنے کا حکم ہو تو مٹی کس قدر نکالنا چاہیئے۔

(۴) اگر کنواں پاکی کے شرائط پورے کرنے کے اندر بیٹھنے یا شق ہونے لگے تو اُس کا بیٹھنا یا شق ہونا پاکی کا مانع ہو سکتا ہے یا نہیں، مثلاً ایک کنواں پانی ٹوٹنے کا حکم رکھتا ہے اور اُس کنوئیں میں دو آدمی کے قدر پانی ہے اور پانی نکالتے نکالتے زیادہ سے زیادہ گھٹنوں تک اور کم سے کم اتنا کہ بالٹی خوب ڈوب جاتی ہے بلکہ اس کے اُوپر بھی پانی چھ یا سات اُنگل رہتا ہے بدیں وجوہات اُسے چھوڑ دیا گیا کہ آدمی پانی نکالتے نکالتے تھک گئے یا کنواں شق ہونے لگا یا بیٹھنے لگا تو خیال کیا کہ اس کو پھر کون نیوائے گا یہ تو بیکار ہوا جاتا ہے) تو کنواں پاک ہوا یا نہیں؟

(۵) وہ لوگ جو بلا تشریح دریافت کئے ہوئے علماء و شرفاء کے کہنے سے کنوئیں کو پاک کرا دیں یا کر دیں اور پاک بھی ایسا کہ حکم پانی ٹوٹنے کا رکھتا ہو اور ٹوٹا نہ ہو یا ایسی نجاست پر ساٹھ ڈول نکالنے سے پاک ہو سکتی ہے اور علماء و شرفاء کے

کہنے سے جنہوں نے کہ نجاست کو دیکھا بھی نہ ہو بیس ڈول نکلوا دیے اور باقی کے استعمال کا حکم دے دیا کہ اب کنواں پاک ہوگیا اُن کے واسطے کیا حکم ہے ؟

ع۶ اگر ناپاک پانی سے وضو یا غسل کر کے نماز پڑھی اور بعد کو ناپاکی کا حال معلوم ہوا تو نماز کب تک کی واپس دوہرانا چاہیئے ۔

الجواب : ع۱ کل پانی نکالا جائے یہاں تک کہ آدھا ڈول نہ ڈوبے اور اگر وہ کنواں نہ ٹوٹتا ہو تو اُس کے پانی کا اندازہ کر لیں کہ اتنے ڈول ہے ۔ اس قدر نکالیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ،

ع۲ اس کا جواب اوپر گزرا کہ جب آدھے ڈول سے کم بھرنے لگے تو پانی ٹوٹ گیا ۔ واللہ اعلم

ع۳ چڑیا چوہا مثلاً کنوئیں میں مرکر رہ گیا اور مٹی میں دب گیا کہ پانی نکالنے سے نہیں نکل سکتا تو پانی توڑ کر نکالیں اور اگر پانی کسی طرح نہ ٹوٹ سکے تو وہ کنواں اتنی مدت چھوڑ دیں کہ ظن غالب ہوجائے کہ وہ جانور اب گل کر مٹی ہوگیا ہوگا اور اس کا اندازہ چھ مہینے کیا گیا ہے ۔ باقی مٹی نکالنے کی کوئی حاجت کنواں پاک کرنے میں نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم

ع۴ جتنا پانی توڑنے سے باقی رہ گیا ہو مثلاً فرض کرو کہ اگر سَو یا دو سَو ڈول اور نکالے جاتے تو آدھی بالٹی سے کم بھرتی مگر اس وقت اتنے ڈول نکالنا بوجہ مذکورہ مصلحت نہیں تو آج چھوڑ دیں کل یا دو چار روز میں جب پانی زیادہ ہوجائے وہ باقی کے سَو دو سَو ڈول نکال دیں کنواں پاک ہوگیا لان الولاء غیر شرط ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ع۵ ایسے لوگ گنہگار ہیں اور شرعاً مستحق تعزیر جس کا اختیار سلطان اسلام کو ہوتا ہے اب اتنا ہونا چاہیے کہ اگر وہ توبہ نہ کریں تو مسلمان اُن سے میل جول ترک کردیں کہ انہوں نے شریعت میں بے جا دخل دیا اور مسلمانوں کو نجاست پلائی اور اُن کی نمازیں اور بدن اور کپڑے خراب کئے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ع۶ جب سے اُس ناپاک پانی سے وضو کر کے نماز پڑھی ہو اور اس کے بعد پاک پانی سے طہارت کر کے پاک کپڑوں سے نماز نہ پڑھی ہو مثلاً ناپاک پانی سے وضو کیا اور اُس کے بعد پانی پاک کر لیا گیا اور اُس پاک پانی سے کسی دن اس طرح نہایا کہ سر سے پاؤں تک تین بار پانی بہ گیا یا اس کے بعد پاک پانی سے وضو کرتا رہا اور کسی دن سر دھویا اور کپڑے بدلے تو اس کے بعد سے جو نمازیں پڑھیں وہ نہ پھیری جائیں گی اور اگر کپڑے نہ بدلے یا سر نہ دھویا اور اس پاک پانی سے وضو کرتا رہا تو سب نمازیں پھیری جائیں گی اگرچہ مہینے ہوگئے ہوں کہ بعد کے وضوؤں سے اگرچہ منہ ہاتھ پاؤں پاک ہوگئے مگر وہ ناپاک پانی جو مسح میں سر کو لگا تھا وہ ہزار بار کے مسح سے بھی پاک نہ ہوگا جب تک

دھو بانہ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱۳۵) از شہر بریلی محلہ خواجہ قطب مرسلہ منشی رضا علی صاحب ۔ ۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا ارشاد ہے علمائے دین کا اس مسئلہ میں کہ ٹھیلے کی رسی جس میں ایک کپڑا لپٹا ہوا تھا اور جو بیل کے سینے کے نیچے باندھی جاتی ہے کنوئیں میں ڈالی گئی جس نے کپڑا رسی پر لپیٹا تھا اس کا بیان ہے کہ کپڑا پاک لپیٹا تھا۔ لوگوں کا شبہ ہے کہ بیل کے گوبر یا پیشاب کی چھینٹیں شاید پڑی ہوں۔ ایسی صورت میں کنواں پاک رہا یا ناپاک ہوا۔ اگر ناپاک ہوا تو کس قدر پانی نکالنا چاہیئے۔

الجواب: کنواں پاک ہے اصلاً کچھ نکالنے کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱۳۶) از شہر بریلی محلہ خواجہ قطب مسئولہ مسعود علی ۔ ۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ٹھیلے میں بیل کے جوتنے کے لئے بیل کے سینہ بند اور گردن میں ایک رسی بندھی ہوئی تھی اور اس کے سینے اور گردن کی خراش بچانے کے واسطے ایک بے نمازی عورت کا میلا دوپٹا رسی پر لپیٹا ہوا جو کہ عرصہ دراز تک استعمال میں آچکا ہے اس حالت میں ظن ہے کہ رسی اور کپڑا گوبر اور پیشاب کی آلودگی سے یا اس خون اور رطوبت سے جو بیل یا پیٹھ کی رگڑ سے کھال چھلنے کے بعد نکلتا ہے نہیں بچا ہوگا وہ کنوئیں میں گر گیا۔ اس حالت میں کنواں پاک ہے یا نجس۔

الجواب: بے نمازی عورت کا میلا دوپٹا ہونے سے اُس کی ناپاکی لازم نہیں نہ عرصہ دراز تک استعمال سے نہ سینے کی رسی کو گوبر اور پیشاب سے علاقہ۔ رہا کھال چھل کر خون نکلنا یہ ثبوت طلب ہے نکلا ہوگا کافی نہیں یہ معلوم و ثابت و تحقیق ہونا لازم کہ واقعی خون وغیرہ نجس رطوبت نکل کر اس کپڑے میں لگی تھی اس تحقیق کے بعد ضرور کنواں ناپاک مانا جائے گا اور کل پانی نکالنے کا حکم ہوگا ورنہ وہم و شک پر نجاست نہیں ہو سکتی ایسا ہی زیادہ شک ہو تو بیس ڈول نکال دیں جن سے مقصود نہ کنواں بلکہ اپنے دل کا شک سے پاک کرنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱۳۷) از شہر کہنہ بریلی محلہ گھیر جعفر خان پنجابی لوٹہ۔ مسئولہ جناب محمود علی خاں صاحب رضوی ۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کنواں ہے جس میں پانی اس قدر ہے کہ ایک حوض دہ در دہ اُس کے پانی سے بذریعہ چرسے کے بھر دیا جاتا ہے مگر پانی اُس کا نہیں ٹوٹتا۔ اس کنوئیں میں گلہری گر کر مر گئی اور سڑ کر پھٹ گئی۔ ایسی حالت میں کس قدر پانی نکالا جاوے کہ کنواں پاک ہو جاوے۔

الجواب: اگر کنواں آب دہ دردہ ہو یعنی پانچ گز در گرہ ایک انگل ہو جب تو ناپاک نہ ہوگا اور اس سے کم ہے تو ذرا سی نجاست سے اُس کا کل پانی ناپاک ہوجائے گا اگرچہ کثرتِ عمق یا زیادتِ آمدِ آب کے سبب اس سے دس حوض دہ دردہ بھر سکیں۔ اس صورت میں اُس میں جتنے ڈول پانی ہو وہ ناپ کر نکال دیا جائے پاک ہوجائیگا۔ خواہ دفعۃً نکالیں یا کئی روز میں اور خواہ نکالے سے اُس کا پانی ٹوٹ جائے یا اصلاً نہ گھٹے ہر صورت میں اتنے ڈول نکالنے سے پاک ہوجائے گا۔ اور وہ جو آجکل بعض بے علم لوگ ایسے کنوئیں سے ۳۰۰ یا ۳۶۰ ڈول نکالنا کافی بتاتے ہیں غلط ہے۔ ناپنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ رسی میں پتھر باندھ کر آہستہ آہستہ چھوڑیں خم نہ پڑے۔ جب تہ کو پہنچ جائے نکال کر ناپیں کہ اتنے ہاتھ پانی ہے پھر جلد جلد سو ڈول کھینچ کر ایسے ہی ناپیں جتنا پانی گھٹا اُس سے حساب لگالیں۔ مثلاً ۲۰ ہاتھ پانی ناپ میں آیا اور سو ڈول نکالنے سے ایک ہاتھ گھٹا تو ۱۹۰۰ ڈول اور نکالیں۔ یا دو معتبر شخص کہ پانی میں نگاہ رکھتے ہوں اندازہ کرکے بتادیں کہ اس میں اتنے ڈول پانی ہے ہزار دو ہزار جتنے بتائیں اُسی قدر نکال دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۳۸) از رامہ تحصیل گوجرخان ڈاکخانہ جاتلی ضلع راولپنڈی مرسلہ قاضی تاج محمود صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

اگر سگ کنوئیں میں گر پڑے اور اُس کے منہ کے پانی میں داخل ہونے کی ثبوت نہیں ملتی۔ پانی کا کیا حکم ہے۔

الجواب: زیادہ احتیاط یہ ہے کہ کل پانی نکالیں کہ بہت مشائخ کے نزدیک وہ نجس العین ہے مگر صحیح و معتمد یہ کہ اس کا حکم باقی سباع کے مثل ہے کہ صرف لعاب ناپاک ہے تو اگر منہ پانی میں نہ پہنچا صرف بیس ڈول تطییب قلب کے لئے کافی ہیں۔ درمختار میں ہے: لو اخرج حیا ولیس بنجس العین ولا بہ حدث او خبث لم ینزح شیئ الا ان یدخل فمہ الماء فیعتبر بسؤرہ فان نجسا نزح الکل والا لا ھو الصحیح۔ ردالمحتار میں ہے: قولہ لم ینزح شیئ ای وجوبا لما فی الخانیۃ لو وقعت شاۃ وخرجت حیۃ ینزح عشرون دلوا لتسکین القلب لا للتطہیر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۳۹) از ضلع فریدپور موضع قتل نگر مرسلہ عبدالغنی صاحب ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بہشتی بے نمازی جو چھوٹا استنجا پانی سے نہیں کرتے معمولی طور پر غسل کرکے یعنی ایک ڈول پانی سر پہ ڈال کر کنوئیں میں غوطہ لگایا تھا اور استعمالی کپڑا ابھی نہیں بدلا تھا اب اس کنوئیں کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: اگر چھوٹا استنجا ڈھیلے سے کر لیا ہو اور بدن یا کپڑے پہ کوئی نجاست ہونا تحقیق نہ ہو تو بیس ڈول

نکالیں ورنہ کل پانی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

باب المسح علی الخفین

مسئلہ ۱۴۱ : ازاوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ ملا یعقوب علی خاں ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سُوتی موزہ پر مسح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب : سوتی یا اونی موزے جیسے ہمارے بلاد میں رائج ان پر مسح کسی کے نزدیک درست نہیں کہ نہ وہ مجلد ہیں یعنی ٹخنوں تک چمڑا منڈھے ہوئے نہ منعل یعنی تلا چمڑے کا لگا ہوا نہ ثخین یعنی ایسے دبیز و محکم کہ تنہا انہیں کو پہن کر قطع مسافت کریں تو شق نہ ہوجائیں اور ساق پر اپنے دبیز ہونے کے سبب بے بندش کے رُکے رہیں ڈھلک نہ آئیں اور اُن پر پانی پڑے تو روک لیں فوراً پاؤں کی طرف چھن نہ جائے جو پائتابے ان تینوں وصف مجلد منعل ثخین سے خالی ہوں اُن پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے۔ ہاں اگر اُن پر چمڑا منڈھ لیں یا چمڑے کا تلا لگالیں تو بالاتفاق یا شاید کہیں اُس طرح کے دبیز بنائے جائیں تو صاحبین کے نزدیک مسح جائز ہوگا اور اسی پر فتوٰی ہے۔ فی المنیۃ والغنیۃ (المسح علی الجوارب لایجوز عند ابی حنیفۃ الا ان یکونا مجلدین) ای استوعب الجلد مایستر القدم الی الکعب (او منعلین) ای جعل الجلد علی مایلی الارض منہما خاصۃ کالنعل للرجل (وقالا یجوز اذا کانا ثخینین لایشفان) فان الجورب اذا کان بحیث لایجاوز الماء منہ الی القدم فھو بمنزلۃ الادیم والصرم فی عدم جذب الماء الی نفسہ الا بعد لبث اوذلك بخلاف الرقیق فانہ یجذب الماء وینفذہ الی الرجل فی الحال (وعلیہ) ای علی قول ابی یوسف ومحمد (الفتوی والثخین ان یستمسك علی الساق من غیر ان یشد بشیئ) ھکذا فسروہ کلھم وینبغی ان یقید بما اذا لم یکن ضیقا فانا نشاھد مایکون فیہ ضیق یستمسك علی الساق من غیر شد والحد بعدم جذب الماء اقرب وبما یمکن فیہ متابعۃ المشی اصوب۔ وقد ذکر نجم الدین الزاھدی عن شمس الائمۃ الحلوانی ان الجوارب من الغزل والشعر ماکان رقیقا منہا لایجوز المسح علیہ اتفاقا الا ان یکون مجلدا اومنعلا وماکان ثخینا منہا فان لم یکن مجلدا او منعلا فمختلف فیہ وماکان فلاخلاف فیہ اھ ملتقطا قلت وھھنا وھم عرض للمولی الفاضل اخی یوسف چلپی فی حاشیۃ شرح الوقایۃ فلا علیك منہ بعد ما سمعت نص امام الشان شمس الائمۃ وکذلك نص فی الخلاصۃ بمایکفی لامر اخذہ کما حققہ فی الغنیۃ وذکر طرفا منہ فی ردالمحتار فراجعہما ان شئت۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۴۱): مقام کہنہ دہانہ ضلع رزیڈنسی گوالیار مسئولہ منشی نور محمد سوداگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ بوٹ جن سے ٹخنہ ڈھک جاتا ہے یعنی بوٹ کہ پلٹن والے پہنتے ہیں۔ وہ بوٹ کیا چمڑے کے موزے کا حکم رکھتا ہے یا نہیں، چونکہ چمڑے کے موزے پر مسح کرنا درست ہے (عالمگیری) تو فرمائیے کہ بوٹ پر مسح کرنا درست ہے یعنی مسح کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور نماز اس سے درست ہے یا کیا؟

الجواب: درست ہے۔ معراج الدرایہ پھر بحر الرائق پھر ردالمحتار میں ہے یجوز علی الجاروق المشقوق علی ظہر القدم ولہ ازرار یشدھا علیہ تسدہ لانہ کغیر المشقوق وان ظہر من ظہر القدم شیئ فہو کخروق الخف۔ واللہ تعالٰی اعلم

باب الحیض

مسئلہ (۱۴۲): از وطن مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۔ ۲ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

ماتولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ھذہ المسئلۃ، در رسالہ طہارت کبرٰی نوشتہ است زنے نماز میگزارد ہم در اثنائے صلاۃ حائضہ شد نماز قطع کند پس اگر نماز فرض بود بعد طہارت قضایش واجب نبود و اگر نفل بود قضا واجب آید بینوا توجروا۔

الجواب: دریں رسالہ اگرچہ بسیار جا خطا سرزدہ است اما ایں مسئلہ درست نوشتہ است فمثلہ فی البحر والدر وغیرھما من الاسفار الغر وجہش آنچہ کہ ایں وقت بخیال میرسد آنست کہ نماز اگرچہ نفل باشد بشروع واجب گردد واگر قبل از اتمام فسادے رو نماید قضا لازم آید اما ایں حکم شروع قصدے ست پس اگر کسے مثلاً نماز ظہر گزاردہ فراموش کرد و باز عقدش بربست بیش از فراغ بیادش آمد ہم چناں بشکست قضا بروے لازم نیست کہ ایں شروع بر بنائے ظن غلط بود ہمچناں چوں زن را حیض رسید پیدا شد کہ نماز ایں وقت بروے واجب نبود و بوجوبے کہ بر بنایش آغاز کردہ بود غلط برآمد زیرا کہ نزد ما اعتبار مر آخر وقت راست کما نصوا علیہ پس قضا لازم نیاید بخلاف نفل کہ شروع درو نہ بظن وجوب بود و نہ عروض حیض در آخر وقت مانع نفل دراول ست پس شروع درو صحیح بود چوں فاسد شد قضا واجب آمد۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۱۴۳): ۴ صفر مظفر ۱۳۱۲ھ

بوقوعہ فیہ و عند ابی یوسف نجس فینجس الماء اھ اقول حاصل التعلیل ان الضرورۃ اوجبت اباحۃ استعمالہ ثم اذا ثبت الاباحۃ ثبت الطہارۃ لان الشیئ اذا ثبت ثبت بلوازمہ وجواب ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی ان ما ثبت بضرورۃ تقدر بقدرھا وانت تعلم انہ بین البرھان فلاجرم ان صححہ فی البدائع ورجحہ فی الاختیار وجعلہ فی الدر ھو المذھب وبما قررنا کلام الدر بان الجواب عما اوردعلیہ السید العلامۃ ابو السعود الازھری فی حاشیۃ الکنز حیث زعم ان محمدا اباح الانتفاع بہ مطلقا ولو من دون ضرورۃ وجعلہ مقتضی قول النھر طھرہ محمد وعلیہ ابتنی رد قول من قال انہ فی زماننا استغنی عنہ فینبغی ان لایجوز استعمالہ عند الکل لانعدام الضرورۃ قائلا فیہ نظر لان محمدا لم یقصر جواز استعمالہ علی الضرورۃ ورد علی الدر تعلیلہ بالضرورۃ بان لو کان کذلک لقال ان الماء القلیل ینجس بوقوعہ فیہ لعدم الضرورۃ ولیس کذلک ولان صریح قولہ فی النھر واثر الخلاف یظھر فیما لو صلی ومعہ من شعر الخنزیر ما یزید علی الدرھم او وقع فی الماء القلیل یاباہ وبما قررنا یظھر فی الدر من المنافاۃ حیث علل طھارتہ عند محمد بضرورۃ الاستعمال ثم فرع علیہ ان الماء لاینجس بوقوعہ فیہ اھ اقول ولعلک اذا تاملت فیما القینا علیک علمت ان ھذا کلہ فی غیر محلہ وحاشا محمدا ان یبیح الانتفاع بہ بلا ضرورۃ مع قول اللہ تعالٰی فانہ رجس وانما الامر ما بینا انہ ابیح للضرورۃ ومن ضرورۃ الاباحۃ سقوط النجاسۃ واذا سقطت جازت الصلاۃ ولم یفسد الماء فمحمد اعتبر مکان الضرورۃ ولم یعتبر خصوص محلھا و ابو یوسف اعتبر الامرین جمیعا وھو الصحیح لاجرم نص فی البرھان شرح مواھب الرحمن ان رخص محمد الانتفاع بشعرہ لثبوت الضرورۃ عندہ فی ذلک ومنعاہ لعدم تحققھا لقیام غیرہ مقامہ اھ ونقلہ ط فی حاشیۃ المراقی وقال فی الغنیۃ شعر الخنزیر لما ابیح الانتفاع بہ للخرز ضرورۃ قال محمد انہ لو وقع فی الماء لاینجسہ اھ وقال العلامۃ عبد العلی البرجندی فی شرح النقایۃ اطلاق الشعر یدل علی ان شعر الخنزیر ایضا طاھر لایفسد الماء ولایفسد حملہ فی الصلاۃ وھو قول محمد وذلک لضرورۃ حاجۃ الناس الی استعمالہ فی الخرز وعند ابی یوسف نجس لان الخنزیر نجس العین کذا فی الحصر واما عظم الخنزیر فنجس اتفاقا لانہ لاضرورۃ فی استعمالہ کما فی الشعر اھ فانظر کیف نصوا جمیعا ان تطھیر محمد مبتنی علی الضرورۃ فظھر سقوط کل ماذکرھذا السید العلامۃ رحمہ اللہ تعالٰی واستبان ان لاحجۃ لہ فی قول النھر ولا منافاۃ بین قولی الدر

وان عند زوال الضرورۃ یجب وفاق الکل علی التحریم والتنجیس کما افادہ العلامۃ المقدسی وتبعہ العلامۃ نوح افندی ومن بعدہ وھو الذی نعتقد فی دین اللہ سبحنہ وتعالٰی وبہ ظہر الجواب عن ھذا البحث بان لاضرورۃ فی شعر الکلب فعلی قائل النجاسۃ العمل بقضیتہا ثم رأیت البرجندی صرح بہ حیث قال انا قد ذکرنا ان الکلب نجس العین عند بعضھم فینبغی ان یکون شعرہ نجسا عندھم اذ لاضرورۃ فی استعمالہ اھ **الخامس** ماعزاہ للمنیۃ مذکور ایضا فی الخانیۃ واعتمدہ واشار الی ضعف التفصیل حیث قال مانصہ الکلب اذا خرج من الماء وانتفض فاصاب ثوب انسان افسدہ قیل ان کان ذلک من ماء المطر لایفسدہ الا اذا اصاب المطر جلدہ وفی ظاھر الروایۃ اطلق ولم یفصل اھ وقد صرح فی خزانۃ المفتین برمز ق لقاضی خان ان شعر الخنزیر اوالکلب اذا وقع فی الماء یفسدہ لانہ نجس العین لکن لقائل ان یقول اذا بنیتم حکایۃ الوفاق علی الروایۃ المختارۃ للسراج فلا وجہ للرد علیہ بروایۃ اخری نعم لوذکر ماذکرنا عن الخانیۃ وبین ان الترجیح قد اختلف وان التنجیس ظاھر الروایۃ فوجب اختیارہ وسقط الحکم بالوفاق معتمدا علی اختیار السراج لکان وجیہا وبعد اللتیا واللتی فحکایۃ الوفاق مدخولۃ لاشک لاجرم ان صرح فی متن الغرر بالتثلیث فقال والکلب نجس العین وقیل لا وقیل جلدہ نجس وشعرہ طاھر اھ **واما الترجیح فاقول** بوجوہ اولاً یہی قول امام ہے کما قدمہ السائل عن الدر المختار وقدمنا عن القھستانی والطحطاوی نظم الفرائد میں ہے ؎

وعندھما عین الکلاب نجاسۃ　؎　وطاھرۃ قال الامام المطھر

حلیہ میں ہے مشی علیہ فی الحاوی القدسی اُسی میں ہے فی النھایۃ وغیرھما عن المحیط الکلب اذا وقع فی الماء فاخرج حیا ان اصاب فمہ یجب نزح جمیع الماء وان لم یصب فمہ الماء فعلی قولھما یجب نزح جمیع الماء وعلی قول ابی حنیفۃ لاباس وقال ھذا اشارۃ الی ان عین الکلب لیس بنجس اسی طرح تجرید القدوری میں ہے کما نقلہ عنہ ایضا فی الحلیۃ بحرالرائق میں ہے قال فی القنیۃ رامزا لمجد الائمۃ وقد اختلف فی نجاسۃ الکلب والذی صح عندی من الروایات فی النوادر والامالی انہ نجس العین عندھما وعند ابی حنیفۃ لیس بنجس العین اور کچھ روایتیں امام محمد سے بھی اس کے موافق آئیں فی الحلیۃ عن الخانیۃ عن الناطفی انہ اذا صلی علی جلد کلب اوذئب قد ذبح جازت صلاتہ

بحرالرائق میں عقد الفوائد سے ہے لایخفی ان ھذہ الروایۃ تفید طہارۃ عینہ عند محمد الخ منیہ میں ہے روی عن محمد امرأۃ صلت وفی عنقہا قلادۃ علیہا سن اسد او ثعلب او کلب جازت صلاتہا اھ قال شارحہا العلامۃ ابراھیم کون الروایۃ عن محمد لاینافی کونہا اتفاقیۃ ففی الفتاوی ذکرھا مطلقا والمطلق یدل علیہا اھ **اقول** نعم اطلقہا فی الخانیۃ والخلاصۃ والولوالجیۃ وغیرھا وقد اسمعناک نص الخلاصۃ وھو بعینہ لفظ الخانیۃ والولوالجی عزاہ لہ فی الحلیۃ لکن الاطلاق لایدل علی الاتفاق فربما یطلق المطلق مایختارہ وان کانت ھناک خلافات عدیدۃ ورأیتنی کتبت علی ھامشہ مانصہ **اقول** کیف تکون اتفاقیۃ مع ان المنقول عن الثانی والمشہور عن الثالث نجاسۃ عین الکلب وقد صححہ جماعۃ وان کان الاصح المعتمد المفتی بہ ھی الطہارۃ اھ نعم ھو صحیح بالنسبۃ الی ماعدا الکلب من السباع المذکورۃ وامثالہا بلکہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی سے بھی بعض فروع اسی طرف جاتی ہیں وقد قرأنا علیک عن الانقروی عن الزاھدی عن الدبوسی فی مواطئ الکلاب فی الطین ان طہارتہا ھی الروایۃ الصحیحۃ وقریب المنصوص عن اصحابنا وھذہ کتب المذھب طافحۃ بتصریح جواز بیع الکلب وحل ثمنہ وانما ذکروا الخلف فی بیع العقور فعن محمد جوازہ وعن ابی یوسف منعہ واطلاق الاصل یؤید الاول وعلیہ مشی القدوری وغیرہ وصحح شمس الائمۃ الثانی فقال انما لایجوز بیع الکلب العقور الذی لایقبل التعلیم وقال ھذا ھو الصحیح من المذھب کما نقلہ فی الفتح لاجرم ان قال حافظ الحدیث والمذھب الامام الطحاوی فی شرح معانی الاٰثار بعد ما حقق حل اثمان الکلب ھذا قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین اھ وقال فی البحر مابیعہ وتملیکہ فہو جائز ھکذا نقلوا واطلقوا لکن ینبغی ان یکون ھذا علی القول بطہارۃ عینہ اما علی القول بالنجاسۃ فہو کالخنزیر فبیعہ باطل فی حق المسلمین کالخنزیر الخ فینقدح من ذلک وفاقہم جمیعا علی تقفیۃ الطہارۃ من جراء تلک الروایات **اقول** لکن افاد فی الفتح منع توقف جواز البیع علی طہارۃ العین وانما یعتمد جوازہ جواز الانتفاع الاتری ان السرقین والبعر لما جاز الانتفاع بہما جاز بیعہما وقد قال فی الھدایۃ مجیبا عن استدلال الشافعی علی حرمۃ بیع الکلب بانہ نجس العین لانسلم نجاسۃ العین ولو سلم فیحرم التناول دون البیع اھ فان عدت قائلا ان حل الانتفاع ایضا یعتمد طہارۃ العین فان الخنزیر لما کان نجس العین لم یجز الانتفاع بہ بوجہ من الوجوہ بذلک

التنبیہ علی التفقہ

علاوہ فی عادۃ الکتب نعم یجوز الانتفاع بنجس العین علی سبیل الاستہلاک وھذا ھو الثابت فی السرخسیین کما افادہ فی النھایۃ ونقلہ فی البحر **قلت** نعم ھذا یصلح دلیلا لاصل المدعی اعنی الطہارۃ اما جعلہ وجھا لتخصیص جواز البیع بقول الطہارۃ فکلا کیف وحل الانتفاع بالکلب بطریق الاصطیاد مجمع علیہ قطعا المانطق بہ النص الکریم فمبنی جواز البیع ثابت عند الکل وان انکر الصاحبان مبنی المبنی اعنی الطہارۃ کما انکر الشافعی فرع المبنی اعنی جواز البیع فافھم اور معلوم ومقرر ہے کہ کلام الامام امام الکلام، علما فرماتے ہیں قول امام پر افتا لازم ہے اگرچہ صاحبین خلاف پر ہوں نہ کہ جب صاحبین سے بھی روایات اُن کے موافق ہوں اللھم الا لضرورۃ او ضعف دلیل تتعلم انتفاءھما ھھنا بحرالرائق و فتاوی خیریہ وحاشیہ طحطاویہ علی الدرالمختار وردالمحتار میں ہے واللفظ للعلامۃ الرملی المقرر ایضا عندنا انہ لایفتی ولایعمل الا بقول الامام الاعظم ولایعدل عنہ الی قولھما او قول احدھما او غیرھما الا لضرورۃ من ضعف دلیل او تعامل بخلافہ کمسألۃ المزارعۃ وان صرح المشائخ بان الفتوی علی قولھما لانہ صاحب المذھب والامام المقدم ؎

اذا قالت حذام فصدقوھا ❊ فان القول ما قالت حذام

امام برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ تجنیس میں فرماتے ہیں الواجب عندی ان یفتی بقول ابی حنیفۃ علی کل حال اسی طرح اور کتب سے ثابت وقد ذکرناہ فی کتاب النکاح من فتاونا تو واجب ہوا کہ طہارت عین ہی پر فتوی دیں اور اسی کو معمول ومقبول رکھیں **ثانیا** یہی قول اکثر ہے کما یظھر لمن یطالع لقولنا فی التطھیر مع ماترکنا من الکثیر البثیر ویراجع نقول التجنیس یجدھا لاتبلغ نصف ذلک ولاثلثہ وان شرط مع ذلک عدم الاضطراب فلا یبقی فی یدہ الا اقل قلیل کما ستقف علیہ ان شاء اللہ تعالی وقد قال فی الحلیۃ الکثیر علی انہ لیس بنجس العین اور ثابت ومشہور ہے کہ معمول وہی قول اکثر وجمہور ہے فی ردالمحتار قد صرحوا بان العمل بما علیہ الاکثر اھ وفی العقود الدریۃ عن شرح الاشباہ للبیری لایجوز لاحد الاخذ بہ لان المقرر عند المشائخ انہ متی اختلف فی مسألۃ فالعبرۃ بما قالہ الاکثر **ثالثا** یہی موافق احکام قرآن وحدیث ہے کما علمت وتعلم وقد قال فی الغنیۃ قبیل واجبات الصلاۃ لاینبغی ان یعدل عن الدرایۃ اذا وافقتھا روایۃ اھ ومثلہ فی ردالمحتار **رابعًا** یہی من حیث الدلیل اقوی بلکہ قول تنجیس پر دلیل اصلا ظاہر نہیں وقد سمعت قول الغنیۃ

لعدم الدلیل علی نجاسۃ العین اھ وقد اعترف بذلک الائمۃ الشافعیۃ قال فی البحر ولقد انصف النووی حیث قال فی شرح المھذب واحتج اصحابنا باحادیث لادلالۃ فیھا فترکتھا لانی التزمت فی خطبۃ الکتاب الاعراض عن الدلائل الواھیۃ اھ اھ وقال الامام العارف الشعرانی الشافعی فی میزان الشریعۃ الکبری سمعت سیدی علیا الخواص رحمہ اللہ تعالٰی یقول لیس لنا دلیل علی نجاسۃ عین الکلب انما نھی عنہ الشارع من بیعہ او اکل ثمنہ اھ **اقول** ای ولا یتم ایضا فان الشارع صلی اللہ علیہ وسلم قد نھی عن بیع اشیاء واثمانھا وھی طاھرۃ العین وفاقا اخرج الائمۃ احمد والستۃ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ ورسولہ حرم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والاصنام ولاحمد ومسلم والاربعۃ والطحاوی والحاکم عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن ثمن الکلب والسنور علی ان علمائنا قد بینوا ان ذلک کان حین کان الامر بقتل الکلاب ولم یکن یحل لاحد امساک شیئ منھا فنسخ بنسخہ کما حققہ الامام ابوجعفر الطحاوی فی شرح معانی الآثار **خامسًا** اگر دلائل میں تعارض بھی ہو تو مرجح اصل ہے کما نصوا علیہ فی الاصول وتشبثوا بہ فی مسائل الاسرار بالتامین وترک رفع الیدین وغیرھما اور اصل تمام اشیاء میں طہارت ہے حتی الخنزیر فانہ من المنی والمنی من الدم والدم من الغذاء والغذاء من العناصر والعناصر طاھرۃ حتی لو لم یرد الشرع بتنجیس عینہ بقی علی اصلہ فی المیزان الاصل فی الاشیاء الطھارۃ وانما النجاسۃ عارضۃ فانھا صادرۃ عن تکوین اللہ تعالٰی القدوس الطاھر الخ وفی الطریقۃ والحدیقۃ من ان الطھارۃ فی الاشیاء اصل ش لان اللہ تعالٰی لم یخلق شیئا نجسا من اصل خلقتہ ص وشی انما ص النجاسۃ عارضۃ ش فاصل البول ماء طاھر وکذلک الدم والمنی والخمر عصیر طاھر ثم عرضت النجاسۃ اھ ملخصا ولذا قال فی الغنیۃ مھمنا والاصل عدمھا ای عدم النجاسۃ کما مر **سادسًا** اسی میں تیسیر ہے لاسیما علی من ابتلی باقتنائہ لصید اوزرع اوماشیۃ والتیسیر محبوب فی نظر الشارع یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الدین یسر الحدیث رواہ البخاری والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا رواہ احمد والشیخان والنسائی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ **سابعًا** بہت قائلان تنجیس کے اقوال خود مضطرب ہیں کہیں نجاست عین پر حکم فرماتے کہیں طہارت عین کا پتا دیتے بلکہ صاف تصریح کرتے ہیں

جس مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی کے مسائل الآسار میں ہے الصحیح من المذھب عندنا ان عین الکلب
نجس اسی کے باب الحدث میں ہے جلد الکلب یطھر عندنا بالدباغ خلافا للحسن والشافعی لان عینہ
نجس عندھما ولکنا نقول الانتفاع بہ مباح حالۃ الاختیار فلوکان عینہ نجسۃ لما ابیح الانتفاع بہ اسی
کی کتاب الصید میں ہے بھذا یتبین انہ لیس بنجس العین جس فتاوٰی ولوالجیہ میں مسئلہ تنجس ثوب
بانتفاض کلب بیان کیا قال فی البحر ولایخفی ان ھذا علی القول بنجاسۃ عینہ اسی میں مثل تجنیس
مسئلہ جواز صلاۃ مع قلادۃ اسنان کلب بیان فرمایا قال فی البحر ولایخفی ان ھذا کلہ علی القول بطھارۃ
عینہ جس ایضاح میں عبارت مبسوط شیخ الاسلام فی روایۃ لایطھر وھو الظاھر من المذھب نقل کرکے
خود اپنے متن اصلاح کے قول الاجلد الخنزیر والاٰدمی پر اعتراض فرمایا الحصر مذکور علی خلاف الظاھر
اسی کی کتاب البیوع میں فرمایا صح بیع الکلب خلافا للشافعی لانہ نجس العین عندہ لاعندنا لانہ ینتفع
بہ جس درر وغرر میں وہ فرمایا تھا کہ الکلب نجس العین الخ اُنہیں کی بیوع میں ہے صح بیع کل ذی ناب
کالکلب لانہ مال متقوم الا الخنزیر لانہ نجس العین اھ ملخصا جس خزانۃ المفتیین میں ہے عینہ نجس
اسی میں ہے سنہ لیس بنجس جس خانیہ میں مسائل متقدمہ شعر وانتفاض فرمائے اور فرمایا اذا مشی کلب
علی ثلج یصیر الثلج نجسا وکذا الطین والردغۃ اھ ملخصا یہاں تک کہ حلیہ وغنیہ وبحر الرائق میں واقع ہوا
واللفظ للبحر اختار قاضی خان فی الفتاوی نجاسۃ عینہ وفرع علیھا فروعا اھ اُسی خانیہ میں فرمایا
سنہ غیر نجس اور فرمایا لوصلی وفی عنقہ قلادۃ فیھا سن کلب اوذئب یجوز صلاتہ اور فرمایا ان کان
فی کمہ ثعلب اوجرو کلب لاتجوز صلاتہ لان سؤرہ نجس لایجوز بہ التوضئ بلکہ صاف واضح فرمادیا کہ
اُس کی نجاست عین کے یہ معنی ہیں کہ اس کا مادہ نجاسات ہیں لہذا اُس کا بدن غالبًا ناپاک ہوتا ہے۔
حیث قال ینزح کل الماء اذا وقع فیھا کلب اوخنزیر مات اولم یمت اصاب الماء فمہ الواقع اولم یصب
اما الخنزیر فلان عینہ نجس والکلب کذلک ولھذا لوابتل الکلب وانتفض فاصاب ثوبا اکثر من قدر
الدرھم افسدہ لان مأواہ النجاسات وسائر السباع بمنزلۃ الکلب اھ ملخصا اور اسی باب سے ہے عامہ کتب
مذہب کا اتفاق کہ کلیہ کل اھاب دبغ طھر سے سوا خنزیر کے کسی جانور کا استثنا نہیں فرماتے فقیر کی نظر سے نہ گزرا
کہ کسی کتاب میں یہاں الا الکلب بھی بڑھایا ہو اگرچہ دوسری جگہ طہارت جلد کلب میں خلاف نقل کریں وباللہ التوفیق

واما التزیین فاقول اولا امر بالقتل سے تحریم پر استدلال تو ایک طریق ہے مگر نجاست عین پر

اُس سے احتجاج محض باطل وسخیف احادیث میں سانپ بچھو چیل کوّے چوہے چھپکلی گرگٹ وغیرہا اشیائے کثیرہ کے قتل کا حکم ہے یہاں تک کہ احرام میں حتی کہ حرم میں پھر کیا یہ سبب اشیاء نجس لعینہا ہوں گی ھذا الحدیث بہ احد اخرج الائمۃ مالك واحمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن ابن عمر والبخاری ومسلم والنسائی والترمذی وابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ وابوداؤد بسند حسن عن ابی ھریرۃ واحمد باسناد حسن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم کلھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خمس من الدواب لیس علی المحرم فی قتلھن جناح الغراب والحدأۃ والعقرب والفارۃ والکلب العقور، وفی حدیث ابن عباس خمس کلھن فاسقۃ یقتلھن المحرم ویقتلن فی الحرم وعد الحیۃ بدل الحدأۃ وفی احدی روایات الصدیقۃ الحیۃ مکان العقرب احمد والشیخان وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوا الحیات اقتلوا ذا الطفیتین والابتر الحدیث ابوداؤد والنسائی عن ابن مسعود والطبرانی فی الکبیر عن جریر بن عبداللہ البجلی وعن عثمٰن بن ابی العاص بسند صحیح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوا الحیات کلھن فمن خاف ثأرھن فلیس منا ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن حبان والحاکم عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوا الاسودین فی الصلاۃ الحیۃ والعقرب وایضا ھذا عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوا الوزغ ولو فی جوف الکعبۃ احمد عن ابن مسعود بسند صحیح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قتل حیۃ فکانما قتل رجلا مشرکا قد حل دمہ احمد وابن حبان بسند صحیح عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قتل حیۃ فلہ سبع حسنات ومن قتل وزغۃ فلہ حسنۃ **ثانیاً** رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلٰثۃ لاتقربھم الملٰئکۃ الجنب والسکران والمتضمخ بالخلوق رواہ البزار باسناد صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما اس حدیث میں مست نشہ کو بھی فرمایا کہ ملائکہ اُس کے پاس نہیں آتے کیا مدہوش نجس العین ہے **ثالثاً** ولوغ کلب سے غسل انا ربلکہ مبالغۃً تسبیع وتثمین وتتریب کو بھی تنجیس عین سے اصلاً علاقہ نہ ہونا اجلی بدیہیات سے ہے وقد اغرب الشوکانی فی نیل الاوطار فجعلہ حجۃ زاعما انہ اذا کان لعابہ نجسا وھو عرق فمہ ففمہ نجس ویستلزم نجاسۃ سائر بدنہ وذلك لان لعابہ جزء من فمہ وفمہ اشرف ما فیہ فبقیۃ بدنہ اولٰی **اقول** ھذا کما تری یساوی ھذلا ویساوك ھزلا فان کون اللعاب جزء الفم مما لایتفوہ بہ صبی عاقل فضلا عن فاضل ثم ھو انما یتولد من داخل، لامن الجلد فانما یدل علی نجاسۃ اللحم دون العین ثم لوتم

لدل علی نجاسۃ عین کل ما سؤرہ نجس وھو باطل **رابعاً** حدیث انہا لیست بنجس انہا من الطوافین علیکم والطوافات حدیث حسن صحیح ہے اخرجہ الائمۃ مالک واحمد والاربعۃ وابن حبان والحاکم وابن خزیمۃ وابن مندۃ فی صحاحہم عن ابی قتادۃ و ابوداؤد والدارقطنی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مگر یہ حدیث ابی ہریرہ کا تتمہ نہیں نہ اس میں مقابلہ کلب ہے کہ اس میں نفی نجاست سے اُس میں اثبات ہو حدیث ابی ہریرہ جس کے طریق مطول میں ذکر قصّہ ومقابلہ بالکلب اُس کا تتمہ یا طرق مختصرہ کی تمام حدیث احمد و اسحاق بن راہویہ و ابوبکر بن ابی شیبہ ودارقطنی وحاکم وعقیلی سب کے یہاں اسی قدر ہے کہ الہر یا السنور سبع فرواہ الاربعۃ الاول من طریق وکیع عن سعید بن المسیب عن ابی زرعۃ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الھر سبع ورواہ الدارقطنی من جھۃ محمد بن ربیعۃ عن سعید عن ابی زرعۃ وھو مطولا بالقصہ والحاکم من حدیث عیسی بن المسیب ثنا ابوزرعۃ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم السنور سبع وقال العقیلی فی ترجمۃ عیسی بن المسیب من کتاب الضعفاء **حدثنا** محمد بن زکریا البلخی نا محمد بن ابان ومحمد بن الصباح قالا **ثنا** وکیع **نا** عیسی بن المسیب عن ابی زرعۃ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکر الھر فقال ھی سبع اھ فلعل العلامۃ الدمیری شُبّہ علیہ فانتقل ذھنہ فی تتمۃ ھذا الحدیث الی ذلک ھذا فی لفظ الھرۃ وقد ذکرہ علی الصواب فی لفظ السنور فقال روی الحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یأتی دار قوم من الانصار فساق الحدیث الی قولہ فقال السنور سبع اھ **فان قلت** ربما یحصل لنا المقصود بھذا اللفظ ایضا فان الحدیث قد دل علی زیارۃ اھل بیت عندھم ھرّ دون الذین عندھم کلب بانھا سبع فدل علی ان الکلب اخبث من السبع وقد تقرر عندنا نجاسۃ اسآر سائر السباع فلو کانت ھی ایضا تضادی الامر فی الکلاب غیر متعدیۃ من اللعاب الی الاھاب لم یکن لھذا التعلیل معنی **قلت** نعم یدل علی زیادۃ شیئ فی الکلب علی سائر السباع ولیکن ما فیہ من عدم دخول الملٰئکۃ بیتا ھو فیہ اما خصوص الفرق بنجاسۃ العین فکلا ومن ادعی فعلیہ الدلیل ولعل تعلیلی ھذا احسن من تعلیل الطیبی بان الکلب شیطان کما نقلہ فی مجمع بحار الانوار واقرہ فان ذلک انما ورد فیما نعلمہ فی الکلب الاسود کما فی حدیث قطع الصلاۃ عند احمد والستۃ الا البخاری عن عبد اللہ بن الصامت عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ وفیہ فانہ یقطع صلاتہ المرأۃ والحمار والکلب الاسود

قلت یا اباذر ما بال الکلب الاسود من الکلب الاحمر من الکلب الاصفر قال یا ابن اخی سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما سألتنی فقال الکلب الاسود شیطان ولاحمد عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الکلب الاسود البہیم الشیطان وقد دل السؤال والجواب ان القید ملحوظ وان غیر الاسود لیس کذلک محفوظ **فان قلت** ما یدریک لعل الکلب الذی کان فی بیتہم کان اسود **قلت** ما یدریک لعلہ کان احمر واصفر وبالجملۃ فالحدیث اقتصر فی معرض التعلیل علی وصف الکلبیۃ فلو کان العلۃ خصوص اللون لصرح بہ اواتی بلام العہد ہذا انتم ان فی الحدیث تاویلا اٰخر افادہ ایضا الطیبی فقال ھو استفہام انکار اھ فعلی ھذا یکون المعنی اثبات السبعیۃ للکلب ونفیہا عن الھر فینصلم الاستدلال من اصلہ **اقول** لکن الحدیث فی بعض طرقہ بلفظ ان السنور سبع کما فی المیزان فافہم۔ **خامسا** عبارت شرح وقایہ سے استدلال عجیب ہے حالانکہ اُسی کی بیوع میں یہاں تک تصریح ہے **م** صح بیع الکلب والفہد والسباع علمت اولا **ش** ہذا عندنا وعند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی لایجوز بیع الکلب العقور وعند الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی لایجوز بیع الکلب اصلا بناء علی انہ نجس العین عندہ بالجملہ قول اصح وارجح بلکہ ماخوذ ومعمول ومفتی بہ وہی طہارت عین ہے تو جتنے امور بربنائے نجاست عین ملنے جاتے ہیں سب خلاف معتمد ومخالف قول مختار ومشید ہیں۔ لاجرم فتح میں فرمایا ماذکر فی الفتاوی من التنجس من وضع رجلہ موضع رجل کلب فی الثلج اوالطین ونظائرہ ھذہ مبنی علی روایۃ نجاسۃ عین الکلب ولیست بالمختارۃ علیہ بیں فرمایا الکثیر علی انہ لیس بنجس العین وعلی ھذا فیکون الصحیح عند الکثیر انہ لاینزح اذا خرج ولم یصب الماء فمہ کما ھو معز والی ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ پس عند التحقیق اس کے بال بھی پاک کھال بھی پاک ذبح ودباغت باعث تطہیر جلد علی القول المتفق علیہ عندنا واللحم ایضا علی اضعف التصحیحین زندہ ومردہ مذبوح وغیر مذبوح ہر حالت میں دانت پاک، ناخن پاک اگر کنوئیں میں گرا اور زندہ نکل آیا اور بدن پر کوئی نجاست معلوم نہ تھی نہ لعاب پانی کو پہنچا تو پانی پاک تطییبا للقلب صرف بیس ڈول نکلے جائیں۔ کیچڑ وغیرہ پر چلا ہے اور وہیں آدمی برہنہ پا چلے تو پاؤں نجس نہ ہوں گے۔ پانی میں بھیگا ہوا چٹائی پر لیٹے یا بدن جھاڑے اور اس کی چھینٹوں سے کپڑا وغیرہ تر ہو جائے ناپاک نہ ہوگا جب تک بدن پر نجاست نہ ہو ان تمام فروع میں تو اصلا کلام نہیں وقع فی الدر لیس نجس العین وعلیہ الفتوی فیباع ویؤجر ویضمن ولا یفسد الثوب بعضہ مالم یر ریقہ ولا صلوۃ حاملہ ولو کبیرا وشرط الحلوانی شد فمہ اھ ملخصا **اقول** اما البیع فقد

تقدم الکلام علیہ وھو الکلام فی الاجارۃ فانہا ایضا انما تتضمن حل الانتفاع واما عدم فساد الثوب مالم یبتل بلعابہ فقد اقرہ علی ھذا التفریع محشیۃ العلامۃ الشامی والعبد الضعیف لایحصلہ فانہ ماش علی قول التنجیس ایضا قطعا الا ان الرجس لایعدی النجاسۃ الا ببلل ونجاسۃ ریقہ لاخلف فیہا فی المذہب نعم عدم النجاسۃ بمس یابس والتنجس بشفۃ رطبۃ کلاھما متفق علیہ لاجرم ان قال البحر فی البحر لایخفی ان ھذہ المسألۃ علی القولین الخ ثم رأیت العلامۃ الطحطاوی نبہ علیہ معترفا ایضا من البحر واللہ سبحانہ وتعالی اعلم **باقی رہی** وہ فرع کہ اُس کے حامل کی نماز ہوگی یا نہیں اگر کتا خود آکر مصلّی پر بیٹھ جائے جب تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں صحت نماز خاص اسی مذہب صحیح یعنی طہارت عین ہی پر مبنی ہے قول نجاست پر نماز نہ ہوگی کہ اگرچہ کتا خود آکر بیٹھا مگر وہ عین نجاست ہے تو مصلّی حامل نجاست ہوا اور قول طہارت پر ہوجائے گی کہ اب نجس ہے تو لعاب اور لعاب محمول کلب ہے، نہ محمول مصلّی اور حمل بالواسطہ یہاں معتبر نہیں جیسے ہوشیار بچہ جس کے جسم و ثوب یقیناً ناپاک ہوں خود آکر مصلّی پر بیٹھ جائے نماز جائز ہے اگرچہ ختم نماز تک بیٹھا رہے کہ اس صورت میں مصلّی خود حامل نجاست نہیں اور جبکہ مذہب مفتی بہ طہارت عین ہے تو اس صورت میں جواز نماز بھی قطعاً مفتی بہ فان مالایبتنی الا علی الصحیح لایکون الا صحیحا وھذا کما تری من اجلی البدیھیات غنیہ میں ہے (ان صلی ومعہ سنور تجوز) صلاتہ مطلقا ان جلس بنفسہ واذا لم یکن علی ظاہرہ نجاسۃ مانعۃ ان حملہ اما ان کان علیہ نجاسۃ مانعۃ اذ ذاک فلا تجوز صلاتہ کما لو حمل صبیا لا یستمسک بنفسہ وفی ثیابہ او بدنہ نجاسۃ مانعۃ لانہ حینئذ ھو الحامل للنجاسۃ بخلاف المستمسک فان المصلی لیس حاملا للنجاسۃ التی علیہ (بخلاف الکلب) اذا حملہ المصلی حیث لاتجوز صلاتہ لانہ حامل للنجاسۃ التی ھی لعابہ اما اذا جلس علیہ بنفسہ فعلی روایۃ انہ نجس العین کذلک لانہ حاملہ وھو نجاسۃ واما علی الروایۃ الصحیحۃ فینبغی ان تجوز صلاتہ لانہ غیر حامل للنجاسۃ کما فی الھرۃ ونحوھا علی ما سبق اھ ملخصا اور اگر خود مصلّی ہی نے اُسے لے کر نماز پڑھی یا نماز میں اٹھا لیا تو قول طہارتِ عین ہی پر اس صورت میں دو قول ہیں **اقول** والسر فیہ ان الابتناء علی شیئ لہ وجہان احدھما ان لاینبنی الا علیہ والاخر ان یکون ھو احد ما ینبنی علیہ والمبنی علی الصحیح بالمعنی الاول صحیح قطعا وبالمعنی الاٰخر لایجب ان یکون صحیحا لجواز ان یکون البعض الاٰخر مما ینبنی علیہ غیر صحیح فلا یکون المبنی صحیحا بسببہ وعن ھذا نقول ان صحۃ الفرع تستلزم صحۃ الاصل ولا عکس لان الاصل لازم اعم فثبوتہ

غیر قادح بثبوت ملزوم۔ اس قول پر اگرچہ عین کلب نجس نہیں مگر لعاب تو بالاتفاق نجس ہے اور اصل کلی یہ ہے کہ کوئی نجاست اپنے معدن میں حکم نجاست نہیں پاتی ورنہ نماز محال ہو کہ خود بدن مصلی خون وغیرہ سے کبھی خالی نہیں اب نظر علماء دو مسلک پر مختلف ہوئی **مسلک اوّل** جن کی نظر میں لعاب جب تک منہ سے باہر نہ نکلے اپنے معدن میں ہے۔ انہوں نے حکم صحت دیا تو مطلقًا جیسا کہ امام ملک العلماء نے بدائع میں اختیار فرمایا اور اپنے مشائخ کرام سے نقل کیا اور اسی پر حلیہ میں اور بحر الرائق و در مختار کے کتاب الطہارات میں اور حلبی و شامی نے حواشی در اور طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں جزم فرمایا یا اس شرط کے ساتھ کہ اُس کا منہ بندھا ہو ورنہ نماز نہ ہوگی۔ یہ امام فقیہ ابوجعفر ہندوانی کا ارشاد ہے محیط رضوی و نصاب والوالسعود وغیرہا اور بحر و دُر کی شروط الصلاۃ میں اسی پر اعتماد اور اسی طرف علامہ طحطاوی نے حاشیہ دُر میں میل کیا اور نظر فقہی میں تحقیق وہی ہے کہ بندش شرط نہیں۔ قبل از فراغ نماز لعاب بقدر مانع جواز کے سیلان پر بنا ہے نہ ہے تو نماز ہوجائے گی اگرچہ منہ کھلا رہے ورنہ نہیں اگرچہ بندھا ہو۔

اقول بلکہ حق یہ کہ شرط **بندش** کا مقصود بھی یہی ہے کما یفیدہ ما نذکر عن المحیط وغیرہ من تعلیل التقیید غالبًا لعاب کلاب منہ کھلا ہونے کی حالت میں سیلان کرتا اور بندش سے رکنا مظنون ہے لہٰذا شدّ فم سے تعبیر کی گئی ومثلہ کثیر الوقوع من الفقہاء کما لایخفی علی من تتبع غرض اختلاف لفظ میں ہے نہ معنی میں وبھذا یندفع التہافت المظنون فی کلمات البحر والدر والطحطاوی وباللّٰہ التوفیق، بہرحال ان سب ائمہ وعلماء نے نجاست لعاب کا اعتبار نہ فرمایا جب تک منہ سے باہر سیلان نہ کرے۔ اس مسلک پر بلاشبہہ یہ فرع بھی صرف اُسی طہارت عین کلب پر مبتنی اور جب وہ مفتٰی بہ تو یہ بھی اس طریقہ پر یقینًا مفتٰی بہ فی البحر عن البدائع انہ (ای طہارۃ عین الکلب) اقرب القولین الی الصواب ولذلک قال مشائخنا فیمن صلی وفی کمہ جرو انہ تجوز صلاتہ وقید الفقیہ ابوجعفر الھندوانی الجواز بکونہ مشدود الفم اھ وفی البحر ایضا اذا صلی وھو حامل جروا صغیرا لاتصح صلاتہ علی القول بنجاستہ مطلقا وتصح علی القول بطہارتہ امامطلقا اوبکونہ مشدود الفم کما قدمناہ عن البدائع اھ وفی حاشیۃ المراقی انہ لیس بنجس العین وعلیہ الفتوی واثر الخلاف یظہر فیما لوصلی وفی کمہ جرو صغیر جازت علی الاول لاالثانی وشرط الھندوانی کونہ مشدود الفم اھ ملخصا وفی البزازیۃ عن النصاب ان کان الجرو مشدود الفم یجوز اھ وفی شروط الصلوۃ للدر والبحر فتح اللّٰہ المعین واللفظ للدر ما یتحرک بحرکتہ اویعد حاملا لہ

کصبی علیہ نجاسۃ ان لم یتمسك بنفسہ منع والا لا کجنب وکلب ان شد فمہ فی الاصح اھ وفی حاشیتہ للعلامۃ ط **قولہ** ان شد فمہ لو قال وکلب ان لم یسل منہ مالم یمنع الصلاۃ لکان اولی لانہ لو علم عدم السیلان او سال منہ دون المانع لایبطل الصلوۃ وان لم یشد فمہ حلبی وفیہ تأمل اھ ونقل العلامۃ الشامی ما افادہ الحلبی واقرہ وایدہ وفی الحلیۃ فی محیط رضی الدین رجل صلی ومعہ جرو کلب وما لا یجوز ان یتوضأ بسؤرہ قیل لم یجز والاصح انہ ان کان فمہ مفتوحا لم یجز لان لعابہ یسیل فی کمہ فیصیر مبتلا بلعابہ فیتنجس کمہ فیمنع جواز الصلاۃ ان کان اکثر من قدر الدرھم فان کان فمہ مشدودا بحیث لایصل لعابہ الی ثوبہ جاز لان ظاھر کل حیوان طاھر ولا یتنجس الا بالموت ونجاسۃ باطنہ فی معدنھا فلا یظھر حکمھا کنجاسۃ باطن المصلی انتہی والاشبہ ان ھذا التفصیل فی کلب من شانہ غلبۃ سیلان لعابہ بحیث یبلغ مایسیل منہ قبل فراغ حاملہ مایمنع صحۃ الصلاۃ وان شد فوہ یمنع ذلك منہ ومالیس کذلك فالاشبہ فیہ اطلاق الجواز کما ھو ظاھر مافی البدائع عن مشائخنا اھ **مسلک دوم** جن کی نظر اس طرف گئی کہ لعاب سطح دہن میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ باطن گوشت سے متولد ہوکر دہن میں آتا ہے تو منہ سے باہر نکلنے نہ نکلنے کو کچھ دخل نہ رہا کہ اپنے اصل موضع سے منتقل ہوچکا تو اگرچہ بیرون دہن نہ آئے حکم نجاست پالیا جیسے خون کہ اندر سے نکل کر دہن وزبان کی سطوح پر آجائے پس صورت مذکورہ میں دہن کلب وغیرہ سباع بہائم کے اندر ہی لعاب کا ہونا حلِ نجاست کا موجب ہے اُنہوں نے مطلقاً فساد نماز کا حکم دیا خانیہ وخلاصہ وبزازیہ وہندیہ وذخیرہ ومنتقی ومنیہ وغنیہ میں اسی پر جزم فرمایا ففی الاربع الاول اللفظ متقارب والمعنی واحد والسیاق للوجیز صلی ومعہ حیوان حتی یجوز التوضی بسؤرہ کالفارۃ یجوز واساء وان کان سؤرہ نجسا کجرو کلب لایجوز وفی النصاب ان کان الجرو مشدود الفم یجوز اھ وفی الحلیۃ عن الذخیرۃ عن المنتقی عن محمد صلی ومعہ حیۃ او سنور او فارۃ اجزأہ وقد اساء وان کان ثعلب او جرو کلب لم تجز صلاتہ وذکر فی جنس ھذہ المسائل اصلا فقال کما یجوز التوضئ بسؤرہ تجوز الصلاۃ معہ ومالا یجوز الوضوء بسؤرہ لاتجوز الصلاۃ معہ انتہی قال فی الحلیۃ بعد نقلہ ولکن لایعری عن تأمل وسنوضحہ الخ والموعود بہ ھو ماقدمناعنھا من ان الاشبہ التفصیل بالشد والفتح فی کلب شانہ کذا واطلاق الجواز فی غیرہ قال بعد تحقیقہ وحینئذ فیظھر ان فی کلیۃ الاصل المذکور نظرا فتنبہ لہ اھ وفی المنیۃ ان صلی ومعہ سنور او حیۃ یجوز بخلاف جرو الکلب اھ وفی الغنیۃ لایقال النجاسۃ

التی فی محلہا غیر معتبرۃ ولا یعطی لہا حکم النجاسۃ لانا نقول سلمنا ولکن اللعاب قد انتقل عن محلہ الذی تولد فیہ واتصل بالفم الذی لہ حکم الظاہر بالنظر الی ما یخرج من الباطن فاعتبر نجاسۃ وقد تنجس بہ لسانہ وسائر فمہ فکان مانعا اھ ملخصا اس مسلک پر یہ فرع صرف طہارت عین پر مبنی نہیں بلکہ اُس کے ساتھ صحت صلاۃ کے لئے طہارت لعاب بھی درکار اور وہ کلب وغیرہ سباع بہائم میں مفقود لہذا صحت نماز بھی مفقود اگرچہ طاہر العین ہی ہو ایسی جگہ المبنی علی الصحیح صحیح صحیح نہ ہوگا بہ تو اختلاف علمائے تصحیح دیکھئے تو وہ مسلک اول ہی کی طرف ہے مبسوط رضوی و بحر الرائق و درمختار وغیرہا میں صراحۃً اُس کی تصحیح بلفظ اصح اور حلیہ میں بلفظ اشبہ مذکور کما مر وقد صرح العلامۃ الفقیہ خیر الدین الرملی فی فتاواہ الخیریہ لنفع البریۃ من کتاب الطلاق بما نصہ وانت علی علم بانہ بعد التنصیص علی اصحیتہ لا یعدل عنہ الی غیرہ اھ وفیہا من کتاب الصلح حیث ثبت الاصح لا یعدل عنہ مع ہذا اکثر وہ کتابیں جن میں مسلک اول اختیار فرمایا شروح ہیں اور مسلک دوم پر اکثر مشی کرنے والے فتاوے اور شروح فتاوے پر مرجح ہیں کما نصوا علیہ فی مواضع لا تحصی کثرۃ تو ثابت ہوا کہ مذہب ارجح پر اس فرع کو بھی مثل فرع سابق نفقہ صرف طہارت عین ہی پر ابتنا ہے اور ایسی جگہ بلاشبہ المبنی علی صحیح صحیح صحیح اما تدقیق الغنیۃ **فاقول** وباللّٰہ التوفیق سلمنا ان السریق لا یتولد فی الفم لکن لا شک ان معدنہ ھو الفم حتی انہ لا یسمّی بقاء الفم الطالع فی الفم وبہ فارق الدم ولا یجب ان یکون شیئ معدن شیئ تولدہ فیہ الاتری ان العروق معادن الدم الاشک مع انہ لا یتولد فیہا بل فی الکبد ثم یسری الیہا ویجری فیہا وقد رأینا کم فی مسئلۃ ان السخلۃ اذا وقعت من امہا رطبۃ فی الماء لا تفسدہ عللتموہا بقولکم وھذا لان الرطوبۃ التی علیہا لیست بنجسۃ لکونہا فی محلہا اھ فاذا کانت رطوبۃ رحم امہا علی جلدھا فی محلہا فما ظنکم بالریق فی الفم بل التحقیق عندی ان نفی الکون فی المحل عن ھذا واثباتہ لرطوبۃ السخلۃ کلاھما سہو اما الاول فلما سمعت واما الاخر فلان المحل الذی لا یحکم فیہ بنجاسۃ النجاسۃ انما ھو معدنہا لا ما اصابتہ ومعدن تلک الرطوبات ھی الرحم دون جلد السخلۃ کما لا یخفی والفرع ماش علی قول الامام بطہارۃ رطوبۃ الرحم فقد حققنا فیما علقنا علی رد المحتار ان الفرج فی قولہم رطوبۃ الفرج طاھرۃ عندہ لا عندھما بالمعنی الشامل للفرج الخارج والفرج الداخل والرحم جمیعا وما یری من التعارض فی الفروع فللتفریع علی القولین بس ثابت ہوا کہ ان دونوں مسئلہ اصل و فرع میں کلام زید عین اصابت سے ناشی اور قول صحیح و رجیح و اصح وارجح پر ماشی ہے ھکذا ینبغی التحقیق

واللہ تعالیٰ ولی التوفیق **تنبیہ** نبیہ ہر عاقل ذی علم جانتا ہے کہ جواز بمعنی صحت و بمعنی اباحت خصوصاً اباحت بالمعنی الاخص الغیر الشامل لکراہۃ التنزیہ اعنی تساوی الطرفین میں زمین آسمان کا فرق ہے اول ہرگز مستلزم ثانی نہیں۔ بہت افعال کہ مکروہ تنزیہی بلکہ تحریمی بلکہ حرام ہیں منافی صحت نماز نہیں ہوتے تو نماز اُن افعال کے ساتھ جائز ہوگی یعنی صحیح و مسقط فرض مکروہ فعل جائز و مباح بالمعنے المذکور نہ ہوگا بلکہ حرام یا گناہ یا ناپسند علمائے کرام اہل مسلک اول کہ حمل کلب وغیرہ سباع سوائے خنزیر کے ساتھ نماز جائز بتاتے ہیں جواز بمعنی صحت میں کلام فرما رہے ہیں یعنی ان جانوروں کا پاس ہونا نہ طہارت وغیرہ کسی شرط نماز کا منافی نہ کسی رُکن و فرض نماز کا منافی تو نماز فاسد نہ ہوگی فرض اُتر جائے گا معاذ اللہ یہ نہیں فرماتے کہ بے ضرورت شرعیہ ایسا فعل مکروہ و ناپسند نہیں حاشا کلب تو کلب اُن جانوروں کی نسبت جن کا نہ صرف بدن بلکہ لعاب بھی پاک ہے صاف تصریح فرماتے ہیں کہ نماز میں اُنہیں اٹھائے ہونا بُرا ہے جو ایسا کرے گا بُرا کرے گا۔ خانیہ و خلاصہ و بزازیہ و ہندیہ و ذخیرہ و منتقی کی عبارتیں محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد سُن چکے کہ یجوز واساء اجزأہ وقد اساء نماز تو ہوگئی مگر اُس نے بُرا کیا تو جب پاک بدن، پاک دہن جانوروں کی نسبت یہ ارشاد ہے ناپاک دہن جانور کو لینا کس قدر سخت ناپسند رکھیں گے بلکہ جانور کا کیا ذکر بے ضرورت لڑکوں بچوں کا اٹھانا بھی مکروہ بتاتے ہیں درمختار میں ہے یکرہ حمل الطفل یہاں تک کہ بے ضرورت تلوار باندھنا بھی مکروہ رکھتے ہیں جبکہ اس کی حرکت سے دل بٹے نور الایضاح و مراقی الفلاح میں ہے لا یکرہ تقلد المصلی بسیف و نحوہ اذا لم یشتغل بحرکتہ وان شغلہ کرہ فی غیر حالۃ قتال تو ان کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ اس فعل کو پسند رکھتے ہیں یا ناپسند نہیں جانتے ہیں محض بدگمانی و بدزبانی ہے بحمد اللہ تعالیٰ اس تقریر سے روشن ہوگیا کہ غیر مقلد صاحبوں کا اس مسئلہ کو مطاعن ائمہ عظام حنفیہ کرام خصہم اللہ تعالیٰ باللطف العام وعمہم بالجود والانعام میں شمار کرنا محض سفاہت و بے عقلی ہے حضرات صاحبین اور اُن کے موافقین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک تو کتا نجس العین ہے اور طاہر ماننے والوں سے بھی ایک جماعت عظیمہ اہل مسلک ثانی مطلقاً اس صورت میں نماز فاسد بتاتے ہیں رہے قائلین طہارت سے اہل مسلک اول وہ بھی اساءت و کراہت کی تصریح فرماتے ہیں۔ اُن کا مطلب صرف اس قدر کہ اگر کسی شخص نے کسی ضرورت و حاجت خواہ اپنی نادانی و جہالت سے ایسا کیا تو نماز باطل نہ ہوگی اس میں معاذ اللہ کیا جائے طعن ہے ہاں اگر فرماتے کہ ایسا کرنا چاہیئے یا کرے تو کچھ ناپسندیدہ نہیں تو ایک بات بھی مگر حاشا وہ اس تہمت سے پاک و منزہ ہیں

وللہ الحمد الحمد للہ کہ یہ جواب ۱۴[۱] رجب مرجب ۱۳۱۲ھ ہجریہ قدسیہ روز جان افروز دوشنبہ کو تمام اور بلحاظ تاریخ سلب الثلب عن القائلین بطھارۃ الکلب نام ہوا وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین وافضل الصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۱۲۱) از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۳ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میری بغل میں داد یا پھنسی کسی قسم کی ہو گئی ہے اُس میں چُل ہوتی ہے جس وقت کھجلاتا ہوں تو کچھ لہو سا نکل آتا ہے۔ اُس جگہ کا پاک کرنا بسبب آب تو بغیر غسل سارے بدن زیریں کے ہو نہیں سکتا لہذا اُسی موضع کو تین مرتبہ کپڑا پانی میں تر کرکے اپنے فہم کے موافق پاک کرلیتا ہوں اور کپڑا ہر مرتبہ میں دوسرا لیتا ہوں کہ اول کو پاک کرنا دشوار ہوتا ہے اور یہی صورت جناب مولوی سعادت حسین صاحب مدرس مدرسہ عالیہ نے بتائی اگر آپ اپنی رائے سے مطلع فرمائیں گے تو ان شاء اللہ تعالٰی اطمینان کلی ہو جائے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: یہ مسئلہ اگرچہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں مختلف فیہا اور مشائخ فتوٰی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم میں معرکۃ الآرا رہا ہے مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ اسی پر فتوے دیتا ہے کہ بدن سے نجاست دور کرنے میں دھونا یعنی پانی وغیرہ بہانا شرط نہیں بلکہ اگر پاک کپڑا پانی میں بھگو کر اس قدر پونچھیں کہ نجاست مرئیہ ہے تو اُس کا اثر نہ رہے مگر اتنا جس کا ازالہ شاق ہو اور غیر مرئیہ ہے تو ظن غالب ہو جائے کہ اب باقی نہ رہی اور ہر بار کپڑا تازہ لیں یا اُسی کو پاک کرلیا کریں تو بدن پاک ہو جائے گا اگرچہ ایک قطرہ پانی کا نہ بہے۔ یہ مذہب ہمارے امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے اور یہاں امام محمد بھی ان کے موافق ہیں اور بہت اکابر ائمہ فتوٰی نے اسے اختیار فرمایا اور عامہ کتب معتبرہ مذہب میں بہت فروع اسی پر مبتنی ہیں تو اس پر بے غدغہ عمل کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً انگلی پر کچھ نجاست لگ گئی تھی اسے خبر نہ تھی کسی وجہ سے انگلی تین بار چاٹ لی یہاں تک کہ اُس کا اثر جاتا رہا انگلی پاک ہو گئی۔ عورت کے سر پستان پر نجاست لگی تھی بچے نے دودھ پیا یہاں تک کہ اثر نجاست زائل ہوا پستان پاک ہو گئی فی الدرالمختار والبحر وغیرھما تطھرا صبع وثدی تنجس بلحس ثلثا شراب پی اُس کے بعد اپنے لب تین بار چاٹ لئے اور لعاب دہن میں پیدا ہو کر بار بار نگل لیا یہاں تک کہ اثر خمر نہ رہا منہ پاک ہو گیا یونہی بلّی نے چوہا کھا کر زبان سے اپنا منہ

[۱] بسبب مکابرۂ بعض اہل بدعت و تحریر بعض دیگر فتاوٰی و سفر درمیان بارہ روز تک یہ جواب لکھا گیا ۱۲

صاف کرلیا اور دیر گزری کہ دہن بوجہ لعاب صاف ہوگیا اس کے بعد پانی پیا ناپاک نہ ہوگا فی التنویر سؤر شارب خمر فور شربہا وھرۃ فور اکل فارۃ نجس فی ردالمحتار عن الحلیۃ بخلاف ما اذامکث ساعۃ ابتلع ریقہ ثلث مرات بعد لحس شفتیہ بلسانہ وریقہ ثم شرب فانہ لاینجس ولابد ان یکون المراد اذا لم یکن فی بزاقہ اثر الخمر من طعم اوریح اھ وفیہ عنہا فی مسألۃ الھرۃ فان مکثت ساعۃ ولحست فمہا فمکروہ منیۃ ولاینجس عندھما وقال محمد ینجس لان النجاسۃ لاتزول عندہ الا بالماء الخ فی شبوہی اور ایک دیر کے بعد کہ آمد ورفت لعاب نے اُس کا اثر کھو دیا نماز پڑھی نماز ہوگئی فی المنیۃ والحلیۃ وکذا بالحس اذا اصاب الخمر یدہ فلحسہ بریقہ ثلاث مرات یطہر کما یطہر فمہ بریقہ ش فی الفتاوی الخانیۃ اذا قاء ملأ الفم ینبغی ان یغسل حتی صلی جازت صلاتہ لانہ یطہر بالبزاق فی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما وکذا اذا شرب الخمر ثم صلی بعد زمان وکذا اذا اصاب بعض اجزائہ نجاسۃ فطہرھا بلسانہ حتی ذھب اثرھا وکذا السکین اذا تنجس فلحسہ بلسانہ اومسحہ بریقہ وکذا الصبی اذا قاء علی ثدی الام ثم مص الثدی مرارا یطہر انتہی وکذا فی غیرھا والذی تقتضیہ القواعد المذھبیۃ من تحریر الکلام فی ھذا المقام انہ اذا اصاب بعض اجزائہ نجاسۃ حقیقیۃ فان کانت مرئیۃ ولحسہا ھو او غیرہ حتی ذھب عینہا واثرھا ان کان لایشق زوالہ یطہر وان کانت غیر مرئیۃ فتطہر باللحس ثلاث مرات کما ذکرہ المصنف فی ھذہ المسألۃ وحتی یغلب علی الظن زوالہا و سیصرح المصنف ان الفتوی علیہ پچھنے لگائے اور موضع خون کو بھیگے ہوئے پاکیزہ کپڑے کے تین ٹکڑوں سے پونچھ دیا پاک ہوگیا یہ صورت مسئولہ کا خاص جزئیہ ہے کہ محیط رضوی وفتاوے ذخیرہ وتتمۃ الفتاوے وفتاوٰی ظہیریہ وحلیہ وغیرہا میں اُس کی تصریح ہے فی الحلیۃ بعد ما تقدم انفا علم بانہم صرحوا کما فی الخلاصۃ وکما یشیر الیہ ما نقلنا انفا من الخانیۃ بان الحکم بالطہارۃ فی ھذا الفرع تفریع علی ان الطہارۃ للبدن من النجاسۃ الحقیقیۃ یکون بغیر الماء من المائعات الطاہرات وقد عرفت انہ قول ابی حنیفۃ وابی یوسف علی اختلاف عن ابی یوسف فی ذلک غیر ان فی محیط الشیخ رضی الدین ولو مسح موضع الحجامۃ بثلاث خرقات رطبات لطاف اجزأہ من الغسل لانہ عمل عمل الغسل وقال ابویوسف لایجزئہ حتی یغسلہ انتہی وعن الاول فی الذخیرۃ وتتمۃ الفتاوی الصغری الی ان الحاکم قال انہ روی عن ابی حفص عن محمد بن الحسن رحمہ اللہ تعالٰی ومشی علی الثانی قاضی خان بعد ان حکاہ عن الفقیہ ابی جعفر حیث قال اذا کان

علی بدنه نجاسة فمسحها بخرقة مبلولة ثلاث مرات حکی عن الفقیه ابی جعفر انه قال یطهر اذا کان الماء متقاطرا علی بدنه ثم قال بعد ذلك ولو مسح موضع الحجامة بثلث خرق مبلولة قد مر قبل هذا انه یجوز اذا کان متقاطرا والولوالجی حیث قال ولو اصاب بعض اعضائه نجاسة فبل یده ثلثا ومسحها علی ذلك الموضع ان کانت البلة من یده متقاطرة جاز والا فلا لانه یکون غسلا انتهی فقیاس هذا انه لایجوز عند ابی یوسف ازالة النجاسة المذکورة فی الفروع الماضیة بالبزاق حتی یکون متقاطرا بحیث تسمی الازالة غسلا والله تعالٰی سبحانه اعلم اھ ما افاد واجاد علیه رحمة الملك الجواد وفی رد المحتار بقی مما یطھر بالمسح موضع الحجامة ففی الظھیریة اذا مسحها بثلث خرق رطبات نظاف اجزأه عن الغسل واقره فی الفتح وقاس علیه ماحول محل الفصد اذا تلطخ ویخاف من الاسالة السریان الی الثقب قال فی البحر وھو یقتضی تقیید مسألة المحاجم بما اذا خاف من الاسالة ضررا والمنقول مطلق اھ اقول وقد نقل فی القنیة عن نجم الائمة الاکتفاء فیھا بالمسح مرة واحدة اذا زال بھا الدم لکن فی الخانیة لو مسح موضع الحجامة بثلاث خرق مبلولة یجوز ان کان الماء متقاطرا اھ والظاھر ان ھذا مبنی علی قول ابی یوسف فی المسئلة بلزوم الغسل کما نقله عنه فی الحلیة عن المحیط الخ ان عبارات سے واضح ہوا کہ تطہیر نجاست حقیقیہ میں شیخین مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک پانی شرط نہیں مگر امام محمد مثل نجاست حکمیہ یہاں بھی مائے مطلق ضرور جانتے ہیں ولہذا لعاب دہن کے پانچوں مسائل گزشتہ میں خلاف فرماتے ہیں اور طرفین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک تطہیر بدن میں تقاطر بھی شرط نہیں صرف زوال نجاست درکار ہے جس طرح ہو۔ وعلیه تبتنی المسائل المذکورة وعلیه مشی فی الذخیرة والتتمة والظھیریة والمحیط الرضوی وغیرھا مگر امام ابو یوسف مثل نجاست حکمیہ یہاں بھی اسالہ لازم مانتے ہیں وھو الذی مشی علیه فی الخانیة والولوالجیة واختاره الفقیه ابو جعفر والیه یمیل کلام الفتح ویرد علیه وفاقه الامام فی مسائل البزاق الا ان یحمل علی کون البزاق کثیرا بحیث مروره سیلانا کما تقدم عن الحلیة **اقول** وقد لایساعده التعبیر باللحس والاطلاقات اویقال ان امرار الریق باللسان بمنزلة الصب کما ابداه عذرا عنه فی الغنیة **اقول** وفیه نظر ظاھر فالظاھر ان وفاقه ھھنا لاجل الضرورة کما مشی علیه فی الغنیة اولا واللہ تعالٰی اعلم تو حاصل مذہب امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ قرار پایا کہ بدن سے ازالہ نجاست حقیقیہ پانی خواہ لعاب دہن خواہ کسی مائع طاہر سے ہو دھو کر خواہ پونچھ کر کہ اثر نہ رہے مطلقاً کافی و موجب طہارت ہے

فی الاموال وقطع الطریق مما یمکن الاحتراز عنہ من غیر ترک ما فعلہ اولی منہ ای من ترکہ او فعل ما ترکہ کذلک ای اولی من فعلہ وھذا الاحتراز عما اذا ترتب علی اجتنابہ عن اموال من ذکروا ترک الاحترام لھم اذا کانوا ممایجب احترامھم اوینبغی لہ کالسلاطین والحکام وقضاۃ الشرع والابوین والاستاذ وللعلماء واللہ والکبیر فی السن وشیخ المحلۃ والصدیق ولاینبغی بل لایجوز اساءۃ الظن بہم ومتی ادی ذلک الی شیئ من ھذا لم یکن الاولی ولا الاحتیاط الاحتراز عن تلک الشبھات لما یعارضہا من ترک الاحترام او اساءۃ الظن بمن یجب او ینبغی احترامہ ولایحسن[۲] اساءۃ الظن بہ وھذا من اصعب الامور یرید المستحب فیقع فی الحرام اھ ملخصا **اقول** وھو کما تری صریح او کالصریح فی ترک السؤال ولوکان اکثرمالہ من الحرام فانہ ذکر المشھورین بالسرقۃ وقطع الطریق والغصب والربوا ولو یفصل مطلقا اما الامام حجۃ الاسلام فجنح عند کثرۃ الحرام الی ایجاب السؤال وقال انما اوجبنا السؤال اذا تحقق ان اکثر مالہ حرام وعند ذلک لایبالی بغضب مثلہ بل یجب ایذاء الظالم باکثر من ذلک والغالب ان مثل ھذا لایغضب من السؤال اھ **قلت** ومبنی ذلک تحریمہ الاکل عند من غالب مالہ حرام فیدخل فی القسم الاول الذی ذکرنا انہ لایبالی فیہ بسخط احد ولا لومۃ لائم وھذا وجہ عند مشائخنا وبہ افتی الفقیہ السمرقندی وغیرہ وصححہ فی الذخیرۃ والصحیح المختار فی المذھب المتعول علیہ المفتی بہ اطلاق الرخصۃ مالم یعرف شیئا حراما بعینہ وھو مذھب ابراھیم النخعی وابی حنیفۃ واصحابہ قال محمد وبہ نأخذ فانی یعارض فتوی ابی اللیث فتوی ابی حنیفۃ وتصحیح الذخیرۃ ترجیح محمد وابوحنیفۃ ھو الامام الاعظم ومحمد ھو المحرر للمذھب فلذا اطلق العلامۃ البرکلی القول وتبعناہ فی ذلک ان یظھر لی ان التورع محمود فی نفسہ وقد مدح فی احادیث متواترۃ المعنی فصلنا جملۃ منھا فی کتابنا المبارک ان شاء اللہ تعالی مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین انما یترک حیث یترک لاجل عارضۃ اقوی مالی اقول یترک کلا لایترک ولکن یکون الورع فی ترک ما یظنہ المتقشف ورعا فحیث لاتوجد العوارض کالایذاء وھتک الستر واثارۃ الفتنۃ کما وصفنا لک من شان ذاک الجریٔ الجاھر فلامعنی لترک الورعۃ مع وجود المقتضی وعدم المانع فلذا ذھبنا الی

---

[۱] ای ولولحرفۃ من الحرف کما ذکرہ العارف النابلسی بنفسہ فی بعض المواضع من ھذا الشرح ۱۲ منہ

[۲] ای لایجوز کما سبق ۱۲

استثنائه واللّٰه الموفق هذا و فی عین العلوم والاسرار بالمساعدة فيماله بنه عنه وصار معتادًا فی عصرهم حسن وان کان بدعة اھ ای حسنة او فی العادات کما یفیده التقیید بالمرینه عنه ومثله فی الاحیاء واللّٰه تعالٰی اعلم ؎

تمہ المقدمات

وضع ضابطۂ کلیہ دریں باب تفرقہ درحکم عظام وشراب

اقول وباللّٰہ التوفیق

واضح ہو کہ کسی شے حرام خواہ نجس کے دوسری چیز میں خلط ہونے پر یقین دو قسم ہے۔ شخصی یعنی ایک فرد خاص کی نسبت تیقن مثلاً آنکھوں سے دیکھا کہ اس کنوئیں میں نجاست گری ہے اور نوعی یعنی مطلق نوع کی نسبت یقین اور اس کی پھر دو قسمیں ہیں۔ ایک اجمالی یعنی اس قدر ثابت کہ اس نوع میں اختلاط واقع ہوتا ہے نہ یہ کہ علی العموم اس کے ہر فرد کی نسبت علم ہو جیسے کفار کے برتن، کپڑے، کوئیں۔ دوسرا کلی یعنی نوع کی نسبت بروجہ شمول وعموم ودوام والتزام اس معنی کا ثبوت ہو مثلاً تحقیق پائے کہ فلاں نجس یا حرام چیز اس ترکیب کا جزو خاص ہے کہ جب بناتے ہیں اُسے شریک کرتے ہیں اور یہ وہیں ہو گا کہ بنانے والوں کو بالخصوص اُس کے ڈالنے سے کوئی غرض خاص مقصود ہو ورنہ بلا وجہ التزام متیقن نہیں ہو سکتا جیسے پانی وغیرہ کسی شے کو ہڈیوں سے صاف کریں کہ تصفیہ میں ناپاک یا حرام استخواں کی کوئی خصوصیت نہیں جو مقصود ان سے حاصل پاک وحلال ہڈیوں سے بھی قطعاً متیسر کما لایخفی **اور وہ اشیا** بھی جن کا کسی ماکول ومشروب یا اور استعمالی چیزوں میں خلط سُنا جانا موجب تردد وتشویش وباعث سوال وتفتیش ہو، دو قسم ہیں ایک مامنہ محذور یعنی وہ جن میں ہر قسم کے افراد موجود بعض اُن میں حرام ونجس بھی ہیں اور بعض حلال وطاہر جیسے عظام یہاں منشاء توہم صرف اُن لوگوں کا بے باک ونامحتاط ہونا ہے جن کے اہتمام سے وہ چیز بنتی ہے کہ جب ان اشیاء میں حرام ونجس بھی موجود اور اُن کو پرواہ واحتیاط مفقود تو کیا خبر کہ یہاں کس قسم کی چیز ڈالی گئی ہے اسی لئے جب وہ کارخانہ ثقہ مسلمانوں کے تعلق ہو تو خاطر پر اصلاً تردد نہ آئے گا اور ذہن ادھر محذور کی طرف ذہن سلیم نہ جائے گا۔ دوسرے ماہو محذور یعنی وہ کہ حرام مطلق یا نجس محض ہیں جن کی کوئی فرد

حلال وطاہر نہیں جیسے شراب بجمیع اقسامہا علی مذہب محمد ن المأخوذ للفتوی یہاں باعث احتراز وتنزہ خود اُس شے کی نفس حالت ہے نہ بنانے والوں کی جرأت وجسارت یہاں تک کہ ابتداءً اہل کارخانہ کی ثقاہت وعدالت معلوم ہونا اس مقام پر علاج اندیشہ نہ ہوگی بلکہ بہ حسن کمال ان کی ثقاہت و احتیاط میں شک آسکتا ہے۔ انہی وجوہ سے ان دو صورتوں میں ہنگام نظر وتنقیح حکم بوجوہ فرق واقع ہوتا ہے صورت اولیٰ میں بمجرد اُس شے مثلاً استخواں کے پڑنے پر یقین عام ازاں کہ شخصی ہو یا نوعی اجمالیہ یا کلی خواہی نخواہی اس جزئی یا نوع میں مخالطت حرام یا نجس کا یقین نہیں دلاتا ممکن کہ صرف افراد طاہرہ مباحہ استعمال میں آئے ہوں۔ اسی طرح خاص افراد محرمہ ونجسہ کے استعمال پر یقین نوعی اجمالی بھی علی الاطلاق تحریم وتنجیس کا مورث نہیں کہ ہر جزئی خاص میں استعمال فرد طاہر وحلال کا احتمال قائم ولہذا افراد قسمین کا بازار میں اختلاط مانع اشتراء وتناول نہیں کہ کسی معین پر حکم بالجزم نہیں کرسکتے۔ کما حققنا کل ذٰلک فی المقدمۃ الثامنۃ والتاسعۃ بخلاف **صورت ثانیہ** کہ وہاں صرف اُس کے پڑنے کا یقین شخصی خواہ نوعی کلی اُس جزئی خاص یا تمام نوع کی تنجیس وتحریم میں بس ہے جس کے بعد کچھ کلام باقی نہیں رہتا اور وہ احتمالات کہ بوجہ تنوع افراد صورت اولیٰ میں متحقق ہوتے تھے یہاں قطعاً منقطع کما لایخفی اسی طرح صورت اولیٰ میں اگر بالخصوص افراد حرام وناپاک ہی پڑنے کا ایسا ہی یقین یعنی شخصی یا نوعی کلی ہو تو اُس کا بھی یہی حکم کہ اس تقدیر پر صورت اولیٰ صورت ثانیہ کی طرف رجوع کرآئی لانتفاء التنوع فی الافراد فان الیقین تعلق بخصوص الافراد المحرمۃ والنجسۃ وھی لاتتنوع الی محذور وغیر محذور البتہ یقین نوعی اجمالی یہاں بھی بکار آمد نہیں کہ جب علی وجہ العموم والاستغراق متیقن نہیں تو ہر فرد کی محفوظی محتمل جب تک کسی جزئی خاص کا حال تحقیق نہ ہو کہ اس وقت یہ یقین یقین شخصی کی طرف رجوع کر جائے گا وھو ما نعم کماذکرنا۔

بالجملہ خلاصہ ضابطہ یہ ہے کہ ما منہ محذور میں کسی قسم کا یقین بکار آمد نہیں جب تک ما ہو محذور کی طرف رجوع نہ کرے اور ما ہو محذور میں ہر قسم کا یقین کافی مگر صرف نوعی اجمالی کہ ساقط وغیر مثبت ممانعت ہے جب تک یقین شخصی کی طرف مائل نہ ہو یہ نفیس ضابطہ قابل حفظ ہے کہ شاید اس رسالہ کے سوا دوسری جگہ نہ ملے اگرچہ جو کچھ ہے کلمات علماء سے مستنبط اور انہیں کی کفش برداری کا تصدق، والحمد للہ رب العالمین

الشرع فی الجواب بتوفیق الوہاب

کل کی برف میں شراب ملنے کی خبر قابل غور و واجب النظر اب مقدمہ ۵ کی تقریر پیش نگاہ
رکھ کر لحاظ درکار اگر یہ اخبار افواہ بازاری یا تنہا تنہا بے سند بعض مشرکین و کفار تو بالکل مردود و محض بے اعتبار
ہاں صورت اخیرہ میں اگر اُن کا صدق دل پر جمے تو احتیاط بہتر تاہم گناہ نہیں اور اتنا بھی نہ ہو تو اصلاً پرواہ
نہیں اور اگر فساق بداعمال یا مستور نامعلوم الحال کی خبر تو شہادت قلب کی طرف رجوع معتبر اگر دل اس
امر میں اُن کے کذب کی طرف جھکے تو کچھ باک نہیں مگر احتراز افضل کہ آخر مسلمان ہیں عجب کیا کہ سچ کہتے ہوں
خصوصاً مستور کہ اُس کی عدالت معلوم نہیں تو فسق بھی تو ثابت نہیں اور اگر قلب اُن کے صدق پر گواہی دے
تو بے شک احتراز چاہیے کہ ایسے مقام پر تحری حجت شرعیہ ہے اگرچہ وہ خبر بنفسہٖ حجت نہ تھی مگر یہاں حرمت
کا درجہ حرمت قطعیہ تک تجاوز نہ کرے گا لان التحری یحتمل للخطاء کما فی الھدایۃ والظنون ربما تکذب
کما فی الحدیث اور وہ بھی اُسی کے حق میں جس کا دل اُن کے صدق کی طرف جائے فان شہادۃ قلبک
لیست حجۃ الا علیک وذلک فی القاطع کالوجدان فکیف بالظنون پس اگر دوسرے کے دل پر اُن کا
کذب جمے اُس کے حق میں وہی پہلا حکم ہے کہ احتراز بہتر ورنہ اجازت فی صلاۃ رد المحتار استفید
مما ذکرانہ بعد التحری عن الادلۃ المارۃ علیہ ان یتحری ولا یقلد مثلہ لان المجتہد لا یقلد مجتہدا
الخ ہاں اگر اس قدر جماعت کثیر کی خبر ہو جن کا کذب پر اتفاق عقل تجویز نہ کرے تو بیشک علی الاطلاق حرمت
قطعی کا حکم دیا جائے گا اور اس کے سوا کسی امر پر لحاظ نہ کیا جائے گا اگرچہ وہ سب مخبر فساق و فجار بلکہ
مشرکین و کفار ہوں فان العدالۃ بل والاسلام ایضا لا یشترط فی التواتر عند الجمہور خلافا للامام
فخر الاسلام علی ما اشتہر مع ان کلامہ قدس سرہ ایضا غیر نص فی الاشتراط کما افادہ المولی
بحر العلوم فی الفواتح واللہ اعلم اسی طرح اگر منتہائے سند مسلمان عادل اگرچہ ایک ہی ہو جب بھی
احتراز واجب اور برف حرام و نجس فان فی الدیانات لا یشترط العدد و یقبل خبر الواحد العدل
بلا تردد مگر یہ ضرور ہے کہ وہ خود اپنے معاینہ سے خبر دیتے ورنہ سُنی سنائی کہنے میں اُس کا قول خود
اُس کا قول نہیں یہاں تک کہ جب اکابر علماء نے دیبائے فارسی کی نسبت لکھا اس میں پیشاب
پڑتا ہے امام علامہ ملک العلماء ابوبکر بن مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی وغیرہ ائمہ نے فرمایا اگرچہ بات

تحقیق ہوجائے تو اُس سے نماز ناجائز ہوجائے گی تو کیا وجہ کہ اُن علماء کا خود مشاہدہ نہ ٹھہرا لہٰذا امور مسائل تحقیق طلب رہا فی البدائع ثم الحلیۃ بعد ذکر ما قلنا عنہما فی المقدمۃ الثامنۃ فان صح انہم یفعلون ذٰلک فلا شک انہ لا تجوز الصلٰوۃ معہ اھ وفی رد المحتار علی ما اثرنا عن الدر المختار ثمہ ان کان کذٰلک لاشک انہ نجس تاترخانیۃ اھ اسی طرح تواتر کے بھی یہ معنی کہ اس قدر جماعت کثیر خاص اپنے معاینہ سے بیان کرے نہ یہ کہ کہنے والے تو ہزاروں ہیں مگر جس سے پوچھئے سُنا بیان کرتا ہے کہ اس صورت میں اگر اصل مخبر کا پتا نہیں تو وہی افواہ بازاری ہے ورنہ انتہائے خبر اس مخبر پر رہے گی اور ناقلین درمیان سے ساقط ہوجائیں گے صرف نظر اُس اصل کے حال پر اقتصار کریگی۔ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کا ہے کہ اکثر اس قسم کی خبریں عوام یا کم علموں کے نزدیک متواترات سے ملتبس ہو جاتی ہیں حالانکہ عند التحقیق تواتر کی بو نہیں قال المولی الناصح سیدی عبد الغنی قدس سرہ فی مبحث آفۃ الرقص من شرح الطریقۃ اما خبر التواتر من الناس لبعضہم بعضا بذٰلک[1] فھو ممنوع لاستناد الکل فیہ الی الظن والتوھم والتخمین واستفادۃ الخبر من بعضھم لبعض بحیث لو سألت کل واحد منھم عن رؤیۃ ذٰلک ومعاینتہ لقال لم اعاینہ وانما سمعت ومن قال عاینتہ تستکشف عن حالہ فتراہ مستندا الی ظنون وامارات وھمیۃ وعلامات ظنیۃ وربما اذا تأملت وتفحصت وجدت خبر ذٰلک التواتر الذی تزعمہ کلہ مستندا فی الاصل الی خبر واحد او اثنین الی اٰخر ما اطال واطاب رحمہ اللہ تعالٰی **الحاصل** جب خبر معتبر شرعی سے ثابت ہوجائے کہ شراب اس ترکیب کا جزء ہے تو برف کی حرمت ونجاست میں کلام نہیں اور علی العموم اُس کے تمام افراد ممنوع ومحذور اور یہ احتمال کہ شاید اس فرد خاص میں نہ پڑی ہو محض مہمل ومہجور کہ یہاں محذور میں یقین نوعی کلی ہے اور ایسی جگہ یہ احتمالات یک لخت مضمحل وغیر کافی (دیکھو ضابطۂ کلیہ کی تحریر اور مقدمہ ۸ کی صدر تقریر) یہاں تک کہ ایسی شے کا دوا میں بھی استعمال ناروا اگرچہ اس کے سوا دوا نہ ہو اور یقین کامل ہو کہ اس سے قطعاً شفا ہوجائے گی۔ جیسے بحالت اضطرار پیاسے کو شراب پینا یا بھوکے کو گوشت مردار کھانا شرع مطہر نے جائز فرمایا کہ اُس سے پیاس اور اس سے بھوک کا جانا یقینی ہے نہ مجرد قول اطبا کہ ہرگز موجب یقین نہیں بارہا اطبا نسخے تجویز کرتے اور اُن کے موافق آنے پر اعتماد کلی رکھتے ہیں پھر ہزار دفعہ کا تجربہ ہے کہ ہرگز ٹھیک نہیں اترتے بلکہ کبھی بجائے

[1] ای بما ذکر من معائب المتصوفۃ المدعین لہ بالکذب اذا اخبر بذٰلک عن رجل معین ۱۲ منہ

نفع مضرت کرتے ہیں اور قرابادین کی بالاخوانیاں کون نہیں جانتا یہاں تک کہ اکذب من قرابادین الاطباء مثل ہوگئی علی الخصوص اس بارہ میں ڈاکٹروں کا قول تو بدرجۂ اولٰی قابل قبول نہیں کہ نہ انہیں دین اسلام کے حلال وحرام کا علم واہتمام نہ اس ملک والوں کی معرفت مزاج وطرق علاج وتدقیق علل وتحقیق علامات میں حذاقت کاملہ ومہارت تامہ وھذا الذی اخترناہ فی مسئلۃ التداوی بالمحرم ھو الصواب الواضح الذی بہ یحصل التوفیق وارتضاہ ائمۃ النقد والتحقیق قال فی رد المحتار **قولہ** اختلف فی التداوی بالمحرم ففی النہایۃ عن الذخیرۃ یجوز ان علم فیہ شفاء ولم یعلم دواء اٰخر وفی الخانیۃ فی معنی قولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم کما رواہ البخاری ان مافیہ شفاء لاباس بہ کما یحل الخمر للعطشان فی الضرورۃ وکذا اختارہ صاحب الھدایۃ فی التجنیس اھ من البحر وافاد سیدی عبدالغنی انہ لایظھر الاختلاف فی کلامھم لاتفاقھم علی الجواز للضرورۃ واشتراط صاحب النہایۃ العلم لاینافیہ اشتراط من بعدہ الشفاء ولذا قال والدی فی شرح الدرران قولہ لاللتداوی محمول علی المظنون والا فجوازہ بالیقینی اتفاقی کما صرح بہ فی المصفی اھ اقول وھو ظاھر موافق لما مرفی الاستدلال لقول الامام لکن قد علمت ان قول الاطباء لایحصل بہ العلم والظاھر ان التجربۃ یحصل بھا غلبۃ الظن دون الیقین الا ان یریدوا بالعلم غلبۃ الظن وھو شائع فی کلامھم تامل اھ مافی ردالمحتار مع بعض اختصار **اقول** اما ماذکر من امر التجارب فللعبد الضعیف ھھنا تقریر شریف واریدان احقق المسئلۃ فی بعض رسائلی ان یسر المولی سبحانہ وتعالٰی واما عزوہ الحدیث للبخاری فلم ارہ فی البحر ولا فی الخانیۃ وانما رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر بسند صحیح[1] علی اصول الحنفیۃ نعم رأیتہ فی اشربۃ الجامع الصحیح باب شرب الحلواء والعسل عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ من قولہ تعلیقا فلیتنبہ واللہ تعالٰی اعلم۔ اور اگر ایسی خبر سے ثبوت نہیں تو غایت درجہ اس قدر کہ حکم تورع واجتناب شبہات احتراز کرے مگر تحریم وتنجیس کا حکم بے دلیل شرعی ہرگز روا نہیں قدرے بیان اس کا آگے گزرا اور ان شاء اللہ تعالٰی خاتمہ رسالہ میں ہم پھر اس طرف عود کریں گے والعود احمد یہ تو اصل حکم فقہی ہے اور واقع پر نظر کیجئے تو اس خبر کی کچھ حقیقت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ نہ اس پانی میں جسے منجمد کرتے ہیں شراب ملانے کی کوئی وجہ معلوم

[1] قالہ لان رجالہ رجال الصحیح علی ما فیہ من انقطاع ۱۲ منہ

ہوتی ہے تو برونِ بدن حکم جواز ہی ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ہاں انگریزی دواؤں میں جتنی دوائیں رقیق ہوتی ہیں جنھیں ٹنکچر کہتے ہیں اُن سب میں یقیناً شراب ہوتی ہے وہ سب حرام بھی ہیں اور ناپاک بھی ان کا کھانا حلال نہ بدن پر لگانا جائز کما حققناہ فی فتاوٰنا ان اسبارتو دھی روح التیبلن خمر قطعا بل من اخبث الخمور فھی حرام و رجس نجس نجاسۃ غلیظۃ کالبول وما استروح بہ بعض الجھلۃ المتسمین بالعلم من کبراء اراکین الندوۃ المخذولۃ فمن اخبث القول نسأل اللہ العصمۃ فی کل حرکۃ وکلمۃ مسلمان اسے خوب سمجھ لیں اور ڈاکٹری علاج میں ان ناپاکیوں نجاستوں سے بچیں خصوصاً سخت آفت اس وقت ہے کہ ان علاجوں میں قضا آجائے اور مسلمان اس حالت میں مرے کہ معاذ اللہ اس کے پیٹ میں شراب ہو والعیاذ باللہ رب العالمین اسی طرح **بلیچنگ** اس شکر کا ہڈیوں سے صاف کیا جانا ایسا یقینی جس کے انکار کی گنجائش نہیں مگر **اولا** غور واجب کہ اس تصفیہ میں ہڈیوں پر شکر کا صرف مرور و عبور ہوتا ہے بغیر اس کے کہ اُن کے کچھ اجزا شکر میں رہ جاتے ہوں جس طرح پانی کو کوئلوں اور ریگ ریزوں سے متقاطر کرکے صاف کرتے ہیں کہ برتن میں نتھرا پانی شفاف آجاتا ہے اور انگشت وا استخواں کا کوئی جز اُس میں شریک نہیں ہونے پاتا جب تو اس شکر کی حلت کو صرف اُن ہڈیوں کی طہارت درکار ہے اگرچہ حلال و ماکول نہ ہوں کما لایخفی علیٰ عاقل وذلک لانہ لم یختلط بالحرام فیتمحض فی الاکل والمرور علی طاھر ولو حرام لایورث منعًا اور دوسری صورت مرور ظاہر یہی ہے کہ منافذ کو تنگ کرتے اور بطور تقاطر رس کو عبور دیتے ہوں کہ ازالۂ کثافت کی ظاہرا یہی صورت ہڈیوں پر صرف بہاؤ میں نکل جانا غالباً باعث تصفیہ نہ ہوگا[1] تو اس تقدیر پر در صورت نجاست استخواں نجاست عصیر و حرمت شکر میں شک نہیں ورنہ بلا ریب طیب وحلال ۔ اور اگر اجزائے استخواں ایسے کہ رس میں ملائے اور وہ مخلوط و غیر ممیز ہو کر اُس میں رہ جاتے ہیں تو حلت شکر کو اُن ہڈیوں کی حلت بھی ضرور صرف طہارت کفایت نہ کرے گی اور اگر غیر ماکول یا مردار کے استخواں ہوئے تو اس تقدیر پر شکر کے ساتھ اُن کے اجزا بھی کھانے میں آئیں گے للاختلاط وعدم الامتیاز اور اُن کا کھانا گو طاہر ہوں حرام تو شکر بھی حرام ہو جائے گی فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار لوتفتت فیہ نحو ضفدع جاز الوضوء بہ[2] لاشربہ لحرمۃ لحمہ اھ روسر کی جس شکر کا حال تحقیقاً معلوم کہ یہ بالخصوص کیونکر بنتی ہے اُس کے تفاصیل احکام ہماری اس تقریر سے ظاہر اور استخواں کی طہارت نجاست حلت حرمت کا حکم پہلے معلوم ہو چکا (دیکھو مقدمہ)

[1] یعنی اگر ہڈیاں ناپاک نہ ہوں یا رس اپنے بہاؤ میں اُن پر گزر جاتا ہو۔ ۱۲ منہ

[2] لے فی الماء ۱۲

ثانیاً یہ سب ما کان ان خیالات پر مطلق شکر روسر کو نجس و حرام کہہ دینا صحیح نہیں بلکہ مقام اطلاق میں طہارت و علت ہی پر فتوے دیا جائے گا۔ **ثالثاً** جبکہ کسی صورت کا خاص حال تحقیق نہ ہو کہ اس قدر سے تمام افراد کی نجاست و حرمت پر یقین نہیں صرف ظنون و خیالات ہیں جنہیں شرع اعتبار نہیں فرماتی (دیکھو مقدمہ ۲) **مانا** کہ بنانے والے بے احتیاط ہیں مانا کہ انہیں نجس و طاہر و حرام و حلال کی پرواہ نہیں۔ مانا کہ ہڈیوں میں وہ بھی پائی جاتی ہیں جن کے اختلاط سے شئے حرام یا نجس ہو جائے مگر نہ سب ہڈیاں ایسی ہی ہیں بلکہ حلال و طاہر بھی بکثرت نہ بنانے والوں کو خواہی نخواہی التزام کہ خاص ایسے ہی طریقہ سے صاف کریں جو موجب تحریم و تنجیس ہو نہ کچھ ناپاک یا حرام ہڈیوں میں کوئی خصوصیت کہ انہیں تصفیہ میں زیادہ دخل ہو جس کے سبب وہ لوگ انہیں کو اختیار کریں اور جب ایسا نہیں تو **صرف اس قدر** پر یقین حاصل ہوا کہ ہڈیوں سے صاف کرتے ہیں کیا ممکن نہیں کہ وہ ہڈیاں طاہر و حلال ہوں دیکھو اگر آدمی کو جنگل میں ایک چھوٹا سا گڑھا پانی سے بھرا ملے اور اس کے کنارے پر اقدام وحوش کا پتہ چلے اور پانی بھی جانور کے پینے سے کنارہ پر گرا دیکھے بلکہ فرض کیجئے کہ جانور بھی جاتا ہوا نظر پڑے مگر بوجہ بُعد یا ظلمت شب پہچان میں نہ آئے تو اس سے خواہی نخواہی یہ ٹھہرالینا کہ کوئی درندہ یا خاص خنزیر ہی تھا اور پانی کو ناپاک جان کر اُس سے احتراز کرنا ہرگز حکم شرع نہیں بلکہ وسوسہ ہے مانا کہ جنگل میں سباع و خنزیر بھی ہیں مانا کہ وہ بھی انہیں پانیوں سے پیتے ہیں مانا کہ یہ جانور جو جاتے دیکھا، ممکن کہ سوئر ہو مگر کیا ممکن نہیں کہ کوئی ماکول اللحم جانور ہو۔ قال فی الحدیقۃ بعد نقل ماقدمنا عنہا عن جامع الفتاوی اول المقدمۃ العاشرۃ من ان مجرد الظن لایمنع التوضی الخ لکن قال قبل ذلک قال (یعنی صاحب الجامع) ولو رأی اقدام الوحوش عند الماء القلیل لایتوضأ بہ انتہی وینبغی تقییدہ ذلک بما اذا غلب علی ظنہ (فی تقوم) اخذھا اقدام الوحوش والا فیحتمل انھا اقدام ماکول اللحم فلا یحکم بالنجاسۃ بالشک ویقید ایضا بانہ رأی رشلق الماء حول ذلک الماء القلیل ونحو ذلک من القرائن الدالۃ علی ان الوحوش شربت منہ والا فلا نجاسۃ بالشک اھ **قلت** وقد سبقہ بھذا الحمل البحر فی البحر حیث قال وفی المبتغی بالغین المعجمۃ برؤیۃ اقدام الوحوش عند الماء القلیل لایتوضأ بہ سبع مر بالرکیۃ وغلب علی ظنہ شربہ منہا تنجس و الا لا و ینبغی ان یحمل الاول علی ما اذا غلب علی ظنہ ان الوحوش شربت منہ بدلیل الفرع الثانی والا فمجرد الشک لایمنع الوضوء بہ بدلیل ماقدمنا[1] نقلہ عن الاصل الخ **رابعاً** یقین ہوا کہ وہ بے پرواہ ہیں

[1] ھو ماقدمناہ عنہ عن الخلاصۃ عن الاصل اول المقدمۃ العاشرۃ ۱۲ منہ

پھر نفسِ شکر میں سوءِ ظنون کے کیا حاصل اس سے بدرجہا زیادہ ہیں وہ بے احتیاطیاں اور خیالات جو بعض مسائل سابقۃ الذکر میں متحقق (دیکھو مقدمہ ۶) بلکہ جہاں بوجہ غلبہ وکثرت وفور وشدت بے احتیاطی غالبہ ظن غیر ملتحق بایقین حاصل ہو وہاں بھی علماء تنجیس وتحریم کا حکم نہیں دیتے بلکہ صرف کراہت تنزیہی فرماتے ہیں (دیکھو مقدمہ ۷) پھر ما نحن فیہ میں تو اس حالت کا وجود بھی محل نظر کون کہہ سکتا ہے کہ اکثر ناپاک وحرام ہڈیاں ہی ڈالتے ہونگے اور طیب وطاہر شاذ ونادر **با اینہا** یقین ہوا کہ وہ اپنی بے پرواہی کو وقوع میں لاتے اور ہر طرح کی ہڈیاں ڈالتے ہی ہیں پھر یہ تو نہیں کہ دائما صرف وہی طریقہ برتتے ہیں جو نجس وحرام کر دے اور جب یوں بھی ہے اور یوں بھی تو ہر شکر میں احتمال محفوظی تو ہرگز حکم نجاست وحرمت نہیں دے سکتے (دیکھو مقدمہ ۸) بلکہ جب تک کسی جگہ کوئی وجہ وجیہہ ریب وشبہ نہ پائی جائے تحقیقات کی بھی حاجت نہیں بلکہ جہاں تحقیق پر کوئی فتنہ یا ایذائے اہل ایمان یا ترک ادب بزرگان یا پردہ دری مسلمان یا اور کوئی محذور سمجھے وہاں تو ہرگز ان خیالات وظنون کی پابندی نہ کرے (دیکھو مقدمہ ۱۰) **ہاں** بے شک جو شخص اپنی آنکھ سے دیکھ لے کہ خاص مُردار یا حرام ہڈیاں لی گئیں اور اس کے سامنے شکر میں اس طور پر ملا دی گئیں کہ اب جدا نہیں ہو سکتیں یا بچشم خود معاینہ کرے کہ بالخصوص ناپاک استخواں لائے گئے اور اس کے روبرو رس میں بے حالت جریان شامل ہوئے اور وہی رس منعقد ہو کر شکر بنا تو بالخصوص یہی شکر جو اس کے پیش نظر یوں بنی اس پر حرام جس کا نہ کھانا جائز نہ کھلانا جائز، نہ لینا جائز نہ دینا جائز **یوہیں** جس خاص شکر کی نسبت خبر معتبر شرعی سے جس کا بیان مقدمہ ۵ میں گزرا ایسا برتاؤ درجۂ ثبوت کو پہنچے اور معتمد بیان کرنے والا کہے میں پہچانتا ہوں یہ خاص وہی شکر ہے جس میں ایسا عمل کیا گیا تو اس کا استعمال بھی روا نہ رہے گا بغیر ان صورتوں کے ہرگز ممانعت نہیں **اور اگر** اس نے خود دیکھا یا معتبر سنا مگر جب بازار میں شکر بکنے آئی مخلوط ہو گئی اور کچھ تمیز نہ رہی تو پھر حکم جواز ہے اور خریداری واستعمال میں مضائقہ نہیں جب تک کسی خاص شکر پر پھر دلیل شرعی قائم نہ ہو (دیکھو مقدمہ ۹) یہ ہے حکم شرع اور حکم نہیں مگر شرع کے لئے، صلی اللہ تعالٰی علٰی صاحبہ وبارک وسلم۔ آمین۔

خاتمہ رزقنا اللہ حسنہا آمین،

بحمد اللہ تعالٰی ہم نے اس شکر کے بارہ میں ہر صورت پر وہ واضح وبیّن کلام کیا کہ کسی پہلو پر حکم شرعی مخفی نہ رہا اب اہل اسلام نظر کریں اگر یہاں اُن صورتوں میں سے کوئی شکل موجود جن پر ہم نے حکم حرمت دیا تو وہی حکم ہے۔

ورنہ مجرد ظنون واوہام کی پابندی محض تشدد وناواقفی نہ بے تحقیق کسی شے کو حرام وممنوع کہہ دینے میں کچھ احتیاط
بلکہ احتیاط اباحت ہی ماننے میں ہے جب تک دلیل خلاف واضح نہ ہو (دیکھو مقدمہ ۲) ہم یقین کرتے ہیں
کہ ان خیالات وتصورات کا دروازہ کھولا جائے گا تو ہندیوں پر دائرہ نہایت تنگ ہو جائے گا۔ ایک روسرئی
شکر کیا ہزار ہا چیزیں چھوڑنی پڑیں گی گھوسیوں کا گھی تیلیوں کا تیل حلوائیوں کا دودھ ہر قسم کی مٹھائی کا قسم
عطاروں کا عرق شربت کیا بلا ہے اور اُن کی طہارت پر ہے تمسک باصل کونسا بینہ قاطعہ ملا ہے اس دائرہ
توسیع میں امت پر تضییق اور ہزاروں مسلمانوں کی تاثیم وتفسیق جسے شرع مطہر کہ کمال یسر وسماحت ہے ہرگز
گوارا نہیں فرماتی صلے اللہ تعالٰی علی صاحبہ وبارک وسلم فی الحاشیۃ الشامیۃ فیہ حرج عظیم لانہ یلزم منہ
تاثیم الامۃ اھ وفیہا ھو ارفق باھل ھذا الزمان لئلا یقعوا فی الفسق والعصیان اھ وقد قالت العلماء
من کل مذھب کلما ضاق امر اتسع ومن القواعد المسلمۃ المشقۃ تجلب التیسیر علماء تصریح فرماتے ہیں
ہمارا زمانہ اتقائے شبہات کا نہیں غنیمت ہے کہ آدمی آنکھوں دیکھے حرام سے بچے فی فتاوی الامام
قاضی خان قالوا لیس زماننا زمان اجتناب الشبہات وانما علی المسلم ان یتقی الحرام المعاین اھ و
فی تجنیس الامام برھان الدین عن ابی بکر بن ابراھیم لیس ھذا زمان الشبہات ان الحرام اغنانا
یعنی ان اجتنبت الحرام کفاک اھ ملخصا وعنہما فی الاشباہ نحو ذلک وفی الطریقۃ وشرحہا بعد
النقل عن الامامین المعاصرین رحمہما اللہ تعالٰی زمانہما ای زمان قاضی خان وصاحب الھدایۃ
رحمہما اللہ تعالٰی قبل ستمائۃ سنۃ من الھجرۃ النبویۃ وقد بلغ التاریخ الیوم ای فی زمان
المصنف لھذا الکتاب رحمہ اللہ تعالٰی تسع مائۃ وثمانین سنۃ من الھجرۃ وبلغ التاریخ الیوم الی الاٰن
وثلث وتسعین سنۃ من الھجرۃ ولا خفاء ان الفساد والتغیر یزید ان بزیادۃ الزمان لبعدہ عن عہد
النبوۃ اھ ملخصا وفی العٰلمگیریۃ عن جواھر الفتاوی عن بعض مشائخہ علیک بترک الحرام المحض فی
ھذا الزمان فانک لاتجد شیئا لاشبہۃ فیہ اھ سبحان اللہ جبکہ چھٹی صدی بلکہ اُس سے پہلے سے آئمہ دین
یوں ارشاد فرماتے آئے تو ہم پس ماندوں کو اس چودھویں صدی میں کیا امید ہے فانا للہ وانا الیہ راجعون
ایسی ہی وجوہ ہیں کہ حدیث میں آیا انکم فی زمان من ترک منکم عشر ما امر بہ ھلک ثم یأتی زمان
من عمل منہم بعشر ما امر بہ نجا اخرجہ الترمذی وغیرہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہاں جو شخص بحکم قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف وقد قیل اخرجہ نزعہ

عن عقبۃ بن الحارث النوفلی ؓ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اتقی الشبہات فقد استبرأ لدینہ
وعرضہ اخرجہ الستۃ عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہم بچنا چاہیے اور ان امور کو ہم
مقدمہ دہم میں ذکر کر آئے لحاظ رکھے بہتر و افضل اور نہایت محمود عمل مگر اس کے ورع کا حکم صرف اس
کے نفس پر ہے نہ کہ اس کے سبب اصل شے کو ممنوع کہنے لگے یا جو مسلمان اسے استعمال کرتے ہوں ان پر
طعن و اعتراض کرے انہیں اپنی نظر میں حقیر سمجھے اس سے تو اس ورع کا ترک ہزار درجہ بہتر تھا کہ شرع پر افترا
اور مسلمانوں کی تشنیع و تحقیر سے تو محفوظ رہتا۔ قال اللہ تبارک وتعالٰی لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب
ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۔
وقال جل مجدہ ولا تلمزوا انفسکم ای لا یعتب بعضکم بعضا واللمز ھو الطعن باللسان ؕ ولابی
داؤد وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل المسلم علی
المسلم حرام مالہ وعرضہ ودمہ حسب امرئ من الشر ان یحقر اخاہ المسلم عجب اس سے کہ ورع کا
قصد کرے اور محرمات قطعیہ میں پڑے یہ صرف تشدد و تعمق کا نتیجہ ہے اور واقعی دین و سنت صراط مستقیم
ہیں۔ ان میں جس طرح تفریط سے آدمی مداہن ہو جاتا ہے یونہی افراط سے اس قسم کے آفات میں مبتلا پاتا ہے
لم یجعل لہ عوجا دونوں مذموم۔ بھلا عوام بیچاروں کی کیا شکایت آجکل بہت جہال منتسب بنام علم و کمال
یہی روش چلتے ہیں مکروہات کجا مباحات بلکہ مستحبات جنہیں بزعم خود ممنوع سمجھ لیں ان سے تحذیر و تنفیر کو کیا
کچھ نہیں لکھ دیتے حتی کہ نوبت تا بہ اطلاق شرک و کفر پہنچانے میں باک نہیں رکھتے۔ پھر یہ نہیں کہ شاید ایک
آدھ جگہ قلم سے نکل جائے تو دس جگہ اس کا تدارک عمل میں آئے۔ نہیں نہیں بلکہ اسے طرح طرح سے جمائیں
الٹی سیدھی دلیلیں لائیں، پھر جب مواخذہ کیجئے تو ہوا خواہ بفحوائے عذر گناہ بدتر از گناہ تاویل کریں کہ بنظر
تخویف و ترہیب تشدد مقصود ہے۔ سبحان اللہ! اچھا تشدد ہے کہ ان سے زیادہ بدتر گناہوں کا خود ارتکاب
کر بیٹھے کیا نہیں جانتے کہ مسلمان کو کافر و مشرک بنانا بلکہ براہ اصرار اسے عقیدہ ٹھہرانا کتنا شدید و عظیم اور
دین حنیف سہل لطیف سمح نظیف میں یہ سخت گیری کیسی بدعت شنیع و وخیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ
العزیز الحکیم نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں آسانی کرو اور دقت میں نہ ڈالو اور خوشخبری دو اور نفرت
نہ دلاؤ۔ احمد والبخاری ومسلم والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ مرفوعًا یسروا ولا تعسروا وبشروا
ولا تنفروا ؕ ولمسلم وابی داؤد عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کان صلی اللہ تعالٰی علیہ

وسلم اذا بعث احدًا من اصحابہ فی بعض امرہ قال بشروا ولا تنفروا ویسروا ولا تعسروا اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تم آسانی کرنے والے بھیجے گئے ہو نہ دشواری میں ڈالنے والے۔ احمد والستۃ ما خلا مسلما عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہلاک ہوئے غلو وتشدد والے احمد ومسلم وابوداؤد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہلک المتنطعون اور وارد ہوا فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نرم شریعت ہر باطل سے کنارہ کرنیوالی لے کر بھیجا گیا ہوں جو میرے طریقے کا خلاف کرے میرے گروہ سے نہیں الخطیب فی التاریخ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعثت بالحنیفیۃ السمحۃ ومن خالف سنتی فلیس منی الی غیر ذلک من احادیث یطول ذکرھا والذی ذکرنا کافیہ وافیہ نسأل اللہ سبحانہ العفو والعافیۃ آمین **فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ** نے آج تک اس شکر کی صورت دیکھی نہ کبھی اپنے یہاں منگائی نہ آگے منگائے جانے کا قصد مگر بااینہمہ ہرگز ممانعت نہیں مانتا۔ نہ جو مسلمان استعمال کریں انہیں آثم خواہ بیباک جانتا ہے نہ تورع واحتیاط کا نام بدنام کرکے عوام مومنین پر طعن کرے نہ اپنے نفس ذلیل مہین رذیل کے لئے ان پر ترفع وتعلی روا رکھے وباللہ التوفیق۔ والعیاذ من المداھنۃ والتضییق۔ وھو سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ **واعلم** ان لنا فی الکلام علی ھذا المرام بتوفیق المولی سبحانہ وتعالٰی مباحث اخری۔ ادق واعلی لکنھا دقیقۃ المنزع۔ عمیقۃ المشرع۔ عویصۃ المنال۔ طویلۃ الاذیال۔ وقد قضینا الوطر عن ابانۃ الصواب وتحقیق الجواب فلنکفینا امرھا۔ فطوینا ذکرھا۔ فھاک جوابا قل ودل۔ بفضل الملک عزوجل۔ فان لم یصبھا وابل فطل ومعلوم ان ما قل وکفی۔ خیر مما کثر والھی۔ قالہ المصطفٰی علیہ افضل الثناء رواہ ابویعلی۔ والضیاء المقدسی۔ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن کل ولی آمین۔

تنبیہ: فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے ان مقدمات عشرہ میں جو مسائل ودلائل تقریر کئے جو انہیں اچھی طرح سمجھ لیا ہے اس قسم کے تمام جزئیات۔ مثلاً بسکٹ نان پاؤ رنگت کی پڑیوں۔ یورپ کے آئے ہوئے دودھ مکھن صابونوں۔ مٹھائیوں وغیرہا کا حکم خود جان سکتا ہے۔ غرض ہر جگہ کیفیت خبر و حالت مخبر و حاصل واقعہ و طریقہ مداخلت حرام ونجس و تفرقہ ظن و یقین و مدارج ظنون و ملاحظہ ضابطہ کلیہ و مسالک ورع و مدارات خلق

وغیرہا امور مذکورہ کی تنقیح و مراعات کرلیں پھر ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی جزئیہ ایسا نہ نکلے گا جس کا حکم تقاریر بالا سے واضح نہ ہوجائے واللہ سبحانہ الموفق والمعین وبہ نستعین فی کل حین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین وخاتم النبیین۔ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ وعلینا معھم برحمتک یا ارحم الراحمین اٰمین اٰمین الٰہ الحق اٰمین۔ استراح القلم من تحریرہ فی ثلاثۃ ایام من اواخر ذی القعدۃ الحرام اٰخرہا یوم السبت السادس والعشرون من ذالک الشھر المکرم۔ سنۃ ثلث بعد الالف وثلثمائۃ من ھجرۃ حضرۃ سید العالم۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ مع اشتغال البال برد اھل الضلال وشیون اُخر۔ والحمد للہ العلی الاکبر۔ ما الذ الملح وحب السکر۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۱۸۰۳۰۶

مسئلہ ۱۸۳: ازنینی تال متصل سوکھا تال مرسلہ حافظ محمد ابراہیم خان صاحب محرر بیشی ڈائرکٹر کرنیل میجر ریاست گوالیار ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

حضرت مخدومی دامت برکاتہم بعد آداب خادمانہ التماس خدمت اطہر کہ مسئلہ مندرجہ ذیل سے جلد غلام کو سرفراز فرمائیں۔ عیسائی کے ہاتھ کی چھوئی ہوئی شیرینی قابل استعمال ہے یا نہیں مثلاً زید عیسائی ہے اور بکر مسلمان ہے زید نے بازار سے مٹھائی لی اور بکر کو قبل اپنے کھانے کے احتیاط کے ساتھ دے دی تو بکر استعمال کرسکتا ہے یا نہیں۔ بکر مسلمان اپنے یہاں سے کتھا چونہ زید کو دے دیتا ہے اور جب ضرورت ہوتی ہے تو بکر اپنے یہاں سے پانی وغیرہ اُس کتھے چونے میں ڈال دیتا ہے اور اپنے ہی یہاں کے پانی سے بکر پان وغیرہ بھگو دیتا ہے بلکہ زید خود احتیاط رکھتا ہے کہ جب ضرورت ہوتی ہے تو پانی بکر کے یہاں سے اس میں استعمال کے واسطے منگوا لیتا ہے اس حالت میں پان زید کے ہاتھ کا استعمال کرسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب: نصارٰی کے مذہب میں خون حیض کے سوا شراب، پیشاب، پاخانہ غرض کوئی اصلاً ناپاک نہیں۔ وہ ان چیزوں سے بچنے پر ہنستے اور اپنی ساختہ تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں تو اُن کا ظاہر حال نجاسات سے متلوث ہے امام ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں۔ یتعین علی من لہ امران یقیم من الاسواق من یشتغل بھذا السبب ریرید بیع الاشربۃ الدوائیۃ کشراب العناب وشراب البنفسج وغیر ذلک من اھل الکتاب لان النصارٰی عندھم ابوالرحم طاھرۃ ولایتدینون بترک نجاسۃ الادم الحیض فقط فالشراب الماخوذ من النصارٰی الغالب علیہ انہ متنجس استفسارات ردنصارٰی کے پیش ہوں استفسا

ہیں ہے مسلمان لوگ بول و براز اور خون سے آلودہ رہنے کو عقلاً بھی ناستحسن جانتے ہیں اور عیسائی لوگ اس بات پر انہیں ہنسا کرتے ہیں۔ تو اُن کی چھوئی ہوئی ترچیزوں کا استعمال شرعاً مطلقاً مکروہ و ناپسند جیسے بھیگے ہوئے پان اگرچہ مسلمان ہی کے پانی سے بھیگے ہوں کما حققنا فی کتابنا الاحلی من السکر لطلبۃ سکر دوسرا ادراس کے سوا یہاں ایک دقیقہ انیقہ اور ہے جو اس کراہت کو تر و خشک دونوں کو شامل اور اشد و کامل کرتا ہے شرع مطہر میں جس طرح گناہ سے بچنا فرض ہے یونہی مواضع تہمت سے احتراز ضرور ہے اور بلا وجہ شرعی اپنے اوپر دروازۂ طعن کھولنا ناجائز اور مسلمانوں کو اپنی غیبت و بدگوئی میں مبتلا کرنے کے اسباب کا ارتکاب ممنوع اور انہیں اپنے سے نفرت دلانا قبیح و شنیع۔ احادیث و اقوال ائمہ دین سے اس پر صدہا دلائل ہیں۔ وقد ذکرنا بعضہا فی کتاب الحظر من فتاوٰنا وفی غیرہ من تصانیفنا منہا الحدیث الصحیح بشروا ولا تنفروا وحدیث ایاك ومایعتذر منہ وحدیث ایاك ومایسوء الاذن وحدیث من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التہم الی غیر ذلك من النصوص تو اپنا حقہ چونہ دینا اپنے پانی سے پان بھگونا ساری احتیاط کرنا مگر پان عیسائی کے ہاتھ کا ہونا اس میں سوا اس کے کیا نفع ہے کہ مسلمان نفرت کھائیں بدنام کریں، متہم جانیں غیبت میں پڑیں اسی طرح جب اس کے یہاں کی شیرینی ان مفاسد کا دروازہ کھولتی ہو تو اُس سے بھی احتراز شرعاً درکار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۸۴): ۲۹ صفر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تم مٹی کے برتن کو اب پاک کرکے رکھو تو میں تمہارے چاقو مار دوں۔ اب زید کے لئے کیا حکم ہے بموجب شریعت کے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مذکورہ میں زید نے تین گناہ کئے مسلمان کو ناحق تہدید، مال کو ضائع رکھنے کی تاکید، مسئلہ شرعیہ پر انکار شدید۔ زید پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور عمرو سے بھی اپنا قصور معاف کرالے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۸۵): از پیلی بھیت قاضی محلہ مرسلہ قاضی ممتاز حسین صاحب ممتاز ۲۰ رمضان ۱۳۱۷ھ

اگر کپڑا بقدر درم کے یا کم اس سے پیشاب سے پلید ہوگیا اور پھر وہ کپڑا تہ تو تہ کر سب میں اثر پلیدی سرایت کرگیا تو وہ کپڑا پاک رہے گا یا نہیں۔

الجواب: جب کپڑے کو نجاست پہنچے اور ایک تہ سے دوسری تہ تک سرایت کرے تو ہر تہ کی نجاست جدا شمار میں آئے گی۔ اگر سب مل کر قدر درم سے زائد ہو نماز فاسد ہو خواہ وہ تہیں ایک ہی

کپڑے کی ہوں جیسے دوہرے لباس یا چند کپڑے تو ہر تو بدن پر ہوں شعار و دثار۔ فی رد المحتار فی البحر وغیرہ لایعتبر نفوذ المقدار الی الوجہ الآخر لو الثوب واحدا بخلاف ما اذا کان ذا طاقین للزوم متنجس الوجہین اھ الخ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۸۶): از بریلی عنایت گنج بریلی شہر کہنہ ۲۶ صفر ۱۳۱۸ھ

شیر خوار بچہ کا پیشاب پاک یا ناپاک۔

الجواب: آدمی کا بچہ اگرچہ ایک دن کا ہو اُس کا پیشاب ناپاک ہے اگرچہ لڑکا ہو۔ والمسألۃ دوارۃ متونا وشروحا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۸۷): از اٹاوہ کچہری کلکٹری مکان منشی عنایت اللہ ۱۲ شعبان ۱۳۱۸ھ

جسم پر اگر کوئی نجاست بالتحقیق لگ چکی ہو اور وہاں ورم ہو مثلاً شکم پر ہو یا رانوں تک ورم پہنچا ہو تو نجاست دھوئیں یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: اگر پانی بہانا ضرر کرے تو کسی عرق مثلاً عرق مکو وغیرہ سے کنکنا کرکے دھوئے نجاست حقیقی ان چیزوں سے بھی پاک ہو جاتی ہے ہاں نہانے یا وضو میں پانی کے سوا دوسری چیز کام نہیں دیتی۔ اور اگر ان سے بھی ضرر ہو تو کپڑا پانی یا عرق میں خوب بھگو کر اُس سے موضع نجاست کو ملے۔ دوبارہ دوسرا کپڑا سہ بارہ تیسرا بھگو کر ملے طہارت ہو جائے گی اور اگر یہ بھی نقصان دے تو جب تک حالت ضرر کی ہے ویسے ہی نماز پڑھے معاف ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۱۸۸): از فراشی محلہ ۷ رجب ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لحاف توشک وغیرہ روئی دار کپڑے ناپاک ہو جائیں تو وہ مع روئی کے دُھل کر پاک ہو سکتے ہیں یا روئی علیحدہ ہو کر کپڑا الگ اور روئی الگ دھونے سے پاک ہوگا اور اگر روئی کا سوت کات لیا جائے تو وہ سوت بغیر اس کے کہ دری وغیرہ بنوائی جائے دھونے سے پاک ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: جو کپڑے نچوڑنے میں آسکیں جیسے ہلکی توشک رضائی وغیرہ وہ یونہی دھونے سے پاک ہو جائیں گے ورنہ بہتے دریا میں رکھیں یا اُن پر پانی بہائیں یہاں تک کہ نجاست باقی نہ رہنے پر ظن حاصل ہو یا تین بار دھوئیں اور ہر بار اتنا وقفہ کریں کہ پہلا پانی نکل جائے فی الدر المختار یطہر محل غیر مرئیۃ

بغلبۃ ظن غاسل طہارۃ محلہا بلاعدد به یفتی وقدر ذٰلک لموسوس بغسل وعصر ثلثا فیما ینعصر وتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیرہ مما یتشرب النجاسۃ وھذا کله اذا غسل فی اجانۃ اما لو غسل فی غدیر او صب علیه ماء کثیرا او جری علیه طهر مطلقا بلا شرط عصر وتجفیف و تکرار غمس ھو المختار اھ باختصار ناپاک روئی کا سوت دھونے سے بخوبی پاک ہو سکتا ہے بلکہ دری بنا کر پاک کرنے سے سوت کی تطہیر آسان ہے کہ وہ نچوڑنے میں سہل آسکتا ہے۔ کما لایخفٰی۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۸۹): از شہر کہنہ ۲۷ رجب ۱۳۲۰ھ

غسل خانہ کے چہ بچہ کا پانی گھڑے سے نکالنا اور پھر اُس کو دھو کر استعمال میں لانا مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب: مکروہ نہیں مگر بے ضرورت پینے یا وضو یا کھانا پکانے کے گھڑے سے یہ کام نہ لیا جائے لان الطباع تتنفر عن ھذا وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بشروا ولا تنفروا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۹۰): احمد یار خاں موضع ٹھریا نجابت خاں ضلع وتحصیل بریلی۔

علمائے دین اتباع شرع متین کیا فرماتے ہیں مسئلہ ھذا میں جنبی شخص پیشتر ہاتھ دھو کر ناف سے نیچے ناپاکی دھو لیوے بعدہ تہمد پاک باندھ کر میدان میں غسل مسنون ادا کرے تو اس حالت میں وہ تہمد پاک رہے گا یا ناپاک اور غسل سے وہ آدمی پاک ہوگیا یا ناپاک رہا، اور اُس پانی کی چھینٹ دیگر شخص کے واسطے پاک ہے یا ناپاک۔ بینوا توجروا۔

الجواب: تہبند پاک رہے گا، غسل کا پانی پاک ہے۔ اُس کی چھینٹ سے کوئی ناپاکی نہ آئے گی رہا غسل ادا ہو جانا، اگر تہبند ایسا ہے کہ پانی اُس کے نیچے کے تمام بدن پر بھی ذرہ ذرہ پر بہ جائیگا تو غسل ادا ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۹۱): از ضلع گورکھپور قصبہ مقام ریوڑی متصل تحصیل حکیم جلال الدین بروز سہ شنبہ بتاریخ ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

حلوائیوں کی کڑاہیوں کو کتے چاٹتے ہیں انہیں کڑاہیوں میں وہ شیرینی بنانے ہیں اور دودھ گرم کرتے ہیں۔ اُن کے یہاں کی شیرینی یا دودھ لے کر کھانا پینا درست ہے یا کہ نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: طہارت ونجاست ظاہری میں شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ احتمال سے نجاست

ثابت نہیں ہوتی جس خاص شے کی نجاست معلوم ہو وہی خاص نجس و حرام ہے ولہٰذا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بہ نأخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ مسئلہ کی تمام تر تحقیق و تفصیل ہمارے رسالہ الاحلی من السکر میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۹۱) :- از کوٹ ضلع بجنور محلہ کوٹڑہ مسئولہ امتیاز حسین صاحب ۱۷ شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ اگر مٹی کے برتن مثل پیالے و کونڈے وغیرہ میں نجاست غلیظہ مثل پاخانہ و پیشاب لگ جاوے اور اس کو پانی سے دھو کر پاک کریں اور دھوپ میں خشک کریں اسی طرح تین مرتبہ پاک کر لیا جاوے تو وہ عند الشرع پاک قابل استعمال رہا یا نجس ہے۔

الجواب :- ہاں پاک ہو گیا مٹی کا برتن چکنا استعمالی جس کے مسام بند ہو گئے ہوں جیسے ہانڈی توا تانبے کے برتن کی طرح صرف تین بار دھو ڈالنے سے پاک ہو جاتا ہے اور جو ایسا نہ ہو جیسے پانی کے گھڑے وغیرہ اُن کو ایک بار دھو کر چھوڑ دیں کہ پھر بوند نہ ٹپکے اور تری نہ رہے دوبارہ دھوئیں اور اسی طرح چھوڑ دیں سہ بارہ ایسا ہی کریں پاک ہو جائے گا۔ چینی کا برتن جس میں بال ہو وہ بھی یوں ہی خشک کر کے تین بار دھویا جائے گا ورنہ ثابت ہو تو صرف تین بار دھو دینا کافی ہے مگر نجاست اگر جرم دار ہے تو اس جرم کا چھڑا دینا بہر حال لازم ہے۔ خشک کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اتنی تری نہ رہے کہ ہاتھ لگانے سے ہاتھ بھیگ جائے۔ خالی نم یا سیل کا رہنا مضائقہ نہیں نہ اس کے لئے دھوپ یا سایہ شرط۔ درمختار میں ہے قدر بتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیر منعصر مما یتشرب النجاسۃ والا فبقلعہا کما مر ردالمحتار میں ہے قولہ انقطاع تقاطر زاد القہستانی وذھاب النداوۃ فی التاترخانیۃ حد التجفیف ان یصیر بحال لا ینتل منہ الید ولا یشترط صیرورتہ یابسا جدا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱۹۲) :- مسئولہ مولوی سلیم اللہ صاحب جنرل سکرٹری انجمن نعمانیہ لاہور ۳۰ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کفار کا استعمال کیا ہوا چرس یا ڈول چرسی یا حقہ چرمی دھو کر اور صاف کر کے مسلمان استعمال کر سکتا ہے۔

الجواب :- دھونے صاف کر لینے کے بعد کوئی شبہ نہیں رہتا استعمال بلا شبہ جائز ہے۔ صحیحین و مسند امام احمد و سنن ابی داؤد و جامع ترمذی شریف میں ابو ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے واللفظ للترمذی قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن قدور المجوس فقال انقوھا غسلا واطبخوا فیہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱: (۱۹۴ تا ۱۹۷) از لکھنؤ چوپداری محلہ متصل کوٹھی قدیم عینک سازاں مکان ۱۰۳ مرسلہ حضرت سید محمد میاں صاحب مارہروی ۵ محرم ۱۳۳۲ھ

(۱) کپڑے یا بدن پر کوئی حصہ نجس ہوگیا۔ اُس پر پانی پہلی مرتبہ ڈالا پھر ہاتھ سے اُس کے قطرے پونچھ ڈالے اسی طرح تین مرتبہ پانی ڈالا اور اسی ہاتھ سے جس سے پہلی مرتبہ قطرے پونچھے تھے اس کو دھوئے بغیر قطرے پونچھے تو آیا یہ عضو مغسول اور وہ ہاتھ دونوں پاک ہوجائیں گے بحالیکہ عضو مغسول کو وہ ہاتھ لگا ہے جس نے پہلی اور دوسری تیسری مرتبہ کے غسالہ کو پونچھا تھا اور خود الگ پانی سے دھویا نہ گیا تھا۔

(۲) اگر اس ترکیب سے پاکی نہ ہوسکے تو کیا کیا جائے۔

(۳) بدن کو دھو کر جھٹک دیا سب قطرے گر گئے ہاں وہ رہ گئے جو بال کی جڑ میں ہیں یا بہت ہی باریک ہیں جھٹکنے سے بھی نہیں گرتے تو ایسی صورت میں عضو تین بار دھو ڈالے پاک ہوجائے گا یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیا کرے خاص کر اس صورت میں جب دونوں ہاتھ نجس ہوں۔

(۴) بدن پاک کرنے میں ہر بار کے دھونے میں تقاطر جاتا رہنا ضرور ہے یا مطلقاً ہر قطرہ کا خواہ وہ چھوٹا ہی ہو اور پونچھنے سے صرف بدن پر پھیل کر رہ جاتا ہو اُس کا بھی دور کرنا یعنی وہی پھیلا دینا ضرور ہے۔

الجواب: بدن پاک کرنے میں نہ چھوٹے قطرے صاف کرکے دوبارہ دھونا ضرور نہ انقطاع تقاطر کا انتظار درکار بلکہ قطرات و تقاطر درکنار دھار کا موقوف ہونا لازم نہیں نجاست اگر مرئیہ ہو جب تو اس کے عین کا زوال مطلوب اگرچہ ایک ہی بار میں ہوجائے اور غیر مرئیہ ہے تو زوال کا غلبہ ظن جس کی تقدیر تثلیث سے کی گئی جہاں عصر شرط ہے اور وہ متعذر ہو جیسے مٹی کا گھڑا یا متعسر ہو جیسے بھاری قالین دری توشک لحاف وہاں انقطاع تقاطر باذہاب تری کو قائم مقام عصر رکھا ہے بدن میں عصر ہی درکار نہیں کہ ان کی حاجت ہو صرف تین بار بہ جانا چاہیئے اگرچہ پہلی دھار ابھی حصہ زیریں پر باقی ہے۔ مثلاً ساق پر نجاست غیر مرئیہ تھی۔ اوپر سے پانی ایک بار بہایا وہ ابھی ایڑی سے بہ رہا ہے دوبارہ اوپر سے پھر بہایا ابھی اس کا سیلان نیچے باقی تھا سہ بارہ پھر بہایا جب یہ پانی اُتر گیا تطہیر ہوگئی بلکہ ایک مذہب پر تو انقطاع تقاطر کا انتظار جائز نہیں اگر انتظار کرے گا طہارت نہ ہوگی کہ اُن کے نزدیک تطہیر بدن میں عصر کی جگہ توالی غسلات یعنی تینوں غسل پے درپے ہونا ضرور ہے مذہب ارجح میں اگرچہ اس کی بھی ضرورت نہیں مگر خلاف سے بچنے کے لئے اُس کی رعایت ضرور مناسب ہے۔ اس تقریر سے تین سوال اخیر کا جواب ہوگیا۔ درمختار

میں ہے۔ یطھر محل نجاسۃ مرئیۃ بقلعھا ای بزوال عینھا واثرھا ولو بمرۃ او بما فوق ثلث فی الاصح ولا یضر بقاء اثر لازم ومحل غیر مرئیۃ بغلبۃ ظن غاسل طھارۃ محلھا بلا عدد بہ یفتی وقدر بغسل وعصر ثلثا فیما ینعصر مبالغا بحیث لا یقطر وبتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیر منعصر مما یتشرب النجاسۃ والا فبقلعھا رد المحتار میں ہے بتثلیث جفاف ای جفاف کل غسلۃ من الغسلات الثلاث وھذا شرط فی غیر البدن ونحوہ اما فیہ فیقوم مقامہ توالی الغسل ثلثا قال فی الحلیۃ والاظھر ان کلا من التوالی والجفاف لیس بشرط فیہ وقد صرح بہ فی النوازل وفی الذخیرۃ ما یوافقہ اھ واقرہ فی البحر۔ رہا سوال اول یہ تو ظاہر ہوگیا کہ ہر بار قطرات کا پونچھنا فضول تھا بلکہ بلاوجہ ہاتھ ناپاک کرلینا مگر جبکہ اس نے ایسا کیا مثلاً پاؤں پر نجاست تھی بیدھے ہاتھ میں لوٹا لے کر اس پر پانی بہایا اور جو قطرات باقی رہے بائیں ہاتھ سے پونچھ لئے تو یہ ہاتھ ناپاک ہوگیا مگر ایسی نجاست سے کہ دو بار دھونے سے پاک ہو جائے گی۔ اس لئے کہ ایک بار دھل چکی اب پاؤں پر دوبار پانی ڈالنا تھا، دوسری بار کے بعد ایک ہی بار ڈالنا تھا لیکن اس نے دوبارہ دھو کر نجس ہاتھ سے پھر اس کے قطرے پونچھے تو اب پاؤں کو وہ نجاست لگ گئی جو دوبار دھونے کی محتاج ہے تو پاؤں کو پھر دوبار دھونے کی ضرورت ہوگئی اور ہاتھ بدستور اسی نجاست سے نجس رہا اس میں تخفیف نہ ہوئی کہ اس پر سیلان آب نہ ہوا اب پاؤں پر سہ بارہ کا پانی دوبارہ کے حکم میں ہے کہ اس کے بعد ایک بار اور دھونے کی حاجت ہے۔ لیکن اُس نے اس کے بعد بھی وہی نجس ہاتھ اس کے قطرات صاف کرنے میں استعمال کیا تو اب پھر پاؤں کو دوبار دھونے کی ضرورت ہوگئی وھکذا ابداً اسے لازم کہ پاؤں پر دو بار پانی بہائے اور قطرات نہ پونچھے اور وہ ہاتھ جدا دوبار دھولے۔ رد المحتار میں ہے۔ قال فی الامداد والمیاہ الثلثۃ متفاوتۃ فی النجاسۃ فالاولی یطھر ما اصابتہ بالغسل ثلثا والثانیۃ بالثنتین والثالثۃ بواحدۃ وکذا الاوانی الثلثۃ التی غسل فیھا واحدۃ بعد واحدۃ وقیل یطھر الاناء الثالث بمجرد الاراقۃ والثانی بواحدۃ والاول بثنتین اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۱۹۵): از سرنیا ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب رضوی۔ ۱۶ شوال ۱۳۲۲ھ

اگر کپڑوں پر بیلوں کے پیشاب گوبر وغیرہ کی چھینٹیں پڑیں اور کپڑے بدلنے کی فرصت نہیں ہے نماز ایسی حالت میں ہوگی یا نہیں۔

الجواب: اگر چھینٹیں چہارم کپڑے سے کم پر پڑی ہیں نماز ہو جائے گی ورنہ نہیں اور کھیت کے کام

سے فرصت مذ ہونے کا کچھ اعتبار نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۹: از موضع بھوٹا بھوٹی بسوٹو لانڈ ملک افریقہ مرسلہ حاجی اسمٰعیل میاں صاحب صدیقی حنفی قادری ابن امیر میاں ۲۳ صفر ۱۳۳۶ھ

گھی گرم تھا اُس میں مرغی کا بچہ گرا اور فوراً مر گیا۔ یہ گھی کھانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: گھی ناپاک ہوگیا بے پاک کئے اُس کا کھانا حرام ہے۔ پاک کرنے کے تین طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ اُتنا ہی پانی اُس میں ملا کر جنبش دیتے رہیں یہانتک کہ سب گھی اوپر آجائے اُسے اتارلیں اور دوسرا پانی اُسی قدر ملا کر یونہیں کریں پھر اتار کر تیسرے پانی سے اسی طرح دھوئیں اور اگر گھی سرد ہوکر جم گیا ہو تو تینوں بار اُس کے برابر پانی ملا کر جوش دیں یہاں تک کہ گھی اوپر آجائے اُتارلیں۔ **اقول** جوش دینے کی پہلی ہی بار حاجت ہے پھر تو گھی رقیق ہوجائے گا اور پانی ملا کر جنبش دینا کفایت کرے گا۔ ردالمحتار میں ہے۔

قال فی الدرر لو تنجس الدھن یصب علیہ الماء فیغلی فیعلو الدھن الماء فیرفع بشیئ ھکذا ثلاث مرات اھ وھذا عند ابی یوسف خلافاً لمحمد وھو اوسع وعلیہ الفتوی کما فی شرح الشیخ اسمٰعیل عن جامع الفتاوی وقال فی الفتاوی الخیریۃ لفظۃ فیغلی ذکرت فی بعض الکتب والظاھر انھا من زیادۃ الناسخ فانا لم نرمن شرط لتطھیر الدھن الغلیان مع کثرۃ النقل فی المسألۃ والتتبع لھا الا ان یراد بہ التحریک مجازاً فقد صرح فی مجمع الروایۃ وشرح القدوری انہ یصب علیہ مثلہ ماء ویحرک فتامل اھ ویحمل علی ما اذا جمد الدھن بعد تنجسہ ثم رأیت الشارح صرح بذلک فی الخزائن فقال والدھن السائل یلقی فیہ الماء والجامد یغلی بہ حتی یعلو الخ

دوم ناپاک گھی جس برتن میں ہے اگر جمنے کی طرف مائل ہوگیا ہو آگ پر پگھلالیں اور ویسا ہی پگھلا ہوا پاک گھی اُس برتن میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ گھی سے بھر کر اُبل جائے سب گھی پاک ہوجائے گا جامع الرموز میں ہے المائع کالماء والدبس وغیرھما طہارتہ باجرائہ مع جنسہ مختلطاً بہ۔

سوم دوسرا گھی پاک لیں اور مثلاً تخت پر بیٹھ کر نیچے ایک خالی برتن رکھیں اور پرنالے کی شکل کسی چیز میں وہ پاک گھی ڈالیں اس کے بعد یہ ناپاک گھی اُسی پرنالے میں ڈالیں یوں کہ دونوں کی دھاریں ایک ہوکر پرنالے سے برتن میں گریں اسی طرح پاک وناپاک دونوں گھی ملا کر ڈالیں یہاں تک کہ سب ناپاک گھی پاک گھی سے ایک دھار ہوکر برتن میں پہنچ جائے سب پاک ہوگیا۔ خزانہ میں ہے اناءان ماء احدھما طاھر والاٰخر

نجس نصبا من مكان عال فاختلطافى الهواء تنجس لاطاهر كله پہلے طریقہ میں پانی سے گھی کو تین بار دھونے میں گھی خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور دوسرے طریقہ میں اُبل کر ٹھنڈا گھی ضائع جائے گا۔ تیسرا طریقہ بالکل صاف ہے مگر اس میں احتیاط بہت درکار ہے کہ برتن میں ناپاک گھی کی کوئی بوند نہ پاک سے پہلے پہنچے نہ بعد کو گرے نہ پرنالے میں بہاتے وقت اس کی کوئی چھینٹ اڑکر پاک گھی سے جدا برتن میں ورنہ جتنا برتن میں پہنچا یا اب پہنچے گا سب ناپاک ہوجائے گا۔ واللہ اعلم

مسئلہ۱۲۰: از کٹک بخشی بازار متصل مسجد مولوی صاحب۔ مرسلہ داور علی خاں صاحب سہاوری، ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۲۶ھ

انگلی پر نجاست لگ جائے اور اُسے چاٹ لیا جائے تو انگلی پاک ہوجائے اور منہ بھی پاک رہے۔

الجواب: انگلی کی نجاست چاٹ کر پاک کرنا کسی سخت گندی ناپاک روح کا کام ہے اور اسے جائز جاننا شریعت پر افترا و اتہام اور تحلیل حرام اور قاطع اسلام ہے اور یہ کہنا محض جھوٹ ہے کہ مونہہ بھی پاک رہے گا نجاست چاٹنے سے قطعاً ناپاک ہوجائے گا اگرچہ بار بار وہ نجس ناپاک تھوک یہاں تک نگلنے سے کہ اثر نجاست کا منہ سے دھل کر سب پیٹ میں چلا جائے پاک ہوجائے گا مگر اس چاٹنے نگلنے کو وہی جائز رکھے گا جو نجس کھانے والا ہے۔ الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت اولئک مبرؤن مما یقولون۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۰۱): از بنگلور بازار مرسلہ قاضی عبدالغفار صاحب مدرسہ ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۲۶ھ

ہنود سے اشیاء خوردنی جیسے دودھ دہی گھی ترکاری شیرینی وغیرہ تر یا خشک کا استعمال اہل سُنت کے نزدیک درست ہے یا حرام اور آیۂ انما المشرکون نجس اہل تشیع کا اشیاء مذکورہ میں کیا خیال ہے اور مجدد صاحب کا اس امر میں کیا فتوٰی ہے۔

الجواب: آیۂ کریمہ انما المشرکون نجس اُن کے نجاست قلب و نجاست دین کے بارے میں ہے، اجسام اگر ملوّث بہ نجاست ہیں نجس ہیں ورنہ نہیں۔ تمام کتب فقہ متون و شروح و فتاوٰی اس کی تصریحات سے مالامال ہیں اُن کے یہاں کا گوشت تو ضرور حرام ہے مگر اُس حالت میں کہ مسلمان نے اللہ عزوجل کے لئے ذبح کیا اور بنانے پکانے لانے کے وقت مسلمانوں کی نگاہ سے غائب نہ ہوا کوئی نہ کوئی مسلمان اُسے دیکھتا رہا تو اُس وقت حلال ہے ورنہ حرام اور باقی اشیاء جن میں نجاست یا حرمت متحقق و ثابت ہے نجس و حرام

ہیں ورنہ طاہر و حلال کہ اصل اشیاء میں طہارت و حلت ہے۔ قال تعالیٰ خلق لکم ما فی الارض جمیعا جب تک کسی عارض سے اس اصل کا زوال ثابت نہ ہو حکم اصل ہی کے لئے رہے گا۔ محرر المذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بہ نأخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ مگر اس میں شک نہیں کہ ہنود بلکہ تمام کفار اکثر ملوث بہ نجاست رہتے ہیں بلکہ اکثر نجاستیں اُن کے نزدیک پاک ہیں بلکہ بعض نجاستیں ہنود کے خیال میں پاک کنندہ ہیں توجہاں تک دشواری نہ ہو اُن سے بچنا اولیٰ ہے غرض فتویٰ جواز اور تقویٰ احتراز روافض کا خیال ضلال ہے اور اس مسئلہ میں حضرت مجدد کا کوئی خیال مجھے اس وقت یاد نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۰۲) :- از ڈاک خانہ رامو چکما کول ضلع چٹا گانگ مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید محمد مفیض الرحمن صاحب ۹۔ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

جو زمین ناپاک دھوپ کی وجہ سے پاک ہوگئی اب اُس زمین پر اگر کوئی گیلا پیر رکھ دے اور مٹی لگ جائے تو کیا پیر ناپاک ہوگا۔

الجواب :- جب زمین کو زوال اثر کے بعد حکم طہارت دے دیا گیا اب وہ پانی پڑنے سے ناپاک نہ ہوگی تر پاؤں اُس پر رکھ دینے سے ناپاک نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۰۳، ۲۰۴) :- از شہر کہنہ ۱۲، رمضان ۱۳۳۶ھ

بچے زمین پر پیشاب پاخانہ کرتے تھے اس پر راب گر گئی وہ سب اٹھا کر آڑے میں اس کی کھانچی پڑی کھاجر کے سوا رپڑا اب وہ کچی شکر پاک ہوئی یا پکا کر پاک یا کس طرح پاک ہو۔

(۲) کرسی یا چوہے کی مینگنی کھانے میں نکل آئے تو کیا کیا جائے۔

الجواب :- (۱) جب بچے زمین پہ پاخانہ پھرتے ہیں وہ اُٹھا دیا جاتا ہے زمین کھرچ دی جاتی ہے پیشاب کرتے ہیں وہ خشک ہوجاتا ہے اُس کا اثر زائل ہوجاتا ہے زمین پاک ہوجاتی ہے۔ شبہ اور وہم بالائی منع ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) کرسی تر کھانے جیسے شوربے کو ناپاک کر دے گی اور جس میں ایسی تری نہ ہو جیسے چاول اگر پک جانے کے بعد گری تو اُس کے پاس کے دانے جُدا کر دیے جائیں اور اگر جس وقت پانی تھا اس وقت گری تو سب ناپاک ہے جانور کو کھلا دے اور مینگنی اگر بکری کی ہے تو اُس کا بھی حکم یہی ہے اور چوہے کی ہے اور اناج مثلاً

روٹی یا دلیہ یا دال یا شر کھچڑی میں نکلی تو معاف ہے جبکہ اتنی نہ ہو کہ اس کا مزہ کھانے میں آگیا ہو اور اگر شوربے دار سالن میں نکلی تو اُسے نہ کھانا چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۰۵):۔ از ضلع بلیا مسئولہ سید محمد رضا۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص غسل خانہ مسجد میں غسل کیا گھڑا پانی کا اتفاقاً ایک منٹ زمین پر رکھ دیا اب وہ گھڑا کا پیندا تین مرتبہ آب طاہر سے غوطہ دینے سے وہ پاک اور طاہر ہوا قابل استعمال کے ہو گیا یا نہیں اگر پاک ہو گیا تو کیوں قیمت اُس کی ہنود کے اس شخص گھڑا زمین پر رکھنے والے سے طلب کی جاتی ہے کیا وہ غوطہ دینے سے پاک نہیں ہوا نجس کا نجس رہا اگر ایسا رہا تو متابعت ہنود کی کی گئی اور دوسرا امر یہ ہے کہ اگر کوئی جاہل شخص اپنے تئیں مولوی کہلوائے تو شرع میں اس کے لئے کیا حکم ہے صورتہائے مذکورہ میں صاف صاف جواب مزین بدستخط و مہر مرحمت ہو۔

الجواب:۔ فقط تین غوطے دینے سے پاک نہیں ہو سکتا نہ زمین پر رکھ دینا ناپاک کرے جب تک زمین کی ناپاکی قابل سرایت بوجہ تری ثابت نہ ہو، قیمت مانگنے کی ضرورت بلکہ ناپاک ہوا ہو تو اُس سے پاک کرایا جائے جو نہ صرف غوطے بلکہ تین بار دھونے اور ہر بار خشک کرنے سے ہوگا۔ لوگ مولوی کہیں تو اس پر الزام نہیں ہاں وہ خود کہے کہ مجھے مولوی کہو تو الزام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۰۶):۔ از بریلی محلہ گندا نالہ مسئولہ محمد جان صاحب ۱۱۔ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کھانا پلنگ پر کسی برتن میں رکھا تھا اور قریب ہی ایک کتے کو کھڑا دیکھا کسی نے منہ ڈالتے نہیں دیکھا البتہ کچھ نشانات کھانے کے کرنے کے اور برتن میں بھی اُس طرف جس طرف کتا کھڑا تھا کچھ جگہ خالی دیکھی اس صورت میں کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ جبکہ اُس طرف برتن خالی ہونے اور کھانا کرنے کی اور کوئی وجہ ظاہر نہ ہو اور کتا موجود ہے تو ضرور اس نے کھایا اور کھانا ناپاک ہو گیا اگر تر مثل شیر و شوربا ہے تو سب اور خشک مثل برنج ہے تو جہاں منہ لگا ہے وہاں سے اتار کر پھینک دیں باقی پاک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۰۷):۔ از بریلی شہر کہنہ مسئولہ سید گوہر علی حسین صاحب قائم مقام معتمد انجمن خادم المسلمین۔ بریلی۔ ۴۔ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سڑکوں پر چھڑکاؤ کرنے کی غرض سے پانی حوضوں میں بھرا

بھرا جاتا ہے اور اُس میں اکثر ہاتھ منہ اور کپڑے وغیرہ دھوئے جاتے ہیں۔ چھڑکاؤ کرنے والے بہشتی انہیں حوضوں سے پانی لے کر اور مشکوں میں بھر کر چھڑکاؤ کرتے ہیں اور بعدہ مشکوں کو ایک دفعہ پانی سے دھو کر اہل محلہ کے یہاں پانی بھرتے ہیں آیا پانی خورد و نوش میں استعمال کرنے کے قابل ہے اور پاک ہے واضح رہے کہ غیر مسلم بھی بہشتیوں کی ان حرکات پر نفریں کرتے ہیں۔

الجواب: صورت مسئولہ میں حکم جواز ہے جب تک کسی خاص حالت میں نجاست ثابت نہ ہو۔ نص علیہ فی کتب المذھب قاطبۃ ومن احسن من بینہ مصنف الطریقۃ المحمدیۃ وشارحھا قدس سرھما وقد فصلناہ فی الاحلی من السکر کفار کی نفریں و آفریں کچھ ملحوظ نہیں حلوائیوں کی کڑھائیاں جن کو شب بھر کتے چاٹیں صبح وہ اپنے مظنون النجاست پانی سے دھوئیں اور سال بھر کے باندھے انگوچھے سے پوچھیں جس میں تقریباً چھٹانک بھر پیشاب ہوگا یہ کچھ قابل نفریں نہیں اور ان کا دودھ مٹھائی طیب اور وہ پانی نجس۔ شریعت ایسے مہمل فرق نہیں فرماتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۴۸): از شہر بریلی بہاری پور مدرسہ نار مل اسکول مسئولہ خالق داد خان صاحب ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک خاکروب نے ایک سقہ کی تر مشک چھو دی ہے۔ اس صورت میں وہ مشک پاک رہی یا ناپاک۔ اور اگر ناپاک ہے تو کسی طرح سے وہ پاک ہو سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب: تین بار اس جگہ پر پانی بہا دیں۔ تطییباً للقلب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۴۹): از بریلی بھیت محلہ بھورے خاں مرسلہ سید محمد معین صاحب ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ روغن زرد رقیق دیگچی میں کوٹھری کے اندر رکھا تھا کتا اندر گیا اور جا کر کتے نے دیگچی کھول کر کھایا ہوگا فوراً کوٹھری میں جا کر کتے کو ہٹایا تو اُس کے منہ سے گھی گرتا نظر آیا مگر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا آیا وہ گھی قابل کھانے کے رہا یا نہیں اور رہا تو کس صورت میں۔

الجواب: گھی ناپاک ہو گیا اگر رقیق ہے تو سب اور جما ہوا ہے تو جہاں سے کھایا وہ جگہ ناپاک ہوئی باقی پاک رہا۔ یہ جو جاہلوں میں مشہور ہے کہ اس صورت میں ناپاک نہ ہوگا کہ آنکھ سے تو نہ دیکھا محض جہالت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۱۰) :- از سسونہ ڈاک خانہ شیشگڑھ ضلع بریلی مرسلہ علی جان خاں ۱۶- ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک خاکروب نے کھیلیاں دکاندار سے خریدیں اور اپنے کپڑے میں لے لیں بعد کو کسی جہت پر کھیلوں کے ڈھیر میں لوٹ دیں اب وہ کھیلیں پاک ہیں یا ناپاک تعالیٰ ذوا اس کے شیرینی لڈو پیڑہ جیسی اگر خاکروب ہاتھ میں یا کپڑے میں لے لیوے تو وہ پاک رہی یا ناپاک۔ بینوا توجروا

الجواب :- اگر اس کے ہاتھ میں نجاست ہو اور ہاتھ یا جو چیز اس نے لی تر ہو تو وہ شے ناپاک ہو جائیگی اور خشک چیز خشک ہاتھ یا کپڑے میں لینے سے ناپاک نہ ہو گی مگر بھنگی کی چھوئی ہوئی چیز سے لوگ نفرت کرتے ہیں لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ بشروا ولا تنفروا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۱۱) :- از رامپور مرسلہ جناب گل احمد صاحب افغان خراسانی۔ ۱۹- شوال المکرم ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے ہاتھی کو قریب کنوئیں کے نہلاتا ہے اور اس کی چھینٹیں کنوئیں کے اندر جاتی ہیں اور جس ڈول میں ہاتھی پانی پیتا ہے وہی بار بار کوئیں میں ڈالتا ہے ایسی صورت میں کنوئیں کا کیا حکم ہے۔ اس کے پانی کا استعمال غسل، وضو کھانے پینے میں کرنا درست ہے یا نہیں اور اگر اس سے وضو یا غسل کیا تو نمازوں کا اعادہ کیا جاوے گا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب :- ہاتھی کے بدن کی چھینٹیں اگرچہ مذہب راجح میں ناپاک نہیں مگر اس کا پیا ہوا پانی اور وہ ڈول جس میں پانی پیا یقیناً ناپاک ہیں جب وہی ڈول کنوئیں میں ڈالا سب پانی ناپاک ہو گیا۔ اس کا استعمال وضو غسل وخورد و نوش میں حرام ہے اور وضو غسل کیا تو بدن اور کپڑے پاک کئے جائیں اور نمازیں پھیری جائیں۔ اور ہاتھی والے کو اس حرام حرکت سے باز رکھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۱۲) :- مسئولہ ننھے خاں کانکر ٹولہ شہر کہنہ ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نطفہ آدمی کی پیدائش کا قرار پاتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک۔

الجواب :- منی مطلقاً ناپاک ہی ہے سوا ان پاک نطفوں کے جن سے تخلیق حضرات انبیا علیہم الصلاۃ والسلام ہوئی اور خود انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے نطفے کہ ان کا پیشاب بھی پاک ہے۔ یونہی تمام فضلات۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۱۲): از بلڈانہ برار صوبہ اسٹیشن متعلق ملکاپور مدرسہ اسلامیہ مسئولہ سراج الدین صاحب ۱۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیل گاڑی ہانکنے والا جس کے پاس ایک کرتا اور ایک ہی پاجامہ ہے یہی پیشہ ہی ہے گاڑی کے کرائے سے شکم سیری کرتا ہے بیلوں کو ہانکنے کے وقت بیلوں کے پیشاب و گوبر کی چھینٹ دم بیل کے ہلانے سے سب جگہ لگی، بڑے بڑے داغ کپڑوں پر آئے، دھونے کی فرصت نہیں ملی اس حالت میں نماز پنجگانہ ادا کرنے کی شرع شریف میں کیا تعلیم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بیلوں کا گوبر پیشاب نجاست خفیفہ ہے جب تک چہارم کپڑا نہ بھر جائے یا متفرق اتنی پڑی ہوں کہ جمع کرنے سے چہارم کپڑے کی مقدار ہو جائے کپڑے کو نجاست کا حکم نہ دیں گے اور اس سے نماز ہو جائے گی اور بالفرض اگر اس سے زائد بھی دھبے ہوں اور دھونے سے سچی معذوری یعنی حرج شدید ہو تو معاف ہے جائز ہے۔ نقلہ طحطاوی عن محمد اخذا بالبلوی کما فی الدر المختار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۱۳): از شہر گیا محلہ نذر گنج مسئولہ شمس الدین و احمد اللہ خان صاحبان شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سوئر اور کتا اور ہاتھی کس وجہ خاص سے نجس گردانے گئے ہیں بدلائل آیات قرآن مجید۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جس وجہ خاص سے تم طاہر کیے گئے ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۱۴): از نگینہ ضلع بجنور محلہ شیخ کی سرائے تیرہ ہاران مسئولہ حافظ بشیر احمد صاحب شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ کورا کپڑا بازار کا خریدا ہوا دیسی ہو یا انگریزی جبکہ قیمت دے کر خرید لیا ہو وہ بلا دھوئے ہوئے پہننا جائز ہے اور نماز اس پر درست ہے۔ دوسرا کہتا ہے بغیر دھوئے نماز جائز نہیں کہ اس کے طاہر ہونے کا یقین نہیں۔ کس کا قول صحیح ہے۔ بینوا توجروا۔

لے صحہ الناسخ وصوابہ اخرای فی اخر امرہ حین دخل الری مع الخلیفۃ ورأی بلوی الناس من امتلاء الطرق والخانات وقاس المشائخ علی قولہ ھذا طین بخاری فتح واختارہ مجدد المائۃ الحاضرۃ سیدی ووالدی اعلیحضرت قدس سرہ دفعا للحرج عن الفلاحین ومن حذا حذوھم ھذا ولذا اختارھما فی الخنی قولھما انھا مخففۃ واستظہرہ فی الشرنبلالیۃ وعزاہ الی مواھب الرحمن تکن فی النکت للعلامۃ قاسم ان قول الامام بالتغلیظ رجحہ فی المبسوط وغیرہ ولذا جری علیہ اصحاب المتون اھ ۱۲ الفقیر حامد رضا القادری الرضوی البریلوی

الجواب:۔ ظاہر ہوتے پر یقین کی اصلاً حاجت نہیں آدمی جو کپڑے پہنے سوتا ہے جاگنے پر کیا یقین ہے کہ انہیں کوئی نجاست نہ پہنچی۔ کپڑے کے استعمال اور اس سے نماز پڑھنے کے لئے صرف اتنا درکار ہے کہ اس کا نجس ہونا معلوم نہ ہو دیسی یا انگریزی جتنے کپڑے خرید سے جائیں یا بے خریدے ملیں جب تک ان کی نجاست معلوم نہ ہو پاک ہیں یہ خیال بے اصل ہے کہ قیمت دینے سے پاک ہوں گے۔ وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۱۵) از موضع خورد منوڑا ک خانہ یدو سرائے۔ ضلع بارہ بنکی مرسلہ صفدر علی صاحب ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صابون دیسی یا ولایتی مروجہ کا استعمال زندہ اور مردہ کے لئے جائز ہے یا ناجائز۔ قطعی فیصلہ ہونا چاہئے۔

الجواب:۔ مسلمان کا بنایا ہوا صابون جائز ہے اور ہندو یا مجوسی یا نصرانی کا بنایا ہوا صابون جس میں چربی پڑتی ہو اگرچہ گائے یا بکری کی ناپاک و حرام ہے۔ دیسی ہو یا ولایتی اور جس میں چربی نہ ہو جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۱۶) مرسلہ حاجی اسماعیل میاں بن حاجی امیر میاں قادری کاٹھیاواڑی از جنوبی افریقہ مقام چھوٹا جھوٹی برٹش باسوٹو لینڈ۔

اگر تیل یا گھی گرم ہو یا سرد اس میں حرام جانور مثلاً چوہا بلی یا کتا یا خنزیر وغیرہ جانور اندر مر گیا یا چھوٹا گر گیا اب وہ گھی و تیل وغیرہ کیسے پاک ہوگا اور وہ کھانا درست ہوگا یا نہیں۔

الجواب:۔ گھی اگر رقیق پتلا ہے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ مسئلہ پنجم میں گزرا اور اگر جما ہوا ہے تو اس جانور یا اس کے منہ لگنے کی جگہ سے تھوڑا سا گھی کھرچ کر پھینک دیں باقی پاک ہے احمد و ابوداود و ابوہریرہ اور دارمی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا وقعت الفارۃ فی السمن فان کان جامدا فالقوھا وما حولھا اگر جمے ہوئے گھی میں چوہا گر جائے تو چوہا اور اس کے آس پاس کا گھی نکال کر پھینک دو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب الاستنجاء

مسئلہ (۲۱۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے لوٹے سے وضو کیا اس میں پانی

بچ رہا اُس بچے ہوئے پانی سے چھوٹا یا بڑا استنجا یا وضو کرنا کیسا ہے اور اُسے پھینک دینا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: پھینک دینا تو تضییع مال ہے کہ شرع میں قطعاً ممنوع اور وضو کرنا بیشک جائز مگر یہ کہ اُس میں مائے مستعمل اس قدر گر گیا ہو کہ غیر مستعمل پر غالب آگیا۔ رہا استنجا۔ جواز میں تو اُس کے بھی شبہ نہیں نہ کسی کتاب میں اُس کی ممانعت نظر فقیر سے گزری ہاں اس قدر ہے کہ بقیۂ وضو کے لئے شرعاً عظمت و احترام ہے اور نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت کہ حضور نے وضو فرما کر بقیۂ آب کو کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔ اور ایک حدیث میں روایت کیا گیا کہ اُس کا پینا ستر مرض سے شفا ہے تو وہ ان امور میں آب زمزم سے مشابہت رکھتا ہے ایسے پانی سے استنجا کرنا مناسب نہیں۔ تنویر کے آداب وضو میں ہے و ان یشرب بعدہ من فضل وضوئہ مستقبل القبلۃ قائما۔ درمختار میں ہے کماء زمزم جامع ترمذی میں سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مروی کہ انہوں نے کھڑے ہو کر بقیۂ وضو پیا پھر فرمایا احببت ان اریکم کیف کان طھور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں نے چاہا کہ تمہیں دکھادوں نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ وضو کیونکر تھا۔ ردالمحتار میں ہے۔ ماء زمزم شفاء وکذا فضل الوضوء وفی شرح ھدیۃ ابن العماد لسیدی عبدالغنی النابلسی ومما جربتہ انی اذا اصابنی مرض اقصد الاستشفاء بشرب فضل الوضوء فیحصل لی الشفاء وھذا دابی اعتمادا علی قول الصادق صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ھذا الطب النبوی الصحیح اھ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۲۱۸): حاجی اللہ یار خان صاحب ۲۲۔ رمضان مبارک ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مصلّی کے بائیں ہاتھ میں ایسی چوٹ لگ گئی ہے کہ حرکت نہیں کر سکتا پانی سے استنجا کرنے سے معذور ہے البتہ داہنے ہاتھ سے ڈھیلوں سے صاف کر سکتا ہے۔ ایسا شخص نماز پڑھ سکتا ہے اور امامت اُس کی جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: داہنے ہاتھ سے استنجا اگرچہ ممنوع وگناہ ہے صحیح حدیث میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے نہی فرمائی کما اخرجہ احمد والشیخان عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مگر جب عذر سے ہے تو کچھ مواخذہ نہیں فان الضرورات تبیح المحظورات درمختار میں ہے کرہ تحریما بیمین ولا عذر بیسارہ اھ ملخصا اور نجاست جب مخرج بول وبراز سے مقدار درہم سے زیادہ تجاوز نہ کرے تو ڈھیلے کافی ہوتے ہیں

اُن کے بعد پانی لینا فقط سنت ہے درمختار میں ہے الغسل بالماء بعد الحجر سنۃ اھ ملخصا یہ سنت بھی اگرچہ باقی سنن مؤکدہ کے مثل ہے جس کا ترک بے شک باعث کراہت علی ما حققہ المحقق علی الاطلاق فی الفتح وتبعہ تلمیذہ المحقق ابن امیر الحاج فی الحلیۃ مگر حالت عذر ہمیشہ مستثنیٰ ہوتی ہے اور ترک سنت صحت نماز میں خلل انداز نہیں پس صورت مستفسرہ میں بلا تامل نہ اس شخص کی اپنی نماز میں حرج نہ امامت میں نقصان البتہ اگر نجاست مخرج کے علاوہ قدر درم سے زیادہ ہو تو اس وقت پانی سے دھوئے بغیر طہارت نہیں ہوسکتی درمختار میں ہے یجب ای غسلہ ان جاوز المخرج نجس مانع ویعتبر القدر المانع للصلوۃ فیما وراء موضع الاستنجاء ایسی حالت میں اگر پانی پر کسی طرح ہاتھ سے قدرت نہ پائے تو اس کی اپنی نماز ہوجائے گی درمختار میں ہے لو شلتا سقط اصلا مگر امامت نہیں کرسکتا۔ کما لایخفی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۱۹) ۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور اصحاب اولیاء نے پیشاب کے بعد اکثر مرتبہ استنجا پانی سے کیا یا ڈھیلوں سے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عادت اس باب میں مختلف تھی۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر مٹی سے استنجا فرماتے اور حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی سے۔ کشف الغمہ میں ہے کان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یبول کثیرا ثم یمسح بالتراب او الحائط ثم یقول ھکذا علمنا ولم یبلغنا انہ کان یغسلہ بالماء بعد وکان حذیفۃ لایجمع بین الماء والحجر اذا بال وکذلک عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فکانا یغسلان بالماء فقط اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دونوں صورتیں ثابت ہیں۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیشاب کے بعد پانی سے استنجا فرماتے احمد والترمذی وصححہ والنسائی عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت مرن ازواجکن ان یغسلوا اثر الغائط والبول فان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یفعلہ اور وہی روایت فرماتی ہیں کہ ایک بار حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیشاب فرمایا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی لے کر کھڑے ہوئے فرمایا کیا ہے عرض کی استنجے کے لئے پانی فرمایا مجھ پر واجب نہیں کیا گیا کہ ہر پیشاب کے بعد پانی سے طہارت کروں ابوداود وابن ماجۃ بسند حسن عن ام المومنین عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت بال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فقام عمر خلفه بکوز من ماء فقال ماھذا یا عمر فقال ماء تتوضؤ به قال ما امرت کلما بلت ان اتوضأ ولو فعلت لکان سنة حلیہ میں ہے المراد بالوضوء ھنا الاستنجاء بالماء کما ذکرہ النووی اور مسئلہ یہ ہے کہ ڈھیلے اور پانی دونوں سے استنجاء جائز ہے جس سے کرے گا کافی ہوگا اور افضل یہ ہے کہ دونوں کو جمع کرے فی الھندیة عن التبیین الافضل ان یجمع بینھما۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۲۲۰): از گنگٹ مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان استوٹ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اگر کسی جگہ پرانا کپڑا یا مٹی کا ڈھیلا یا ریت نہ ہو تو وہاں پتھر سے استنجا سکھانا کیسا ہے اور اگر ٹھیکری دور پر ہر شے موجود ہے اور برالکس کر گیا اور پتھر سے سکھایا تو کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: استنجا خشک کرنے میں ہر بے قیمت بیکار پاک چیز کہ رطوبت کو جذب کرکے موضع کو صاف کردے ڈھیلا ہو یا پتھر مٹی ہو یا پرانا کپڑا، زمین ہو یا دیوار سب برابر ہے ہاں ہڈی یا کوئلا یا پکی اینٹ یا ٹھیکری یا چونا نہ ہو۔ درمختار میں ہے (الاستنجاء سنة مؤکدۃ بنحو حجر) مما ھو عین طاھرۃ قالعة لاقیمة لھا کمدر (منق وکرہ بعظم وروث واجر وخزف وزجاج وفحم وجص غیرہ وکل ماینتفع به۔ نور الایضاح میں ہے یکرہ الاستنجاء بجص اھ ملتقطین رد المحتار میں ہے قال فی البدائع السنة ھو الاستنجاء بالاشیاء الطاھرۃ من الاحجار والامدار والتراب والخرق البوالی اھ ومثله الجدار الاجدار غیرہ کالوقف ونحوہ وللمستاجر الاستنجاء بالحائط ولو الدار مسبلة اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۲۲۱): ۲۷ صفر از کھنڈوا ضلع نماڑ ملک متوسط مرسلہ مولوی اللہ یار خاں صاحب از مکان منشی حبیب اللہ تحصیلدار

باحسن آداب زانوئے ادب تہ کردہ بعرض مستفیضان باریابان حضور فیض معمور می رساند درین ولا ضرورتے درمسئلہ کتاب منیة المصلی واقع ست بہذا بخدمت فیض درجات عالی منقبت محی مراسم شریعت ماحی لوازم بدعت مظہر حسنات ملت بیضا منبع برکات شریعت غرا جناب مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ فیضہم وظلہم وبرکاتہم استفتا مع عبارت یکرہ دخول المخرج لمن فی اصبعه خاتم فیه شیئ من القرآن لمافیه من ترک التعظیم ارسال می نمایند معنی دخول مخرج بہ تصریح ترجمہ اردو ارشاد فرمایند کہ چہ مراد مؤلف ست ومعنی لغوی واصطلاحی صیغہ مخرج درینجا چیست۔ بینوا توجروا۔

الجواب: مولانا المکرم اکرمکم اللہ تعالٰی وکرّم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مخرج بجائے خروج و اینجا مراد بیت الخلاست کہ محلِ خروجِ خارج ست خارج بول وبراز را نامند چنانکہ در ردالمحتار در آداب استنجا فرمودہ وبدن فی الخارج وحلق موے دُبر را تعلیل نمود کیلا یتعلق بہ شیئ من الخارج وتوانند کہ خلا را مخرج گفتن ازاں عالم باشد کہ بیابان مہلکہ را مفازہ یعنی جائے فوز ونجات خوانند زیراکہ دخول خلا محض بہر برآمدن ست وداخل در عین دخول بقصد تعجیل خروج پس گویا او مدخل نیست مخرج ست فافہم بالجملہ معنی دخول المخرج پاخانے میں جانا وحاصل مسئلہ آنکہ ہرکہ در دست او خاتمی ست کہ بروے چیزے از قرآن یا از اسمائے معظمہ مثل نام الٰہی یا نام قرآن عظیم یا انبیا یا ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والثنا نوشتہ است او مامور ست کہ چوں بخلا رود خاتم از دست کشیدہ بیروں نہد افضل ہمیں ست والرخوف ضیاع باشد در جیب اندازد یا بچیزے دیگر بپوشد کہ ایں ہم روا است اگرچہ بے ضرورت احتراز ازو اولٰی ست اگر ازیں نہا ہیچ نکرد وہمچناں در خلا رفت مکروہ باشد علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ در غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی زیر ہمیں عبارت مذکور فرماید یکرہ دخول المخرج ای الخلاء وفی اصبعہ خاتم فیہ شیئ من القراٰن او من اسمائہ تعالٰی لما فیہ من ترک التعظیم وقیل لایکرہ ان جعل فصہ الی باطن الکف ولوکان ما فیہ شیئ من القراٰن او من اسمائہ تعالٰی فی جیبہ لاباس بہ وکذا لوکان ملفوفا فی شیئ والتحرز اولٰی در مراقی الفلاح است یکرہ دخول الخلاء ومعہ شیئ مکتوب فیہ اسم اللہ او قراٰن علامہ طحطاوی در حاشیہ اش فرمود لما روی ابوداود والترمذی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا دخل الخلاء نزع خاتمہ ای لان نقشہ محمد رسول اللہ اھ قلت بل رواہ الاربعۃ وابن حبان والحاکم وبعض اسانیدہ صحیح ثم قال اعنی الطحطاوی قال الطیبی فیہ دلیل علی وجوب تنحیۃ المستنجی اسم اللہ تعالٰی واسم رسولہ والقراٰن اھ وقال الابہری وکذا سائر الرسل وقال ابن حجر استفید منہ انہ یندب لمرید التبرز ان ینحی کل ما علیہ معظم من اسم اللہ تعالٰی او نبی او ملک فان خالف کرہ لترک التعظیم اھ وھو الموافق لمذھبنا کما فی شرح المشکوٰۃ در دُرِّ مختار ست رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہ والاحتراز افضل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۲۲): از پٹنہ مرسلہ ابوالمساکین مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان کے اکثر شہروں میں مثل

لکھنو و پٹنہ عظیم آباد اکثر لوگ بعد فراغت بول کلوخ سے استنجا نہیں کرتے بلکہ صرف پانی پر اکتفا کرتے ہیں، آیا اُن کا پائجامہ یا تہبند نجس ہوتا ہے یا نہیں اور ایسے شخص کی امامت میں کوئی خرابی لازم آتی ہے یا نہیں اور بعض آدمیوں کا بیان ہے کہ پانی پینے سے قطرہ رُک جاتا ہے یہ صرف اُن کا خیال ہی خیال ہے یا واقعی امر ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: کلوخ و آب میں جمع افضل ہے نفس سنت ہر ایک سے ادا ہو جاتی ہے سب سے اولیٰ جمع ہے پھر تنہا آب پھر تنہا کلوخ صرف پانی پر قناعت سے کپڑا نجس نہیں ہوتا۔ نماز و امامت میں کوئی حرج نہیں والمسائل فی الحلیۃ و ردالمحتار وغیرھما پانی خصوصاً سرد اکثر امزجہ میں بوجہ تکثیف ضرور انسداد قطرہ پر معین ہوتا ہے۔ حدیث میں خروج مذی پر غسل مذاکیر کے حکم کو علماء نے اسی حکمت پر محمول کیا ہے کما افادہ الامام الطحاوی فی شرح معانی الآثار اور بحال برودت مثانہ نزول قطرہ کا اور مؤید ہوتا ہے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۲۳) ۲ رجب مرجب ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہڈی سے استنجا کس وجہ سے ناجائز ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ وہ خوراک جن کی ہے۔ اس کی اصل ہے یا نہیں۔ اور اگر خوراک جن کی ہے تو اُن کے کفاروں کی ہے یا مسلمانوں کی بھی۔ بینوا توجروا۔

الجواب: قوم جن کے وفد جو بارگاہ اقدس حضور پُرنور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ اور اپنے اور اپنے جانوروں کے لئے خوراک طلب کی۔ اُن سے ارشاد ہوا لکم کل عظم ذکر اسم اللّٰہ علیہ یقع فی ایدیکم اوفر مایکون لحما وکل بعرۃ علف لدوابکم تمہارے لئے ہر ہڈی ہے جس پر اللہ عزوجل کا نام پاک لیا جائے یعنی حلال مذکّی جانور کی ہڈی ہو وہ تمہارے ہاتھ میں اس حال پر ہوگی جیسی اُس وقت تھی جب اُس پر گوشت پورا اور کامل تھا (یعنی گوشت بھرائی ہوئی ہڈی تمہیں مع گوشت ملے گی) اور ہر مینگنی تمہارے چوپایوں کے لئے چارہ ہے پھر انسانوں سے ارشاد ہوا فلا تستنجوا بھما فانھما طعام اخوانکم ہڈی اور مینگنی سے استنجا نہ کرو کہ وہ تمہارے بھائیوں کی خوراک ہے رواہ مسلم فی صحیحہ عن ابی مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۲۴) مسئولہ شاہ سید مہدی حسن میاں صاحب از سرکار مارہرہ شریف۔ ۳ شعبان معظم ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ رشید احمد گنگوہی کا ایک مرید کہتا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں کوئی کراہت نہیں وہ حدیث سے ثابت ہے۔ اس باب میں جو حکم ہو حدیث وفقہ سے بیان فرمائیں واجرکم علی اللہ تعالیٰ۔

الجواب

اقول کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں چار حرج ہیں اول بدن اور کپڑوں پر چھینٹیں پڑنا جسم ولباس بلاضرورت شرعیہ ناپاک کرنا اور یہ حرام ہے۔ بحرالرائق میں بدائع سے ہے۔ اما تنجیس الطاہر فحرام ذکرہ فی بحث الماء المستعمل ردالمحتار میں ہے مافی شرح المنیۃ فی الانجاس من ان التلوث بالنجاسۃ مکروہ فالظاہر حملہ علی ما اذا کان بلاعذر والوطئ عذر اسی میں ہے افتی بعض الشافعیۃ بحرمۃ جماع من تنجس ذکرہ قبل غسلہ الا اذا کان بہ سلس فیحل کوطئ المستحاضۃ مع الجریان ویظہر انہ عندنا کذلک لمافیہ من التضمخ بالنجاسۃ بلاضرورۃ لامکان غسلہ بخلاف وطئ المستحاضۃ ووطئ السلس تأمل دوم ان چھینٹوں کے باعث عذاب قبر کا استحقاق اپنے سر پر لینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تنزھوا من البول فان عامۃ عذاب القبر منہ پیشاب سے بہت بچو کہ اکثر عذاب قبر اُسی سے ہے۔ رواہ الدارقطنی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صالح وللحاکم بلفظ استنزھوا وقال صحیح علی شرطھما رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو شخصوں پر عذاب قبر ہوتے دیکھا فرمایا کان احدھما لایستتر من بولہ وکان الاٰخر یمشی بالنمیمۃ ان میں ایک تو اپنے پیشاب سے آڑ نہ کرتا تھا اور دوسرا چغلخوری کرتا۔ رواہ الستۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سوم رہگزر پر ہو یا جہاں لوگ موجود ہوں تو باعث بے پردگی ہوگا۔ بیٹھنے میں رانوں زانوؤں کی آڑ ہو جاتی ہے اور کھڑے ہونے میں بالکل بے ستری اور یہ باعث لعنت الٰہی حدیث میں ہے لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ جو دیکھے اُس پر بھی لعنت اور دکھائے اُس پر بھی لعنت ھکذا فی حفظی ولایحضرنی الاٰن من خرجہ واللہ تعالیٰ اعلم چہارم بے نصاریٰ سے تشبہ اور اُن کی سُنّت مذمومہ میں اُن کا اتباع ہے آج کل جن کو یہاں یہ شوق جاگا ہے اُس کی یہی علت اور یہ موجب عذاب وعقوبت ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے لاتتبعوا خطوات الشیطٰن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من تشبہ بقوم فھو منھم اس حرکت سے نہی اور اس کے بے ادبی وجفا وخلاف سنت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہونے میں احادیث صحیحہ معتمدہ وارد ہیں

حدیث اوّل امام احمد و ترمذی و نسائی اور ابن حبان صحیح میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی من حدثکم ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یبول قائما فلا تصدقوہ ما کان یبول الا قاعدا جو تم سے کہے کہ حضور اقدس اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوکر پیشاب فرماتے اُسے سچا نہ جاننا حضور پیشاب نہ فرماتے تھے مگر بیٹھ کر۔ امام ترمذی فرماتے ہیں حدیث عائشۃ احسن شیئ فی ھذا الباب واصح جتنی حدیثیں اس مسئلہ میں آئیں اُن سب سے یہ حدیث بہتر و صحیح تر ہے۔ یہی حدیث صحیح ابو عوانہ و مستدرک حاکم میں ان لفظوں سے ہے ما بال قائما منذ انزل علیہ القرآن جب سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن مجید اُترا کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہ فرمایا **اقول** وبہ اندفع ما وقع للامامین الشہاب ابن حجر العسقلانی فی فتح الباری والبدر محمود العینی فی عمدۃ القاری حیث قال واللفظ للعینی الجواب عن حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہ مستند الی علمہا فیحمل علی ما وقع منہ فی البیوت واما فی غیر البیوت فلا تطلع ھی علیہ وقد حفظہ حذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو من کبار الصحابۃ اھ وذلک انہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا انما ولدت بعد نزول القرآن بخمس سنین فکیف یحمل علی ما رأت من فعلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی البیوت وانما تقولہ عن توقیف وبہ یترجح ان حدیث حذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان لعذر وللاعذار مستثناۃ عقلا وشرعا ثم اذا ثبتت ھذہ سنتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختلیا فی بیتہ الکریم ثبت دلالۃ فی الخارج فان خارج البیوت احوج الی الستر والتزام الادب قال العینی وایضا یمکن ان یکون قول عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ما بال قائما یعنی فی منزلہ والا اطلاع لہا علی ما فی الخارج اھ **اقول** ما ھو الا الاول وقد علمت ردہ فلا ادری ما معنی قولہ وایضا۔

حدیث دوم بزار اپنی مسند میں بسند صحیح بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلاث من الجفاء ان یبول الرجل قائما او یمسح جبہتہ قبل ان یفرغ من صلاتہ او ینفخ فی سجودہ تین باتیں جفا و بے ادبی سے ہیں یہ کہ آدمی کھڑے ہوکر پیشاب کرے یا نماز میں اپنی پیشانی سے (مثلاً مٹی یا پسینہ) پونچھے۔ یا سجدہ کرتے وقت (زمین پر مثلاً غبار صاف کرنے کو) پھونکے تیسیر میں ہے رجالہ رجال الصحیح اس حدیث کے راوی ثقہ معتمد صحیح کے راوی ہیں عمدۃ القاری میں ہے رواہ البزار بسند صحیح اسے بزار نے بسند صحیح روایت کیا۔ قال وقال الترمذی حدیث بریدۃ فی ھذا غیر محفوظ

وقول الترمذی یُرَدّ به حدیث سوم ترمذی وابن ماجہ وبیہقی امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال رأنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وانا ابول قائما فقال یا عمر لا تبل قائما فما بلت قائما بعدُ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے کھڑے ہوکر پیشاب کرتے دیکھا فرمایا اے عمر! کھڑے ہوکر پیشاب نہ کرو۔ اُس دن سے میں نے کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہ کیا۔ **حدیث چہارم** ابنِ ماجہ وبیہقی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ان یبول الرجل قائما رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ امام خاتم الحفاظ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ رہی حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم سباطة قوم فبال قائما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک گھورے پر تشریف لے گئے اور وہاں کھڑے ہوکر پیشاب فرمایا رواہ الشیخان ائمہ کرام وعلمائے اعلام نے اس سے بہت جواب دیئے اوّل یہ حدیث اُم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منسوخ ہے۔ یہ امام ابوعوانہ نے اپنی صحیح اور ابن شاہین نے کتاب السنہ میں اختیار کیا وتعقبهما العسقلانی والعینی فقالا الصواب انه غیر منسوخ زاد العینی لان کلا من عائشة وحذیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہما اخبر بما شاھدہ اھ **اقول** معلوم ان حدیث حذیفة رضی اللہ تعالیٰ عنه لم یکن فی اٰخر عمرہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وقد رأته اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا واطلعت علی افعاله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الی یوم لحق اللہ عزوجل وانما یؤخذ بالاٰخر فالاٰخر من افعاله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فکون کل اخبر بما شاھد لایمنع النسخ اذا علمنا ان احدی المشاھدتین متأخرة مستمرة والحاوی علی حکم النسخ ما صح من قوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم انه من الجفاء وقد کان صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ابعد الناس عنه **دوم** اُس وقت زانوئے مبارک میں زخم تھا بیٹھ نہ سکتے تھے یہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہوا حاکم ودارقطنی وبیہقی اُن سے راوی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بال قائما من جرح کان بمابضه لکن ضعفه ھذان وابن عساکر فی غرائب مالک وتبعهم الذھبی فقال منکر **سوم** وہاں نجاسات کے سبب بیٹھنے کی جگہ نہ تھی امام عبدالعظیم زکی الدین منذری نے اس کی ترجیح کی قال العینی قال المنذری لعله کانت فی السباطة نجاسات رطبة وھی رخوة فخشی ان یتطایر علیه قال العینی قیل فیه نظر لان القائم اجدر بھذہ الخشیة من القاعد وقال الطحاوی لکون ذلک

سہلا یخد رفیه البول فلا یرتد علی البائل اھ **اقول** انما اتجه هذا علی المنذری لزیادته خشیة التطایر ولو قال کما قلت لسلم فقد تکون مجمع نجاسات رطبة لا یوجد معه موضع جلوس ثم رأیت فی المرقاة قال السید جمال الدین قیل فعل ذلك لانه لم یجد مکانا للقعود لامتلاء الموضع بالنجاسة اھ فهذا ما ذکرت وهو الصواب فی الجواب۔ **چہارم** اُس میں ڈھال ایسا تھا کہ بیٹھنے کا موقع نہ تھا اُسے ابہری وغیرہ نے نقل کیا قال العینی قال بعضهم لانه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لم یجد مکانا للقعود لکون الطرف الذی یلیه من السباطة علیا مرتفعا اھ وقال القاری فی المرقاة قال الابھری قیل کان مایقابله من السباطة عالیا ومن خلفه منحدرا مستفلا لو جلس مستقبل السباطة سقط الی خلفه ولو جلس مستدبرا لها بدا عورته للناس اھ وقال بعد اسطر قیل فعل ذلك لانه ان استدبر السباطة تبدو العورة للمارة وان استقبلها خیف ان یقع علی ظهره مع احتمال ارتداد البول الیه **اقول اولا** فی هذه الزیادة ما علمت ان القائم اجدر به **وثانیا** لو کان مایستقبله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم منها عالیا مرتفعا لم یکن ان یختاره لهذا لارتداد البول ح قطعا بل الصواب فیه ما قال ابن حبان کما نقل عنه فی فتح الباری انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لم یجد مکانا یصلح للقعود فقام لکون الطرف الذی یلیه من السباطة کان عالیا فامن ان یرتد الیه شیئ من بوله اھ فجعل ما قام علیه عالیا ومایقابله منحدرا وجعله سبب الامن من ارتداد البول فانقلب الامر علی من نقل عنه الابھری فجعل ما قام علیه منحدرا ومایقابله عالیا وجعله سبب خوف السقوط فی القعود مع انه کذلك فی القیام الا نادرا **فان قلت** هذا یرد علی ابن حبان ایضا اذ لا یظهر الفرق فی مثله بین القیام والقعود لان الصبب اذا کان بحیث لا یستقر علیه القاعد فکذا القائم **اقول** بلی قد تکون کهیأة مثلث له حرف دقیق یستقر علیه القائم اذا وضع علیه وسط قدمیه لاعتدال الثقل فی الجانبین بخلاف القاعد فانه لا مستقر علیه الا لقدمیه وساقیه وثقل سائر جسمه لا حامل له۔ **پنجم** اس وقت پشت مبارک میں درد تھا اور عرب کے نزدیک یہ فعل اس سے استشفا ہے۔ یہ جواب امام شافعی وامام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ہے چالیس طبیبوں کا اتفاق ہے کہ حمام میں ایسا کرنا ستر مرض کی دوا ہے۔ ذکرہ القاری عن مزین العرب عن حجة الاسلام قال العینی قال الشافعی لما سألہ حفص الفرد عن الفائدة فی بوله قائما العرب تستشفی لوجع الصلب

بالبول قائماً فتری انہ کان بہ اذذاك اھ وفی فتح الباری روی عن الشافعی واحمد فذکر نحوہ قال العینی قلت یوضح ذلك حدیث ابی ھریرۃ رضی اﷲ تعالٰی عنہ المذکور اٰنفاً اھ **اقول** لا ادری ماھذا فاین فعل شیئ للاستشفاء من مرض قصداً غیر مضطر الیہ من فعلہ مع عدم الاختیار لاجل الاضطرار

ششم زعم المازری فی کتاب العلم فعل ذلك لانہا حالۃ یؤمن فیہا خروج الحدث من السبیل الاٰخر بخلاف القعود ومنہ قول عمر رضی اﷲ تعالٰی عنہ البول قائماً احصن للدبر اھ نقلہ فی العمدۃ زاد العسقلانی ففعل ذلك لکونہ قریباً من الدیار اھ **اقول** وانا استبشع مثل ھذہ التعلیلات فی افعالہ صلی اﷲ تعالٰی علیہ وسلم وقد عصمہ اﷲ تعالٰی من کل مایستھجن

ہفتم قال العینی تکلموا فی سبب بولہ صلی اﷲ تعالٰی علیہ وسلم قائماً فقال القاضی عیاض انما فعل لشغلہ بامور المسلمین فلعلہ طال علیہ المجلس حتی حصرہ البول ولم یمکن التباعد کعادتہ واراد السباطۃ لدمثہا واقام حذیفۃ لیسترہ عن الناس اھ **اقول** ای مساس لھذہ السببیۃ الفعل قائماً انما ھو وجہ لترکہ صلی اﷲ تعالٰی علیہ وسلم الابعاد المعتاد لہ وفی ھذا ذکرہ فی فتح الباری فھذا یحتاج فی تشدیدہ الی ان یضم الیہ ماذکر المازری والا بطل کما یحتاج ماذکر المازری فی تاییدہ الی ان یضم الیہ ھذا کما فعل ابن حجر والا ضعف،

ہشتم قال ابو القاسم عبداﷲ بن احمد بن محمود البلخی فی کتابہ المسمی بقبول الاخبار ومعرفۃ الرجال حدیث حذیفۃ ھذا فاحش منکر لاتراہ الامن قبل بعض الزنادقۃ قال الامام العینی بعد نقلہ ھذا الکلام سوء لایساوی سماعہ وھو فی غایۃ الصحۃ اھ ووقع القاری عقب ذکر حدیث الحذیفۃ وانہ متفق علیہ قال الشیخ لوصح ھذا الحدیث لکان فیہ غنی عن تقدم لکن ضعفہ الدارقطنی والبیہقی والاظھر انہ فعل ذلك لبیان الجواز نقلہ الابھری اھ **اقول** الشیخ ھو الامام ابن حجر العسقلانی وانما قال ھذا فی حدیث ابی ھریرۃ المار فلا ادری ممن وقع ھذا التخلیط من الابھری او من القاری

اقول وباﷲ التوفیق نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک بار یہ فعل وارد ہوا اور صحیح حدیث سے ثابت کہ نزولِ قرآن کریم سے آخر عمر اقدس تک عادتِ کریمہ ہمیشہ بیٹھ ہی کر پیشاب فرمانے کی تھی اور صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو جفا و بے ادبی فرمایا اور متعدد احادیث میں اس سے نہی و ممانعت آئی تو واجب کہ ممنوع ہو اور انہیں احادیث کو ان پر

ترجیح بوجوہ ہو **اوّلاً** وہ ایک بار کا واقعہ حال ہے کہ محل صدگونہ احتمال ہے **ثانیاً** فعل وقول میں جب تعارض ہو قول واجب العمل ہے کہ فعل احتمال خصوص وغیرہ رکھتا ہے **ثالثاً** مبیح وحاظر جب متعارض ہوں حاظر مقدم ہے **ثم اقول** نفس حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان مقلدان نصرانیت پر رد ہے وہاں کافی بلندی تھی اور نیچے ڈھال اور زمین گھوڑے کے سبب نرم کہ کسی طرح چھینٹ آنے کا احتمال نہ تھا۔ سامنے دیوار تھی اور گھورا فنائے دار میں تھا نہ کہ گزر گاہ پس پشت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کھڑا کر لیا تھا اس طرف کا بھی پردہ فرمایا اس حالت میں پشت اقدس پر بھی نظر پڑے ناپسند نہ آیا ان احتیاطوں کے ساتھ تمام عمر مبارک میں ایک بار ایسا منقول ہوا۔ کیا یہ نئی روشنی کے مدعی ایسی ہی صورت کے قائل ہیں۔ سبحان اللہ! کہاں یہ اور کہاں ان بے ادبوں کے نامہذب افعال اور ان پر معاذ اللہ حدیث سے استدلال ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ؎ کارِ پاکان را قیاس از خود مگیر ❊ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر ❊ او گمان بردہ کہ من کردم چو او ❊ فرق را کے بیند آں استیزہ جو" واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ (۲۲۵): از موضع منصور پور متصل ڈاکخانہ قصبہ شیش گڈھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خاں ۳۰ محرم ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لوٹا پانی سے استنجاء وضو درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر یہ مطلب ہے کہ استنجاء کے بچے ہوئے پانی سے وضو کیا جائے یا نہیں تو جواب یہ ہے کہ حرج نہیں اور اگر یہ مطلب ہے کہ اتنے تھوڑے پانی میں استنجاء وضو دونوں کر لینا تو جواب یہ ہے کہ استنجا میں تطہیر شرط ہے اتنا دھونا کہ بدن پر سے چکنائی جاتی رہے اور وضو میں بُن موئے تھوڑی کے نیچے اور ایک کان سے دوسرے کان تک سارے منہ اور ناخنوں سے کہنیوں کے اوپر تک دونوں ہاتھ اور گٹوں تک دونوں پاؤں ایک ایک بار دھونا فرض ہے اور تین تین بار سنت یوں کہ اتنے جسم کے ایک ایک ذرہ پہ پانی بہتا ہوا گزرے۔ اگر کوئی ذرہ پانی بہنے سے رہ جائے گا اگرچہ بھیگا ہاتھ اس پر گزر جائے تو وضو نہ ہوگا نماز نہ ہوگی اور اگر تین بار کامل ہر ہر ذرہ پر بہا تو سنت ادا نہ ہوگی اور ابتدائے وضو میں تین بار کلائیوں تک ہاتھ دھونا تین بار سارا دہن حلق کی جڑ تک دھونا تین بار ساری ناک میں اوپر تک پانی چڑھانا سنت ہے اور ایک چُلّو پانی مسح سر کو چاہئے یہ سب باتیں بلا افراط وتفریط جتنے پانی میں ادا

ہوجائیں اُسی قدر درکار ہے لوٹے دو لوٹے کی کوئی تخصیص نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۲۶): از ضلع ناگپور ڈاکخانہ محلہ نیا بازار حافظ محمد اکبر، بروز شنبہ ۲۴ رجب ۱۳۳۴ھ

چہ میفرمایند علمائے دین متین رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم دریں مسئلہ کہ بیعت کردن یعنی مرید شدن بدست اشرف علی دیوبندی بہ کاغذات جائز ست یا نہ۔ اور ان کے رسالوں پر علانیہ عمل کریں یا استنجا کرکے پھینک ڈالیں بقول فقہائے کے یجوز الاستنجاء باوراق المنطق۔ اور یہ رسالے منطق سے بھی زیادہ خراب ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اشرف علی کے ہاتھ پر بیعت حرام قطعی ہے بالمشافہ ہو خواہ بذریعہ تحریر بلکہ بیعت درکنار علمائے حرمین طیبین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے من شك فی عذابه وکفرہ فقد کفر جو اس کے اقوال پر مطلع ہوکر اس کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر۔ اشرف علی اور تمام دیوبندی عقیدے والوں کی کتابیں کتب منطق بلکہ فلسفہ بلکہ ہنود کی پوتھیوں سے بدتر ہیں کہ انہیں دیکھ کر مسلمان کے بگڑنے کی اتنی توقع نہیں جو ان کتابوں سے ہے ان کا دیکھنا بے شک حرام ہے مگر وہ اُن کے ورقوں سے استنجا کیا جائے یہ زیادتی ہے اور بعض فقہا کا وہ لکھ دینا مقبول نہیں حروف کی تعظیم لازم ہے نہ کہ اُن کی کتابیں کہ اُن کی کتابوں میں قال اللہ و قال الرسول بھی ہے جس سے وہ عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔ ایک امام کا بعض نوجوانوں پر گزر ہوا جنھوں نے نشانہ پر ابوجہل کا نام لکھ کر لگایا اور اُس پر تیر اندازی کر رہے تھے امام نے انہیں منع فرمایا جب اُدھر سے واپس تشریف لائے ملاحظہ فرمایا کہ انہوں نے نام ابوجہل کے حروف متفرق کردیے اب ان پر تیر لگا رہے ہیں۔ فرمایا میں نے تمہیں نام ابوجہل کی تعظیم کو نہ کہا تھا بلکہ حروف کی تعظیم کو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۲۷، ۲۲۸): مسئولہ معرفت آدم جی سیٹھ مقیم بہ در دولت اعلیحضرت قبلہ، شنبہ یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱) عورت بعد پیشاب کلوخ لے یا صرف پانی سے استنجا کرے۔

(۲) بعد پیشاب بحالت کلوخ میں سلام کرنا یا سلام کا جواب۔ یا کلوخ کرتے ہوئے کو سلام کرنا کیسا ہے۔

الجواب: (۱) دونوں کا جمع کرنا افضل ہے اور اُس کے حق میں کلوخ سے کپڑا بہتر ہے۔

(۲) نہ اُس پر سلام کیا جائے نہ وہ سلام کرے اور نہ جواب دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۲۹) :- ازمقام بھوٹا بھوٹی بسوٹولانڈ ملک افریقہ مرسلہ حاجی اسمٰعیل میاں صاحب حنفی قادری ابن امیر میاں ۲۳ صفر ۱۳۳۴ھ

مسلمان کو کھڑے ہوکر پیشاب کرنا جائز ہے یا نہیں زید کہتا ہے بلند مکان پر جائز ہے۔

الجواب :- کھڑے ہوکر پیشاب کرنا مکروہ اور سنت نصاریٰ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من الجفاء ان یبول الرجل قائما بے ادبی و بد تہذیبی ہے یہ کہ آدمی کھڑے ہوکر پیشاب کرے رواہ البزار بسند صحیح عن بریدۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اس کی پوری تحقیق مع ازالہ اوہام ہمارے فتاوے میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

سوال (۲۳۰) دوم :- بعد فراغت جائے ضرور کے کاغذ سے استنجا پاک کرنا جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے ریل گاڑی میں درست ہے۔

الجواب :- کاغذ سے استنجا کرنا مکروہ و ممنوع اور سنت نصاریٰ ہے کاغذ کی تعظیم کا حکم ہے۔ اگرچہ سادہ ہو اور لکھا ہوا ہو تو بدرجۂ اولٰے درمختار میں ہے کرہ تحریما بشیئ محترم ردالمحتار میں ہے۔ یدخل فیہ الورق قال فی السراج قیل انہ ورق الکتابۃ وقیل ورق الشجر وایھما کان فانہ مکروہ واقرہ فی البحر وغیرہ والعلۃ فی ورق الشجر کونہ علفاللدواب اونعومتہ فیکون ملوثا غیر مزیل وکذا ورق الکتابۃ لصقالتہ وتقومہ ولہ احترام ایضا لکونہ اٰلۃ کتابۃ العلم ولذا عللہ فی التاترخانیۃ بان تعظیمہ من ادب الدین ونقلوا عندنا ان للحروف حرمۃ ولو مقطعۃ وذکر بعض القراء ان حروف الھجاء قراٰن انزلت علٰی ھود علیہ الصلوۃ والسلام اور ریل کا عذر صرف زید ہی کو لاحق ہوتا ہے اور مسلمانوں کو کیوں نہیں ہوتا۔ کیا ڈھیلے یا پرانا کپڑا نہیں رکھ سکتے ہاں سنت نصارٰے کا اتباع منظور ہو تو یہ قلب کا مرض ہے دوا چاہیئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۳۱) :- از قصبہ داساواڑہ ضلع کاٹھیاواڑ مرسلہ سید احمد صاحب پیش امام ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے بعد پیشاب کلوخ لیا اور استنجا کرنا بھول گیا بعد اس کے نماز ادا کرلی یا ادائگی نماز یا بعد نماز یاد آیا کہ میں استنجا بھول گیا نماز ہوگئی یا اعادہ کرنا چاہیئے

الجواب: اگر پیشاب روپے بھر سے زیادہ جگہ میں نہ پھیلا تھا تو صرف ڈھیلا طہارت کے لئے کافی ہے نماز ہوگئی اور اگر روپے بھر سے زیادہ جگہ میں پھیل گیا تھا تو ڈھیلے سے طہارت نہیں ہو سکتی پانی سے دھونا فرض ہے اگر نماز میں یاد آئے فوراً جدا ہو جائے اور استنجا کرے اور مستحب یہ ہے کہ اس کے بعد وضو بھی پھر کرے اور نماز پھر پڑھے اور اگر نماز کے بعد یاد آیا تو اب استنجا کرکے دوبارہ پڑھے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۲۲): از موضع چھپڑا ڈاکخانہ باسی ضلع پورنیہ مرسلہ کلیم الدین ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

پیشاب کرکے اسی جلسہ میں بغیر کلوخ کے استنجا کرنا صرف پانی سے درست ہے یا نہیں یا کلوخ لینا ضرور ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغیر کلوخ کے صرف پانی سے استنجا اسی جلسہ میں کرتے تھے ہم لوگوں کے واسطے کیوں ناجائز ہوگا۔

الجواب: ناجائز نہیں ہے صرف افضل ہے کہ ڈھیلے کے بعد پانی ہو اور بغیر ڈھیلے کے اسی جلسہ میں ہو تو اقویا کے لئے جن کو قطرہ آنے کا اندیشہ نہ ہو یا جن کو قطرہ حرارت سے آتا اور پانی سے بند ہو جاتا ہو ان کے لئے کوئی حرج نہیں ورنہ ناجائز ہے کہ استبرا واجب ہے یعنی وہ فعل کرنا کہ اطمینان ہو جائے کہ اب قطرہ نہ آئے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۲۳): از کاٹھیاوار گونڈل مرسلہ سیٹھ عبدالستار صاحب قادری برکاتی رضوی ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ۔

یہاں مسجد جامع میں پیشاب خانے اس طرح بنے ہوئے ہیں کہ استنجے کے وقت آدمی کا رخ مشرق اور پشت مغرب کی طرف ہوتی ہے یہ کیسا ہے باوجود علماء کے منع کرنے کے بھی اہل محلہ بے پرواہی کرکے ایسے پیشاب خانے بدلنے کی کوشش نہیں کرتے ان کے حق میں کیا حکم ہے نیز اس شخص کے لئے جو ہمیشہ ان پیشاب خانوں میں مشرق کی طرف منہ اور مغرب کی طرف پشت کرکے پیشاب وغیرہ کرتا ہو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: پیشاب کے وقت منہ نہ قبلہ کو ہونا جائز ہے نہ پشت جو لوگ ایسا کریں خطا کار ہیں مہتممین مسجد یا اہل محلہ پر واجب ہے کہ ان کا رخ جنوباً شمالاً کر دیں اور جب تک ایسا نہ ہو پیشاب کرنے والوں پر لازم ہے کہ رخ بدل کر بیٹھیں ممکن ہے کہ جو لوگ واقف ہوں وہ ایسا ہی کرتے ہوں مسلمان پر نیک گمان چاہئے صرف

اتنی وجہ سے اُن کی امامت ناجائز نہیں کہی جاسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۲۴): مسئولہ شاہ محمد از دار العلوم منظر اسلام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید در وقت خشک کردن استنجا بر عمرو سلام علیک گفت۔ آیا عمرو کہ استنجا خشک میکند جواب سلام زید را یا نہ۔ واگر دہد چہ گناہ ست واگر گناہ ست دلیل چیست۔

الجواب:۔ او ہمچناں ست کہ بہ کسے ہنگام کمیز انداختنش سلام کنی کہ خشک کردن نبود مگر بسبب بقائے قطرات بول واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۲۵):۔ از چوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

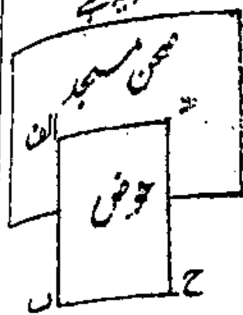
چہ میفرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ شخصے را عادت است کہ چوں ذکر او می شپلد بر سر آں بول برآید و می ایستد رواں نمی گردد واگر نمی شپلد بر سر آں بول نمود ار نشود آیا دریں صورت وضو اش شکستہ شود یا نہ اگر دریں حالت وضو بشکند آیا صاحب عذر شود یا نہ یا حکم است کہ او نہ شپلد و نہ وسواس کند ہر گاہ کہ بول آید وضو بکند ہر چہ بگنجد بفرمایند اگر ایں عادت بود و او وضو می کرد نماز ہا خواندہ است آیا جملہ نماز باز گرداند یا معاف ست یا باعث حرج بسیار ازیں سوال بے ادبی معاف فرمایند۔

الجواب:۔ تمیز تا آنکہ بر لب عضو بر نیاید وضو بجائے خود است نماز ہا کہ ایں چناں گزاردہ است بے خلل ست فشردن عضو پس از بول سنت بیش نیست اگر دیدا ند کہ ہر بار کہ می فشرد چیزے برمی آید و منقطع نمی شود واگر نفشرد بر نیاید آنگاہ او را فشردن بکار نیست ہمچناں وضو کردہ نماز گزارد و وسوسہ را بدل راہ ندہد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۲۶):۔ از شہر بریلی (دار العلوم) منظر اسلام مسئولہ مولوی حشمت علی صاحب طالب العلم دار العلوم مذکورہ ۹۔ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کا صحن اس طرح پر ہے کہ نصف حوض کے داہنے بائیں صحن مسجد ہے اور نصف کے ارد گرد صرف زمین مقام الف میں اس کے میڑھیاں ہیں زید کو مرض ہے کہ اگر ڈھیلا لے کر فوراً علی الانفصال پانی سے استنجا پاک نہ کرے تو قطرہ آجاتا ہے اب

وہ استنجا کرتا ہوا آیا ہے پانی حوض میں بہت نیچا ہو گیا ہے اور ادھر ادھر لوٹوں میں وضو کا بچا ہوا پانی رکھا ہے وہ مقام ب سے فصیل فصیل مقام الف تک ہاتھ میں ڈھیلا لئے (درحالیکہ رزائی یا چادر وغیرہ اوڑھے ہوں) جا کر پانی لاسکتا ہے یا نہیں۔



الجواب: جبکہ حوض کی فصیل ہی پر گیا اور چادر اوڑھے ہے صحن مسجد میں قدم نہ رکھا یوں جا کر پانی لے آیا اور غسلخانہ میں استنجا کیا تو اصلاً کسی قسم کا حرج نہیں حوض و فصیل حوض مسجد سے خارج ہے ولہذا اس پر وضو و اذان بلا کراہت جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۳۷): از رنگون مرسلہ سیٹھ عبد الستار ابن اسماعیل صاحب رضوی ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد استنجا لینے پیشاب کرنے کے بجائے کلوخ کے وقت ضرورت جاذب (انگریزی ساخت کا بلاٹنگ) کا استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب: کاغذ سے استنجا سُنتِ نصاریٰ ہے اور شرعاً منع ہے جبکہ قابل کتابت یا قیمتی ہو اور ایسا نہ بھی ہو تو بلاضرورت سنت نصرانی سے بچنا ضرور ہے ردالمحتار میں ہے کرہ تحریما بشیئ محترم یدخل فیہ الورق قیل انہ ورق الکتابۃ وقیل ورق الشجر وایھما کان فانہ مکروہ اھ وورق الکتابۃ لہ احترام لکونہ آلۃ الکتابۃ العلم ولذا علّلہ فی التاترخانیۃ بان تعظیمہ من ادب الدین واذا کانت العلۃ کونہ آلۃ الکتابۃ یوخذ منہا عدم الکراھۃ فیما لایصلح لہا اذا کان قالعا للنجاسۃ غیر متقوم کما قدمنا من جوازہ بالخرق البوالی پیشاب کے لئے خالی پانی بھی کافی ہے اگر کوئی عذر نہ ہو در المختار میں ہے الجمع بین الماء والحجر افضل ویلیہ فی الفضل الاقتصار علی الماء ویلیہ الاقتصار علی الحجر وتحصل السنۃ بالکل وان تفاوت الفضل کما افادہ فی الامداد وغیرہ۔ یونہی پتھر بھی کافی ہے زمین یا دیوار سے صاف کردینا بھی کافی ہے وفیہ عن امیر المومنین الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاں کوئی صورت میسر نہ ہو تو جاذب سے بھی طہارت ہوجائے گی جبکہ نجاست کو درہم بھر سے زیادہ جگہ میں پھیلائے بغیر جذب کرلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: از شہر کہنہ مسئولہ محمد ظہور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ استنجا چھوٹا خواہ بڑا باوجود دستیاب ہونے مٹی کے ڈھیلے

کے محض پانی سے کرنے والے کی نسبت کیا حکم ہے۔

الجواب:۔ خلاف افضل ہے خصوصاً بارادۂ استنجا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۳۹):۔ از بیکانیر مارواڑ محلہ مہاوتاں مرسلہ قاضی قمر الدین صاحب ۹ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پائخانہ میں تھوکنا کیسا ہے۔ کیا اس کی ممانعت ہے کہ وہاں نہ تھوکے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ ہاں پاخانے میں تھوکنے کی ممانعت ہے کہ مسلمان کا منہ قرآن عظیم کا راستہ ہے وہ اس سے ذکر الٰہی کرتا ہے تو اُس کا لعاب ناپاک جگہ بیجا ہے ردالمحتار میں ہے لا یبزق فی البول اھ قلت والدلیل اعم کما علمت البتہ وہاں کی دیوار وغیرہ جہاں نجاست نہ ہو اُس پر تھوکنے میں حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۴۰):۔ از بنارس محلہ اودھو پورہ مرسلہ محمد بشیر الدین بن محمد قاسم صاحب ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کو خطبہ پڑھتے وقت شک معلوم ہوا کہ مجھ کو قطرہ اُترا آیا بعد خطبہ اُس نے آلۂ تناسل کو ہاتھ سے چھوا تو کچھ تری نہیں معلوم ہوئی تو اُس نے وضو نہیں کیا۔ اور اُس شک کی حالت میں نماز جمعہ پڑھا دیا چونکہ اُس کو شک تھا کیونکہ ایسا واقعہ اس کے قبل کئی مرتبہ اس کو ہو چکا تھا مگر ہر مرتبہ وضو کر لیتا تھا اس مرتبہ اس نے وضو نہیں کیا تو بعد نماز جمعہ جب اکثر لوگ چلے گئے تو اُس نے آلۂ تناسل کو دیکھا تو دیر سے کچھ تری نہیں معلوم ہوئی تو اس نے دودھ دوہنے کی طرح دوہا تو ذرا سی تری معلوم ہوئی تو اب لوگوں کی نماز ہوئی یا نہیں۔ اگر نہیں ہوئی تو اس میں کیا کرنا چاہیئے یہ بھی نہیں معلوم کہ نماز جمعہ میں کتنے لوگ اور کہاں کہاں کے آدمی تھے خطیب بہت گھبرایا ہے اور اس کی نجات کی کیا صورت ہو سکتی ہے کہ خدا کے پاس اس کی رہائی ہو اور شریعت مطہرہ کیا حکم اس میں دیتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مذکورہ میں نہ وضو گیا نہ نماز میں خلل آیا نہ کسی کو اطلاع دینے کی حاجت، نہ وسوسہ پر عمل کی اجازت۔ حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ شیطان دھوکا دینے کے لئے تھوک دیتا ہے جس سے تری کا شبہ ہوتا ہے جب ہاتھ سے دیکھ لیا تری نہ نکلی پھر دغدغہ کا کیا محل رہا۔ بعد نماز دیر کے بعد

جب اکثر لوگ چلے گئے اگر دیکھنے سے تری نظر بھی آتی تو اس سے ختم شدہ نماز پر کچھ اثر نہ ہو سکتا فان الحادث یضاف لاقرب اوقاتہ نہ کہ اُس وقت بھی تری نہ پائی دودھ کی طرح دوہنے سے اگر کچھ نکلی تو وہ یقیناً ابھی نکلی اب اس وقت وضو گیا نہ کہ پہلے سے جاتا رہا۔ امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شاگرد جلیل سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ جب حالت ایسے یقین کی ہو کہ تم قسم کھا کر کہہ سکو کہ وضو نہ رہا اس وقت اعتبار کیا جائے گا اور جب تک شک ہو جس پر قسم نہ کھا سکو وضو برقرار ہے امام اجل ابراہیم نخعی استاذ الاستاذ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں شیطان کے وسوسے پر عمل نہ کرنا اگر وہ زیادہ پریشان کرے تو اُس سے کہے میں بے وضو ہی پڑھونگا تیری نہ سنوں گا یوں وہ خبیث باز آتا ہے اور اس کی سنو تو اور زیادہ پریشان کرتا ہے۔ ہاں اگر یہ حالت ہوتی کہ قطرہ اُترنے کا ظن غالب ہو گیا تھا اور وضو نہ رہنے پر یقین فقہی ہو چکا تھا پھر دانستہ نماز پڑھا دی تو ضرور نماز نہ ہوتی اور سخت سا سخت گناہ کبیرہ ہوتا اور عذاب شدید عظیم کا استحقاق ہوتا اور تمام مقتدیوں کو اطلاع دینی فرض ہوتی زبانی یا خط بھیج کر۔ اور جو غیر معروف رہے اُن کے لئے متعدد جمعوں جماعتوں میں اعلان کرنا ہوتا کہ فلاں جمعہ کی نماز باطل تھی ظہر کی قضا پڑھو۔ لیکن مسلمان سے اس کی توقع بہت بعید ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۴۱): ازبلند شہر قریب جامع مسجد مرسلہ رحمت اللہ صاحب ۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۹ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک امام صاحب کو یہ عارضہ ہے کہ دو تین مہینے جبکہ سردی زیادہ پڑتی ہے تو اُن کو سردی سے قطرہ آجاتا ہے اور خصوصاً استنجا پاک کرکے اور دوسرے کپڑے سے خشک کرکے بھی یہی گمان رہتا ہے کہ قطرہ آگیا اور جب دیکھتے ہیں تو قطرہ نہیں اور کبھی کبھی آبھی جاتا ہے اور امام صاحب کو نماز میں بھی اکثر یہ گمان گزر جاتا ہے کہ قطرہ آگیا اور نہیں آتا تو وہ اگر نیچے ایک پاک تہبند نماز پڑھنے پڑھانے کے وقت یا پاک لنگر لنگوٹ رکھیں تو نماز ہو گی یا نہیں اور حقیقت میں اس طرح قطرہ بھی نہیں آتا ہے اور اطمینان بھی رہتا ہے کیونکہ گرمائی رہتی ہے اور گرمائی سے واقعی قطرہ بھی نہیں آتا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جبکہ لنگر یا لنگوٹ سے قطرہ بند ہو جاتا ہے تو ان کا باندھنا واجب ہے۔ بحر میں ہے متی قدر علی رد السیلان برباط او حشو وجب ردہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۴۲): از سہسوان ضلع بدایوں مسئولہ سید پرورش علی صاحب ۹ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیشاب کرکے رفع کراہت کے واسطے اُس پر چند بار پانی بہاکر اوسی وقت اُسی جگہ صرف پانی سے استنجا کیا ہے۔

الجواب:۔ زمین اگر پختہ یا سخت ہو جس پر تین بار پانی بہادینے سے ظن غالب ہو کہ نجاست کو بہالے گیا تو اُسی وقت وہیں پانی سے استنجا کرنے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۴۳):۔ از مقام بسوہ اسٹیشن تعلق ملکاپور ضلع بلڈانہ برار از مدرسہ اسلامی بسوہ اسٹیشن مسئولہ سراج الدین ۱۳ رمضان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ چکنی مٹی سے کپڑے خراب ہونے کے سبب اینٹ پختہ سے استنجا صاف کرنا۔ بعد اینٹ کے ٹکڑے جس سے استنجا صاف کیا گیا وہ کسی صورت سے پاک ہوکر پھر استنجا صاف کرنے کے کام میں آسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ پختہ اینٹ سے استنجا منع ومکروہ ہے اور اُس میں اندیشہ مرض بھی ہے۔ جس ڈھیلے وغیرہا سے چھوٹا استنجا کیا گیا ہو بعد خشکی دوبارہ کام میں لاسکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۴۴):۔ از مدرسہ منظر اسلام بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ بہاری ۲۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ڈھیلے اور پانی سے استنجا کرنے پر قطرہ پیشاب کا ہمیشہ آجاتا ہے ایسی صورت میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ اگر پانی سے استنجا کرنے پر قطرہ آتا ہے تو صرف ڈھیلے سے استنجا کرے اگر پیشاب روپے بھر سے زائد جگہ میں نہ پھیلا ہو تو ڈھیلے ہی سے پاک ہوجائے گا اور اگر ڈھیلے سے استنجے پر قطرہ آتا ہے اور پانی سے بند ہوجاتا ہے تو پانی سے استنجا ضرور ہے اور اگر دونوں طرح آتا ہے تو اتنا انتظار کرنا اور وہ تدبیریں بجالانا جن سے قطرہ رُکے واجب ہے اور اگر کسی طرح نہ رُکے اور ایک نماز کا وقت اوّل سے آخر تک گزر جائے کہ وضو کرکے فرض پڑھنے کی مہلت نہ پائے تو وہ معذور ہے جب تک نماز کے ہر وقت میں کم از کم ایک بار آتا رہے گا اُسے وضو تازہ کرلینا کافی ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۴۵):۔ از کاٹھیاواڑ مسئولہ حسین ولد قاسم مہتمم مدرسہ اسلامیہ بالوٹہ شب ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) کیا استقبال واستدبار قبلہ بوقت پیشاب پائخانہ جائز ہے

(۲) کیا استقبال و استدبار جنوب و شمال بوقت پیشاب پاخانہ مرخص ہے اگر مرخص ہے تو استقبال بسوئے شمال افضل ہے یا بجنوب (۳) دربارۂ استقبال شمال عوام بلکہ دانستہ حضرات چہ میگو بیان کرتے ہیں کہ بیت المقدس انبیاء علیہم السلام کا قبلہ خصوصًا سرور انبیاء سرتاج اصفیاء روحی فداہ کا قبلہ بھی بیت المقدس ہی تھا اور وہ واقع بر شمال ہے اور روضۂ شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہ العزیز بھی بسوئے شمال ہے لہذا استقبال شمال میں کمال درجہ کی بے ادبی ہے تو گویا یہ ہر دو مقامات اقدس واقع بر شمال ہیں باشد استقبال شمال میں کوئی ممانعت شرع میں پائی جاتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: (۱) پیشاب پاخانہ کے وقت قبلہ معظمہ کا استقبال و استدبار دونوں ناجائز ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (۲) شمال جنوب کی کوئی تخصیص نہیں قبلہ کو نہ منہ ہو نہ پیٹھ پھر جس طرف بھی بیٹھے جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (۳) نہ بیت المقدس یہاں سے ٹھیک شمال کو ہے نہ بغداد شریف۔ بلکہ دونوں یہاں سے جانب مغرب ہی ہیں اگرچہ شمال کو قدرے جھکے ہوئے اور شریعت پر زیادت کی اجازت نہیں اور اگر اُن لوگوں کا کہنا فرض کرلیا جائے کہ وہ جانب شمال ہی ہیں۔ تو فقط استقبال ہی بے ادبی نہیں بلکہ استدبار بھی۔ اب مشرق یا مغرب کو منہ کرنا تو یوں منع ہوا کہ کعبہ معظمہ کو منہ یا پیٹھ ہوگی اور جنوب و شمال کو یوں منع ہوا کہ بیت المقدس یا بغداد شریف کو منہ یا پشت ہوگی تو قضائے حاجت کے وقت کسی طرف منہ کرنے کی اجازت نہ رہی یہ کیونکر ممکن۔ ہر جہت کا حکم اُس کے دونوں پہلوؤں میں ۴۵۔ ۴۵ درجے تک رہتا ہے جس طرح نماز میں استقبال قبلہ، تو تمام آفاق کا احاطہ ہوگیا اور قضائے حاجت کی کوئی صورت نہ رہی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۴۶): از ادھنگلہ ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مسئولہ جناب محمد صادق علی خاں صاحب رمضان سنہ ۱۳۳ھ

بچوں کے گلے میں بچوں کے ماں باپ بچوں کی حفاظت کے لئے چھوٹی حمائل شریف ٹین کے تعویذ میں اور اوپر اُس کے کپڑا پاک چڑھا کر ڈالتے ہیں غرض بہت احتیاط سے یہ کام ہوتا ہے یا فقط ایک دو آیت بچے پاخانے میں جاتے ہیں طرح طرح کی بے ادبیاں ظہور میں آتی ہیں۔ یہ کام شرع میں جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: تعویذ موم جامہ وغیرہ کرکے غلاف جداگانہ میں رکھ کر بچوں کے گلے میں ڈالنا جائز ہے۔ اگرچہ اُس میں بعض آیات قرآنیہ ہوں اور اس احتیاط کے ساتھ پاخانے میں لے جانا بھی جائز ہے ہاں افضل احتراز ہے درمختار میں ہے: رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہ والاحتراز افضل۔ ردالمحتار

میں ہے الظاھران المراد بھا مایسمونه الاٰن بالھیکل والحمائل المشتمل علی الاٰیات القراٰنیة فاذا کان غلافه منفصلا عنه کالمشمع ونحوه جاز دخول الخلاء به ومسه وحمله للجنب بےادبیوں کی احتیاط کی جائے پھر بھی یہ امر مانع انتفاع نہیں کہ پہنانے والوں کی نیت تبرک ہے۔ وانما الاعمال بالنیات و قد کتب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ علی افخاذ ابل الصدقة حبیس فی سبیل اللہ اس مقصد کی تفصیل ہمارے رسالہ الحرف الحسن فی الکتابة علی الکفن میں ہے مگر تعویذ پر قرآن عظیم ومصحف کریم کا قیاس نہیں ہوسکتا اولا قرآن مجید اگرچہ دس غلافوں میں ہو پاخانے میں لے جانا بلاشبہ مسلمانوں کی نگاہ میں شنیع اور ان کے عرف میں بے ادبی ٹھہرے گا اور ادب وتوہین کا مدار عرف پر ہے تعویذ کہ بعض آیات پر مشتمل ہو وہ آیات ضرور قرآن عظیم ہیں مگر اسے تعویذ کہیں گے نہ قرآن جیسے کتاب نحو کہ امثلہ قواعد میں آیات قرآنیہ پر مشتمل اس کے لئے کتاب نحو ہی کا حکم ہوگا نہ کہ مصحف شریف کا۔ مصحف شریف دارالحرب میں لے جانا منع ہے اور کتاب لے جانے سے کسی نے منع نہ کیا مصحف کے پٹھے کو بے وضو چھونا حرام اور اس کتاب کے ورق کو بھی چھونا جائز ثانیا اس کا ٹین میں رکھ کر بند کردینا یا موم جامے یا کپڑے ہی کے غلاف میں سی دینا بر خود غلاف شرع ہے کہ اس کی تلاوت سے منع ہے ائمہ سلف تو غلاف مصحف شریف میں بند لگانے کو مکروہ جانتے تھے کہ بند باندھنا بظاہر منع کی صورت ہوگا تو یوں ٹین وغیرہ میں رکھ کر ہمیشہ کے لئے سی دینا کہ حقیقۃً منع ہے کس درجہ مکروہ ومورد شنع ہے تبیین الحقائق میں فرمایا کان المتقدمون یکرھون شد المصاحف واتخاذ الشد لھا لئلا یکون فی صورۃ المنع فاشبه الغلق علی باب المسجد ثالثا قرآن عظیم چھوٹی تقطیع پر لکھنا حمائل بنانا شرعا مکروہ وناپسند ہے۔ امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کے پاس قرآن مجید باریک لکھا ہوا دیکھا اسے مکروہ رکھا اور اس شخص کو مارا اور فرمایا اعظموا کتاب اللہ کتاب اللہ کی عظمت کرو رواہ ابو عبید فی فضائل القرآن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم مصحف کو چھوٹا بنانا مکروہ رکھتے رواہ عنہ عبدالرزاق فی مصنفه ومعناہ ابو عبید فی فضائله اسی طرح ابراہیم نخعی نے اسے مکروہ فرمایا رواہ ابی داؤد فی المصاحف درمختار میں ہے یکرہ تصغیر مصحف، ردالمحتار میں ہے ای تصغیر حجمه تو اس قدر چھوٹا بنانا کہ معاذ اللہ ایک کھلونا اور تماشہ ہو کس طرح مقبول ہوسکتا ہے اور وہ جو بعض لوگ یہ فعل مردود انہیں تعویذوں کی خاطر کرتے ہیں، اگر مسلمان ان کو تعویذ نہ بنائیں تو کیوں خریدیں اور نہ خریدیں تو وہ کیوں ایسے

چھاپیں تو ان کا تعویذ بنانا اُن کے اُس فعل کا باعث ہے اور اُس کے ترک میں اُس کا انسداد تو اس کا تعویذ بنانا ضرور مستحق الترک ہے۔ اس دلیل کی تفصیل جلیل ہمارے رسالہ الکشف شافیا فی حکم فونو جرافیا میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

کتاب الصلاۃ

مسئلہ (۲۴۹): از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ ملا یعقوب علی خاں ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز پنجگانہ میں کونسی نماز سب سے پہلے کس نبی نے پڑھی ہے اور اگلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اُن کی امتوں پر بھی یہی نماز پنجگانہ فرض تھی یا یہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اور ہمارا خاصہ ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی اٰلہ وصحبہ المکرمین عندہ۔ نماز پنجگانہ اللہ عزوجل کی وہ نعمت عظمٰی ہے کہ اُس نے اپنے کرم عظیم سے خاص ہم کو عطا فرمائی ہم سے پہلے کسی اُمت کو نہ ملی۔ بنی اسرائیل پر دُو ہی وقت کی فرض تھی وہ بھی صرف چار رکعتیں دُو صبح دُو شام وہ بھی اُن سے نہ نبھی۔ سنن نسائی شریف میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث معراج مبارک میں ارشاد فرماتے ہیں ثم ردت الی خمس صلوات قال فارجع الی ربک فاسألہ التخفیف فانہ فرض علی بنی اسرائیل صلاتین فما قاموا بہما یعنی پھر پچاس نمازوں کی پانچ رہیں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی کہ حضور پھر جائیں اور اپنے رب سے تخفیف چاہیں کہ اس نے بنی اسرائیل پر دُو نمازیں فرض فرمائی تھیں وہ انھیں بھی بجا نہ لائے۔ علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں ورد ان بنی اسرائیل کلفوا برکعتین غداۃ ورکعتین بالعشی قیل ورکعتین عند الزوال فما قاموا بما کلفوا بہ اور امتوں کا حال خدا جانے مگر اتنا ضرور ہے کہ یہ پانچوں اُن میں کسی کو نہ ملیں علماء نے بے خلاف اس کی تصریح فرمائی۔ مواہب شریف بیان خصائص امت مرحومہ میں لکھا ومنہا مجموع الصلوات الخمس ولم تجمع لاحد غیرہم شرح زرقانی مقصد معراج مقدس میں زیر حدیث مذکور نسائی لکھا ھذا ھو الصواب وما وقع فی البیضاوی انہ فرض علیہم خمسون صلاۃ

فی الیوم و اللیلۃ فقال السیوطی ھذا غلط ولم یفرض علی بنی اسرائیل خمسون صلاۃ قط بل ولا خمس صلاۃ ولم تجمع الخمس الا لھذہ الامۃ وانما فرض علی بنی اسرائیل صلاتان فقط کما فی الحدیث لمعات شیخ محقق دہلوی۔ شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی میں ہے مجموع ھذہ الخمس من خصوصیاتنا اشعۃ اللمعات میں ہے مجموع خمس اوقات مخصوص ایں امت است تیسیر و سراج المنیر شرح جامع صغیر میں زیر حدیث وصلوا خمسکم لکنا اضافہا الیہم لانہا لم تجتمع لغیرھم بلکہ یہ معنی خود ارشاد حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت۔ ابن ابی شیبہ مصنف ابوداؤد و بیہقی سنن میں بسند حسن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز عشا کی نسبت فرمایا اعتموا بھذہ الصلاۃ فانکم فضلتم بہا علی سائر الامم ولم تصلھا امۃ قبلکم اس نماز کو دیر کرکے پڑھو کہ تم اس سے تمام امتوں پر فضیلت دیئے گئے ہو تم سے پہلے کسی امت نے یہ نماز نہ پڑھی ظاہر کہ جب نماز عشا ہمارے لئے خاص ہے تو پانچوں کا مجموعہ بھی ہمارے سوا کسی امت کو نہ ملا ہمارے نبی سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا کسی نبی کو یہ پانچوں نہ ملنا علماء اس کی بھی تصریحیں فرماتے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبرٰی میں ایک باب وضع فرمایا باب اختصاصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بمجموع الصلوات الخمس ولم تجمع لاحد امام محمد محمد محمد بن امیر الحاج حلبی حلیہ میں بعض علما سے ناقل ھذہ الصلوات تفرقت فی الانبیاء وجمعت فی ھذہ الامۃ علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں لم یجتمع لاحد غیرھم من الانبیاء والامم اسی میں ہے ولا یعارضہ قول جبریل[۲] فی حدیث المواقیت حین صلی الخمس بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھذا وقتک ووقت الانبیاء من قبلک لان المراد کما قال الرافعی انہ وقتھم اجمالا وان اختص کل منھم بوقت لمعات و شرح ابن حجر مکی میں ہے۔ واللفظ للاول قولہ ھذا وقت الانبیاء من قبلک یدل بظاہرہ علی ان الصلوات الخمس کانت

---

[۱] فان قلت الم تذکر بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتقوا اللہ وصلوا خمسکم فانہ حدیث صحیح رواہ الترمذی وحسنہ وصححہ وابن حبان والحاکم عن ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ وقد احتجوا اھل الاختصاص قال العلامۃ الزرقانی بحجۃ ذلک قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتقوا اللہ وصلوا خمسکم اضافہا الیہم لیعطی ذلک اھ وقد نقلت کلام العزیزی والمناوی فما معنی ھذا الترقی اقول بلٰی ولکن لی فی کونہ حجۃ فی المقال مقام فان امر الاضافات اوسع من ھذا القول ربکم ونبیکم بل فی آخر نفس الحدیث تدخلوا جنۃ ربکم وزاد فی روایۃ عند الخلعی وتحجوا بیت ربکم وایضا یجوز التخصیص باعتبار اھل الزمان وایضا قد ثبت خصوصہا فیہا بوجوہ کما یاتی فلا یدل علی خصوص نفس الخمس ولو بالجمع واللہ تعالٰی اعلم۔ ۱۲ منہ [۲] رواہ ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس ؓ

واجبۃ علی الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام والمراد التوزیع بالنسبۃ الی غیر العشاء اذ مجموع ھذہ الخمس من خصوصیاتنا واما بالنسبۃ الیھم فکان ماعدا العشاء متفرقا فیھم کما جاء فی الاخبار علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں الصلوات الخمس لم تجتمع لغیرہ ولغیر امتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا لنبی قبلہ فانما الانبیاء قبلہ کانت لھم صلاۃ موافقۃ لبعض ھذہ دون مجموعھا **اقول** مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے کوئی دلیل صحیح صریح اس پر نہ پائی وکل ماذکروہ فلا یفید المدعی او معارض بما ھو اصح واقوی کما فصلنا ذلک فی تحریر مستقل لنا فی ھذا المقال کتبناہ بتوفیق اللہ تعالٰی بعد ورود ھذا السؤال ملخصہ انھم احتجوا علی ذلک باحادیث واٰثار منھا حدیث صحیح مسلم عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فی خبر الاسراء فاعطی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثلثا اعطی الصلوات الخمس واعطی خواتیم سورۃ البقرۃ وغفر لمن لم یشرک باللہ من امتہ شیئا المقحمات فانہ ظاھر فی اختصاصھا بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم **قلت** وذلک لانہ کان محل الاکرام الخاص فینبغی اختصاص الخمس ایضا بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کالباقیین قال فی نسیم الریاض (فاعطی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثلثا) من الفضائل المخصوصۃ بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھ **اقول** لک ان تقول بعد تسلیم لزوم الخصوص فی کل عطاء یعطی فی مقام الاختصاص لایلزم الخصوص من کل وجہ فقد کانت الصلاۃ فریضۃ علی الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیھم وفی کل دین الھی کما قال تعالٰی فی سیدنا اسمٰعیل علی ابنہ الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم وکان یأمر اھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ وکان عند ربہ مرضیا وقال عزوجل عن عبدہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیا۔ وفی الحدیث عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاخیر فی دین لاصلاۃ فیہ[1] وقد کانت اوقات صلاتھم ھی ھذہ الاوقات لقول جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام ھذا وقتک ووقت الانبیاء من قبلک وصرف الفرض الی اجتماع الخمس قد یاباہ ظاھر اللفظ اذ لواریدھذا لقال اعطی الصلوات خمسا او اعطی خمس صلوات ومع ذلک اذا صرف الی وصف فحینئذ نقول بموجبہ فالخمس علی ھذہ الصفۃ لم تکن لاحد قبلنا فان اللہ تعالٰی خصنا بالاذان والاقامۃ والبسملۃ والتامین الذی ماحسدنا الیھود

[1] رواہ البخاری فی الادب المفرد وابن ماجۃ بسند صحیح عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ۱۲ منہ غفرلہ

على شيئ ما حسدتنا عليه وعلى السلام وجعلنا صفوفنا كما تصف الملئكة عند ربها وجعل لنا الارض مسجدا و طهورا اذ نقول خصصنا بان امضى فريضته وخففت عن عبادة فهي خمس وخمسون تفضلا من ربنا تبارك وتعالى ببركة نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم **ومنها** حديث ابن جرير والبزار وابي يعلى عن ابي هريرة والبيهقي عنه وعن ابي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنهما فيه قوله عزوجل لنبيه صلى الله تعالى عليه وسلم حين ذكرما اعطى الانبياء السابقين عليهم الصلاة والتسليم من الفضائل اعطيتك ثمانية اسهم الاسلام والهجرة والجهاد والصلاة والصدقة وصوم رمضان والامر بالمعروف والنهي عن المنكر قال الزرقاني (والصلاة) اى مجموع الصلوات الخمس (والصدقة) الزكوة (وصوم رمضان) وفيه حجة لاحد القولين في اختصاصه بالامة المحمدية الخ **قلت** اى وقد ذكر صلى الله تعالى عليه وسلم لكل نبي ماخص به من الكرامات والمحل قاض بان يجاب بما خص به من جلائل الفضائل **اقول** نعم لابد للخصوص من وجه اما مطلقا فلا فقد كان الجهاد في الامم السابقة قال تعالى وكاين من نبي قاتل معه ربيون كثير الا ترى الى قوله والامر بالمعروف والنهي عن المنكر ويستحيل نفيها عن الانبياء السابقين عليهم الصلاة والسلام فما كانوا يبعثون الا لهذا وقد انجى الله تعالى قوما كانوا ينهون اصحاب السبت معذرة الى ربهم ولعلهم يرجعون ولم تزل الصدقة في الامم وتقدم قوله تعالى وكان يأمر اهله بالصلوة والزكوة فانما المراد لم يعطوا على صفة اعطي نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم احلت له الغنائم ولم تحل لاحد قبله والصدقة تؤخذ من اغنيائنا وترد على فقرائنا وامرنا بالمعروف ونهينا عن المنكر باعلى وجوهه وهو الجهاد وامر الجهاد في شرعنا اقوى منه في سائر الشرائع قاله الرازي عن القفال وكذلك خصصنا في الصلوة باشيا لم يعطهن احد قبلنا ولله الحمد **ومنها**[٣] مانقل الامام الفقيه ابو الليث السمرقندي رحمه الله تعالى في تنبيه الغافلين عن كعب الاحبار رضي الله تعالى عنه قال قرأت[١] في بعض ما انزل الله تعالى على موسى عليه الصلوة والسلام ياموسى ركعتان يصليهما احمد وامته

---

[١] امام فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا میں نے توریت مقدس کے کسی مقام میں پڑھا اے موسیٰ فجر کی دو رکعتیں احمد اور اس کی امت ادا کرے گی جو انہیں پڑھے گا اس دن رات کے سارے گناہ اس کے بخش دونگا اور وہ میرے ذمہ میں ہوگا اے موسیٰ ظہر کی چار رکعتیں احمد اور اس کی امت پڑھے گی انہیں پہلی رکعت کے عوض بخش دونگا اور دوسری کے بدلے ان کا پلہ بھاری کردوں گا اور تیسری کے عوض فرشتے موکل کردونگا کہ تسبیح کریں گے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔ اور چوتھی کے بدلے ان کے لئے (بقیہ حاشیہ صفحہ ١٦٧ پر دیکھیں)

وهي صلاة الغداة من يصليهما غفرت له ما اصاب من الذنوب من ليله و يومه ذلك و يكون في ذمتي يا موسى اربع ركعات يصليها احمد و امته وهي صلاة الظهر اعطيهم باول ركعة منها المغفرة و بالثانية اثقل ميزانهم و بالثالثة اوكل عليهم الملائكة يسبحون و يستغفرون لهم و بالرابعة افتح لهم ابواب السماء و يشرفن عليهم الحور العين يا موسى اربع ركعات يصليها احمد و امته وهي صلاة العصر فلا يبقى ملك في السموت و الارض الا استغفر لهم و من استغفر له الملائكة لم اعذبه يا موسى ثلاث ركعات يصليها احمد و امته حين تغرب الشمس افتح لهم ابواب السماء لا يسألون من حاجة الا قضيتها لهم يا موسى اربع ركعات يصليها احمد و امته حين يغيب الشفق هي خير لهم من الدنيا و ما فيها و يخرجون من ذنوبهم كيوم ولدتهم امهم يا موسى يتوضؤ احمد و امته كما امرتهم اعطيهم لكل قطرة تقطر من الماء جنة عرضها كعرض السماء و الارض يا موسى يصوم احمد و امته شهرا في كل سنة و هو شهر رمضان اعطيهم بصيام كل يوم مدينة في الجنة و اعطيهم كل خير يعملون فيه من التطوع اجر فريضة و اجعل فيه ليلة القدر من استغفر منهم فيها مرة واحدة نادما صادقا من قلبه ان مات من ليلة او شهره اعطيته اجر ثلثين شهيدا يا موسى ان في

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۶) آسمان کے دروازے کشادہ کردونگا اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں اُن پر مشتاقانہ نظر ڈالیں گی۔ اے موسیٰ عصر کی چار رکعتیں احمد اور اُن کی اُمت ادا کرے گی تو ہفت آسمان و زمین میں کوئی فرشتہ باقی نہ بچے گا سب ہی اُن کی مغفرت چاہیں گے اور ملائکہ جس کی مغفرت چاہیں میں اُسے ہرگز عذاب نہ دوں گا۔ اے موسیٰ مغرب کی تین رکعتیں ہیں اُنہیں احمد اور اس کی امت پڑھے گی آسمان کے سارے دروازے اُن کے لئے کھول دونگا جس حاجت کا سوال کریں گے اسے پورا ہی کردوں گا۔ اے موسیٰ شفق ڈوب جانے کے وقت یعنی عشا کی چار رکعتیں ہیں پڑھیں گے انہیں احمد اور اس کی اُمت وہ دُنیا و مافیہا سے اُن کے لئے بہتر ہیں وہ انہیں گناہوں سے ایسا نکال دیں گی جیسے اپنی ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ اے موسیٰ وضو کرے گا احمد اور اُس کی اُمت جیسا کہ میرا حکم ہے میں انہیں عطا فرماؤنگا ہر قطرے کے عوض کہ آسمان سے ٹپکے ایک جنت جس کا عرض آسمان و زمین کی چوڑائی کے برابر ہوگا۔ اے موسیٰ ایک مہینے کے سالانہ روزے رکھے گا احمد اور اس کی امت اور وہ ماہِ رمضان ہے عطا فرماؤں گا ہر روزہ اُن کے روزے کے عوض ایک شہر جنت اور عطا کروں گا اس میں نفل کے بدلے فرض کا ثواب اور اس میں لیلۃ القدر کروں گا جو اُس مہینے میں شرمساری و صدق قلب سے ایک بار استغفار کریگا اگر اُسی شب یا اُس مہینے بھر میں مرگیا اُسے تیس ۳۰ شہیدوں کا ثواب عطا فرماؤنگا۔ اے موسیٰ امت محمد (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں کچھ ایسے مرد ہیں کہ ہر شرف پر قائم ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دیتے ہیں تو ان کی جزا اُس کے عوض انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا ثواب ہے اور میری رحمت اُن پر واجب اور میرا غضب اُن سے دور اور اُن میں سے کسی پر باب توبہ بند نہ کرونگا جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتے رہیں گے۔

اھ ۱۲ الفقیر محمد احمد رضا غفرلہ

امة محمد رجالا يقومون على كل شرف يشهدون بشهادة ان لا اله الا الله فجزاؤهم بذلك جزاء الانبياء عليهم الصلوة والسلام ورحمتى عليهم واجبة وغضبى بعيد منهم ولا احجب باب التوبة عن واحد منهم ماداموا يشهدون ان لا اله الا الله اهـ سردناها تماما حبا لما فيها من النفائس رزقنا الله تعالى الحظ الاوفى منها بمنه وكرمه ، وجاه حبيبه قاسم نعمه ، صلى الله تعالى عليه وسلم امين **اقول** ان تم الاحتجاج به على الاختصاص دل على خصوص كل من الخمس لا كل الخمس فانه قال فى كل يصليها احمد وامته صلى الله تعالى عليه وسلم وقد ذكر فيها الوضوء وقال صلى الله تعالى عليه وسلم هذا وضوئى ووضوء الانبياء من قبلى فليكن المقصود بالذكر عطاؤهم ما رتب عليها من الفضائل و **منها** اثر الامام العيشى مروى الامام الطحاوى وسيأتى الكلام عليه ونحوه ما ذكر فى الحلية عن بعضهم قال هذه الصلوات تفرقت فى الانبياء عليهم الصلوة والسلام وجمعت فى هذه الامة فذكر الفجر لأدم والظهر لابراهيم والعصر لسليمان والمغرب لعيسى عليهم الصلاة والسلام ثم قال اما العشاء فخصصت بها هذه الامة اهـ **اقول** توجيه الاستدلال انه وان ذكر اختصاص هذه الامة لكن لم يقل من بين سائر الامم ولم يذكر ان نبيا صلاها كما ذكر فى سائرها فالظاهر التخصيص بهذه الامة مطلقا اعنى بالنظر الى الامم والانبياء جميعا وقد بدأ الكلام ايضا بذكر الانبياء عليهم الصلاة والسلام وهذه الامة فهو المتبادر ههنا ايضا لا قصر المقابلة على الامم دون الانبياء عليهم الصلوة والسلام **اقول** ويغنى عن الكلام ما يأتى فى كلام ابن عائشة رحمه الله تعالى **ومنها** حديث سيدنا معاذ الصحيح المار فى العشاء انكم فضلتم بها على سائر الامم احتج به الامام الجليل الجلال السيوطى رحمه الله تعالى فى الخصائص الكبرى على كون العشاء لم يصلها احد قبله صلى الله تعالى عليه وسلم **اقول** سبحان من لا يزل المقابلة ههنا بيننا وبين سائر الامم فكيف دل على انتفائها عن سائر الانبياء سوى نبينا صلى الله تعالى عليه وعليهم وسلم واعجب منه ان ذكر العلامة الزرقانى تحت قول العيشى الأتى اول من صلى العشاء الاخرة نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم ما نصه وعورض بما فى شرح المسند (اى للامام الرافعى الشافعى) ان العشاء ليونس عليه الصلوة والسلام اهـ ثم اسنده بقوله لكن يؤيد خبر الطحاوى (اى اثر العيشى) حديث معاذ رضى الله تعالى عنه **اقول** ليت شعرى من اين جاء التأييد ولا تعرض فيه بذكر الانبياء عليهم الصلاة والسلام قال فقوله صلى الله تعالى

علیہ وسلم فضلتم بھا یعارض روایۃ ان العشاء لیونس علیہ الصلاۃ والسلام **اقول** انما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فضلتم بہا علی سائر الامم وای تعارض بین النفی عنہم والثبوت لبعض الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام **ومنہا** قال الامام السیوطی فی الباب المزبور اخرج البخاری عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اعتم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ بالعشاء حتی ابھار اللیل ثم خرج فصلی فلما قضی صلاتہ قال لمن حضرہ ابشروا ان من نعمۃ اللہ علیکم انہ لیس احد من الناس یصلی ہذہ الساعۃ غیرکم او قال ما صلی ہذہ الساعۃ احد غیرکم اھ **قلت** واخرجہ مسلم ایضا **ومنہا** قال رحمہ اللہ تعالیٰ واخرج احمد والنسائی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اخر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلاۃ العشاء ثم خرج الی المسجد فاذا الناس ینتظرون الصلاۃ فقال اما انہ لیس من اھل ہذہ الادیان احد یذکر اللہ تعالیٰ ہذہ الساعۃ غیرکم اھ **اقول** وانت تعلم ان لیس فی شیئ منہا ما یدل علی مدعاہ من ان العشاء لم یصلہا نبی قبل نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الانبیاء وبارک وسلم بل لا تصریح فیہ بنفی ان صلاہا احد ممن قبلنا من سائر الامم بل ولا نفی ان صلاہا اللیلۃ احد سوانا انما فیہ نفی صلاۃ غیرنا تلک الساعۃ فیجوز ان یکون الناس صلوا عاجلین فانما نفی الانتظار لا نفی الصلاۃ ومثلہ ما للبخاری ومسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما لیس احد من اھل الارض زاد مسلم اللیلۃ ینتظر الصلاۃ غیرکم ولہما عن ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا وفیہ ما ینتظرہا احد من اھل الارض غیرکم **بل** اخرجہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجۃ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفیہ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قد صلی الناس وناموا وانکم فی صلاۃ ما انتظرتموہا ونحوہ لاحمد وابی داود والنسائی وابن ماجۃ من حدیث ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فہذا وجہ **والثانی** ان یکون المراد نفی ان یصلیہا غیرنا من اھل الزمان مطلقا ویؤیدہ ما للبخاری والنسائی عن ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ولا تصلی یومئذ الا بالمدینۃ فان الیہود کانوا بخیبر والشام وغیرہا اکثر مما کانوا بالمدینۃ الکریمۃ فلو کانت عندھم لصلیت بغیرہا ایضا **اقول** ولا تخالف بین الوجہین فان الکافر لا صلوٰۃ لہ فانما اثبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لہم الصورۃ اذ قال صلی الناس وناموا وام المومنین نفت المعنی **والثالث** ان المراد لم تفرض علی غیرنا فلا ینتظرہا ولا یصلیہا احد غیرنا

لا من اہل الزمان ولا من امم مضت وھو الذی صرح بہ حدیث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فھذا قصوی مایستفاد منہ ولیس لہ ملحظ اصلا الی نفیہا عن سائر الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بلکہ بعض احادیث میں صاف تصریح آئی کہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما الصلاۃ والتسلیم نے منٰی میں پانچوں نمازیں پڑھیں فقد اخرج ابن سعد ان ابراھیم واسمٰعیل اتیا منی فصلیا بھا الظھر والعصر والمغرب والعشاء والصبح حدیث کی سند صحیح یا حسن ہو جب تو قول تخصیص ضعیف تر ہو ہی جائے گا ورنہ قیام دلیل کی حاجت ضرور فان الخصائص لا تثبت الا بنص صحیح کما نصوا علیہ قاطبۃ منھم خاتم الحفاظ فی فتح الباری والقسطلانی المواھب والزرقانی فی شرحہ وغیرھم فی غیرھا ہاں اگر یہ کسی صحیح حدیث صریح بے معارض سے ثابت ہو جائے کہ عشا جس طرح ہمارے سوا کسی امت نے نہ پڑھی ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی نے بھی نہ پڑھی تو بیشک اختصاص مجموعہ پنجگانہ بھی ثابت ہو جائے گا بعض علماء نے اس کی بھی تصریح فرمائی امام جلال الدین سیوطی نے باب مذکور خصائص میں بعد عبارت مسطورہ فرمایا وبانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی العشاء ولم یصلھا نبی قبلہ امام ابن حجر مکی و شیخ محقق کے اقوال گزرے کہ انبیائے سابقین میں نمازیں منقسم ہونے سے عشا کو استثنا کر لیا اقول مگر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس پر بھی کوئی دلیل نہ پائی سوا اُس اثر مقطوع کے کہ امام اجل ابوجعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں امام عبید اللہ بن محمد ابن عائشہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا اول من صلی العشاء الاخرۃ نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پہلے عشا ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی وکل ما تمسکوا بہ سوی ذلک اعنی الاحادیث الثلثۃ الاخیرۃ فلا مساس لہ بما ھنالک کما علمت یہ امام ابن عائشہ عیشی نہ صحابی ہیں نہ تابعی نہ تبع سے بلکہ طبقہ عاشرہ میں اتباع تبع تابعین سے ہیں ۲۲۸ھ میں انتقال فرمایا کما فی الحلیۃ والتقریب وغیرھما اور خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ حدیث صحیح کہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو روز حضور کی امامت کی ایک دن پانچوں نمازیں اول وقت دوسرے دن آخر وقت پڑھیں پھر حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ سے عرض کی ھذا وقت الانبیاء من قبلک یہی وقت حضور سے پہلے انبیاء کے تھے رواہ ابوداود وسکت علیہ والترمذی وحسنہ واحمد وابن خزیمۃ والدارقطنی والحاکم وصححہ ابن عبد البر وابوبکر بن العربی اس کے صاف معارض ہے کہ اُس سے روشن طور پر مستفاد کہ یہ پانچوں وقت اگلے انبیاء کے تھے اگرچہ

منفرق ہوں نہ مجموع۔ کسی وقت کے استثنا کی اُس میں بُو بھی نہیں نہ ایسا استثنا بے دلیل مساوی قابل احتمال۔
اقول والعجب من ابن حجر کیف یقول بالتوزیع ثم یستثنی العشاء فانی یصح التوزیع للجمیع
ظاہرا اسی لئے شیخ محقق قدس سرہ نے اشعۃ اللمعات میں اس سے رجوع فرماکر ترک کیا حیث قال این وقت
نماز پیغمبراں ست کہ پیش از تو بودہ اند کہ ہر کدام از ایشاں بعضے اوقات را شتند اگرچہ مجموع خمس اوقات
مخصوص ایں امت است فافہم انتہی بلکہ بعض روایات واحادیث میں حضرت یونس وحضرت موسٰی
کلیم اللہ علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کا نماز عشا پڑھنا صراحۃً منقول کما سیأتی ذکرہ اور حضرت ابراہیم و اسمٰعیل
علیہما الصلوٰۃ والسلام کا پڑھنا اوپر گزرا بلکہ امام فقیہ ابو اللیث سمرقندی تنبیہ الغافلین میں بروایت سیدنا علی
کرم اللہ تعالٰی وجہہ ناقل کہ حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اما صلٰوۃ العتمۃ فانہا الصلوٰۃ
التی صلاھا المرسلون قبلی نماز عشا وہ نماز ہے کہ مجھ سے پہلے پیغمبروں نے پڑھی صلوات اللہ تعالٰی
علیہ وعلیہم اجمعین لاجرم امام قاضی ناصر الدین بیضاوی شرح مصابیح میں فرماتے ہیں ان العشاء کانت
تصلیہا الرسل نافلۃ لہم ولم تکتب علی اممہم کالتہجد وجب علٰی نبینا دوننا اسی طرح علامہ
زرقانی امام بیردی وغیرہ سے ناقل اذ قال بعد ما قدمنا عنہ من معارضۃ اثر العیشی بخبر الرافعی ثم
الاستدراک بحدیث معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ مانصہ وجمع الہروی وغیرہ بان المصطفٰی صلی
اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول من صلاھا مؤخرا لہا الی ثلث اللیل ونحوہ اما الرسل کانوا یصلونہا
عند اول مغیب الشفق اھ وغرضنا فیما سلموا من ثبوت العشاء لغیر نبینا من الانبیاء علیہ و
علیہم الصلوۃ والثناء اما ما حاول من الجمع **فاقول اولا** ان کان المراد الجمع بین حدیث
فضلتم بہا و روایۃ ان العشاء لیونس علیہ الصلاۃ والسلام کما یدل علیہ ذکرہ بعد ما قال ان
قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فضلتم بہا یعارض روایۃ ان العشاء لیونس فقد علمت ان لاتعارض
بینہما حتی یحتاج الی الجمع او بین الروایۃ واثر العیشی کما یدل علیہ زیادۃ لفظ نفسہ بعد
لفظ اثر الطحاوی فیما یأتی مما بعدہ جمعا فان الاثر صریح فی نفی المطلق دون المقید بالتاخیر فانہ
فی سیاق بیان من صلی الصلوات غیر متعرض لاقسام الاوقات فذکر لکل من الاربع من صلاھا
نبینا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاین ھذا مما تریدون **وثانیا** کیف ما کان ھذا الحامل للوحی
الامین علیہ الصلوۃ والسلام صلی الخمس بیومین یجعل مرۃ وأخر اخری ثم قال ھذا وقت الانبیاء

من قبلك فمن این ان اول من اخرها نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ویدل لذلك (ای لما ادعی من الجمع) بل یصرح بہ قولہ فی اثر الطحاوی نفسہ العشاء الاخرۃ اھ **اقول** یا سبحٰن اللہ بل لا دلالۃ فیہ اصلا فضلا عن التصریح فان العشاء الاخرۃ ھی العشاء مطلقا دون التی اخرت تسمی الاخرۃ نظرا الی العشاء الاولی وھی المغرب علیہ تظافرت محاورات الحدیث وفصل القول ما لاحمد ومسلم والنسائی عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یؤخر العشاء الاخرۃ واعظم منہ ما للترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اول وقت العشاء الاخرۃ یغیب الافق فالمقطوع بہ ان لا اثر لھذہ الدلالۃ فی الکلام ولو اراد لقال اول من اخر العشاء وھذا ظاھر جدا بالجملہ اس قدر بلاشبہ ثابت کہ نماز عشا ہم سے پہلے کسی امت نے نہ پڑھی نہ کسی کو پانچوں نمازیں ملیں اور انبیائے سابقین علیہم الصلٰوۃ والسلام کے بارے میں ظاہر اراجح یہی ہے کہ عشا ان میں بھی بعض نے پڑھی تو اثر مذکور امام طحاوی سے اجتماع خمس کو تمام انبیا علیہم الصلٰوۃ والسلام میں ہمارے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے خاص ثابت کرنا جس کا مدار اسی نفی عشا عن سائر الانبیاء علیہم الصلاۃ والثنا پر تھا تام التقریب نہیں کہ جب ہر نماز کسی نہ کسی نبی سے ثابت تو ممکن کہ بعض انبیا علیہم الصلاۃ والسلام نے کبھی یا ہمیشہ پانچوں بھی پڑھی ہوں اگرچہ کسی امتی نے نہ پڑھیں یہاں تک کہ مغرب کی اولیت سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مانیے جیسا کہ قول دوم وسوم میں آتا ہے جب بھی وہ احتمال مندفع نہیں ممکن کہ سیدنا عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نے پانچوں پڑھی ہوں اور اس میں حکمت یہ ہو کہ وہ دنیا کی نظر ظاہر میں بھی صاحب صلوات خمس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے امتی ہو کر زمین پر تشریف لانے والے ہیں اگرچہ حقیقۃً تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمارے حضور نبی الانبیا صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم کے امتی ہیں انہیں نبوت دی ہی اس وقت ہے جب انہیں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا امتی بنا لیا ہے جس پر قرآن عظیم ناطق اور ہمارے رسالہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین (۱۳۰۵ھ) میں اس کی تفصیل فائق وللہ الحمد۔ غرض یہاں دو۲ مطلب تھے ایک یہ کہ اجتماع خمس ہمارے سوا کسی امت کو نہ ملا یہ حدیث معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں خود ارشاد اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت دوسرے یہ کہ پانچوں نمازوں کا اجتماع انبیا میں بھی صرف ہمارے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یہ باعتماد علمائے کرام مانا جائے گا اگرچہ ہم اس پر دلیل نہ پائیں کہ آخر کلمات علما کا اطباق و اتفاق بے چیزے

نیست ہمارا دلیل نہ پانا دلیل نہ ہونے پر دلیل نہیں **اقول** شاید نظر علما اس طرف ہو کہ جب حدیث صحیح سے ثابت کہ اللہ عزوجل نے اس نعمت جمیلہ وفضیلت جلیلہ سے اس امت مرحومہ کو تمام امم پر تفضیل دی اور قطعاً ہمارے جس قدر فضل ہیں سب ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اور صدقہ میں ہیں تو مستبعد ہے کہ ہم تو اس خصوص نعمت سے سب امتوں پر فضیلت پائیں اور ہمارے مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر یہ تخصیص و اختصاص نہ ہو اس تقدیر پر یہی حدیث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دلالۃً اس دعوے کی بھی مثبت ہوگی اما حدیث السیدین ابراھیم واسمعیل علی ابنھما الکریم ثم علیھما الصلوۃ والتسلیم فلعلہ لم یثبت اذ لو ثبت لما رأینا تظافر کلماتھم علی خلافہ علانی **اقول** الاختصاص بجھۃ الافتراض اما ھما صلی اللہ تعالٰی علی ابنیھما ثم علیھما وبارک وسلم فصلیا بمنی ما کتب اللہ تعالٰی علیھما وتنفلا فی بقیۃ الاوقات۔ فمن قبل وقوعھا فی ھذہ الاوقات۔ عبر عنھا باسماء ھذہ الصلوات۔ واللہ تعالٰی اعلم بالخفیات۔ ھذا غایۃ ما عندی فی توجیہ المرام **اقول** مگر استبعاد مذکور کا جواب واضح ہے کچھ عجب نہیں کہ مولیٰ عزوجل بعض نعمتیں بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے اگلی امتوں میں نبی کے سوا کسی کو نہ ملتی ہوں مگر اس امت مرحومہ کے لئے انہیں عام فرما دے جیسے کتاب اللہ کا حافظ ہونا کہ امم سابقہ میں خاصۂ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثنا تھا۔ اس امت کے لئے رب عزوجل نے قرآن کریم حفظ کے لئے آسان فرما دیا کہ دس دس برس کے بچے حافظ ہوتے ہیں اور ہمارے مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فضل ظاہر ہے کہ اُن کی امت کو وہ ملا جو صرف انبیاء کو ملا کرتا تھا علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثنا واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

باقی رہا سوال کا دوسرا جز کہ کونسی نماز کس نبی نے پہلے پڑھی اس میں چار قول ہیں اوّل قول امام عبید اللہ بن عائشہ ممدوح کہ جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ وقت فجر قبول ہوئی انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں وہ نماز صبح ہوئی اور اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ وقت ظہر آیا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار پڑھیں وہ ظہر مقرر ہوئی عزیر علیہ السلام سو برس کے بعد عصر کے وقت زندہ کئے گئے انہوں نے چار پڑھیں وہ عصر ہوئی داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ وقت مغرب قبول ہوئی چار رکعتیں پڑھنے کھڑے ہوئے تھک کر تیسری پر بیٹھ گئے مغرب کی تین ہی رہیں اور عشا سب سے پہلے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی رواہ کما ذکرنا الامام الطحاوی قال حدثنا القاسم بن جعفر قال سمعت بحر بن الحکم الکیسانی قال

دوم قول امام ابو الفضل فذکرہ یقول سمعت اباعبد الرحمن عبید اللہ بن محمد بن عائشۃ یقول کہ سب سے پہلے فجر کو دو رکعتیں حضرت آدم ظہر کو چار رکعتیں حضرت ابراہیم عصر حضرت یونس مغرب حضرت عیسیٰ عشا حضرت موسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام نے پڑھی ذکرہ الامام الزندوستی فی روضتہ قال سألت ابا الفضل فذکرہ یہ حکایت ایک لطیف کلام پر مشتمل ہے لہٰذا اُس کا خلاصہ لکھیں امام زندویستی فرماتے ہیں میں نے امام ابو الفضل سے صبح کی دو رکعتیں ظہر و عصر و عشا کی چار مغرب کی تین کیوں ہوئیں فرمایا اس لئے کہ ہر نماز ایک نبی نے پڑھی ہے میں نے کہا مجھے اور بھی افادہ کیجئے۔ کہا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جنت سے زمین پر تشریف لائے دنیا آنکھوں میں تاریک تھی اور ادھر رات کی اندھیری آئی۔ انہوں نے رات کہاں دیکھی تھی بہت خائف ہوئے جب صبح چمکی دو رکعتیں شکر الٰہی کی پڑھیں۔ ایک اس کا شکر کہ تاریکی شب سے نجات ملی دوسرا اس کا کہ دن کی روشنی پائی انہوں نے نفل پڑھی تھیں ہم پر فرض کی گئیں کہ ہم سے گناہوں کی تاریکی دور ہو اور طاعت کا نور حاصل۔ زوال کے بعد سب سے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے چار رکعتیں پڑھیں جبکہ اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کا فدیہ اترا ہے پہلی اس کے شکر میں کہ بیٹے کا غم دور ہوا دوسری فدیہ آنے کے سبب تیسری رضائے مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر چوتھی اس کے شکر میں کہ اللہ عزوجل کے حکم پر اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے گردن رکھ دی یہ اُن کے نفل تھے ہم پر فرض ہوئیں کہ مولیٰ تعالیٰ ہمیں قتل نفس پر قدرت دے جیسی اُنہیں ذبح ولد پر قدرت دی اور ہمیں بھی غم سے نجات دے اور یہود و نصاریٰ کو ہمارا فدیہ کر کے نار سے ہمیں بچالے اور ہم سے بھی راضی ہو۔ نماز عصر سب سے پہلے یونس علیہ الصلاۃ والسلام نے پڑھی کہ اس وقت مولیٰ تعالیٰ نے اُنہیں چار ظلمتوں سے نجات دی ظلمت لغزش ظلمت غم ظلمت دریا ظلمت شکم ماہی یہ اُن کے نفل تھے ہم پر فرض ہوئی کہ ہمیں مولیٰ تعالیٰ ظلمت گناہ و ظلمت قبر و ظلمت قیامت و ظلمت دوزخ سے پناہ دے۔ مغرب سب سے پہلے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی۔ پہلی اپنے سے نفی الوہیت

---

[1] لفظ الکتاب فامرنا بذالک لانہ تعالیٰ وفقنا علی ابلیس کما وفقہ بذبح الولد وانجانا من الغم کما انجاہ وفدانا من النار کما فداہ ورضی عنا کما رضی عنہ اھ اقول و ماذکرت احسن من ستۃ وجوہ لاتخفی علی المتامل ۱۲ منہ غفرلہ

[2] الذی فی الکتاب ظلمۃ اللیل اقول ان کانت بالنہار فقد ذہبت بتلک البحر والا فلا اثر لہا ولذا ابدلتہا ۱۲ منہ غفرلہ

[3] الذی فی الکتاب اول من صلی المغرب تطوعا شکرا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حین خاطبہ اللہ تعالیٰ بقولہ ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ وکان ذالک بعد غروب الشمس الخ اقول المعروف ان ہذا الخطاب یوم الحساب الا تری الی قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فلما توفیتنی کنت انت الرقیب

دوسری اپنی ماں سے نفی الوہیت تیسری اللہ عزوجل کے لئے اثبات الوہیت کے لئے۔ یہ اُن کے نفل ہم پر فرض ہوئے کہ روزِ قیامت ہم پر حساب آسان ہو نار سے نجات ہو اُس بڑی گھبراہٹ سے پناہ ہو **اقول** اور مقام سے مناسب تر یہ تھا کہ یوں فرماتے کہ ہم اپنی خودی اور فخرِ آبا سے باہر آ کر اللہ عزوجل کے لئے خالص متواضع ہوں۔ سب سے پہلے عشا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی جب مدائن سے چل کر راستہ بھول گئے۔ بی بی کا غم اولاد کی فکر بھائی پر اندیشہ فرعون سے خوف جب وادی ایمن میں رات کے وقت مولیٰ تعالیٰ نے ان سب فکروں سے اُنہیں نجات بخشی چار نفل شکرانے کے پڑھے ہم پر فرض ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی راہ دکھائے ہمارے بھی کام بنائے ہمیں اپنے محبوبوں سے ملائے دشمنوں پر فتح دے آمین **سوم** قول بعض علما کہ فجر آدم ظہر ابراہیم عصر سلیمان مغرب عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی اور عشا خاص اس اُمت کو ملی کما تقدم عن الحلیۃ **چہارم** وہ حدیث کہ امام اجل رافعی نے شرح مسند میں ذکر فرمائی کہ صبح آدم ظہر داود عصر سلیمان مغرب یعقوب عشا یونس علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہے ذکرہ عنہ الزرقانی فی شرح المواھب والحلبی تماما فی الحلیۃ قال وادم وحدہ فی ذالک خبرا غرض نماز صبح میں پانچ متفق ہیں باقی چار میں اختلاف **اقول** فقیر کی نظر میں ظاہرًا قول اخیر کو سب پر ترجیح کہ اول تو وہ حدیث ہے لا اقل اثر صحابی یا تابعی نہیں اقوال علمائے مابعد پر ہر طرح مقدم رہے گی خصوصًا ایسے امر میں جس میں رائے وقیاس کو دخل نہیں بل **اقول** عسی ان یکون ماذکر الامام ابوالفضل بمعزل عما نحن فیہ فانہ انما ذکر التطوعات والکلام فی المکتوبات ولا ایقاع نفل فی ھذہ الاوقات فانہ ثابت فی جمیع الساعات فی المعالم عن جعفر بن سلیمان قال سمعت ثابتا یقول کان داود نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قد جزأ ساعات اللیل والنھار علی اھلہ فلم تکن تأتی ساعۃ من ساعات اللیل والنھار الا وانسان من اٰل داود قائم یصلی اھ معہذا اُن سب اقوال میں کہیں نہ کہیں گرفت ضرور ہے اول نے صاف تصریح کی کہ عشا انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم میں کسی نے نہ پڑھی اور سوم کا بھی یہی مفاد کہ صدر کلام میں انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کیا ہے اور اُمتوں سے موازنہ مقصود نہیں کما قدمنا تو یہ اطلاق تخصیص اپنے عموم پر ہے جس طرح اشعہ وغیرہا کی عبارتوں میں تھا نہ بلحاظ اُمم اور ہم اوپر بیان کر چکے کہ یہ ظاہر دلائل کے خلاف ہے دو قول مرجوح ہے اول و دوم نے عصر کو عُزیر و یونس علیہما الصلاۃ والسلام کی طرف نسبت کیا حالانکہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصر پڑھنا روشن ثبوت سے ثابت۔ قال تعالیٰ ووھبنا لداود سلیمان نعم العبد انہ اواب۔

اذ عرض علیہ بالعشی الصٰفنٰت الجیاد o فقال انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی حتی توارت بالحجاب o علماء فرماتے ہیں یہ نماز، نماز عصر تھی، جلالین میں ہے۔ عن ذکر ربی ای صلاۃ العصر مدارک میں ہے غفل عن العصر وکانت فرضا فاتتہ اور سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کا زمانہ یونس وعُزَیر علیہما الصلاۃ والسلام سے مقدم ہے تو اولیت صلاۃ عصران دونوں صاحبوں کے لئے کیونکر ہو سکتی ہے نسیم الریاض میں زیر حدیث ماینبغی لاحد ان یقول انا خیر من یونس بن متی ہے ھو من ولد بنیامین بن یعقوب علیہم الصلاۃ والسلام وکان بعد سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام اھ وفیہ فی فصل حکم عقد قلب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یونس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما فی مرأۃ الزمان کان بعد سلیمٰن نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ تو یونس علیہ الصلاۃ والسلام کی نسبت تصریح تھی اور حضرت عُزَیر کا سیدنا سلیمان علیہما الصلاۃ والسلام کے بعد ہونا خود ظاہر کہ اُن کا واقعۂ موت وحیات کہ قرآن عظیم میں مذکور بعد اس کے ہوا کہ بخت نصر بیت المقدس کو ویران کر گیا تھا اور احادیث سے ثابت کہ بیت المقدس کی بنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شروع اور سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ختم فرمائی۔ تو سلیمان وعُزَیر علیہما الصلاۃ والسلام میں صدہا سال کا فاصلہ تھا، معالم التنزیل میں ہے، قال الذی قال ان المار کان عُزَیرا ان بخت نصر لما خرب بیت المقدس واقدم سبی بنی اسرائیل ببابل کان فیہم عزیر ودانیال وسبعۃ الاف من اھل بیت داؤد علیہم الصلاۃ والسلام فلما نجا عزیر من بابل ارتحل علی حمار لہ الخ اسی میں ہے یعملون لہ مایشاء من محاریب کان مما عملوا لہ بیت المقدس ابتدأہ داود علیہ الصلوٰۃ والسلام فلما توفاہ اللہ تعالٰی استخلف سلیمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام فبنی المسجد بالرخام والجواھر واللاٰلی والیواقیت فلم یزل بیت المقدس علی مابناہ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام حتی غزاہ بخت نصر فخرب المدینۃ ونقض المسجد اھ ملتقطا بخلاف قول چہارم کہ اُس کی کسی بات پر اعتراض نہیں تو ظاہراً وہی مرجح وقرین قیاس اور حقیقت حال کا علم مولٰی سبحانہ وتعالٰی کے پاس۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o

مسئلہ (۲۵۰) :- از ریاست رام پور بذریعہ ملا ظریف گھیر عبدالرحمٰن خاں مرحوم مرسلہ عبدالرؤف خاں ۲۷ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

بگرامی خدمت فیض درجت جناب مولانا بحر العلوم صاحب زاد کرمہ، حضرت رسول اللہ صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم بعد نبوت قبل شب معراج جو دو وقتوں میں نماز پڑھتے تھے وہ کس طور پر ادا فرماتے تھے بیّنوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی لاسیما علی صاحب المعراج المصطفٰی والہ وصحبہ المقیمین الصلوۃ والعدل والوفاء۔

الجواب: پیش از اسراء دو وقت یعنی قبل طلوع شمس وقبل غروب کے نمازیں مقرر ہونے میں علما کو خلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ اس سے پہلے صرف قیام لیل کی فرضیت ثابت، باقی پر کوئی دلیل صریح قائم نہیں۔ فی الدر المختار اول کتاب الصلاۃ فرضت فی الاسراء وکانت قبلہ صلاتین قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا شمنی اھ وفی المواھب من المقصد الاول قبیل ذکر اول من اٰمن قال مقاتل کانت الصلوۃ اول فرضہا رکعتین بالغداۃ ورکعتین بالعشی لقولہ تعالٰی وسبح بحمد ربک بالعشی والابکار قال فی فتح الباری کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبل الاسراء یصلی قطعا وکذلک اصحابہ ولکن اختلف ھل افترض قبل الخمس شیئ من الصلوۃ ام لا فقیل ان الفرض کان صلاۃ قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا والحجۃ فیہ قولہ تعالٰی وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا انتہی وقال النووی اول ماوجب الانذار والدعاء الی التوحید ثم فرض اللہ تعالٰی من قیام اللیل ماذکرہ فی اول سورۃ المزمل ثم نسخہ بما فی اٰخرھا ثم نسخہ بایجاب الصلوات الخمس لیلۃ الاسراء بمکۃ اھ ما فی المواھب وفی شرحہا للعلامۃ الزرقانی من المقصد التاسع ذھب جماعۃ الی انہ لم تکن قبل الاسراء صلاۃ مفروضۃ الا ما وقع الامر بہ من صلاۃ اللیل بلا تحدید وذھب الحربی الی ان الصلاۃ کانت مفروضۃ رکعتین بالغداۃ ورکعتین بالعشی وردہ جماعۃ من اھل العلم اھ وفیہما من المقصد الخامس فی الاسراء عند ذکر صلاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالانبیاء بیت المقدس (قد اختلف فی ھذہ الصلوۃ) ھل ھی الشرعیۃ المعروفۃ او اللغویۃ وصوب الاول لان النص یحمل علی حقیقتہ الشرعیۃ مالم یتعذر وعلی ھذا اختلف (ھل ھی فرض) ویدل علیہ کما قال النعمانی حدیث انس عند ابی حاتم المتقدم قریبا المصنف (او نفل واذ قلنا انہا فرض فای صلاۃ ھی قال بعضہم الاقرب انہا الصبح ویحتمل ان تکون العشاء) والاحتمالان کما قال الشامی لیسا بشیئ سواء قلنا صلی بہم

قبل العروج او بعدہ لان اول صلاۃ صلاھا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الخمس مطلقا الظھر بمکۃ باتفاق ومن حمل الاولیۃ علی مکۃ فعلیہ الدلیل قال والذی یظھر انما کانت من النفل المطلق او کانت من الصلوۃ المفروضۃ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبل لیلۃ الاسراء وفی فتاوی النووی مایؤید الثانی اھ باختصار **اقول** وفی الاستدلال بقولہ عز اسمہ وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا نظر فان تتمۃ الاٰیۃ ومن اٰناء اللیل فسبح واطراف النھار لعلک ترضی فان حمل التسبیح علی الصلاۃ لقول ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما کل تسبیح فی القراٰن صلاۃ اخرجہ الفریابی عن سعید بن جبیر وان کان ربما یفید الاستثناء من کلیتہ علی ما **اقول** قولہ جل ذکرہ کل قد علم صلوتہ وتسبیحہ وقولہ تعالٰی فلولا انہ کان من المسبحین ہ للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون فان الظاھر ان المراد بہ ماذکر عنہ ربہ عزوجل بقولہ فنادی فی الظلمت ان لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین ہ بہ فسرہ سعید بن جبیر ارشد تلامذۃ ابن عباس الراوی عنہ تلک الکلیۃ وقد قال الحسن البصری کما فی المعالم ما کانت لہ صلاۃ فی بطن الحوت ولکنہ قدم عملا صالحا بید ان ابن عباس ھھنا ایضا مشی علی اصلہ فقال رضی اللہ تعالٰی عنہ من المسبحین من المصلین ویکون المعنی حینئذ ما قال الضحاک انہ شکر اللہ تعالٰی لہ طاعتہ القدیمۃ کما فی المعالم ایضا فعلی ھذا الحمل واخذ الامر للوجوب تدل الاٰیۃ باٰخرھا علی فرضیۃ اکثر من صلاتین الا ان یقال لم یقصد الحصر بدلیل ان قیام اللیل کان فریضۃ من قبل قطعا ولکن یبقی قولہ تعالٰی واطراف النھار وحملہ علی المذکورتین یستلزم التکرار اما استدلال مقاتل بقولہ تعالٰی وسبح بحمد ربک بالعشی والابکار فاقول اضعف واضعف بل لیس بشیئ اصلا فان الاٰیۃ من سورۃ حم المؤمن وقد تأخر نزولھا عن سورۃ بنی اسرائیل النازلۃ بخبر الاسراء بزمان طویل فقد روی ابن الضریس فی فضائل القراٰن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما فی حدیث ترتیب نزول السور قال کان اول ما نزل من القراٰن اقرأ باسم ربک ثم ن فذکر الحدیث الی ان قال ثم بنی اسرائیل ثم یونس ثم ھود ثم یوسف ثم الحجر ثم الانعام ثم الصٰفٰت ثم لقمان ثم سبا ثم الزمر ثم حم المؤمن الحدیث فکیف یستدل بھا علی ایجاب صلوۃ قبل الاسراء لاجرم ان فسرھا ترجمان القراٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ بالصلوات الخمس کما فی المعالم وقد یستدل بما روی ابن ابی حاتم

فی تفسیرہ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث الاسراء واتیانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیت المقدس لم البث الا یسیرا حتی اجتمع ناس کثیر ثم اذن مؤذن فاقیمت الصلوۃ قال فقمنا صفوفا ننتظر من یؤمنا فاخذ جبریل علیہ الصلوۃ والسلام بیدی فقدمنی فصلیت بھم فلما انصرفت قال لی جبریل اتدری من صلی خلفك قلت لا قال صلی خلفك کل نبی بعثہ اللہ وھو الحدیث المشار الیہ فی کلام الزرقانی عن الامام النعمانی **اقول** ولعل مطمح نظر المستدل وقوع الاذان والاقامۃ فانھما من خصائص الفرائض **اولا** فلان الاذان والاقامۃ المعروفین ما شرعا الا بالمدینۃ والاسراء قبل الھجرۃ ولذا قال الزرقانی فی تفسیر الحدیث اذن مؤذن ای اعلم بطلب الصلوۃ فاقیمت الصلوۃ ھیئوا لھا وشرعوا فیھا فلا یرد ان الاذان والاقامۃ انما شرعا بالمدینۃ والاسراء کان بمکۃ اھ واما **ثانیا** فلان تخصیصھما بالفرائض انما عرف بعد ما شرعا للامۃ اما قبل ذلك فای دلیل علیہ واما **ثالثا** وھو القاطع فلان الاسراء انما کان باللیل وقد علمنا ان صلوۃ اللیل کانت فریضۃ قبل فرض الخمس فما یدریك لعلھا ھی وبہ یظھر الجواب عما عسی ان یتعلق بہ متعلق مما روی مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث الاسراء وحانت الصلوۃ فاممتھم

تاہم اس قدر یقیناً معلوم کہ معراج مبارک سے پہلے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نمازیں پڑھتے۔ نماز شب کی فرضیت تو خود سورۂ مزمل شریف سے ثابت اور اُس کے سوا اور اوقات میں بھی نماز پڑھنا وارد عام ازینکہ فرض ہو یا نفل حدیث میں ہے کان المسلمون قبل ان تفرض الصلوات الخمس یصلون الضحی والعصر فکان النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ اذا صلوا اٰخر النھار تفرقوا فی الشعاب فصلوھا فرادی فرضیت پنجگانہ سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر پڑھا کرتے۔ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام جب آخر روز کی نماز پڑھتے گھاٹیوں میں متفرق ہوکر تنہا پڑھتے رواہ ابن سعد وغیرہ عن عزیزۃ بنت تجراۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ذکرہ فی ترجمتھا من الاصابۃ احادیث اس باب میں بکثرت ہیں اور ان کی جمع وتلفیق کی حاجت نہیں بلکہ نماز شروع روز بعثت شریف سے مقرر ومشروع ہے حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اول بار جس وقت وحی اُتری اور نبوت کریمہ ظاہر ہوئی اُسی وقت حضور نے بہ تعلیم جبریل امین علیہ الصلوۃ والتسلیم نماز پڑھی اور اُسی دن بہ تعلیم اقدس حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالٰی عنہا نے پڑھی۔ دوسرے دن امیر المومنین

علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنٰی نے حضور کے ساتھ پڑھی کہ ابھی سورۂ مزمل نازل بھی نہ ہوئی تھی تو ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے فقد اخرج احمد وابن ماجۃ والحارث فی مسندہ وغیرھم عن اسامۃ بن زید عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہما ان جبریل اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی اول ما اوحی الیہ فارٰہ الوضوء والصلوٰۃ فلما فرغ من الوضوء اخذ غرفۃ من ماء فنضح بھا فرجہ وفی سیرۃ ابن اسحاق وسیرۃ ابن ھشام والمواھب اللدنیہ من المقصد الاول وکتاب الخمیس وافضل القری لقراء ام القرٰی للامام ابن حجر المکی ثم حاشیۃ الکنز للعلامۃ السید ابی السعود الازھری ثم حاشیۃ الدر للعلامۃ السید احمد الطحطاوی وھذا لفظ القسطلانی مزیدا من الزرقانی (قد روی) مرضہ لان لہ طرقا لاتخلو من مقال لکنہا متعددۃ یحصل باجتماعہا القوۃ (ان جبریل بدا لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) وھو باعلی مکۃ کما عند ابن اسحاق ای بجبل الحراء کما فی الخمیس (فی احسن صورۃ واطیب رائحۃ فقال یا محمد ان اللہ یقرؤک السلام ویقول لک انت رسولی الی الجن والانس فادعھم الی قول لا الٰہ الا اللہ ثم ضرب برجلہ الارض فنبعت عین ماء فتوضأ منہا جبریل) زاد ابن اسحٰق ورسول اللہ ینظر الیہ لیریہ کیف الطھور الی الصلوٰۃ (ثم امرہ ان یتوضأ وقام جبریل یصلی وامرہ ان یصلی معہ) زاد فی روایۃ ابی نعیم عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فصلی رکعتین نحو الکعبۃ (فعلمہ الوضوء والصلوٰۃ ثم عرج الی السماء ورجع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایمر بحجر ولا مدر ولا شجر الا وھو یقول السلام علیک یا رسول اللہ حتی اتی خدیجۃ فاخبرھا فغشی علیہا من الفرح ثم امرھا فتوضأت وصلی بھا کما صلی بہ جبریل) زاد فی روایۃ فکانت اول من صلی (فکان ذلک اول فرضہا) ای تقدیرھا (رکعتین) اھ ولہ تمام سیاتی واخرج الطبرانی عن ابی رافع رضی اللہ تعالٰی عنہ قال صلی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول یوم الاثنین وصلت خدیجۃ اخرہ وصلی علی یوم الثلثاء بالجملہ یہ سوال ضرور متوجہ ہے کہ معراج سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے **اقول** ملاحظۂ آیات واحادیث سے ظاہر کہ وہ نماز اسی انداز کی تھی اُس میں طہارت ثوب بھی تھی قال تعالٰی فی سورۃ المدثر وثیابک فطھر وضو بھی تھا کما تقدم انفا **استقبال قبلہ** بھی تھا کما مر من حدیث ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا وروی ابن اسحاق فی سیرتہ قال حدثنی عبد اللہ بن نجیح المکی عن اصحابہ عطاء ومجاھد

وعمن روى ذلك فساق حديث اسلام عمر رضى الله تعالىٰ عنه وفيه فجعلت امشى رويدا ورسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قائم يصلى يقرؤ القراٰن حتى قمت فى قبلته مستقبله مابينى وبينه الا ثياب الكعبة قال فلما سمعت القراٰن رق له قلبى الحديث **تکبیر تحریمہ** بھی تھی قال تعالىٰ وربك فكبر وقال عز اسمه فى سورة الاعلىٰ النازلة قبل ما ذكرنا سيوربه فصلّٰى **قیام** بھی تھا قال تعالىٰ يا ايها المزمل قم الليل الاٰيات الى قوله جل ذكره ان ربك يعلم انك تقوم ادنىٰ من ثلثى الليل ونصفه وثلثه وطائفة من الذين معك **قراءت** بھی تھی قال تعالىٰ فى سورة المزمل فاقرؤا ماتيسر من القراٰن وقال الزرقانى تحت ماتقدم من قول مقاتل ركعتين بالغداة وركعتين بالعشى يحتمل انه كان يقرؤ فيهما بما اتاه من سورة اقرأ حتى نزلت الفاتحة **رکوع** بھی تھا على خلف فيه كما سيأتى وقد تظافرت الاحاديث الحاكية عما قبل الاسراء بصلاة ركعات او ركعتين منها ماتقدم اٰنفا من حديث ابى نعيم فصلى ركعتين ومن حديث غيره فكان ذلك اول فرضها ركعتين وانما سميت ركعة للركوع **سجود** بھی تھا كما فى حديث ايذاء ابى جهل وغيره من الكفرة لعنهم الله تعالىٰ حين صلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عند الكعبة فرمقوا سجوده فالقوا عليه ما القوا به فى قليب بدر ملعونين والحمد لله رب العٰلمين والحديث معروف فى الصحيحين وغيرهما عن ابن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه وفيه من قول الكفار يجئ به ثم يمهله حتى اذا سجد وضع بين كتفيه قال فانبعث اشقاهم فلما سجد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وضعه بين كتفيه وثبت النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ساجدا الحديث وقد قال تعالىٰ فى سورة اقرأ واسجد واقترب **جماعت** بھی تھی كما تقدم من حديث المبعث ولفظه عند ابن اسحاق ثم قام به جبريل فصلى به وصلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بصلاته (الى ان قال فى خديجة) صلى بها رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كما صلى به جبريل فصلت بصلاته اھ وقد قال تعالىٰ وطائفة من الذين معك واخرج الشيخان عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما فى حديث مجئ الجن اليه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اول البعث انهم اتوه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وهو يصلى باصحابه صلوٰة الفجر قال الزرقانى المراد بالفجر الركعتان اللتان كان يصليهما قبل طلوع الشمس **الجہر** بھی تھا قال تعالىٰ قل اوحى الى انه استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قراٰنا عجبا يهدى الى الرشد فاٰمنا به

وقد كانوا سمعوه صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی صلوۃ الفجر کما تقدم ومرّ حدیث ابن اسحاق فی اسلام امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وروی ابن سنجر فی مسندہ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خرجت اتعرض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل ان اسلم فوجدتہ قد سبقنی الی المسجد فقمت خلفہ فاستفتح سورۃ الحاقۃ فجعلتُ اتعجبُ من تالیف القراٰن فقلت ھو شاعر کما قالت قریش فقرأ انہ لقول رسول کریم وما ھو بقول شاعر قلیلا ما تؤمنون ٭ فقلت کاھن علم ما فی نفسی فقرأ ولا بقول کاھن قلیلا ما تذکرون ٭ الی اٰخر السورۃ فوقع الاسلام فی قلبی کل موقع اقول لکن ذکر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی حدیثہ المذکور نزول الحاقۃ بعد بنی اسرائیل بسبع وعشرین سورۃ وجعلہا من اواخر ما نزل بمکۃ ولا یظہر الجمع بان بعضہا نزل قدیما فسمعہ عمر قبل ان یسلم وتأخر نزول الباقی واعتبر ابن عباس بالاکثر فان امیر المؤمنین یقول فی ھذا الحدیث ان صح فاستفتح سورۃ الحاقۃ ویذکر الاٰیات من اواخرہا ثم یقول الی اٰخر السورۃ فاللہ تعالیٰ اعلم بل قال مجاھد فی قولہ تعالیٰ فاصدع بما تؤمر ھو الجہر بالقراٰن حکاہ فی المواھب من المقصد الاول قال قالوا وکان ذلک بعد ثلث سنین من النبوۃ قال الزرقانی تبرأمنہ لجزم الحافظ فی سیرتہ بان نزول الاٰیۃ کان فی السنۃ الثالثہ بالجملہ جہاں تک نظر کی جاتی ہے نمازِ سابق اصول وارکان میں اسی نماز مستقر کے موافق نظر آتی ہے بلکہ حدیث مذکور بلفظ مواہب میں یعنی فکان ذلک اول فرضہا رکعتین کے فرمایا ثم ان اللہ تعالیٰ اقرہا فی السفر کذلک واتمہا فی الحضر شرح زرقانی میں ہے اقرہا ای شرعہا علی ھیئۃ ما کان یصلیہا قبل اس سے ظاہر یہ کہ پیش از معراج دو رکعتیں اسی طرح کی تھیں جیسی اب ہیں مگر بعض علما فرماتے ہیں معراج سے پہلے رکوع اصلا نہ تھا نہ اس شریعت میں نہ اگلی شرائع میں۔ رکوع ہمارے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی اُمت مرحومہ کے خصائص سے ہے کہ بعد اسرا عطا ہوا بلکہ معراج مبارک کی صبح کو جو پہلی نماز ظہر پڑھی گئی اُس تک رکوع نہ تھا اُس کے بعد عصر میں اُس کا حکم آیا اور حضور وصحابہ نے ادا فرمایا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم مسند بزاز و معجم اوسط طبرانی میں امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی حدیث اس معنی کو مفید امام جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں باب اختصاصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالرکوع فی الصلوۃ ذکر جماعۃ من المفسرین فی قولہ تعالیٰ وارکعوا مع الراکعین ان مشروعیۃ الرکوع فی الصلوۃ خاص بھذہ الملۃ وانہ

لارکوع فی صلاۃ بنی اسرائیل ولذا امرہم بالرکوع مع امۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قلت وقد یستدل لہ بما اخرجہ البزار والطبرانی فی الاوسط عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال اول صلاۃ رکعنا فیہا العصر فقلنا یارسول اللہ ماھذا قال بھذا امرت ووجہ الاستدلال انہ صلی قبل ذلک صلاۃ الظہر وصلی قبل فرض الصلوات الخمس قیام اللیل وغیر ذلک فکون الصلوۃ السابقۃ بلارکوع قرینۃ لخلو صلوۃ الامم السابقۃ منہ اھ شرح زرقانی مقصد خامس میں ہے الرکوع من خصائص الامۃ وماصلاہ المصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبل الاسراء لارکوع فیہ وکذا ظہر عقب الاسراء واول صلاۃ برکوع العصر بعدھا **اقول** یہ حدیث طبرانی اگر صحیح یا حسن ہے تو اسناد صحیح و حسن ہے ورنہ اس کا صریح معارض حدیث عفیف کندی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موجود کہ وہ زمانہ جاہلیت میں مکہ معظمہ آئے کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے دن خوب چڑھ گیا تھا کہ ایک جوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر رو بکعبہ کھڑے ہوگئے ذرا دیر میں ایک لڑکے تشریف لائے وہ اُن کے دہنے ہاتھ پر قائم ہوئے تھوڑی دیر میں ایک بی بی تشریف لائیں وہ پیچھے کھڑی ہوئیں پھر جوان نے رکوع فرمایا تو یہ دونوں رکوع میں گئے پھر جوان نے سرمبارک اٹھایا تو ان دونوں نے اٹھایا جوان سجدے میں گئے تو یہ دونوں بھی گئے۔ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حال پوچھا کہا یہ جوان میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں اور یہ لڑکے میرے بھتیجے علی اور یہ بی بی خدیجۃ الکبرٰی ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ میرے یہ بھتیجے کہتے ہیں کہ آسمان وزمین کے مالک نے انہیں اس دین کا حکم دیا ہے اور اُن کے ساتھ ابھی یہی دو مسلمان ہوئے ہیں اخرج ابن عدی فی الکامل وابن عساکر فی التاریخ عن عفیف الکندی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال جئت فی الجاہلیۃ الی مکۃ وانا ارید ان ابتاع لاھلی من ثیابھا وعطرھا فاتیت العباس وکان رجلا تاجرا فانی عندہ جالس انظر الی الکعبۃ وقد کلفت الشمس وارتفعت فی السماء فذھبت اذ اقبل شاب فنظر الی السماء ثم قام مستقبل الکعبۃ فلم البث الا یسیرا حتی جاء غلام فقام عن یمینہ ثم لم یلبث الا یسیرا حتی جاءت امراءۃ فقامت خلفھا فرکع الشاب فرکع الغلام والمرأۃ فرفع الشاب فرفع الغلام والمرأۃ فسجد الشاب فسجد الغلام والمرأۃ فقلت یا عباس امر عظیم فقال امر عظیم تدری من ھذا الشاب ھذا محمد بن عبداللہ ابن اخی تدری من ھذا الغلام ھذا علی ابن اخی تدری من ھذہ المرأۃ ھذہ خدیجۃ بنت خویلد زوجتہ ان ابن اخی ھذا حدثنی ان ربہ رب السموت

والارض امرہ بھذا الدین ولم یسلم معہ غیر ھؤلاء الثلثۃ فیہ سعید بن خثیم الھلالی قال الازدی
منکر الحدیث عن اسد بن عبد اللہ العشری قال البخاری لایتابع علی حدیثہ اور دعوٰی اختصاص
امت پر آیہ کریمہ وظن داود انما فتنٰہ فاستغفر ربہ وخر راکعا واناب کے ورود میں اگر تامل بھی ہو
فان کثیرا منھم فسروا ھھنا الرکوع بالسجود وان قال الحسین بن الفضل ان معناہ خر بعد ما کان راکعا
ای سجد تو کریمہ یٰمریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین ۵ ظاہرۃ الورود ہے معالم میں ہے
قیل انما قدم السجود علی الرکوع لانہ کذلک فی شریعتھم وقیل بل کان الرکوع قبل السجود فی الشرائع
کلھا ولیس الواو للترتیب بل للجمع **اقول** یہاں اگرچہ تاویل رکوع بخشوع ممکن مگر حدیث شب معراج
ثم دخلت المسجد فعرفت النبیین مابین قائم وراکع وساجد رواہ الحسن بن عرفۃ وابو نعیم عن
ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ جس میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب مسجد اقصٰی میں
تشریف فرما ہوئے انبیاء کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام کو ملاحظہ فرمایا کوئی قیام میں ہے کوئی رکوع میں کوئی
سجود میں نص مفسر غیر قابل التاویل ہے فانہ یفید التقسیم ولا یجوز ان یکون الخشوع قسیما للقیام والسجود
فاندفع ماذکر العلامۃ الزرقانی ھٰھنا حیث قال تحت قولہ مابین قائم وراکع ای خاشع لخشوع
الراکع فلا یرد ان الرکوع من خصائص الامۃ الی اٰخر ماقدمنا نقلہ ورأیتنی کتبت علی ھامشہ ما
حاصلہ ان فیہ مثل ماقدمنا عن الزرقانی نفسہ ان النص یحمل علی حقیقتہ الشرعیۃ مھما امکن
وقد امکن واختصاص ھٰذہ الامۃ من بین الامم لاینفی صدور الرکوع من الانبیاء علیھم الصلوٰۃ
والسلام لاسیما بعد الوفاۃ لاسیما بعد ماظھرت شریعۃ نبی الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیھم وسلم
ونسخت شرائعھم عن اٰخرھا وقرانہ بقیام وسجود ادل دلیل علی ان المراد الرکوع الشرعی و
کیف یحمل علی اللغوی وھو الخشوع مع انہ قسم بینھم القیام والرکوع والسجود افتری قائمھم
وساجدھم غیر خاشع اھ ماکتبت علیہ ثم **اقول** الحدیث ان دل علی خلو صلاۃ بنی اسرائیل
عن الرکوع کان ادل علی خلو صلوٰۃ الامۃ الابراھیمیۃ عنہ فان ملتنا ھٰذہ ھی الملۃ الابراھیمیۃ
مع ان اللہ تعالٰی یقول وعھدنا الی ابراھیم واسمٰعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین
والرکع السجود وقال تعالٰی واذ بوأنا لابراھیم مکان البیت ان لاتشرک بی شیئا وطھر بیتی
للطائفین والقائمین والرکع السجود وادعاء ان المراد بالرکع الامۃ المحمدیۃ خاصۃ وفی البعد

صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب والہ وامتہ وبارک وسلم بالجملہ مدارکار صحت حدیث مذکور طبرانی و بزار پر ہے اگر وہ صحیح ہے تو ثابت ہوگا کہ معراج شریف سے پہلے کی نمازیں بلکہ ایک نماز بعد کی بھی بے رکوع تھی ورنہ ظاہر احادیث یہی ہے کہ نماز سابق ولاحق باہم یکساں ومتوافق ہیں ھذا الکلہ ماظھر لی والعلم بالحق عند ربی واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۵۱: ازبنارس محلہ کنتواپورہ۔ مرسلہ مولوی حاجی محمد رضا علی صاحب۔ ماہ رمضان ۱۳۰۸ھ

سوال

خلاصہ فتوائے مولوی صاحب موصوف کہ بطلب تصدیق نزد فقیر فرستادند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک اشتہار جو چھاپا گیا ہے اس میں لکھا ہے کہ شیخ عبداللہ نامی بماہ ربیع الاول ۱۳۰۷ھ شب جمعہ روضہ مبارک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بیٹھے تھے اُن کو پیغمبر خدا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اونگھ میں باتیں کہیں جب آنکھ کھلی سب مضمون اشتہار کا غذ پر لکھا قبر شریف پر دھرا تھا اور بہت باتیں اس میں مکتوب ہیں دربارہ اس اشتہار کے کیا ارشاد ہے۔ بینوا ایہا العلماء رحمکم اللہ۔

الجواب وھو العلیم: کہتا ہے فقیر محمد رضا علی البنارسی الحنفی اُس میں جو علامات قیامت لکھے ہیں بے شک علامات صغرٰی سب اس زمانہ میں موجود ہیں اور اسلام میں ضعف خصوصًا ہندوستان میں اللہ تعالٰی سب مسلمانوں کو اور فقیر کو توبہ نصیب کرے۔ مگر اشتہار میں جو لکھا ہے کہ شیخ عبداللہ سے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خواب یا اونگھ میں فرمایا۔ علماء کتب معتبرہ میں لکھتے ہیں اگر کوئی کہے ہم سے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خواب میں ایسا فرمایا اگر قائل فاسق ہے تو بلا شک کاذب ہے اور متقی ہے تو دیکھیں گے کہ یہ حکم جو یہ شخص پیغمبر خدا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت کرتا ہے اگر برابر ہے قرآن وحدیث اور نصوص قطعیہ شرعیہ اور فقہ کے تو یہ قول بھی واجب الاذعان اور واجب الاتباع ہے اور اگر مخالف ہے ہر گز معتبر اور واجب الاتباع نہیں کیونکہ جو کلمہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بیداری میں صحابہ کرام سے فرمایا اور متواتر منقول ہے اُسی کا اعتبار کریں گے مخالف کو اضغاث احلام شمار کریں گے ورنہ تعارض آپ کے کلام میں لازم آئے گا کذا ذکرہ الملا علی القاری

فی المقدمۃ السالمۃ فی خوف الخاتمۃ وفی الحرز الثمین والعارف بن ابی جمرۃ الاندلسی المالکی فی بھجۃ النفوس شرح مختصر صحیح البخاری والشہاب احمد الخفاجی الحنفی فی نسیم الریاض وغیرھم فی کتبھم اور بھی فرمایا اللہ تعالیٰ نے الیوم اکملت لکم دینکم کلام الٰہی اور کلام رسالت پناہی بعد اکمال کے اب منسوخ نہیں ہو سکتا۔ الغرض کذب اس اشتہار کا کئی طور سے معلوم ہوتا ہے۔ واللہ العلیم الخبیر اس میں لکھا ہے تارک الصلاۃ پر نماز جنازہ نہ پڑھیں غسل نہ دیں قبرستان اہل اسلام میں نہ دفن کریں اس کے ساتھ کھانا نہ کھائیں عیادت نہ کریں یہ سب مسائل خلاف قرآن اور حدیث اور فقہ کے ہیں خلاف اہل سنت کے ہیں خوارج سے ملتے ہوئے ہیں ہمارے مذہب اہل سنت میں ترک نماز گناہ کبیرہ ہے اور ترک فرض اور ارتکاب کبیرہ سے آدمی کافر نہیں ہو سکتا ہاں کبیرہ کو کبیرہ نہ جانے تو بلاشک کافر ہے منکر نصوص قطعیہ کا بلاشک کافر ہے اور کلمہ گو کو غسل نہ دینا نماز جنازہ نہ پڑھنا مقابر اہل اسلام میں نہ دفن کرنا نہایت مذموم اور بڑے فساد اور بڑی اہانت کی بات ہے اور تارک الصلاۃ کے کفر و اسلام کا بحث درمیان ائمہ اربعہ کے معلوم ہے۔ ہمارے امام اعظم تارک الصلوٰۃ کو کافر نہیں کہتے فاسق کہتے ہیں اور اس کو ادلۂ شرعیہ سے ثابت کرتے ہیں اور مراد کفر سے تعذیب مثل کفار کے ہے کذا فی شرح الفقہ الاکبر لملا علی القاری ومیزان الشعرانی ورحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ وشرح الشیخ عبد الحق للمشکوٰۃ وغیرھا من الکتب المعتبرات اور نماز جنازہ تارک الصلوٰۃ پر چاہیئے۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تصل علی احد منھم مات ابدا اس آیت میں منع صلاۃ اوپر کافر کے ہے نہ مومن کے اور تارک الصلاۃ کو قبرستان مسلمانوں میں دفن کرنا چاہیئے کذا فی شرح المشکوٰۃ لعبد الحق الدھلوی وتکمیل الایمان اور نہ تارک الصلوٰۃ نجس نہیں اس کے ساتھ بیٹھ کر دوسرے برتن میں کھانے میں کیا قباحت ہے اور عیادت تارک الصلوٰۃ کی کیسے ممنوع ہوگی جبکہ ہمارے پیغمبر خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیادت یہود کی کی ہے خصوصاً واسطے تالیف قلوب کے بلاشک جائز ہے کذا فی الحدیث وتحقیق ھذہ المسألۃ فی المشکوٰۃ والصحاح الست وشروحھا بالجملہ نزدیک فقیر کے کل وصیت نامہ پر لوگ عمل کریں اور اللہ سے ڈریں مگر جو مسائل مخالف فقہ اور نصوص قطعیہ کے ہیں اس پر ہرگز عمل نہ کریں ورنہ ثواب کے عوض میں عذاب ہاتھ آوے گا ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین اھدنا الصراط المستقیم الی اخر السورۃ۔ ۲۰ شعبان ۱۳۰۶ھ

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال الفقیر عبد المصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی غفرالله
تعالٰی له ولاسلافه وبارك فیه وفی اخلافه آمین حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ و
سلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہونا اگرچہ بلاشبہ حق ہوتا ہے یہ خواب کبھی اضغاث احلام سے
نہیں ہوتی حضور پرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ فرماتے ہیں من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان
لایتمثل بی جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے مجھی کو دیکھا کہ شیطان میری مثال بن کر نہیں آسکتا
رواہ احمد والبخاری والترمذی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ اور فرماتے ہیں صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم من رانی فقد رأی الحق فان الشیطان لایتزیابی جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق
دیکھا کہ شیطان میری وضع نہ بنائے گا رواہ احمد والشیخان عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ
والاحادیث فی ھذا المعنی متواترۃ مگر از انجا کہ حالت خواب میں ہوش و حواس عالم بیداری کی طرح
ضبط و تیقظ پر نہیں ہوتے لہٰذا خواب میں جو ارشادات سُنے مثل بیداری صورت یقین نہیں ہوتا اس کا ضابطہ
یہ ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جو ارشادات بیداری میں ثابت ہو چکے اُن پر عرض کریں
اگر اُن سے مخالف نہیں فبہا سواء وجد مطابقۃ الصریح اولا ایسی حالت میں اُس ارشاد کا ماننا چاہیے
اور مخالف ہے تو یقین کریں گے کہ صاحب خواب کے سُننے میں فرق ہوا حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی
علیہ وسلم نے حق فرمایا اور بوجہ تکدر حواس کہ اثر خواب ہے اُس کے سننے میں غلط آیا جیسے ایک شخص
نے خواب دیکھا کہ حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُسے میکشی کا حکم دیتے ہیں امام جعفر صادق رضی اللہ
تعالٰی عنہ نے فرمایا حضور نے مے کشی سے نہی فرمائی تیرے سننے میں الٹی آئی اس امر میں فاسق و متقی برابر
ہیں نہ متقی کا سماع واجب الصحۃ نہ فاسق کا بیان یقینی الکذب بلکہ ضابطہ مطلقاً یہی ہے جو مذکور ہوا پھر کافہ
اہل سنت وجماعت کا اجماع قطعی ہے کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں قال اللہ عزوجل وان طائفتٰن من المؤمنین
اقتتلوا وقال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان زنی وان سرق علٰی رغم انف ابی ذر وقال
صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم شفاعتی لاھل الکبائر من امتی بلکہ مذہب معتمد و محقق میں استحلال بھی علی اطلاقہ
کفر نہیں جب تک زنا یا شرب خمر یا ترک صلوٰۃ کی طرح اُس کی حرمت ضروریات دین سے نہ ہو غرض

ضروریات کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقواطع ہو کہ عند التحقیق آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا مگر انکار اُس کا جس کی تصدیق نے اُسے دائرہ اسلام میں داخل کیا تھا اور وہ نہیں مگر ضروریات دین کما حققہ العلماء المحققون من الائمۃ المتکلمین و لہذا خلافت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا منکر مذہب تحقیق میں کافر نہیں حالانکہ اُس کی حقانیت بالیقین قطعیات سے ثابت وقد فصل القول فی ذلک سیدنا العلامۃ الوالد رضی اللہ تعالٰی عنہ فی بعض فتاویہ بالجملہ اس قدر پر تو اجماع اہل سنت ہے کہ ارتکاب کبیرہ کفر نہیں بایں ہمہ تارک الصلاۃ کا کفر و اسلام قدیم سے ہمارے ائمہ کرام میں مختلف فیہ **اقول وباللہ التوفیق** اگرچہ کفر تکذیب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ فی بعض ماجاء بہ من عند ربہ جل و علا کا نام ہے اور تکذیب صفت قلب مگر جس طرح اقوال مکفرہ اس تکذیب پر علامت ہوتے اور اُن کی بنا پر حکم کفر دیا جاتا ہے یوں ہی بعض افعال بھی اُس کی امارت اور حکم تکفیر کے باعث ہوتے ہیں کالقاء المصحف فی القاذورات والسجود للصنم وقتل النبی والزنا بحضرتہ وکشف العورۃ عند الاذان وقراءۃ القراٰن علی جہۃ الاستخفاف وکل ما دل علی الاستہزاء بالشرع اوالا ستدراء بہ یہ حکم اُس اجماع کا منافی نہیں ہو سکتا کہ نفس فعل من حیث ہو ہو مبنائے تکفیر نہیں بلکہ من حیث کونہ علما علی الجحود الباطنی والتکذیب القلبی والعیاذ باللہ تعالٰی منہ صدر اول میں ترک نماز بمعنے کف بھی کہ حقیقۃً فعل من الافعال ہے اسی قبیل سے گنا جاتا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کان اصحاب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایرون شیئا من الاعمال ترکہ کفرا غیر الصلوۃ اصحاب مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہ جانتے رواہ الترمذی والحاکم وقال صحیح علی شرطہما وروی الترمذی عن عبد اللہ بن شفیق العقیلی مثلہ ولہذا بہت صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین تارک الصلاۃ کو کافر کہتے۔ سیدنا امیر المومنین مولٰی علی مرتضٰے مشکل کشا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرماتے ہیں من لم یصل فہو کافر جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے رواہ ابن ابی شیبۃ والبخاری فی التاریخ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں من ترک الصلوۃ فقد کفر جس نے نماز چھوڑی وہ کافر ہو گیا رواہ محمد بن نصر المروزی وابو عمر بن عبد البر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں من ترک الصلوۃ فلا دین لہ جس نے نماز ترک کی وہ بے دین ہے رواہ المروزی

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں من لم یصل فھو کافر بے نماز کافر ہے رواہ ابو عمر
ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لا ایمان لمن لا صلٰوۃ لہ بے نماز کے لئے ایمان نہیں رواہ ابن
عبد البر ایضاً امام اسحاق فرماتے ہیں صح عن النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تارك الصلوٰۃ
کافر وکذلك کان رأی اھل العلم من لدن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تارك الصلوٰۃ
عمدا من غیر عذر حتی یذھب وقتہا کافر سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بصحت ثابت
ہوا کہ حضور نے تارک الصلوٰۃ کو کافر فرمایا اور زمانۂ اقدس سے علماء کی یہی رائے ہے کہ جو شخص قصداً
بے عذر نماز ترک کرے یہاں تک کہ وقت نکل جائے وہ کافر ہے اسی طرح امام ایوب سختیانی سے
مروی ہوا کہ ترك الصلوٰۃ کفر لا یختلف فیہ ترک نماز بے خلاف کفر ہے۔ ابن حزم کہتا ہے قد
جاء عن عمر وعبد الرحمن بن عوف ومعاذ بن جبل وابی ھریرۃ وغیرھم من الصحابۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان من ترك صلوٰۃ فرض واحد متعمدا حتی یخرج وقتہا فھو کافر مرتد
ولا یعلم لھؤلاء مخالف، امیر المومنین عمر فاروق اعظم وحضرت عبد الرحمٰن بن عوف احد العشرۃ
المبشرۃ وحضرت معاذ بن جبل امام العلماء وحضرت ابو ہریرہ حافظ الصحابۃ وغیرہم اصحاب سید المرسلین
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین سے وارد ہوا کہ جو شخص ایک نماز فرض قصداً چھوڑ دے یہاں تک
کہ اس کا وقت نکل جائے وہ کافر مرتد ہے۔ ابن حزم کہتا ہے اس حکم میں ان صحابہ کا خلاف کسی صحابی
سے معلوم نہیں۔ انتہی اور یہی مذہب حکم بن عتیبہ وابوداود طیالسی وابوبکر ابن ابی شیبہ وزہیر بن
حرب اور ائمہ اربعہ سے حضرت سیف السنۃ امام احمد بن حنبل اور ہمارے ائمہ حنفیہ سے امام عبداللہ
بن مبارک تلمیذ حضرت امام اعظم اور ہمارے امام کے استاذ الاستاذ امام ابراہیم نخعی وغیرہم ائمہ دین
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔ ذکر کل ذلك الامام الحافظ زکی الدین عبد العظیم
المنذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اسی کو جمہور ائمہ حنبلیہ نے مختار ومرجح رکھا امام ابن امیر الحاج
حلیہ میں فرماتے ہیں عند احمد فی الروایۃ المکفرۃ انہ یقتل کفرا وھی المختارۃ عند جمھور
اصحابہ علی ماذکرہ ابن ھبیرۃ اور بے شک بہت ظواہر نصوص شرعیہ آیات قرآنیہ واحادیث
نبویہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیہ اس مذہب کی مؤید کما فصل جملۃ منہا خاتمۃ المحققین
سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فی الکتاب المستطاب الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح

وفی سرور القلوب فی ذکر المحبوب وفی جواھر البیان فی اسرار الارکان وغیرھا من تصانیفہ النقیۃ العلیۃ الرفیعۃ الشان اعلی اللہ تعالٰی درجاتہ فی غرفات الجنان آمین بالجملہ اس قول کو مذاہب اہل سنت سے کسی طرح خارج نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک جم غفیر قدمائے اہل سنت صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا مذہب ہے اور بلاشبہ وہ اس وقت و حالت کے لحاظ سے ایک بڑا قوی مذہب تھا۔ صدر اول کے بعد جب اسلام میں ضعف آیا اور بعض عوام کے قلب میں سستی و کسل نے جگہ پائی نماز میں کامل جیتی و مستعدی کہ صدر اول میں مطلقاً ہر مسلمان کا شعار دائم تھی اب بعض لوگوں سے چھوٹ چلی وہ امارت مطلقہ و علامت فارقہ ہونے کی حالت نہ رہی۔ لہذا جمہور ائمہ نے اُسی اصل اجماعی مؤید بدلائل قاہرہ آیات متکاثرہ و احادیث متواترہ پر عمل واجب جانا کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں یہی مذہب ہمارے ائمہ حنفیہ و ائمہ شافعیہ و ائمہ مالکیہ اور ایک جماعت ائمہ حنبلیہ وغیرہم جماہیر علمائے دین و ائمہ معتمدین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا ہے کہ اگرچہ تارک نماز کو سخت فاجر جانتے ہیں مگر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہتے اور یہی ایک روایت امام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ہے اس کی رُو سے یہ مذہب مذہب حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مجمع علیہ ہے۔ حلیہ میں فرمایا ذھب الجمھور منھم اصحابنا ومالک والشافعی واحمد فی روایۃ الی انہ لایکفر ثم اختلفوا فی انہ ھل یقتل بھذا الترک فقال الائمۃ الثلاثۃ نعم ثم ھل یکون حدا اوکفرا فالمشھور من مذھب مالک وبہ قال الشافعی انہ حد وکذا عند احمد فی ھذہ الروایۃ الموافقۃ للجمھور فی عدم الکفر اور اس طرف بحمد اللہ نصوص شرعیہ سے وہ دلائل ہیں جن میں اصلا تاویل کو گنجائش نہیں بلکہ بخلاف دلائل مذہب اول کہ اپنے نظائر کثیرہ کی طرح استحلال و استخفاف و جحود و کفران و فعل مثل فعل کفار وغیرہا تاویلات کو اچھی طرح جگہ دے رہے ہیں یعنی فرضیت نماز کا انکار کرے یا اُسے ہلکا یا بے قدر جانے یا اس کا ترک حلال سمجھے تو کافر ہے یا یہ کہ ترک نماز سخت کفران نعمت و ناشکری ہے۔ کما قال سیدنا سلیمٰن علیہ الصلوۃ والسلام لیبلونی ءاشکر ام اکفر یا یہ کہ اُس نے کافروں کا سا کام کیا الی غیر ذلک مما عرف فی موضعہ ومن الجادۃ المعروفۃ رد المحتمل الی المحکم لاعکسہ کما لایخفی فیجب القول بالاسلام ادھر کے بعض دلائل حلیہ وغیرہا میں ذکر فرمائے ازاں جملہ حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا

خمس صلوات کتبھن اللہ تعالٰی علی العباد پانچ نمازیں خدا نے بندوں پر فرض کیں الی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من لم یأت بھن فلیس لہ عند اللہ عھد ان شاء عذبہ و ان شاء ادخلہ الجنۃ جو اُنہیں نہ پڑھے اُس کے لئے خدا کے پاس کوئی عہد نہیں اگر چاہے تو اُسے عذاب فرمائے اور چاہے تو جنت میں داخل کرے رواہ الامام مالك وابوداؤد والنسائی وابن حبان فی صحیحہ یہ حدیث اُس کے اسلام پر نص قاطع ہے کہ اگر معاذ اللہ کافر ہوتا تو اس کہنے کا موقع نہ تھا دوسری حدیث میں ہے حضور اکرم سرور عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الدواوین ثلاثۃ فدیوان لایغفر اللہ منہ شیئا ودیوان لایعبؤ اللہ بہ شیئا ودیوان لایترك اللہ منہ شیئا فاما الدیوان الذی لایغفر اللہ منہ شیئا فالاشراك باللہ واما الدیوان الذی لایعبؤ اللہ بہ شیئا فظلم العبد نفسہ فیما بینہ وبین ربہ من صوم یوم ترکہ او صلاۃ ترکھا فان اللہ تعالٰی یغفر ذلك ان شاء ویتجاوز واما الدیوان الذی لایترك اللہ منہ شیئا فمظالم العباد بینھم القصاص لامحالۃ دفتر تین ہیں۔ ایک دفتر میں سے اللہ تعالٰی کچھ نہ بخشے گا اور ایک دفتر کی اللہ عزوجل کو کچھ پرواہ نہیں اور ایک دفتر میں سے اللہ تبارک وتعالٰی کچھ نہ چھوڑے گا۔ وہ دفتر جس میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ بخشے گا وہ دفتر کفر ہے اور وہ جس کی اللہ سبحانہ وتعالٰی کو کچھ پرواہ نہیں وہ بندے کا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے۔ اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں مثلاً کسی دن کا روزہ ترک کیا یا کوئی نماز چھوڑ دی کہ اللہ تعالٰی چاہے تو اُسے معاف کر دے گا اور درگزر فرمائے گا اور وہ دفتر جس میں سے کچھ نہ چھوڑے گا وہ حقوق العباد ہیں اس کا حکم یہ ہے ضرور بدلہ ہونا ہے رواہ الامام احمد والحاکم عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بالجملہ وہ فاسق ہے اور سخت فاسق مگر کافر نہیں وہ شرعاً سخت سزاؤں کا مستحق ہے۔ ائمہ ثلاثہ مالک وشافعی واحمد رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں اُسے قتل کیا جائے۔ ہمارے ائمہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم کے نزدیک فاسق فاجر مرتکب کبیرہ ہے اسے دائم الحبس کریں یہاں تک کہ توبہ کرے یا قید میں مر جائے۔ امام محبوبی وغیرہ مشائخ حنفیہ فرماتے ہیں کہ اتنا ماریں کہ خون بہا دیں پھر قید کریں یہ تعزیرات یہاں جاری نہیں۔ لہٰذا اُس کے ساتھ کھانا پینا میل جول سلام کلام وغیرہ معاملات ہی ترک کریں کہ یوں ہی زجر ہو اسی طرح بنظر زجر ترک عیادت میں مضائقہ نہیں۔ یہودی کی عیادت فرمانی بنظر تالیف و ہدایت تھی یہاں اس کی عیادت نہ کرنی بنظر زجر ہے۔ دونوں مقاصد شرعیہ ہیں

رہی نماز جنازہ وہ اگرچہ ہر مسلمان غیر ساعی فی الارض بالفساد کے لئے فرض ہے وھذا امنہ کقاتل نفسہ بل اولی فان قتل نفسہ اشد من قتل مؤمن غیرہ وقتل المؤمن اکبر عند اللہ من ترک الصلوۃ وقد قال فی الدر من قتل نفسہ ولو عمدا یغسل ویصلی علیہ بہ یفتی وان کان اعظم وزرا من قاتل غیرہ قال فی رد المحتار بہ یفتی لانہ فاسق غیر ساع فی الارض بالفساد وان کان باغیا علی نفسہ کسائر فساق المسلمین زیلعی مگر فرض عین نہیں فرض کفایہ ہے پس اگر علماء و فضلا باقتدائے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی المدیون وفی قاتل نفسہ بغرض زجر و تنبیہ نماز جنازہ بے نماز سے خود جدا رہیں کوئی حرج نہیں ہاں یہ نہیں ہوسکتا کہ اصلاً کوئی نہ پڑھے یوں سب آثم و گنہگار رہیں گے۔ مسلمان اگرچہ فاسق ہو اُس کے جنازہ کی نماز فرض ہے۔ اگر اُس نے اپنا فرض ترک کیا ہم اپنا فرض کیونکر چھوڑ سکتے ہیں۔ درمختار میں ہے ھی فرض علی کل مسلم مات خلا اربعۃ بغاۃ وقطاع الطریق اذا قتلوا فی الحرب ومکابر فی مصر لیلا وخناق خنق غیر مرۃ اسی طرح غسل دینا مقابر مسلمین میں دفن کرنا اماتنا اللہ تعالٰی علی الاسلام الصادق انہ رؤف رحیم امین وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ اجمعین امین واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۵۲): ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ ہجریہ مقدسہ

جناب مولوی صاحب دام اقبالکم بعد سلام علیک کے ملتمس ہوں کہ اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس نے نماز کو چھوڑا اُس میں اور مشرک میں کچھ فرق نہیں تو عرض یہ ہے کہ اگر یہ بات سچ ہے تو اکثر لوگ بے نمازیں کیا وہ سب لوگ شرک میں داخل ہوسکتے ہیں یا نہیں جو کچھ آیت وحدیث کا اس بارہ میں حکم ہو تحریر فرمائیے تاکہ معلوم ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بلاشبہ حدیث میں آیا ہے کہ ہم میں اور مشرکوں میں فرق نماز کا ہے اس میں شک نہیں کہ جو نماز کا تارک ہے وہ مشرکوں کے فعل میں اُن کا شریک ہے پھر اگر دل سے بھی نماز کو فرض نہ جانے یا ہلکا سمجھے جب تو سچا مشرک پورا کافر ہے ورنہ اُس کا یہ کام کافروں مشرکوں کا سا ہے اگرچہ وہ حقیقۃً کافر مشرک نہ ٹھہرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۲۵۳): از جونا گڈھ سرکل مدار المہام مرسلہ مولوی امیر الدین صاحب ۲۰ رجب ۱۳۱۶ھ

ایک واعظ برسر مجلس بیان کرتا ہے کہ جس شخص نے ایک وقت کی نماز قصداً ترک کی اُس نے

ستر مرتبہ بیت اللہ میں اپنی ماں سے زنا کیا مستفتی خوب جانتا ہے کہ بے نمازی سے بُرا اللہ کے نزدیک کوئی نہیں اور شرع شریف میں اُس کے لئے وعید بھی سخت آئی ہے مگر دریافت طلب امر یہ ہے کہ الفاظ مذکورہ کتاب وسنت واختلاف ائمہ سے ثابت ہیں یا نہیں بر تقدیر ثبوت نہ ہونے کے قائل کی نسبت شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ معاذاللہ کسی وقت کی نماز قصداً ترک کرنا سخت کبیرہ شدیدہ وجریمہ عظیمہ ہے جس پر سخت ہولناک جانگزا وعیدیں قرآن عظیم واحادیث صحیحہ میں وارد مگر بدمذہب اگرچہ کیسا ہی نمازی ہو اللہ عزوجل کے نزدیک سُنّی بے نماز سے بدرجہا بُرا ہے کہ فسق عقیدہ فسق عمل سے سخت تر ہے اور صرف گناہان جوارح میں کلام کیجئے تو مسلمان کو عمداً ناحق قتل کرنا ترک نماز سے سخت تر ہے اس پر اگر احادیث میں حکم کفر ہے اس پر خود قرآن عظیم میں حکم خلود فی النار ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ واعظ نے جو مضمون بیان کیا اُس کے قریب قریب دربارہ سود خوار احادیث مرفوعہ حضرت ابوہریرہ وحضرت اسود زہری خال رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وحضرت براء بن عازب وحضرت عبداللہ بن سلام وحضرت عبداللہ بن مسعود وحضرت عبداللہ بن عباس وآثار موقوفہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی وحضرت عبداللہ بن مسعود وحضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ابن ماجہ وابن ابی الدنیا وابن جریر وبیہقی وابن مندہ وابونعیم وطبرانی وحاکم وابن عساکر وبغوی وعبدالرزاق کے یہاں مروی وقد ذکرنا ھا بتخاریجھا فی کتاب البیوع من فتاوٰنا مگر اُن میں کسی میں بیت اللہ کا ذکر نہیں البتہ ایک حدیث صحیح میں حطیم کعبہ کا ذکر ہے کہ ظناً زمین کعبہ ہے نہ یقیناً، اُس میں ماں کا لفظ نہیں امام احمد وطبرانی عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند صحیح راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں درھم ربا یاکلہ الرجل وھو یعلم اشد عند اللہ من ستۃ وثلاثین زنیۃ فی الحطیم ایک درم سود کا کہ آدمی دانستہ کھائے اللہ تعالےٰ کے نزدیک حطیم کعبہ میں چھتیس ۳۶ بار زنا کرنے سے سخت تر ہے اور دربارۂ ترک نماز اگرچہ اس سے سخت تر مذمت ارشاد ہوئی یہاں تک کہ احادیث مرفوعہ حضرت جابر بن عبداللہ وحضرت بریدہ اسلمی وحضرت عبادہ بن صامت وحضرت ثوبان وحضرت ابوہریرہ وحضرت عبداللہ بن عمر وحضرت انس بن مالک وحضرت عبداللہ بن عباس وآثار موقوفہ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ وحضرت عبداللہ بن عباس وحضرت عبداللہ بن مسعود وحضرت جابر بن عبداللہ وحضرت ابودرداء وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں احمد ومسلم وابوداؤد ونسائی

وابن ماجہ وابن حبان وحاکم وطبرانی ومحمد بن نصر مروزی وہروی وبزار وابویعلی وابوبکر بن ابی شیبہ وتاریخ بخاری وابن عبدالبر وغیرہم کے یہاں ترک نماز پر صراحۃً حکم کفر وبے دینی مروی کما فصلہ الامام المنذری فی الترغیب مگر اس بارہ وہ الفاظ کہ واعظ نے ذکر کئے اصلاً نظر سے نہ گزرے واعظ سے سند مانگی جائے اگر سند معتبر پیش نہ کرسکے تو بے ثبوت ایسے ادعا جہل فاضح ہیں اور گناہ واضح والعیاذ باللہ رب العٰلمین واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ (۲۵۴): ازغازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر ججی غازی پور ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک وقت کی نماز قضا کرنے سے بھی آدمی فاسق کہا جاسکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب: ہاں جو ایک وقت کی نماز بھی قصداً بلا عذر شرعی دیدہ ودانستہ قضا کرے فاسق و مرتکب کبیرہ ومستحق جہنم ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۲۵۵): از پیلی بھیت مدرسۃ الحدیث ۸ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

بکر نے ایک عالم کے فرمانے سے مسلمانوں کے روبرو یہ تجویز پیش کی کہ جو شخص نماز نہ پڑھے اس کو حقہ پانی نہ دیا جائے اور جتنے وقت کی نماز نہ پڑھے ایک پیسہ جرمانہ ہونا چاہئے زید نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس طور کی نماز پڑھوانی زینہ دوزخ کا ہے۔ اس بارہ میں حکم شریعت کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: حقہ پانی نہ دینے کی تجویز ٹھیک ہے اور مالی جرمانہ جائز نہیں لانہ شیئ کان ونسخ کما بینہ الامام ابوجعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی مگر زید کا وہ کلمہ بہت بُرا اور سخت بے جا ہے فان المصادرۃ المالیۃ تجوز عند الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نماز پڑھوانا زینہ دوزخ نہیں بلکہ نہ پڑھنا زید توبہ کرے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۲۵۶): از علی گڑھ کالج کمرہ نمبر ۶ مرسلہ محمد عبدالمجید خاں یوسف زئی سرسید کورٹ ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درمیان اس مسئلہ کے کہ ایک مسلمانوں کے مدرسہ میں جہاں انگریزی تعلیم ہوتی ہے پنجگانہ نماز کی سخت تاکید ہے مسجد میں بعد ہر نماز کے ہر طالب علم کی حاضری ایک رجسٹر میں درج ہوتی ہے اور جو غیر حاضر پائے جاتے ہیں اُن پر جرمانہ ہوتا ہے اس تشریح

کے ساتھ کہ فجر ظہر عصر اور عشا کی غیر حاضری میں فی نماز دو پیسے فی کس جرمانہ اور مغرب کی غیر حاضری میں فی کس ۲؍ جرمانہ ہوگا۔ آیا یہ طریقہ نماز کی حاضری لینے اور جرمانہ کرنے کا کہاں تک از روئے شرع جائز ہے۔ اس لحاظ سے کہ طالب علم خصوصاً انگریزی کے نماز کی طرف شاید بوجہ اثر نئی روشنی کے رجوع نہ ہوں لہذا ضرورۃً اس قسم کی کارروائی مناسب ہے اور ایسا کیا جاسکتا ہے یہ چنداں حرج نہیں ہے آیا یوں صحیح ہے۔ فقط

الجواب:۔ تعزیر بالمال منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں درمختار میں ہے لا باخذ بالمال فی المذھب بحر اسی میں ہے وفی المجتبی انہ کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ ردالمحتار میں بحر سے ہے وافاد فی البزازیۃ ان معنی التعزیر باخذ المال علی القول بہ امساک شیئ من مالہ عنہ مدۃ لینزجر ثم یعیدہ الحاکم الیہ لا ان یاخذہ الحاکم لنفسہ او لبیت المال کما یتوھمہ الظلمۃ اذ لا یجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی ہاں وہ طلبہ جن کو وظیفہ دیا جاتا ہے اُن کے وظیفے سے وضع کر لینا جائز ہے فانہ لیس اخذ شیئ من ملکھم بل امتناع تملیک شیئ منھم یا جو طلبہ فیس نہیں دیتے جس روز وہ جماعت میں حاضر نہ ہوں دوسرے روز اُن سے کہا جائے کل تم نے جماعت قضا کی آج بغیر اتنی فیس دیئے تم کو سبق نہ دیا جائے گا اور جو ماہوار فیس دیتے ہیں اُس مہینے تو اُن سے کچھ نہیں کہا جاسکتا دوسرے مہینے کے شروع پر اُن سے کہا جائے کہ گزشتہ مہینے میں تم نے اتنی جماعتیں قضا کیں آئندہ مہینے تمہیں تعلیم نہ دی جائے گی جب تک اس قدر زائد فیس نہ داخل کرو وذلک لان الاجارۃ تنعقد شیئا فشیئا یا یہ صورت ممکن ہے کہ ہر مہینے کے شروع پر طلبہ کو کوئی خفیف قیمت کی چیز مثلاً قلم یا تھوڑی سی روشنائی یا کاغذ تقسیم کیا جائے اور یہ تقسیم بطور بیع ہو اُس قیمت کو جو انتہائی جرمانہ قضائے جماعت کا اُن کے ذمے ہو سکے مثلاً یہ قلم سات روپے کو ہم نے تمہارے ہاتھ بیع کیا اور اُن سے کہدیا جائے کہ یہ بیع قطعی ہے اس میں کوئی شرط نہیں۔ ہم اس سے جدا ایک وعدۂ احسانی تم سے کرتے ہیں کہ اگر تم نے اس مہینے میں بلا عذر صحیح شرعی کوئی جماعت قضا نہ کی تو سر ماہ پر یہ زرِ ثمن تمام وکمال تمہیں معاف کردیں گے۔ اس صورت میں بھی قضائے جماعت کی حالت میں وہ ثمن کل یا بعض اُن سے وصول کر لینا جائز ہوگا ولا یلزم فساد البیع بالشرط المعھود القائم مقام الملفوظ لتقدم التصریح بنفیہ والصریح یفوق الدلالۃ کما افادہ الامام قاضیخان

فی فتاوٰہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ(۲۵۶) از بشارت گنج مرسلہ فتح محمد صاحب ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیا جہاز پر یا چلتی ریل گاڑی میں نماز کی بابت کیا حکم ہے اگر سنت وفرض ونفل ادا کئے جاویں تو ہوتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: چلتے جہاز خواہ لنگر کئے ہوئے ہو اور کنارے سے میلوں دور ہو اُس پر نماز جائز ہے اور ناؤ اگر کنارے پر ٹھہری ہے اور جہاز کی طرح زمین پر نہیں بلکہ پانی پر ہے اور یہ اُتر کر کنارے پر نماز پڑھ سکتا ہے تو ٹھہری ہوئی ناؤ میں بھی فرض اور وتر اور سنت صبح کی سنتیں نہ ہو سکیں گے اور چلتی ہوئی میں بدرجۂ اولٰی نہ ہونگے جیسے سیر دریا کے بجرے کنارے کنارے جاتے ہیں اور انہیں روک کر زمین پر نماز پڑھ سکتے ہیں اور اگر اُتر کر کنارے پر نماز نہ پڑھ سکنا اپنی ذاتی معذوری سے ہے تو ہر نماز ہوجائے گی اور اگر کسی کی ممانعت کے سبب ہے تو پڑھ لے اور پھر پھیرے یہی حکم ریل کا ہے ٹھہری ہوئی ریل میں سب نمازیں جائز ہیں اور چلتی ہوئی میں سنت صبح کے سوا سب سنت ونفل جائز ہیں مگر فرض و وتر یا صبح کی سنتیں نہیں ہو سکتیں اہتمام کرے کہ ٹھہری میں پڑھے اگر نہ ٹھہرے اور دیکھے کہ وقت جاتا ہے پڑھ لے اور جب ٹھہرے پھر پھیر لے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ(۲۵۷تا۲۵۹) از گوری ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفرپور مرسلہ عبدالجبار صاحب ۲۰ رجب ۱۳۳۶ھ

زید بی کر اشیاء مسکرہ بحالت صحت حواس خمسہ وطہارت جسم وجامہ وعدم موجودگی بدبو کے مسجد میں نماز ادا کرتا ہے پس ان صورتوں میں نماز مقبول ہوئی یا نہیں و حکم سکر کہاں تک مذہب امام ابوحنیفہ میں ہے:

۱۔ ایک شخص نے چار پیالے تاڑی پی اُسے نشہ نہیں ہوا اور بدبو بھی باقی نہیں نماز ادا کی ہوئی یا نہیں۔

۲۔ نماز ظالم ورباخوار مقبول ہے یا نہیں معاصی رباخوار وشراب خوار میں کس قدر فرق ہے نماز جنازہ رباخوار وشراب خوار وظالم مومنین کی جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: طبرانی نے بسند حسن سائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من شرب مسکرا ما کان لم تقبل لہ صلاۃ اربعین یوما جو کوئی نشہ کی چیز پیئے چالیس دن اُس کی نماز قبول نہ ہو مگر وعیدات سب مقید بمشیت ہیں ویغفر ما دون ذالک

لمن یشاء۔ صورت مذکورہ میں صحت نماز واداۓ فرض میں شبہ نہیں رہا قبول محل عدل ہیں اس کی شرط عظیم ہے انما یتقبل اللہ من المتقین اور مقام فضل حالت عن البحر بما شئت ولا حرج یہاں رب العزۃ نے حدیہ مقرر فرمائی ہے حتی علموا ما تقولون جب حالت یہ ہو اور شرائط مجتمع تو زید سے عدم قبول پہ جزم جہل وجرأت علی اللہ ہے جیسے عمرو غیر شارب سے قبول پہ اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون ہاں اجمالاً یوں کہہ سکتے ہیں کہ شارب کی نماز چالیس دن قبول نہیں جیسا حدیث میں ارشاد ہوا خاص زید پر حکم باطل ہی ہے جیسے الا لعنۃ اللہ علی الظالمین یوں کہنا جائز کہ ظالم ملعون ہیں اور یہ کہنا حرام کہ زید پہ لعنت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال دوم:۔ نماز بلا شبہ ہوگئی استجماع شرائط وارتفاع موانع کے بعد جواز پر دلیل طلب کرنا جہالت ہے جو کہے نہ ہوئی وہ دلیل دے۔ یہ جہل ومکابرہ وہابیہ کا شیوہ ہے کہ قائل جواز سے دلیل طلب کرتے ہیں اور حرام کہنے کے لئے دلیل کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال سوم:۔ قبول نماز کا جواب جواب اول اور فرضیت[۱] نماز جواب سوم[۲] سے واضح ہوا شراب دونوں حرام وگناہ کبیرہ ہیں خمر الحرام الخبائث ہے کہ اُسے پی کر جو بھی ہو تھوڑا ہے تو ربا میں حق العبد بھی ہے، لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۰) :۔ مدرسہ اہل سنت منظر اسلام بریلی مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی ۱۲ صفر ۱۳۳۷ھ

شخص یک نماز را از وقت تاخیر کند یعنی سستی کند وادا نیز کند قضائے ہفتاد ہزار سال در دوزخ می ماند این مسئلہ صحیح است یا نہ۔

الجواب:۔ تاخیر آنچناں کہ بلا عذر شرعی از وقت بہ آرد وقضا کند بلا شبہ حرام وفسق وکبیرہ است عذاب ومغفرتش مفوض بہ مشیت ست وہیچ مسلمان بیش از عمر دنیا کہ ہفت ہزار سال ست در دوزخ نماند واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۱) :۔ حافظ نجم الدین صاحب گندہ نالہ شہر بانس بریلی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگا دینا

---

[۱] یعنی اس کے جنازہ کی نماز کی فرضیت۔ ۱۲۔

[۲] یہ سائل کے سوال کے اعتبار سے سوم ہے جو ذبائح میں منقول ہوا ہے۔ ۱۲

جائز ہے یا نہیں ۔

الجواب: ضرور ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ (۲۶۲): از فتح گڈھ محلہ سنگت ضلع فرخ آباد مسئولہ شہاب الدین صاحب ۔ ۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں چند پنچایتی قومیں بتعداد کثیر لحاظ اپنے اپنے گروہ کے تعداد کے آباد ہیں اور ہر ایک جمعیت وہی مشہور نظام اپنی برادری کا رکھتی ہے جو قریب قریب ہر ایک مقام پر ایسی جمعیتوں میں رائج ہیں یعنی کسی سے کوئی امر خلاف پیش آنے پر جو متعلق برادری ہو اپنے چودھری کے نوٹس میں لاکر بصورت اجتماعی اس درجہ سزا کا استحقاق و اقتدار رکھتی ہے کہ کلام و سلام اور طعام نیز ہر ایک تعلق دنیوی اُس اختلاف کرنے والے شخص سے ترک کرکے اس کو ہی نہیں بلکہ جو اس کا ہم نوا یا جو ہم خیال ہو تا وقتیکہ بعد ادائگی تاوان مقررہ قومی آئندہ کے لئے قابل قبول ضمانت نہ پیش کردے بری زندگی جو حیات کی بدترین نمونہ ہے گزارنے پر مجبور ہوگا پس جو پنچایتیں ایسا احسن نظام امورات دنیوی میں رکھتی ہوں کیا از روئے شرع شریف متعلق احکامات دینی بالخصوص صوم و صلوٰۃ بعض افراد اپنے اپنے گروہ کو محض موجودہ حالت اسلام سے جو نکبت و ادبار کا روح فرسا دور ہے متاثر ہوکر (یہ امر من جانب اللہ ہے کہ ایک وقت میں ہر جمعیت کے بعض خدا ترس ہستیوں کو ایسا خیال پیدا ہوا) اگر انہیں قدیمی قواعد و ضوابط برادری سے کام لے کر اپنے وابستگان کو پابند صوم و صلوٰۃ و نیز اور کھلے ہوئے نازیبا طرز سے جو سراسر خلاف اسلام ہی نہیں بلکہ تضحیک کا باعث ہیں مثلاً شراب خواری و جوا و تاشس اور داڑھی منڈوانا حسب تعلیم فرقان حمید و فرمودۂ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم درست کرنے کا مضطرب کن رجحان ہو تو ان کو اختیارات مرقومہ بالا قدیمہ کا استعمال جبکہ امورات دنیوی میں ہمیشہ سے ہر طرح حاصل ہو گیا حسب تعلیم اسلام اپنے افراد کو حقیقی و سچا مسلمان بنانے میں جائز ہوگا۔ و نیز بے نمازی کے جنازے کی نماز پڑھی جائے یا نہ اور حکم تہدیدی اس میں کیا ہے ۔

الجواب: جو تنبیہ و تہدید و تادیب و تشدید اپنے امور دنیویہ میں کرتے ہیں امور دینیہ میں بدرجۂ اولیٰ ضروری ہے اگر دنیا کے طالب اور دین سے غافل ہیں اس وجہ سے اس کے تارک اور اُس کے عامل ہیں کیا اچھا ہو کہ اللہ تعالیٰ اُن میں بیداری پیدا کرے اور اپنی دنیا سے بڑھ کر دین کا انتظام کریں جو امور تادیبی اوپر مذکور ہوئے سب جائز ہیں مگر مالی جرمانہ لینا حرام، مسلمان کے جنازہ فرض ہے اگرچہ وہ نماز نہ پڑھتا ہو

اس میں حکم تہدیدی صرف اتنا ہے کہ علماء و صلحا جن کے پڑھنے سے امید برکت ہوتی ہے بے نماز کا جنازہ خود نہ پڑھیں عوام سے پڑھوا دیں لیکن یہ کہ کوئی نہ پڑھے اور اُسے بے نماز دفن کر دیں یہ جائز نہیں ایسا کریں گے تو جتنوں کو اطلاع ہوگی سب گنہگار ہوں گے عالم ہوں خواہ جاہل اور اُس کی قبر پر نماز پڑھنی واجب ہوگی جب تک اُس کا بدن سلامت رہنا مظنون ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۴۲ تا ۲۳۴۳: محمد رضا خاں محلہ ریڑی ٹولہ از انجمن خادم الساجدین مورخہ ۹ محرم ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و بادبان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کچھ غریب مسلمان انجمن خادم الساجدین کے ہمراہ بغرض تبلیغ صلوٰۃ شہر سے باہر مواضعات میں ایسی جگہ پر پیدل اور دھوپ اور پیاس کی تکلیف اور بلا کسی نفع ذاتی کے فی سبیل اللہ آدھی رات سے اُٹھ کر گئے اور دوسرے دن واپس آئے بعض لوگ ان بھوکے پیاسے بھی شامل تھے تقریباً ایک سو مسلمان مستعد نماز ہو گئے۔ اُن کے واسطے کیا اجر ہے تاکہ آگے کو ہمت بڑھے (۲) ایک شخص انجمن سے باہر کا سوال کرتا ہے یکہ میں چلو اور اُن سے کرایہ لو کل خرچہ کھانے پینے کا لو اور اس میں رکھا ہی کیا ہے کوئی اپنے لئے نماز پڑھے گا تم کیوں کوشش کرو بیہودہ شخص کیسا ہے اور لوگوں کو ہمت شکستہ کرتا ہے۔

الجواب: پہلے لوگوں کے لئے اُن کی نیت نیک پر اجر عظیم ہے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لان یھدی بک اللہ رجلا خیر لک مما طلعت علیہ الشمس اللہ تعالیٰ ایک شخص کو تیرے ذریعہ سے ہدایت فرما دے تو یہ تیرے لئے تمام روئے زمین کی سلطنت سے بہتر ہے ہدایت کو جانے کے لئے آتے جاتے جتنے قدم اُن کے پڑیں ہر قدم پر دس نیکیاں ہیں قال اللہ تعالیٰ سنکتب ماقدموا واٰثارھم ہم لکھتے ہیں اُن کے کام اور اُن قدموں کے نشان اور جو بغیر سواری نہ جا سکتا ہو اُس کا سواری مانگنا کچھ جرم نہیں یوں ہی خرچ راہ بھی لے سکتا ہے مگر یہ کہنا کہ تم کیوں کوشش کرتے ہو شیطانی قول ہے امر بالمعروف نہی عن المنکر فرض ہے۔ فرض سے روکنا شیطانی کام ہے بنی اسرائیل میں جنہوں نے مچھلی کا شکار کیا تھا وہ بھی بندر کر دیے گئے اور جنہوں نے اُنہیں نصیحت کرنے کو منع کیا تھا کہ لم تعظون قوما اللہ مھلکھم او معذبھم عذابا شدیدا کیوں ایسوں کو نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرے گا یا سخت عذاب دے گا یہ بھی تباہ ہوئے اور نصیحت کرنے والوں نے نجات پائی۔ اور یہ کہنا کہ اس میں رکھا ہی کیا ہے سب سے سخت کلمہ ہے۔ اس کہنے والے کو تجدید اسلام

وتجدید نکاح چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۵) از بریلی محلہ ملوک پور مسئولہ شفیق احمد خان صاحب۔ ۲۶۔ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انجمن کا یہ پاس کردہ قانون کہ جو مسجد میں ایک وقت کی نماز کو نہ آوے اور نہ آنے کا کوئی قابل اطمینان عذر بھی نہ ہو تو اس کو مسجد میں ایک لوٹا رکھنا پڑے گا یہ حکم شرعی سے ناجائز تو نہیں ہے۔

الجواب: اگر وہ شخص اپنی خوشی سے ہر غیر حاضری کے جرمانہ میں سو لوٹے یا سو روپے دے تو بہت اچھا ہے اور ان روپیوں کو مسجد میں صرف کیا جائے لیکن جبراً ایک لوٹا یا ایک کوڑی نہیں لے سکتا فان المصادرۃ بالمال منسوخ والعمل بالمنسوخ حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۶) سید عرفان علی صاحب رکن انجمن خادم الساجدین رہڑی ٹولہ بریلی ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جبکہ عشرہ محرم میں نماز کا انتظام منجانب انجمن کیا گیا تھا تو اب اس موقع پر کہ محمد علی و شوکت علی بریلی میں آرہے ہیں اور ۳ بجے سے ۶ بجے تک شہر میں گشت کریں گے اور پھر جوبلی باغ میں تقریر کریں گے بلکہ عام کثیر التعداد ان کے جلوس میں و جوبلی باغ میں ہوگی اور اس اثنا میں نماز عصر و نماز مغرب و نماز عشا کا وقت ہوگا پس ایسی حالت میں منجانب انجمن مسلمانوں کو تنبیہ کرنا اور ان کو نماز کے واسطے آمادہ کرنا کوئی نقص شرعی تو نہیں پیدا کرتا ہے اور نماز کی ترغیب ایسے مواقع پر دلانا موجب ثواب دارین ہے یا نہیں

الجواب: نماز کی ترغیب ہر وقت و ہر حال میں ہونی چاہیئے اگرچہ ناچ کی مجلس ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۶۷) از شہر (بریلی) محلہ سوداگران مسئولہ مولوی محمد رضا خاں صاحب عرف ننھے میاں صاحب ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے چند شخصوں کو طرح طرح خوشامدانہ انداز پیار محبت کے طریقے سے نماز باجماعت کی تاکید کی۔ ان لوگوں کو جب اس پر کاربند نہ پایا بلکہ ان میں سے ایک شخص نے دو مرتبہ ترک نماز کا اقرار زید کے سامنے کیا عشا کی جبکہ صلاۃ ہو چکی زید انہیں لوگوں کے پاس بیٹھا تھا سب سے نماز کے واسطے کہا ایک شخص نے جواب دیا ہم ابھی آتے ہیں کوئی بیماری یا مجبوری نہ تھی جس نے کہا تھا ہم ابھی آتے ہیں وہ نہ آیا بعد فجر اس سے پوچھا عشا کی نماز کہاں پڑھی جواب دیا کہ میں نماز کے

معاملہ میں جھوٹ نہیں بولوں گا میں نے نہیں پڑھی صبح کی نماز کیلئے اکثر زید ان صاحبوں کو جگایا کرتا بعض آتے اور بعض ہوشیار ہو کر اطمینان دلا کر پھر سو جاتے ان میں سے ایک شخص ایک یا دو مرتبہ پاخانے گیا فارغ ہو کر پھر سو رہا ایسا چند بار کا زید کا عینی مشاہدہ ہے ایک شہادت زید کو ملی کہ ہوا خوری کو وقت مغرب ان صاحبوں کا پورا مجمع جنگل میں گیا یہ شاہد بھی ساتھ تھا۔ شاہد کے سوا سب نے ہنسی مذاق میں نماز کھو دی ان کی متعدد مرتبہ ایسی حرکات دیکھ کر سمجھایا کہ تم لوگ اپنے وطن عزیز و اقربا چھوڑ کر ہادی بننے کو آئے ہو ہرگز وہ شخص ہادی نہیں ہو سکتا جس کے دل میں عشق رسالت نہ ہو اور نماز سب سے زیادہ حضور کو محبوب نماز پڑھو یہ تمہارے ساتھ ہر جگہ بھلائی کرے گی جب اس پر بھی کاربند نہ ہوئے تو زید نے اُن سے اُنہوں نے زید سے ترک سلام کلام کر دیا پھر ایک مرتبہ زید نے کہا من ترك الصلوة متعمدا فقد کفر کے تم مرتکب ہو اور یہ تین سو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے تم نماز کی توہین کرتے ہو۔ اللہ تمہاری نماز جنازہ نہ ہونے دے میرے عقیدہ میں بالارادہ ترک کرنے والا کافر ہے اس پر زید کی نسبت کیا حکم ہے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب کریم تارک صلاۃ کی تکفیر میں سکوت ہے یا تارک صلاۃ کو اپنے دامن رحمت میں لے کر کفر سے بچاتے ہیں جب زید پر اعتراض ہوا کہ مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تارک صلاۃ کافر نہیں تم امام پر فتوے لگاؤ اس نے جواب دیا کہ میرے باپ کا یہ حکم نہیں تو اس سے میری مراد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکار سے علیحدہ چلنا تھا بلکہ زجرًا کہا تو اس کہنے والے پر کیا حکم ہوگا اور اگر کوئی حنفی جبکہ امام برحق کا حکم تارک صلاۃ پر تکفیر کا نہ ہو یہ عقیدہ رکھے کہ تارک صلاۃ عمدًا کافر ہے اور اس عقیدہ کو ظنی جانے تو اس پر کیا حکم ہے جنہوں نے زید کے اس قول پر یوں تعریضًا ایک دوسرے صاحب سے کہا لیجئے اب تو کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں مسلمانوں کو کافر کہا جاتا ہے ایسوں کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بلاشبہ صدہا صحابہ کرام و تابعین عظام و مجتہدین اعلام و ائمہ اسلام علیہم الرضوان کا یہی مذہب ہے کہ قصدًا تارک صلوٰۃ کافر ہے اور یہی متعدد صحیح حدیثوں میں منصوص اور خود قرآن کریم سے مستفاد واقیموا الصلوة ولاتکونوا من المشرکین ○ نماز قائم کرو اور کافروں سے نہ ہو جاؤ۔ زمانہ سلف صالح خصوصًا صدر اول کے مناسب یہی حکم تھا اُس زمانہ میں ترک نماز علامت کفر تھا کہ واقع نہ ہوتا تھا مگر کافر سے۔ جیسے اب زنار باندھنا یا قشقہ لگانا علامت کفر ہے جب وہ زمانہ خیر گزر گیا اور لوگوں میں تہاون آیا وہ علامت ہونا جاتا رہا اور اصل حکم نے عود کیا کہ ترک نماز فی نفسہ کفر نہیں جب تک اُسے ہلکا یا حلال نہ جانے

یا فرضیت نماز سے نہ منکر ہو یہی مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ کا ہے۔ حنفی کہ ظنی طور پر اس کے خلاف کا معتقد ہو خاطی ضرور ہے کہ اب یہ حکم خلاف تحقیق و نا منصور ہے مگر وہ اس کے سبب نہ معاذ اللہ گمراہ ٹھہرے گا نہ حنفیت سے خارج کہ مسئلہ فقہی نہیں اور اکابر صحابہ و ائمہ کے موافق ہے اور معترضین کا کہنا کہ تم امام برحق پر فتوے لگاؤ محض جہالت اور شان امام میں گستاخی ہے کیا صدہا صحابہ کرام و ائمہ کا وہ فتوی معاذ اللہ حضرت امام پر لگتا ہے۔ عمداً تارک صلاۃ پر لگتا ہے نہ کہ اُسے کافر نہ جاننے پر معترضین اگر خوف خدا کرتے تو انہیں اس کی شکایت نہ ہوتی کہ کفر کے فتوے لگنے لگے بلکہ اس کا خوف ہوتا کہ صدہا صحابہ و ائمہ اُن کے کفر پر فتوے دے رہے ہیں کیا حال ہے کہ عنداللہ انہیں کا فتوے احق ہو مسائل اختلافیہ ائمہ میں حق دائر ہوتا ہے۔ کسی کو یقیناً خطا پر نہیں کہہ سکتے۔ غرض معترضین پر فرض ہے کہ توبہ کریں نماز کے پابند ہوں فتوائے صدہا صحابہ و ائمہ سے ڈریں اور آج اگر وہ نقد وقت نہ ہو تو سوء خاتمہ سے خوف کریں۔ زید نے اگر یہ الفاظ زجراً کہے حرج نہیں محل زجر میں ایسا استعمال ہر قرن و طبقہ کے ائمہ و علما بلکہ خود حضور سرکار رسالت علیہ الصلوۃ والتحیہ سے بکثرت ثابت ہے اور اگر اعتقاد تکفیر رکھتا ہے تو اس سے باز آئے۔ قول صحیح امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اختیار کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۲۸) از انجمن اسلامیہ قصبہ سانگود ریاست کوٹہ راجپوتانہ ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

یہاں ایک مولوی صاحب آئے اور بیان کیا کہ بے نمازی کے ہمراہ کھانا کھانا اور اس کی نماز جنازہ پڑھنا نیز وہ بیمار ہو جائے تو اس کے گھر جانا بہت بڑا ثواب ہے۔ بعض علما اس سے اجتناب اور اُس پر کفر او قید کا فتوے دیتے ہیں محض غلطی پر ہیں۔

الجواب: بے نماز کو ہمارے امام نے کافر نہ کہا مگر بہت صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام نے اس کی تکفیر کی اور خود صحیح حدیث میں ارشاد من ترك الصلوۃ متعمدا فقد کفر جہاراً جس نے قصداً نماز ترک کی وہ علانیہ کافر ہو گیا جو ائمہ اس کی تکفیر کرتے ہیں اُن کے نزدیک اُس کی عیادت کو جانا بھی ناجائز ہوگا۔ اُس کے جنازہ کی نماز بھی ناجائز ہوگی۔ ہمارے امام کہ تکفیر نہیں فرماتے اُن کے نزدیک بھی اُسے ضرب شدید و قید مدید کا حکم ہے جس کا اختیار سلطان اسلام کو ہے اور کسی کی عیادت کو جانا واجب نہیں بہ نظر زجر اگر بے نمازی کی عیادت کو نہ جائیں تو کوئی الزام نہیں ہاں جبکہ ہمارے نزدیک وہ کافر نہیں فقط فاسق فاجر مرتکب کبائر ہے تو اس کے جنازہ کی نماز ضرور ہے پھر بھی علما و پیشوایان قوم اگر اوروں کی عبرت کے لئے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں

اور بعض عوام سے پڑھوا دیں تو یہ بھی مستحسن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب الاوقات

مسئلہ (۲۶۹) : مرسلہ حاجی اللہ یار خاں صاحب ۱۱ رجب ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزۂ نفل میں جو نیت کو قبل زوال کے کرنے کو لکھا ہے اور زوال کے وقت جو نماز مکروہ ہے تو اس وقت سے کیا مراد ہے اور بڑھ سے بڑھ یہ وقت کس قدر ہے بینوا توجروا۔

الجواب : یہ سوال مع جواب مولوی گنگوہی پیش ہوا۔ اس میں تین مسئلے ہیں۔ دو کا گنگوہی صاحب نے جواب ہی نہ دیا اور ایک کا کہ دیا محض غلط کہ نہ دینا اس سے ہزار جگہ بہتر تھا وہ مسائل یہ ہیں :

مسئلہ اولیٰ باب صیام میں وقت زوال جس تک نیت روزۂ نفل ہو جانا چاہیے کیا ہے **اقول** فی الواقع روزۂ ماہ مبارک و نذر معین و روزۂ نفل جبکہ ادا ہو نہ قضا تو مذہب صحیح یہی ہے کہ ان کی نیت نصف النہار شرعی سے پہلے ہو جانی چاہیے جسے ضحوۂ کبریٰ کہتے ہیں اس کے بعد بلکہ خاص ضحوۂ کبریٰ کے وقت بھی نیت کافی نہیں درمختار میں ہے یصح اداء صوم رمضان والنذر المعین والنفل بنیتہ من اللیل الی الضحوۃ الکبریٰ لا بعدھا ولا عندھا اعتبار الاکثر الیوم اور نہار شرعی طلوع فجر صادق سے غروب مرئی کل قرص شمس تک ہے رد المحتار میں ہے الیوم الشرعی من طلوع الفجر الی الغروب یہ ہمیشہ نہار عرفی سے کہ طلوع مرئی کنارۂ بالائی شمس سے غروب مرئی کل جرم شمس تک ہے بمقدار مدت فجر زیادہ ہوتا ہے یعنی جس جگہ جس فصل جس مہینے بلکہ جس دن میں طلوع فجر سے طلوع شمس یعنی مذکور تک جتنی مدت ہوگی اس دن کا نہار شرعی اس کے نہار عرفی سے اسی قدر بڑا ہوگا اور ظاہر ہے کہ جب دو بڑی چھوٹی چیزوں میں صرف ابتدا مختلف اور انتہا متفق ہو تو اکبر کا نصف اصغر کے نصف سے بقدر نصف زیادت کے پہلے ہوگا لہٰذا ہمیشہ نصف النہار شرعی نصف النہار عرفی حقیقی یعنی نصف النہار دائرہ ہندیہ سے بقدر نصف مقدار فجر کے پیشتر ہوتا ہے رد المحتار میں ہے اعلم ان کل قطر نصف نہارہ قبل زوالہ بنصف حصۃ فجرہ بس یہی حساب ہمیشہ ملحوظ

رکھنا چاہیئے آج کی فجر دریافت کرلی کہ کس مقدار کی ہوئی اس کی تنصیف میں جتنے منٹ سیکنڈ آئے ٹھیک دوپہر یعنی کیلی کا سایہ دھوپ گھڑی میں خط نصف النہار پر منطبق ہونے سے پیشتر اتنے ہی منٹ سیکنڈ سے وہی وقت حقیقی نصف النہار شرعی کا ہوا اس سے پہلے نیت روزے کی ہو جانی چاہیئے اور پر ظاہر کہ نہ نہار عرفی دائما ایک حالت پر رہے نہ مقدار فجر دواماً یکساں ہو بلکہ دونوں ہر روز گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ افق مستوی میں بھی کہ بوجہ میل[1] و تزاید و تناقص میل تفاوت طوالع و مطالع ضروری ہے نہ کہ آفاق مائلہ نہ کہ ہمارے بلاد جن میں سائل و مجیب کا کلام ہے جن کے مدارات کا دائرہ معدل النہار سے میل میل کلی پر بھی کئی درجے افزوں ہے کہ کما بیش عرض الح رکھتے ہیں بریلی جس کا عرض الح الحہ ہے یہاں نہار نجومی کہ افق حقیقی پر جانب مشرق انطباق مرکز شمس سے جانب غرب انطباق تک ہے روز انقلاب صیفی پونے چودہ گھنٹے سے زائد ۱۳ گھنٹے ۴۸ منٹ تک پہنچتا ہے اور روز انقلاب شتوی سوا دس ساعت سے بھی کم ۱۰ گھنٹے ۱۲ منٹ کا ہوتا ہے اور مقدار فجر یعنی طلوع فجر سے طلوع نجومی شمس تک اواخر جوزا و اوائل سرطان میں پونے دو گھنٹے کے قریب یعنی تقریباً ایک گھنٹہ ۳۹ منٹ اور نزدیکی اعتدالین میں سوا گھنٹے سے کچھ زائد یعنی تخمیناً ایک گھنٹہ ۲۲ منٹ تو نہار شرعی ہمیشہ ایک مقدار پر کیونکر رہ سکتا ہے نہ نہار اس کا تفاوت ایسا قلیل جسے مقدار نا قابل اعتبار سمجھ کر ہمیشہ کے لئے ایک اندازہ مقرر کر دیجئے بلکہ اس کی کمی بیشی سوا پہر کامل تک پہنچتی ہے انقلاب اول میں تخمیناً یہ ل یعنی ساڑھے پندرہ گھنٹے کا نہار شرعی ہوتا ہے کہ پانچ پہر سے بھی زائد ہوا کیا ساڑھے چار پہر اور انقلاب ثانی میں تقریباً مامہ یعنی پونے بارہ گھنٹے کہ چار پہر سے بھی کم ہوا کہاں ساڑھے چار پہر پونے بارہ اور ساڑھے پندرہ کا تفاوت وہی سوا پہر کامل ہوا یا نہیں پھر ایسی شدید التفاوت چیز میں ایک مقدار کا تخمینہ کر دینا کس قدر غلط و باعث مغالطہ مسلمین ہوگا مثلاً جب عوام نے یہ اندازہ جان لیا کہ ساڑھے چار پہر کا نہار شرعی ہوتا ہے اس کے اکثر حصے میں نیت ہو جانی چاہیئے یعنی غروب آفتاب تک اس کے نصف سے زیادہ باقی ہو اور اس کا نصف سوا دو پہر یعنی پونے سات گھنٹے، تو اس حکم کا حاصل یہ ہوا کہ اگر شام تک ف گھنٹے سے کچھ بھی زیادہ وقت باقی ہے جب تو روزے کی نیت صحیح ہو جائے گی اور لٹ یا اس سے کم ہیں تو ہرگز صحیح نہ ہوگی اب ملاحظہ کیجئے جب آفتاب تحویل سرطان پر آیا اور ۲ بجے دوپہر یعنی وقت حقیقی سے تقریباً ڈیڑھ منٹ کم سات

[1] نقص میل طوالع و مطالع ہے اور اس کا تزائد و تناقص باعث اختلاف طوالع فی المطالع کما لا یخفی علی ذی درایۃ ۱۲ منہ

تو حقیقی بارہ بجے کے چند منٹ بعد بھی یہ بات صادق ہے کہ شام تک ۶ گھنٹے ۵۴ منٹ سے زیادہ وقت ہے تو لازم کہ اس دن دوپہر ڈھلے پر بھی نیت روزہ ہو جائے حالانکہ یہ بالاجماع باطل ہے بلکہ اُس دن حقیقی سوا گیارہ بجے سے چند منٹ پہلے بھی نیت جائز نہیں کہ گیارہ بجکر ۱۱ منٹ پر نصف النہار شرعی ہو چکا اور جب آفتاب تحویل جدی پر آیا اور سوا پانچ سے کچھ کم یعنی وقت حقیقی سے تقریباً ۵ بجکر ۱ منٹ پر ڈوبا تو لازم کہ اُس دن ساڑھے دس بجے بھی نیت جائز نہ ہو کہ اب شام تک ۶ گھنٹے باقی نہیں حالانکہ اس دن ۱۱ کے بعد یعنی حقیقی وقت سے ۱۱ بجکر ۹ منٹ تک بھی نیت جائز ہے کہ نصف النہار شرعی اب ہوگا بس ثابت ہوا کہ ۴۸ پہر کا تخمینہ محض غلط وباعث تغلیط اور بنائے کار اُسی حساب پر واجب جو ہم بیان کر آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ رہا لفظ زوال کہ عبارت اجل ابوالحسن قدوری رحمہ اللہ تعالیٰ میں واقع عند التحقیق اُس سے دوپہر ڈھلے ہی کا وقت مراد ہے اس روایت پر نصف النہار عرفی تک ان روزوں کی نیت جائز ہے مگر مختار و معتمد وہی روایت سابقہ ہے کہ نصف النہار شرعی سے پہلے نیت ہو جانی ضرور ہے ہدایہ و وقایہ و شرح وقایہ و غنایہ و جواہر الاخلاطی و شرح نقایہ برجندی و شرح علامہ اسمٰعیل و متن نور الایضاح میں اسی کو اصح کہا اور شرح جامع صغیر للامام السرخسی و کافی شرح وافی و شرح کنز للزیلعی و متن اصلاح میں اسی کو صحیح بتایا اور نقایہ و کنز و ملتقی و تنویر و درر و اشباہ وغیرہا عامہ معتمدات میں اسی پر جزم کیا اور یہی من حیث الدلیل اقوی تو اسی پر عمل و فتوےٰ اس سوال کا جواب اسی قدر ہے باقی اُس روایت کو غلط کہنا ائمہ کے ساتھ گنگوہی صاحب کا سوءِ ادب ہے کہ قدوری و مجمع و فتاوی خانیہ و فتاوی خلاصہ و شرح طحاوی و خزانۃ المفتین وغیرہا معتبرات میں کہ اجلہ متون و شروح و فتاوی مذہب سے ہیں اسی پر جزم و اعتماد کیا اما المجمع نقل عنہ فی رد المحتار واما شرح الطحاوی فمنزلہ فی خزانۃ المفتین واما الاربعۃ البواقی فرأیت فیہا بعینی بلکہ خود محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب الصوم میں وہی قول زوال ارشاد کیا کما نص علیہ الامام شمس الائمۃ السرخسی فی شرح الجامع الصغیر ورأیت النقل عنہ فی الایضاح شرح الاصلاح للعلامۃ ابن کمال الوزیر تو ایسی جگہ ارسال زبان نازیبا و زیان اور زوال سے زوال نہار شرعی مراد لیکر قصد توفیق بھی خلاف تحقیق کہ ائمہ یہاں اتقائے خلاف کرتے ہیں اور خود ایک جانب کو اصح و صحیح کہنے کا یہی مفاد عبارت ہدایہ یوں ہے قال فی المختصر (یعنی القدوری) ما بینہ وبین الزوال وفی الجامع الصغیر قبل نصف النہار وھو الاصح الخ شرح وقایہ میں ہے فی الجامع الصغیر بینہ قبل نصف النہار ای قبل نصف النہار الشرعی وفی مختصر القدوری الی الزوال والاول اصح کافی للامام النسفی میں ہے ذکر فی المختصر

بینه وبین الزوال وفی الجامع الصغیر قبل نصف النهار وهو الصحیح اھ تبیین الحقائق میں ہے
قال فی المختصر (یعنی الکنز) الی ماقبل نصف النهار وهو المذکور فی الجامع الصغیر وذکر القدوری
مابینه وبین الزوال والصحیح الاول برجندی میں ہے اشار القدوری انه یجوز النیة فیما بین الصبح
والزوال وفی الهدایة الاول اھ جواہر الاخلاطی میں ہے۔ اجزأته النیة مابینه وبین الزوال
او قبل انتصاف النهار وهو الاصح اور نص قاطع وہ ہے کہ تاتارخانیہ میں محیط سے نقل فرمایا بالظهر ثمرة
الاختلاف فیما اذا نوی عند قرب الزوال اھ **اقول** بلکہ بعد اس عنایت کے بھی توفیق[1] نہ ہوئی کہ عین
وقت انتصاف پر بھی مابینه وبین الزوال وقبل الزوال وقرب الزوال صادق حالانکہ مذہب صحیح پر خاص
وقت ضحوہ کبریٰ بھی نیت کافی نہیں کما قدمنا عن الدر وغیرہ پھر اس تکلف بے حاصل سے کیا حاصل
غرض نہ تغلیط مقبول نہ توفیق معقول بلکہ جواب وہی ہے جو فقیر نے ذکر کیا وباللہ التوفیق واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
مسئلہ ثانیہ وقت زوال جس میں نماز ممنوع کیا وقت ہے **اقول** گنگوہی صاحب نے اس سوال کا جواب
نہ دیا پیشتر بھی فقیر سے یہ سوال ہوا تھا بقدر ضرورت جواب لکھا گیا یہاں اُس کی نقل پر اقتصار ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زوال کا وقت جس میں نماز ناجائز ہے کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: زوال تو سورج ڈھلنے کو کہتے ہیں یہ وقت وہ ہے کہ ممانعت کا وقت نکل گیا اور جواز کا آیا
کما صرح به فی البحر عن الحلیة تو وقت ممانعت کو زوال کہنا صریح مسامحت ہے اور غایت تاویل مجاز
مجاورت بلکہ اُسے وقت استوا کہنا چاہئے یعنی نصف النہار کا وقت اب علماء کو اختلاف ہے کہ آیا
نہار عرفی کا نصف حقیقی[2] مراد ہے یعنی دوپہر جس وقت مرکز آفتاب بالائے افق دائرۂ نصف النہار پر پہنچا اور

---

[1] نعم لو اول بالمنتصف کان توفیقا وان لم یکن تحقیقا ۱۲ منہ

[2] احتراز ہے نصف النہار عرفی سے کہ بارہ بجے کے وقت کو کہتے ہیں یہ سال میں چار دن یعنی ۱۵ اپریل ۱۴ جون ۳۱ اگست ۲۴ دسمبر کے سوا
ہمیشہ نصف النہار حقیقی سے آگے پیچھے ہوتا ہے جس کا تقدم تاخر تقریبًا پاؤ گھنٹے تک پہنچتا ہے یعنی زیادت میں تقریبًا ۱۴ منٹ اور کمی میں ۱۶ پھر یہ کمی
اُس وقت ہے کہ گھڑیاں اصل تعدیل الایام بلدی پر جاری کی جائیں اور اگر دوسرے مقام کے وقت پر اجرا ہو جیسے ہندوستان میں وقت مدراس کو اختلاف
طول کے یہ دن متبدل ہو جائیں گے مثلاً بریلی جس کا وقت مدراس سے ۳ منٹ ۱۹ سیکنڈ زائد ہے یہاں تقریبی مساوات یعنی جیبی گھڑی کے ۱۲ بجے پر ٹھیک دوپہر
ان چار تاریخوں پر ہوگا ۴ و ۲۵ مئی و ۱۱ ستمبر و ۱۸ دسمبر ۱۲ منہ۔ اب کہ جولائی ۱۹۰۵ء سے مدراس ٹائم منسوخ اور وسط ہند کے وقت پر گھڑیاں جاری کی گئی ہیں یعنی
جہاں طول ۸۲ درجہ ہے جس کے ۵ گھنٹے [illegible] ہوئے اب اختلاف بڑھ گیا بریلی میں صرف دو ہی دن مساوات رکھے ۸۰ اکتوبر اور ۲۸ نومبر اور کمی کی مقدار یعنی جیبی گھڑی کے [illegible]
[illegible] ۱۲ بجے سے ٹھیک دوپہر بعد کو ہوتا ۲۶ [illegible]

اور سایہ اپنی مقدار اصلی پر آکر اس کے بعد جانب مشرق پلٹتا اور گھٹنے کی انتہا ہو کر پھر بڑھنا شروع ہو جاتا ہے یہ قول ائمہ ماوراء النہر کی طرف منسوب، یا نہار شرعی کا نصف مراد ہے جسے ضحوۂ کبری کہتے ہیں ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ نہار عرفی طلوع کنارۂ شمس سے غروب کل قرص شمس تک ہے والمراد بالطلوع المبتنی علیہ احکام الشرع تجاوز اول حاجب الشمس فی جھۃ الشرق عن دائرۃ الافق الحسی بالمعنی الاعم المسمی فی کلام البعض بالافق الترسی بحرکۃ الکل وبالغروب تجاوز کل قرصہا فی جھۃ الغرب عن الدائرۃ المذکورۃ بالحرکۃ المزبورۃ فوضح امتیاز النھار العرفی عن النھار النجومی فانہ من انطباق مرکز الشمس علی دائرۃ الافق الحقیقی من قبل المشرق الی انطباقہ علیہا فی جھۃ المغرب فان اتحد الافقان یکون العرفی اکبر من النجومی بقدر مایطلع نصف کرۃ الشمس ویغرب النصف وان انحط الترسی من الحقیقی وھو الاکثر لاسیما من جھۃ دقائق الانکسار الافقی فزیادۃ العرفی ازید نعم ان وقع فوقہ بقدر نصف قطر الشمس مع دقائق الانکسار یستوی النھاران او ازید من ذلک فیفضل النجومی کما لایخفی وھذہ فائدۃ سنحت للقلم حین التحریر فاحببنا ایرادھا اور نہار شرعی طلوع فجر صادق سے غروب کل آفتاب تک ہے تو اس کا نصف ہمیشہ اس کے نصف سے پہلے ہوگا مثلاً فرض کیجئے آج تحویل حمل کا دن ہے آفتاب بریلی اور اس کے قریب مواضع میں حسب گھڑی کے ۶ بجکر ۷ منٹ پر چمکا اور ۶ بجکر ۴ منٹ پر ڈوبا ۴ بجکر ۸ منٹ پر صبح ہوئی تو اس دن نہار شرعی ۱۳ گھنٹے ۲۶ منٹ کا ہے جس کا آدھا ۶ گھنٹے ۴۳ منٹ ہوا اسے ۴ گھنٹے ۸ منٹ پر بڑھایا تو ۱۱ گھنٹے ۳۱ منٹ کا وقت آیا اور نصف النہار شرعی وقت استوائے حقیقی سے ۴۰ منٹ پیشتر ہوا لاتسع وعشرین کما یتوھم فافھم واعرف ان کنت تفھم اسی کو ضحوۂ کبری کہتے ہیں۔ اسی وقت کے آنے تک کچھ کھایا پیا نہ ہو تو روزے کی نیت جائز ہے اس دوسرے قول پر اس وقت سے نصف النہار عرفی یعنی استوائے حقیقی تک کہ تحویل حمل کے دن ۱۲ بجکر ۱۱ منٹ پر ہوگا۔ سارا وقت کراہت کا ہے جس میں نماز ناجائز و ممنوع اور پُر ظاہر کہ یہ مقدار اختلاف موسم سے گھٹتی بڑھتی رہیگی یہ قول ائمہ خوارزم کی طرف نسبت کیا گیا اور امام رکن الدین صباغی نے اسی پر فتوے دیا۔ ردالمحتار میں ہے عزا فی القہستانی القول بان المراد انتصاف النھار العرفی الی ائمۃ ماوراء النھر وبان المراد انتصاف النھار الشرعی وھو الضحوۃ الکبری الی الزوال الی ائمۃ خوارزم اسی میں ہے وفی القنیۃ واختلف فی وقت الکراھۃ عند الزوال فقیل من نصف النھار الی الزوال لروایۃ ابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنہ

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ نھی عن الصلوۃ نصف النھار حتی تزول الشمس قال رکن الدین الصباغی وما احسن ھذا لان النھی عن الصلوۃ فیہ یعتمد تصورھا فیہ اھ ما فی الشامی و ھذا الماتری من الفاظ الافتاء **اقول** ویؤیدہ ما فی الشامی عن الطحطاوی عن ابی السعود عن الحموی عن البرجندی عن الملتقط فی باب الکسوف انھا اذا انکسفت بعد العصر او نصف النھار دعوا ولم یصلوا ای لکراھۃ النفل فی الوقتین ووجہ التایید ظاھر لیس بخاف غرض جبکہ علماء میں اختلاف ہے اور ایک امام اجل نے اس قول کو ترجیح دی اور اس کے خلاف ترجیح منقول نہ ہوئی تو احتیاط اسی پر عمل کرنے میں ہے حتی یتبین خلافہ **اقول** والمسئلۃ بعد تحتاج الی زیادۃ تحقیق وتحریر وللعبد الضعیف ھھنا ابحاث سنوردھا ان شاء اللہ تعالٰی فی غیر ھذا التحریر واللہ تعالٰی اعلم انتھی ما کتبت فی الجواب واللہ سبحنہ اعلم بالصواب

مسئلہ ثالثہ (۲۷۱) بڑھ سے بڑھ یہ وقت کس قدر ہے **اقول** گنگوہی صاحب نے اس سوال کا جواب بھی قلم انداز کردیا اس کا جواب اجمالی یہ ہے کہ ہمارے بلاد میں انتہادرجہ یہ وقت ۴۸ منٹ تک پہنچتا ہے جبکہ آفتاب انقلاب صیفی میں ہوتا ہے یعنی ۲۲ جون کو ٹھیک دوپہر سے اتنے منٹ پیشتر نصف النہار شرعی ہوتا ہے اور تحویل حمل و میزان یعنی ۲۱ مارچ و ۲۴ ستمبر کو ۳۹ منٹ پہلے ہوتا ہے نہ اس سے گھٹے نہ اس سے بڑھے باقی ایام میں انہیں کے بیچ میں دورہ کرتا ہے وتفصیل ذلک یطول جدا اور ٹھیک دوپہر سے یہ مراد کہ جب دائرۂ ہندیہ میں ظل ثانی خط الزوال پر پورا منطبق ہو یہی نہار عرفی کا گویا[1] نصف حقیقی ہے اسی کو استوائے حقیقی کہئے اس وقت آفتاب ٹھیک بیچ آسمان میں ہوتا سمجھئے احکام شرعیہ میں اسی وقت کا اعتبار ہے نصف النہار شرعی سے اسی وقت تک نماز مکروہ ہے اس کے بعد پھر وقت ممانعت نہیں رہتا اس وقت بارہ بجے فرض کیجئے تو اس سے گھنٹہ بھر پہلے گیارہ وعلی ہذا القیاس ان گھڑی گھنٹوں کے بارہ کا حکم زوال و نصف النہار و شروع وقت ظہر میں اصلا اعتبار نہیں اگرچہ نہایت صحیح ہوں کہ نظر عوام میں ان کا کمال صحت توپ سے مطابقت اور قطع نظر اس سے کہ اکثر غلط چلتی ہے فقیر نے گیارہ منٹ تک کی غلطی اس میں مشاہدہ کی ہے اگر پوری صحیح بھی چلے تو وہ خود اس حساب پر نہیں چلتی فقیر نے بارہا بچشم خود مشاہدہ کیا ہے کہ دوپہر کی توپ صحیح چلی ہے اور اس وقت آفتاب مرأی العین میں صاف پلٹ چکا ہے یا ابھی وسط آسمان پر بھی نہ آیا وہذا التحویل حوت کا شمس کہ

[1] اس گویا اور کہئے اور سمجھئے کی وجہ عالم ہیأت پر مخفی نہیں اور یہ بھی وہ جان سکتا ہے کہ یہ وقت وقت استوائے حقیقی تحقیقی کس صورت میں ہوگا۔ ۱۲ منہ

بحساب دائرہ ہندیہ مع حصہ انکسار افقی ہمارے شہر میں ۵ بجکر ۲۹ منٹ پر ڈوبنا چاہیئے توپ کے اعتبار سے قریب ۶ بجے کے ۵ بجکر ۵۶ منٹ پر ڈوبتا ہے تحویل قوس کا مہر کہ بحساب مذکور دائرہ ۶ بجکر ۴۲ منٹ پر چمکنا چاہیئے۔ توپ کے گھنٹوں پر چھ سے ۳۱ منٹ بعد طلوع کر آتا ہے اسی طرح ہر جگہ فرق پائیے گا یہ امر ضرور قابل لحاظ ہے یہیں سے وہ عقدہ کھل گیا کہ ہم نے مسئلہ ثانیہ کے جواب میں نصف النہار شرعی ۱۱ بجکر ۳۱ منٹ آکر لکھا اور پھر اُس سے استوائے حقیقی تک ۴۰ منٹ کا فاصلہ رکھا حالانکہ ۱۱ پر ۳۱ کے بعد ۱۲ بجنے تک صرف ۲۹ منٹ کا فصل ہے تو وجہ یہ کہ اُس مسئلہ میں انہیں رواجی مدراسی گھنٹوں کا حساب لیا تھا و لہذا طلوع شمس حمل ۶ پر ۷ منٹ آکر مانا یہ ہے ان مسائل کا اجمالی تخمینی جواب اور تفصیل و تحقیق مفضی تطویل و اطناب و فیما ذکرنا کفایۃ لاولی الالباب وصلی اللہ تعالٰی علی المولی الاواب سیدنا محمد والاٰل والاصحاب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۲۷۲) :- از حیدر آباد دکن قریب دروازہ دبیر پورہ مدرسہ محمدیہ مرسلہ مولوی عبدالخالق صاحب اعظم گڈھی ۱۲ جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ

حضرت مولانا العلام والحبر القمقام حامی السنۃ قامع البدعۃ بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا الحاج المولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، واضح رائے عالی متعالی ہو کہ ان دنوں یہاں فتوے دریافت کیا گیا کہ نماز عصر ایک مثل کے بعد ہے یا نہیں۔ تمام یہاں کے علماء بلکہ چار پانچ علماء نے بند مثل حضرت مولانا مولوی لطف اللہ صاحب علی گڈھی و جناب مولوی محمد منصور علی خانصاحب مراد آبادی و جناب مولوی محمد یعقوب صاحب صاحب اعظم گڈھی وغیرہم نے مثلین سوی فیئ الزوال کا فتوٰی دیا بعدہ مولوی عبدالوہاب صاحب بہاری صدر مدرس مدرسہ نظامیہ نے سب علماء کے فتوے کو رد کر دیا اور لکھا کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی قول مثلین سے رجوع کرکے قول صاحبین کی طرف آگئے ہیں۔ اب التماس ہے کہ آپ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں۔ خادم الطلبہ محمد عبدالخالق۔

الجواب :- مولانا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، قول سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وہی مثلین بعد فیئ الزوال ہے اور وہی احوط وہی اصح وہی من حیث الدلیل ارجح اُسی پر اجماع و اطباق جملہ متون متین وہی مختار و مرضی جمہور محققین شارحین اسی پر افتائے اکثر کبرائے ائمہ مفتیین امام کا اس سے رجوع فرمانا ثابت نہیں اجماع متون مذہب موضوعہ لنقل المذہب کے حضور بعض حکایات شاذہ خاملہ غیر محفوظہ قابل لحاظ کب ہوسکتی ہیں بلکہ قول یک مثل ہی مرجوع عنہ ہے لما صرح بہ فی البحر والخیریۃ ورد المحتار وغیرھا ان کل ما خرج

عن ظاہر الروایۃ فہو مرجوع عنہ ھذا ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات وفقنا اللہ تعالٰی لھا و تقبلھا منا بکرمہ انہ اکرم الاکرمین واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۰۱: از کلکتہ فوجداری بالاخانہ نمبر ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کلکتہ میں آج کل آفتاب ساڑھے چھ بجے طلوع اور پونے چھ بجے غروب اور نماز عصر پونے چار بجے ادا کی جاتی ہے کہ اُس وقت سایہ سوائے سایہ اصلی کے دو مثل کسی طرح نہیں ہوتا۔ اس صورت میں نماز مذہب مفتی بہ کے موافق ہوئی یا نہیں اور ایسی حالت میں جماعت میں شریک ہونا چاہیئے یا جماعت کا ترک اختیار کیا جائے صرف حکم چاہتا ہوں۔ مجھے دلائل کی ضرورت نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک جب سایہ ظل اصلی کے علاوہ دو مثل نہ ہوجائے وقت عصر نہیں آتا اور صاحبین کے نزدیک ایک ہی مثل کے بعد آجاتا ہے اگرچہ بعض کتب فتاوٰی وغیرہ تصانیف بعض متاخرین مثل برہان طرابلسی و فیض کرکی و درمختار میں قول صاحبین کو مرجح بتایا مگر قول امام ہی احوط و اصح وازروئے دلیل ارجح ہے عموماً متون مذہب قول امام پر جزم کئے ہیں اور عامہ اجلہ شارحین نے اسے مرضی و مختار رکھا اور اکابر ائمہ ترجیح و افتا بلکہ جمہور پیشوایان مذہب نے اسی کی تصحیح کی۔ امام ملک العلماء ابوبکر مسعود نے بدائع اور امام سرخسی نے محیط میں فرمایا ھو الصحیح یہی صحیح ہے امام اجل قاضی خان نے اسی کو تقدیم دی اور وہ اُسی کو تقدیم دیتے ہیں جو اظہر من حیث الدرایہ اور اشہر من حیث الروایہ ہو کما نص علیہ فی خطبۃ الخانیۃ اور وہی قول معتمد ہوتا ہے کما فی الطحطاوی والشامی یوہیں امام طاہر بخاری نے خلاصہ میں اسے تقدیم دی امام اجل برہان الدین صاحب ہدایہ نے ہدایہ اور امام جلیل ابو البرکات نسفی نے کافی اور امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں اسی کی دلیل مرجح رکھی امام جلیل محبوبی نے اسی کو اختیار فرمایا امام صدر الشریعہ نے اسی پر اعتماد کیا وہ چند متاخرین یعنی مصنفین برہان و فیض و درمختار ان اکابر میں ایک کی بھی جلالت شان کو نہیں پہنچتے۔ فتاوٰی غیاثیہ و جواہر اخلاطی میں فرمایا ھو المختار یہی مختار ہے۔ علامہ قاسم نے تصحیح قدوری میں اسی کی تحقیق کی۔ امام سمعانی نے خزانۃ المفتین میں اسی پر اقتصار فرمایا قول خلاف کا نام بھی نہ لیا۔ امام محمود عینی نے اسی کی تائید فرمائی ملتقی الابحر میں اسی کو مقدم رکھا اور وہ اُسی کو تقدیم دیتے ہیں جو ارجح ہو کما ذکر فی خطبتہ اور وہی مختار للفتوٰی ہوتا ہے کما فی شرحہ مجمع الانہر

مراقی[۱۶] الفلاح میں ہے ھوالصحیح وعلیہ جل المشائخ والمتون یہی صحیح ہے اور اسی پر جمہور مشائخ و متون مذہب ہیں۔ طحطاوی[۱۷] علی المراقی میں ہے صححہ جمھور اھل المذھب جمہور ائمہ مذہب نے اسی کی تصحیح فرمائی نقایہ[۱۸] میں روایت خلاف کی تضعیف فرمائی۔ شرح[۱۹] المجمع للمصنف میں ہے انہ المذھب واختارہ اصحاب المتون وارتضاہ الشارحون مذہب یہی ہے اور اسی کو اصحاب متون نے اختیار فرمایا اور اسی کو شارحین نے مرضی و پسندیدہ رکھا۔ ینابیع[۲۰] وعلمگیری[۲۱] میں ہے ھوالصحیح یہی صحیح ہے۔ جامع[۲۲] الرموز میں اسی کو مفتی بہ بتایا سراج[۲۳] المنیر میں ہے علی قولہ الفتوی امام ہی کے قول پر فتوےٰ ہے۔ بحر[۲۴] الرائق پھر رد[۲۵] المحتار میں ہے قول امام سے عدول کی اجازت نہیں۔ اس مذہب مہذب پر دلیل جلیل صحیح بخاری شریف کی حدیث باب الاذان للمسافر میں ہے کہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم ایک سفر میں نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب اقدس تھے مؤذن نے اذان ظہر دینی چاہی فرمایا ابرد وقت ٹھنڈا کر دیر کے بعد پھر مؤذن اذان دینی چاہی فرمایا ابرد وقت ٹھنڈا کر۔ دیر کے بعد مؤذن نے سہ بارہ اذان کا ارادہ کیا فرمایا ابرد وقت ٹھنڈا کر اور یوں ہی تاخیر کا حکم فرماتے رہے حتی ساوی الظل التلول یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہوگیا اُس وقت اذان کی اجازت فرمائی اور ارشاد فرمایا گرمی کی شدت جہنم کی سانس سے ہے تو جب گرمی سخت ہو ظہر ٹھنڈے وقت پڑھو مشاہدہ شاہد اور قواعد علم ہیأت گواہ اور خود ائمہ شافعیہ کی تصریحات ہیں کہ دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ ہوتا ہی نہیں معدوم محض ہوتا ہے خصوصاً اقلیم ثانی میں جس میں حرمین طیبین اور اُن کے بلاد ہیں امام نووی شافعی وامام قسطلانی شافعی نے فرمایا ٹیلے زمین پر نصب کی ہوئی اشیاء کی مانند نہیں بلکہ زمین پر پھیلے ہوئے ہیں تو زوال کے بہت زمانے کے بعد اُن کا سایہ شروع ہوتا ہے۔ امام ابن اثیر جزری شافعی نے نہایہ میں فرمایا اُن کا سایہ اُس وقت آغاز ہوتا ہے جب ظہر کا اکثر وقت گزر جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب آغاز اُس وقت ہوگا تو ٹیلوں کے برابر ہرگز نہ پہنچے گا مگر مثل ثانی کے بھی اخیر حصہ میں اُس وقت تک حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان نہ دینے دی تو نماز تو یقیناً اور بھی بعد ہوئی تو بلاشبہ مثل ثانی بھی وقت ظہر ہوا۔ اور اس حدیث کو ارادہ جمع بین الصلاتین پر محمول کرنا خود اسی حدیث کے الفاظ سے باطل ہے حضور یہاں ابراد کا حکم فرمارہے ہیں کہ نماز اپنے وقت کے ٹھنڈے حصے میں پڑھی جائے نہ یہ کہ وقت نکال دینے کے بعد دوسری نماز کے وقت میں ادا کی جائے حضور یہاں حکم عام ارشاد فرمارہے ہیں کہ جب گرمی سخت ہو یوں ہی وقت ٹھنڈا کر و یہ نہیں فرماتے کہ جب مسافر ہو تو ظہر کو عصر سے ملا کر پڑھو اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ حدیث امامت جبریل جس کے بھروسے پر برہان و درمختار نے مثل اول اختیار کیا اصلاً حجت نہیں

ہوسکتی کہ وہ دنیا میں سب سے پہلی حدیث اوقات ہے نماز شب اسرا میں فرض ہوئی اور اُسی کے دن میں وقت ظہر کو آکر جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان اوقات کے لئے امامت کی تو جو حدیث اُس کے خلاف ہے اُس کے بعد اور اُس کی ناسخ ہے اور قول دو مثل سے امام کا رجوع فرمانا ہرگز صحیح نہیں بلکہ اس کا خلاف ثابت ہے کہ تمام متون مذہب وہی نقل فرمارہے ہیں۔ اور متون ہی نقل مذہب کے لئے موضوع ہیں امام محمد نے کتاب الاصل یعنی مبسوط میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے وہی قول امام لکھا نہایہ میں ہے امام سے وہی ظاہر الروایہ ہے غایۃ البیان میں ہے یہی امام کا مذہب مشہور و ماخوذ ہے محیط میں ہے قول امام سے یہی صحیح ہے ینابیع میں ہے۔ امام سے یہی روایت صحیح ہے شرح مجمع میں ہے مذہب امام یہی ہے کل ذلك فی البحر تو بعض اقوال خاملہ مرجوحہ کی بنا پر زعم رجوع محض ناموجہ ہے بلکہ قول یک مثل ہی سے رجوع ثابت ہے کہ وہ خلاف ظاہر الروایۃ ہے اور جو کچھ خلاف ظاہر الروایۃ ہے مرجوع عنہ ہے کمافی البحر والخیریۃ وغیرھما تو یہ مذہب مہذب بوجوہ کثیرہ مذہب صاحبین پر مرجح ہوا۔ **اولا** یہی مذہب امام ہے اور مذہب امام اعظم پر عمل واجب جب تک کوئی ضرورت اُس کے خلاف پر باعث نہ ہو **ثانیا** اسی پر متون مذہب ہیں اور متون کے حضور اور کتابیں مقبول نہیں ہوتیں **ثالثًا** اسی پر عامہ شروح ہیں اور شروح فتاوے پر مقدم **رابعًا** اجلہ اکابر ائمہ تصحیح و فتوے مثل امام قاضی خان و امام برہان الدین صاحب ہدایہ و امام ملک العلما مسعود کاشانی صاحب بدائع وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے اسی کی ترجیح و تصحیح فرمائی اور جلالت شان مصححین باعث ترجیح ہے **خامسًا** جمہور مشائخ مذہب نے اس کی ترجیح و تصحیح فرمائی اور عمل اُسی پر چاہیئے جس طرف اکثر مشائخ ہوں۔ **سادسًا** اُسی میں احتیاط ہے کہ مثل ثانی میں عصر پڑھی تو ایک مذہب جلیل پر فرض ذمہ سے ساقط نہ ہوا۔ پڑھی بے پڑھی برابر رہی اور بعد مثل ثانی پڑھی تو بالاتفاق صحیح و کامل ادا ہوئی **سابعًا** رہیں حدیثیں بعض صاحبوں نے گمان یہ کیا کہ احادیث مذہب صاحبین میں نص ہیں بخلاف مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم حالانکہ حق یہ ہے کہ صحاح احادیث دونوں جانب موجود ہرگز کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ مذہب صاحبین پر کوئی حدیث صحیح صریح سالم عن المعارض ناطق ہے جسے دعوٰی ہو پیش کرے اور بامداد روح پُرفتوح حضرت سیدنا الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ اس فقیر سے جواب لے انشاء اللہ تعالٰی یا تو ثابت ہوجائے گا کہ وہ حدیث جس سے مخالف نے استناد کیا صحیح نہ تھی یا صحیح تھی تو مذہب صاحبین میں صریح نہ تھی یا یہ بھی سہی تو اُس کا معارض صحیح موجود ہے۔ اور فقیر انشاء اللہ تعالٰی ثابت کردے گا کہ اس تعارض میں احادیث مذہب صاحبین کو منسوخ ماننا ہی مقتضائے اصول ہے اور اگر نہ مانیں تاہم تعارض قائم ہوکر

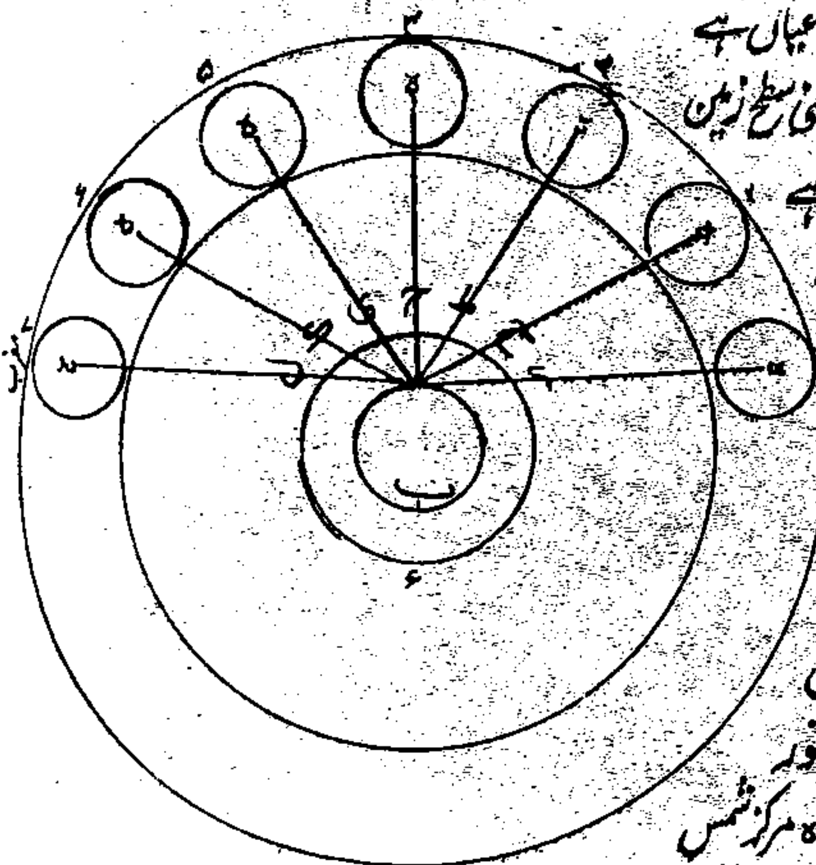
ساقط ہوگا اور پھر وہی مذہب امام رنگ ثبوت پائے گا کہ جب بوجہ تعارض مثل ثانی میں شک واقع ہو کہ یہ وقت ظہر ہے یا وقت عصر اور اس سے پہلے وقت ظہر بالیقین ثابت تھا تو شک کے سبب خارج نہ ہوگا اور وقت عصر بالیقین نہ تھا تو شک کے سبب داخل نہ ہوگا۔ والحمدللہ رب العالمین **بالجملہ** عند التحقیق مثل ثانی میں عصر ادا ہی نہ ہوگی بلکہ فرض ذمہ پر باقی رہے گا ورنہ علی التنزل اُس وقت نماز مکروہ ہونے میں تو شک نہیں کہ جب بعض کتب فقہ میں اس وقت نماز ظہر میں کراہت گمان کی صرف اس خیال سے کہ صاحبین کے نزدیک وقت قضا ہوگیا حالانکہ فرض ظہر بالاجماع ساقط ہو جائے گا اگرچہ قضا ہی سہی تو اس وقت نماز عصر لاجرم سخت کراہت رکھے گی کہ امام کے نزدیک ہنوز وقت ہی نہ آیا تو فرض ہی سرے سے ساقط نہ ہوگا اُدھر خلاف صاحبین تھا۔ یہاں خلاف امام وہاں قضا و ادا میں خلاف تھا اور صحت اجماعی ادھر نفس صحت و بطلان ہی میں نزاع ہے جب وہاں کراہت زعم کی گئی تو یہ کس درجہ شدید مکروہ ہونا چاہیئے اور یہ تو بے شمار کتب ائمہ میں تصریح ہے کہ اس وقت عصر کا پڑھنا بے احتیاطی ہے پس محتاط فی الدین کو لازم کہ اگر جانے کہ مجھے مثل ثانی کے بعد جماعت مل سکتی ہے اگرچہ ایک ہی آدمی کے ساتھ تو اس جماعت باطلہ یا کم از کم مکروہ بکراہت شدیدہ میں شریک نہ ہو بلکہ وقت اجماعی پر اپنی جماعت صحیحہ نظیفہ ادا کرے اور اگر جانے کہ پھر میرے ساتھ کو کوئی نہ ملے گا تو بتقلید صاحبین شریک جماعت ہو جائے اور تحصیل صحت متفق علیہا و رفع کراہت کے لئے مثل ثانی کے بعد پھر اپنی تنہا ادا کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۲۷۳) ۱۶ شعبان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عصر کا وقت مستحب و وقت مکروہ کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: نماز عصر میں ابر کے دن تو جلدی چاہیئے نہ اتنی کہ وقت سے پیشتر ہو جائے باقی ہمیشہ اسمیں تاخیر مستحب ہے اسی واسطے اس کا نام عصر رکھا گیا لانہا تعصر یعنی وہ نچوڑ کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ حاکم و دارقطنی نے زیاد بن عبداللہ نخعی سے روایت کی ہم امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے ساتھ جامع مسجد میں بیٹھے تھے مؤذن نے آکر عرض کی یا امیر المؤمنین نماز، امیر المومنین نے فرمایا ھذا الکلب یعلمنا السنۃ، یہ کتّا ہمیں سُنت سکھاتا ہے پھر اٹھ کر ہمیں نماز عصر پڑھائی جب ہم نماز پڑھ کر وہاں آئے جہاں مسجد میں پہلے بیٹھے تھے فجثونا للرکب لنزول الشمس للغروب نتراأھا ہم زانوؤں پر کھڑے ہو کر سورج کو دیکھنے لگے کہ وہ غروب کے لئے نیچے اُتر گیا تھا یعنی دیواریں اس زمانے میں نیچی نیچی ہوتیں آفتاب ڈھلک گیا تھا بیٹھے سے نظر نہ آیا

دیوار کے نیچے اتر چکا تھا گھٹنوں پر کھڑے ہونے سے نظر آیا مگر ہرگز ہرگز اتنی تاخیر جائز نہیں کہ آفتاب کا قرص متغیر ہو جائے اس پر بے تکلف نگاہ ٹھہرنے لگے یعنی جبکہ غبار کثیر یا ابر رقیق وغیرہ حائل نہ ہو کہ ایسے حائل کے سبب تو ٹھیک دوپہر کے آفتاب پر نگاہ بے تکلف جمتی ہے اس کا اعتبار نہیں بلکہ صاف شفاف مطلع میں اُس قدرتی دائمی حیلولت کرۂ بخار کے سبب کہ افق کے قرب میں نگاہ کو اس کا کثیر حصہ طے کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے طلوع و غروب کے قرب آفتاب پر نگاہ بے تکلف جمتی ہے جب اُس سے اونچا ہوتا اور کرۂ بخار کا قلیل حصہ حائل رہ جاتا ہے شعاعیں زیادہ ظاہر ہوتیں اور نگاہ جمنے سے مانع آتی ہیں اور یہ حالت مشرق و مغرب دونوں میں یکساں ہے جس کا حال اس شکل سے عیاں ہے



ا ب کرۂ زمین ہے ا موضع ناظر ہے یعنی سطح زمین کی وہ جگہ جہاں دیکھنے والا شخص کھڑا ہے ح ہ زمین کے سب طرف کرۂ بخار ہے جسے عالم نسیم و عالم لیل و نہار بھی کہتے ہیں اور یہ ہر طرف سطح زمین سے ۴۵ میل یا قول اوائل پر ۵۲ میل اونچا ہے اس کی ہوا اوپر کی ہوا سے کثیف تر ہے تو آفتاب اور نگاہ میں اس کا جتنا زائد حصہ حائل ہوگا اتنا ہی نور کم نظر آئے گا۔ اور نگاہ زیادہ ٹھہرے گی ہ مرکز شمس ہے ا ہ ہر طرف وہ خط ہے جو نگاہ ناظر سے شمس پر گزرتا ہے پہلے نمبر پر آفتاب افق شرقی سے طلوع میں ہے اور دوسرے تیسرے نمبر پر چڑھتا ہوا چوتھے نمبر پر ٹھیک نصف النہار پر نظر آیا پھر پانچویں چھٹے نمبر پر ڈھلکتا ہوا ساتویں نمبر پر افق غربی پر غروب کے پاس پہنچا۔ ظاہر ہے کہ جب آفتاب پہلے نمبر پر ہے تو خط ا ہ کا حصہ ا س کرۂ بخار میں گزرا اور دوسرے پر ا ح تیسرے پر ا ط چوتھے پر ا ح اور اقلیدس سے ثابت ہے کہ ان میں ا س سب سے بڑا ہے اور آفتاب جتنا اونچا ہوتا جاتا ہے ا ح ا ط وغیرہ چھوٹے ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ نصف النہار پر خط ا ح سب سے چھوٹا رہ جاتا ہے۔ ہم نے اپنے محاسبات ہندسیہ میں ثابت کیا ہے کہ خط ا ح یعنی دوپہر کے

وقت کا خط اگرہ ۵۴ ہی میل ہے جب بھی خط ا س یعنی وقت طلوع کا خط پانسو اٹھانوے میل سے بھی زائد ہے پھر جب آفتاب ڈھلکتا ہے وہ خطوط اسی نسبت پر بڑے ہوتے چلتے ہیں ا ی برابر ا ط کے پڑتا ہے اور ا ک برابر ا ح کے اور ا ل برابر ا س کے ہے یہاں سے واضح ہو گیا کہ یہ قدرتی دائمی سبب ہے جس کے باعث آفتاب جب نصف النہار پر ہوتا ہے اپنی انتہائی تیزی پر ہوتا ہے اور اُس سے پہلے اور بعد دونوں پہلوؤں پر جتنا افق سے قریب تر ہوتا ہے اُس کی شعاع دھیمی ہوتی ہے یہاں تک کہ شرق و غرب میں ایک حد کے قرب پر اصلاً نگاہ کو خیرہ نہیں کرتی، مشرق میں جب تک اس حد سے آفتاب نکل کر اونچا نہ ہو جائے اس وقت تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے اور مغرب میں جب آفتاب اس حد کے اندر آجائے اس وقت سے غروب آفتاب تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے۔ تو اس بیان سے سبب بھی ظاہر ہو گیا اور یہ بھی کھل گیا کہ مشرق و مغرب دونوں جانب میں یہ وقت برابر ہے نہ یہ کہ مشرق کی طرف تو یہ وقت پندرہ بیس منٹ رہے جو تقریباً ایک نیزہ بلندی کی مقدار ہے اور مغرب میں ڈیڑھ دو گھنٹے ہو جائے جو اُس سے کئی نیزے زائد ہے تجربہ سے یہ وقت تقریباً بیس منٹ ثابت ہوا ہے تو جب سے آفتاب کی کرن چمکے اس وقت سے بیس منٹ گزرنے تک نماز ناجائز اور وقت کراہت ہوا اور ادھر جب غروب کو بیس منٹ رہیں وقت کراہت آجائے گا اور آج کی عصر کے سوا ہر نماز منع ہو جائے گی۔ ہاں یہ جو بعض کا خیال ہے کہ آفتاب متغیر ہونے سے مراد دھوپ کا میلا ہونا ہے یہ ہرگز صحیح نہیں جاڑے کے موسم میں تو آفتاب ڈھلکنے کے تھوڑی ہی دیر بعد کہ ابھی سایہ ایک مثل بھی نہیں پہنچتا اور بالاجماع وقت ظہر باقی ہوتا ہے یقیناً آفتاب بہت متغیر ہو جاتا ہے اور بیّن طور پر دھوپ میں زردی پیدا ہو جاتی ہے تو چاہیے کہ عصر کا وقت آنے سے پہلے ہی وقت کراہت آجائے اور نماز بے کراہت مل ہی نہ سکے اور یہ صریح باطل و محال ہے ابو السعود علی الکنز اور طحطاوی علی الدر میں ہے المراد ان یذھب الضوء فلا یحصل للبصر به حیرۃ ولا عبرۃ لتغیر الضوء لان تغیر الضوء یحصل بعد الزوال یعنی تغیر آفتاب سے مراد یہ ہے کہ اُس کی روشنی جاتی رہے تو نگاہ کو اُس سے خیرگی حاصل نہ ہو اور دھوپ کا تغیر کچھ معتبر نہیں کہ یہ تو زوال کے بعد ہو جاتا ہے بالجملہ تحقیق وہ ہے جو ائمہ نے کتاب الاسرار و بحر الرائق وغیرہما میں تصریح فرمائی کہ جس نماز میں تاخیر مستحب ہے جیسے فجر و عصر وغیرہما وہاں تاخیر کے یہ معنی ہیں کہ وقت کے دو حصے کریں۔ نصف اول چھوڑ کر نصف آخر میں پڑھیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں وقت سے مراد وقت مستحب ہے کہ وقت مستحب کے نصف آخر میں پڑھیں جب یہ قاعدہ معلوم ہو لیا اب تعیین وقت کے لئے مثل ثانی کے وقت کا تخمینہ لکھیں جس سے ظہر و عصر کا اندازہ ہو سکے وہ یہ کہ ۲۱ مارچ

مثل ثانی یعنی شروع وقت عصر حنفی سے آفتاب کے غروب تک ان بلاد میں تحویل حمل اور ۲۳-۲۴ ستمبر تحویل میزان میں ختم ایک گھنٹہ ۴۱ منٹ باقی ہوتے ہیں اور ۲۰-۲۱ اپریل تحویل ثور اور ۲۳-۲۴ اگست تحویل سنبلہ کو ایک گھنٹہ ۵۰ منٹ رہتے ہیں اور ۲۱-۲۲ مئی تحویل جوزا اور ۲۳ جولائی تحویل اسد کو دو گھنٹے ایک منٹ اور ۲۲ جون تحویل سرطان کو دو گھنٹے چھ منٹ اور یہ سال میں سب سے بڑا وقت عصر ہے کہ اس سے زیادہ ان بلاد میں کبھی نہیں ہوتا اور ۲۴ اکتوبر تحویل عقرب اور ۱۹ فروری تحویل حوت کو ایک گھنٹہ ۳۶ منٹ اور ۲۲-۲۳ نومبر تحویل قوس سے ۲۲ دسمبر تحویل جدی اور پھر ۲۰-۲۱ جنوری تحویل دلو تک دو مہینے برابر بلکہ اس سے بھی کچھ زائد ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ باقی ہوتا ہے اور یہ سال میں سب سے چھوٹا وقت عصر ہے کہ اس سے کم ان بلاد میں کبھی نہیں ہوتا اسی حساب سے جس دن جتنا وقت عصر ہو اُس کے آخر سے ۲۰ منٹ وقت مکروہ کے نکال کر باقی کے دو حصے کریں اگر اول چھوڑ کر حصہ دوم سے وقت مستحب ہے اور حصہ اول میں بھی اصلاً کراہت نہیں ہاں اتنی تعجیل کہ دو مثل پورے ہونے میں شک ہو ضرور سخت خلاف احتیاط ہے اُس سے بچنا چاہیئے کہ اگر وہم و خدشہ ہے تو کراہت ہے اور اگر واقعی شک ہے تو امام کے طور پر ہوگی ہی نہیں یوہیں اتنی تاخیر نہ چاہیئے کہ وقت کراہت آنے کا اندیشہ ہو جائے اور اس سے پہلے پہلے اصلاً کسی قسم کی کراہت کا نام و نشان نہیں نہ وہ اللہ و رسول کے نزدیک کاہل ہے۔ یہ محض غلط و باطل ہے جب شرع مطہر اُس وقت کو مستحب فرما رہی ہے تو کیا وقت مستحب میں ادا کرنا مکروہ اور فاعل کاہلی کے ساتھ منسوب ہو سکتا ہے یہ نری نادانی ہے پھر اگر اس نے احتیاط کی اور نماز میں تطویل کی کہ وقت کراہت وسطِ نماز میں آگیا جب بھی اس پر اعتراض نہیں نہ کہ وقت کراہت آنے سے پہلے ختم کر دے اور اعتراض ہو۔ درمختار میں ہے:

لو شرع فیہ قبل التغیر فمدہ الیہ لایکرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۷۵، ۲۷۶): شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) فرض و سُنت ہر دو کا اولٰی وقت کیا ہے (۲) امسال وقت صلاۃ عید الفطر انتہا درجہ کب تک تھا جس نے بعد ساڑھے گیارہ بجے نماز پڑھی اُس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب: (۱) سنت قبلیہ میں اولٰی اول وقت ہے بشرطیکہ فرض و سُنت کے درمیان کلام یا کوئی فعل منافی نماز نہ کرے اور سنت بعدیہ میں مستحب فرضوں سے اتصال ہے مگر یہ کہ مکان پر آکر پڑھے تو فصل میں حرج نہیں لیکن افعال اجنبی سے فصل نہ چاہیئے، یہ فصل سنت قبلیہ و بعدیہ دونوں کے ثواب کو ساقط اور انہیں طریقۂ مسنونہ سے خارج کرتا ہے اور فرض فجر و عصر و عشا میں مطلقاً اور ظہر میں بموسم گرما تاخیر مستحب ہے اور مغرب میں تعجیل

تاخیر کے یہ معنی کہ وقت مکروہ کے دو حصے کرکے پہلا نصف چھوڑ دیں دوسرے نصف میں نماز پڑھیں کما نص علیہ فی البحر الرائق وغیرہ واللہ تعالٰی اعلم۔ (۲) مذہب اصح پر اُس کی نماز نہ ہوئی وقت اس کے قریب قریب ختم ہو چکا تھا۔ مگر ایسی جگہ علما آسانی پر نظر فرماتے ہیں ہمارے علما کا دوسرا قول یہ ہے کہ وقت عیدزوال تک ہے۔ اس تقدیر پر جس نے بارہ بجکر چھ منٹ تک بھی سلام پھیر دیا اس کی نماز ہو گئی کہ اُس دن بارہ بجکر ساڑھے چھ منٹ پر زوال ہوا تھا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۷۷): از سندیلہ مرسلہ بعض علماء بتوسط مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی۔ دوم ربیع الاوّل شریف ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز مغرب کا وقت افق شرقی کی جڑ سے سیاہی نمودار ہوتے ہی معًا ہو جاتا ہے یا جب سیاہی بلند ہو جاتی ہے اُس وقت آفتاب ڈوبتا ہے بر تقدیر ثانی وہ بلندی کتنے گز ہوتی ہے اور آبادیوں میں سیاہی شرق سے نظر آنے پر نماز کا وقت سمجھا جائے گا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اقول وباللہ التوفیق افق شرقی سے سیاہی کا طلوع قرص شمس کے شرعی غروب سے بہت پہلے ہوتا ہے سیاہی کئی گز بلند ہو جاتی ہے اُس وقت آفتاب ڈوبتا ہے جس طرح قرص شمس کے شرعی طلوع سے سیاہی غربی کا غروب بہت بعد ہوتا ہے آفتاب مرتفع ہو جاتا ہے اُس وقت تک سواد مرئی رہتا ہے اس پر عیان و بیان و برہان سب شاہد عادل ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس الخبر کالمعاینۃ جسے شک ہو طلوع و غروب کے وقت جنگل میں جا کر جہاں سے دونوں جانب افق صاف نظر آئیں مشاہدہ کرے جو کچھ مذکور ہوا آنکھوں سے مشاہدہ ہو جائے گا۔ الحمد للہ عجائب قرآن منتہی نہیں کما فی حدیث الترمذی عن امیر المؤمنین علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تنقضی عجائبہ ایک ذرا غور سے نظر کیجئے تو آیۂ کریمہ تولج اللیل فی النھار و تولج النھار فی اللیل کے مطالع رفیعہ سے اس مطلب کی شعاعیں صاف چمک رہی ہیں رات یعنی سایۂ زمین کی سیاہی کو حکیم قدیر عزجلالہ دن میں داخل فرماتا ہے ہنوز دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی اور دن کو سواد مذکور میں لاتا ہے ابھی ظلمت شبینہ موجود ہے کہ عروس خاور نے نقاب اٹھائی۔ فان ایلاج شیئ فی شیئ یقتضی وجودھما الا ان یعدم احدھما فیعقبہ الاٰخر واللیل والنھار بمعنی الملوین

متضادان لایجتمعان فلا بد من التجوز ومن اقرب وجوھہ ماذکر العبد من حمل اللیل علی السواد فیبقی النھار علی حقیقتہ ویظھر الایلاج من دون کلفۃ ولا یتجاوز التجوز قدر الحاجۃ ویمکن العکس ایضا بان یحمل النھار علی الاشعۃ الشمسیۃ واللیل علی حقیقتہ فیکون اشارۃ الی ظھور نور الشمس فی الافق الشرقی واللیل باق بعد کما فی الصبح الاول وان ارید اللیل العرفی فاظھر واکمل والی حصول اللیل مع بقاء الضوء الشمسی فی الافق الغربی من الشفقین الاحمر والابیض وان کان الامام الفخر الرازی رحمہ اللہ تعالٰی لا یرضی ان یجعل تلک الانوار من الشمس حتی الصبح الصادق ایضا کما اطال الکلام فیہ فی سورۃ الانعام تحت قولہ عزوجل فالق الاصباح ولیس الامکا ظن واغتر بقولہ العلامۃ الزرقانی فظن ان ھذا امذھب منقول فنسبہ لاھل السنۃ مع انہ لیس الامن توسعات الامام فی البحث والکلام ولم یستدل لہ الا ببحث عقلی لا تام ولا جلی ومن البدیھی عند کل احد ان الشفق والصبح اختان وما امرھا الا واحد اوقد اخرج ابن ابی شیبۃ عن العوام بن حوشب قال قلت لمجاھد ما الشفق قال ان الشفق من الشمس ذکرہ فی الدر المنثور تحت قولہ تعالٰی فلا اقسم بالشفق بل فی التفسیر الکبیر تحت الکریمۃ اتفق العلماء علی انہ اسم للاثر الباقی من الشمس فی الافق بعد غروبھا اما دلیلہ العقلی فقد رد العبد الضعیف بکلام لطیف ذکرتہ علی ھامشہ وباللہ التوفیق قرآن عظیم کا نائب کریم کلام صاحب جوامع الکلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد وجامع ترمذی ومسند امام احمد میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا اقبل اللیل من ھھنا وادبر النھار من ھھنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم جب اِدھر سے رات آئے اور اُدھر سے دن پیٹھ دکھائے اور سورج پورا ڈوب جائے تو روزہ دار کا روزہ پورا ہوچکا لیل سے مراد سیاہی ہے اور نہار سے مراد ضوء فان الاقبال من ھھنا والادبار من ھھنا انما یکون لھما تیسیر میں ہے اذا اقبل اللیل یعنی ظلمتہ وادبر النھار ای ضوءہ عالم ماکان وما یکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تینوں لفظ اُسی ترتیب سے ارشاد فرمائے جس ترتیب سے واقع ہوتے ہیں۔ پہلے سیاہی اٹھتی ہے اس وقت تک اگر افق صاف اور غبار وبخار سے پاک ہو آفتاب کی چمک باقی

رہتی بلکہ قلل جبال واعالی اغصان شجر پر عکس ڈالتی ہے پھر جب قرص چھپنے پر آیا تنکا نُفِ الجزء اققبہ وکثرت بُعد عن الابصار وطول مرور شعاع البصر فی ثخن کرۃ البخار کے باعث روشنی بالکل محتجب ہوجاتی ہے مگر ہنوز قدرے قرص بالائے افق مرئی شرعی باقی ہے اس کے بعد آفتاب ڈوبتا اور وقت افطار و نماز آتا ہے اس صاف ونفیس و بے تکلف معنی پر بحمد اللہ انتظام کلام اوسی اعلی جلالت پر جلوہ فرماہے جو صاحب جوامع الکلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رفیع بلاغت بے مثل کو شایان وبجاہے۔ کلمات علمائے کرام بھی ان نفیس معنی کے ایماسے خالی نہ رہے۔ امام ابن حجر مکی شرح مشکوٰۃ المصابیح میں اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں۔ ای وقد یقبل اللیل ولا تکون غربت حقیقۃ فلا بد من حقیقۃ الغروب حفنی علی الجامع الصغیر میں ہے قولہ وغربت الشمس لم یکتف بما قبلہ عن ذلک اشارۃ الی انہ قد یوجد اقبال الظلمۃ وادبار الضوء ولم یوجد غروب الشمس اور اگر حدیث میں لیل ونہار معنی حقیقی پر لیجئے تو اگرچہ اتنا ضرور ہے کہ مجاز مرسل کی جگہ مجاز عقلی ہوگا لما علمت ان اسناد الاقبال والادبار من ھھنا وھھنا لیس الیہما علی الحقیقۃ مگر اب تین الفاظ کریمہ کے جمع ہونے سے سوال متوجہ ہوگا شک نہیں کہ اس معنی پر امور ثلثہ متلازم ہیں اور ایک کا ذکر باقی سے مغنی وھذا ما قالہ الامام النووی فی المنہاج قال العلماء کل واحد من ھذہ الثلاثۃ یتضمن الاخرین ویلازمہما اس کی اطیب توجیہ وہ ہے کہ علامہ طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں افادہ کی کہ انما قال وغربت الشمس مع الاستغناء عنہ لبیان کمال الغروب کیلا یظن انہ یجوز الافطار بغروب بعضہا علامہ مناوی وغیرہ نے بھی اُن کی تبعیت کی تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے۔ وزاد (وغربت الشمس) مع ان ماقبلہ کاف اشارۃ الی اشتراط تحقق کمال الغروب

اقول یہ توجیہ وجیہ صراحۃً ہمارے مدعائے مذکور کی طرف ناظر ہے نظر غائر میں یہ وجہ جلی اور قلت تدبر میں من طرف خفی یعنی اگرچہ لیل ونہار حقیقی مراد ہونے پر ذکر غروب کی حاجت نہ تھی کہ رات جبھی آئے گی کہ سورج ڈوب چکے گا مگر سواد وضیا پر اُن کا حمل بعید نہیں خصوصًا جبکہ اقبال من ہہنا وادبار من ہہنا اس پر قرینۂ ظاہرہ ہیں تو اگر اس قدر پر قناعت فرمائی جاتی احتمال تھا کہ مجرد اقبال سواد وادبار ضیا پر وقت افطار سمجھ لیا جاتا حالانکہ اقبال لیل درکنار ہنوز بعض قرص غروب کو باقی ہوتا ہے کہ ضیا بھی معدوم ہوجاتی ہے۔ لہٰذا

وغربت الشمس زائد فرمایا کہ کوئی غروب بعض قرص کو کافی نہ سمجھ لے پُر ظاہر کہ اگر یہ اقبال و ادبار اُس وقت ہوتے جب پورا قرص ڈوب لیتا تو اس احتمال وظن کا کیا محل تھا ذکر غروب سے استغنا بدستور باقی رہتا اور جواب محض مہمل جاتا تو صاف ثابت ہوا کہ سیاہی اُٹھنا اور شعاع چھپنا دونوں غروب شمس سے پہلے ہولیتے ہیں۔ علامہ علی قاری نے بھی اس کلام طیب طیبی کو تحقیق بتایا اور حسن قبول سے تلقی فرمایا حیث قال بعد نقلہ وقال بعض العلماء انما ذکرھذین لیبین ان غروبھا عن العیون لا یکفی لانھا قد تغیب ولا تکون غربت حقیقۃ فلا بد من اقبال اللیل اھ ثم ردہ بقولہ فیہ ان القید الثانی مستغن عنہ حینئذ وانما کان یتم کلامھم لو کان غربت مقدما اھ ای انما کان یحتاج اذ ذاک الی دفع ذلک الوھم بذکر اقبال اللیل اما اذ ذکر اولا ماھو القاطع للوھم فای حاجۃ بعدہ الی ذکر الغروب الموھم ثم قال فیرجع الحکم الی ما حققہ الطیبی اھ فقد رجع الی ما یفید تحقیق کلام الامام ابن حجر کما علمت غیر ان المولی الفاضل رحمہ اللّٰہ تعالٰی شدید الایلاع بالرد علیہ فی شرحیہ للمشکوٰۃ والشمائل حتی فی الواضحات الجلائل مع انہ من تلامذتہ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیھما وعلی سائر العلماء الکرام، ہاں شہروں باغوں خصوصًا نخلستان وکوہستان کی آبادیوں یا جنگلوں میں جہاں افق نظروں سے دور ہے غالبًا یہ شرق سے اُٹھتی ہوئی تاریکی خوب بلند ہوکر نظر آتی ہے اور یہ وقت خاص غروب کا ہوتا ہے بلکہ بہت جگہ اس سے بھی پہلے غروب ہوچکتا ہے کلمات علما مثل قول امام ابوزکریا قال بعد ما نقلنا سابقا وانما جمع بینھما لانہ قد یکون فی واد ونحوہ بحیث لا یشاھد غروب الشمس فیعتمد اقبال الظلام وادبار الضیاء وقول امام قاضی عیاض فی شرح صحیح مسلم قد لا یتفق مشاھدۃ عین الغروب ویشاھد ھجوم الظلمۃ حتی یتیقن الغروب بذلک فیحل الافطار وقول امام عینی فی عمدۃ ثم بین مایعتبرہ من لم یتمکن من رؤیۃ جرم الشمس وھو اقبال الظلمۃ من المشرق فانھا لا تقبل منہ الا وقد سقط القرص وقول جامع الرموز ای وقت غیبۃ جرم الشمس کلہ اذ اظھر الغروب والا فالی وقت اقبال الظلمۃ من المشرق کما فی التحفۃ وامثال ذالک کہ صراحۃً انہیں مواضع سے متعلق ہیں جہاں افق ظاہر اور رؤیت مقدور نہ ہو لہٰذا یہی عدم تمکن پر محمول ورنہ جب باجماع امت

اور خود انہیں علما اور اُن کے امثال کی تصریحات قطعیہ سے مدار حکم غروب جمیع جرم شمس ہے اور اصل افق سے ارتفاع سواد بشہادت مشاہدہ قبل غروب حاصل تو مجرد اقبال پر ادارت حکم کیونکر معقول اور حدیث مؤطا مالک عن ابن شہاب عن حمید بن عبد الرحمان ان عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان رضی اللہ تعالٰی عنہما کانا یصلیان المغرب حین ینظران الی اللیل الاسود قبل ان یفطرا ثم یفطران بعد الصلٰوۃ وذلک فی رمضان تو اُن عبارات سے بھی قریب تر ہے۔ شہر اور شہر کا بھی وسط اور وہ بھی نخلستان اور ملک کوہستان پھر امامین جلیلین رضی اللہ تعالٰی عنہما کا حُسن احتیاط خود عبارت حدیث سے ظاہر کہ حین ینظران الی اللیل الاسود مجرد ذکر لیل یعنی سواد پر قناعت نہ کی بلکہ تاکیداً صفت اسود بڑھائی یعنی جب سیاہ سیاہی گہری ظلمت دیکھ لیتے اُس وقت نماز پڑھتے حدیث صحیحین اذا رأیتم اللیل قد اقبل من ھھنا فقد افطر الصائم میں اقبال لیل پر اقتصار بعض رواۃ کا اختصار ہے کہ بکثرت معہود خود اسی حدیث کی دوسری روایت میں صرف اذا غابت الشمس من ھھنا فقد افطر الصائم ہے تیسری میں اذا غابت الشمس من ھھنا وجاء اللیل من ھھنا فقد افطر الصائم ہے کلتاھما فی صحیح مسلم وغیرہ اور اگر نہ بھی ہوتا تو بعد ارادہ لیل حقیقی اصلا مفید متوہم نہ رہتی اور علی التنزل یہ بھی نہ سہی تو انہیں مواضع سے متعلق سمجھی جاتی۔ بالجملہ خلاف پر اصلا کوئی لفظ ایسا بھی نہیں جسے صریح مفسر کہئے نہ کہ ایسا جس کے سبب مشاہدات وحسّیات کو باطل کردیجئے کہ اُن کے ابطال میں معاذ اللہ ابطال شرائع ہے تلقی کتاب ورؤیت معجزات آخر بذریعہ حاسہ سمع وبصر ہی ہونگے فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اس مطلب پر برہان ہندسی قائم کی ہے اگرچہ بعد بیان سابق کسی دلیل عقلی کی حاجت نہیں مگر اس سے زیادت تایید وتشیید کے علاوہ یہ مقدار معلوم ہوگی کہ غروب شمس سے کتنے پہلے سیاہی چمک آئے گی نیز اُس سے مقدار بلندی سیاہی وقت غروب کے حساب میں بھی مدد ملے گی جسے اُس پر اطلاع منظور ہو فقیر کی کتاب زیج الاوقات للصوم والصلوات کی طرف رجوع کرے۔ وباللہ التوفیق واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۷۸): از شہر کہنہ مسئولہ خیاط وہابی ۲۹ ربیع الآخر شریف

تنگ وقت نماز ادا کرنے والے کو اللہ تعالٰی ذلیل فرماتا ہے اور آپ خود تنگ وقت ادا فرماتے

ہیں اس کی تفصیل بیان فرمائیے گا۔

الجواب: تنگ وقت نماز ادا کرنے پر قرآن عظیم میں دلیل کہیں نہ فرمایا ساھون کے لئے ویل آیا ہے جو وقت کھو کر نماز پڑھتے ہیں حدیث میں اس آیت کی یہی تفسیر فرمائی ہے بزار و ابو یعلٰی و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم اور طبرانی اوسط اور ابن مردویہ تفسیر اور بیہقی سنن و محی السنۃ بغوی معالم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی قال سألت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن قول اللہ تعالٰی الذین ھم عن صلاتھم ساھون قال ھم الذین یؤخرون الصلاۃ عن وقتھا میں نے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے خرابی ہے اُن نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں فرمایا وہ لوگ جو نماز وقت گزار کر پڑھیں۔ بغوی کی روایت یوں ہے عن مصعب بن سعد عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنھما انہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الذین ھم فی صلوتھم ساھون قال اضاعۃ الوقت یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا فرمایا اس سے مراد وقت کھونا ہے بعینہٖ یہی معنی ابن جریر نے عبد اللہ بن عباس اور ابن ابی حاتم نے مسروق اور عبد الرزاق و ابن المنذر نے بطریق مالک بن دینار امام حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کئے۔ روایت اخیرہ یوں ہے کہ ابو العالیہ نے کہا ساھون وہ لوگ ہیں جنہیں یاد نہ رہے کہ رکعتیں دو پڑھیں یا تین۔ اس پر امام حسن نے فرمایا مہ ھو الذی یسھو عن میقاتھا حتی تفوت نہیں وہ وہ ہیں جو اُس کے وقت سے غافل رہیں یہاں تک کہ وقت نکل جائے فقیر کے یہاں بحمد اللہ تعالٰی نماز تنگ وقت نہیں ہوتی بلکہ مطابق مذہب حنفی ہوتی ہے۔ عوام بیچارے اپنی ناواقفی سے غلط سمجھتے ہیں مذہب حنفی میں سوا مغرب اور جاڑوں کی ظہر کے سب نمازوں میں تاخیر افضل ہے اُس حد تک کہ وقت کراہت نہ آنے پائے اور وہ عصر میں اُس وقت آتا ہے جب قرص آفتاب پر بے تکلف نگاہ جمنے لگے اور تجربے سے ثابت کہ یہ بیس منٹ دن رہے ہوتا ہے اس سے پہلے پہلے جو نماز عصر اُس کے وقت کا نصف اول گزار کر نصف آخر میں ہو وہ وقت مستحب ہے مثلاً آجکل تقریباً سات بجے غروب ہے اور قریب پانچ کے عصر کا وقت ہوجاتا ہے تو وقت مستحب یہ ہے کہ پانچ بجکر

پچاس منٹ سے چھ بج کر چالیس منٹ تک نماز عصر پڑھیں اور عشا میں وقت کراہت آدھی رات کے بعد ہے۔ یہ حالتیں بحمداللہ تعالیٰ میرے یہاں نہیں۔ مجھے پابندی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احکام کی ہے نہ جاہلوں کے خیالات و اوہام کی۔ دارقطنی سنن اور حاکم صحیح مستدرک میں بطریق عباس بن ذریح زیاد بن عبداللہ نخعی سے راوی قال کنا جلوسا مع علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المسجد الاعظم فجاء المؤذن فقال یا امیر المؤمنین فقال اجلس فجلس ثم عاد فقال له ذلک فقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ هذا الکلب یعلمنا السنة فقام علی فصلی بنا العصر ثم انصرف فرجعنا الی المکان الذی کنا فیه جلوسا فجثونا للرکب لنزول الشمس للغروب نتراءاها ہم کوفہ کی مسجد جامع میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے پاس بیٹھے تھے مؤذن آیا اور عرض کی یا امیر المومنین (یعنی نماز عصر کو تشریف لے چلئے) امیر المومنین نے فرمایا بیٹھ وہ بیٹھ گیا پھر دوبارہ حاضر ہوا اور وہی عرض کی۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا یہ کتا ہمیں سنت سکھاتا ہے۔ بعدہ مولیٰ علی کھڑے ہوئے اور ہمیں عصر پڑھائی۔ پھر ہم نماز کا سلام پھیر کر مسجد میں جہاں بیٹھے تھے وہیں آئے تو گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر سورج کو دیکھنے لگے اس لئے کہ وہ ڈوبنے کو اُتر گیا تھا۔ حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے اما ان زیادا لم یرو عنه غیر العباس قاله الدارقطنی **فاقول** عباس ثقة وغایته جهالة عین فلا تضر عندنا لاسیما فی اکابر التابعین قال فی المسلم لا جرح بان له راویا فقط وهو مجهول العین باصطلاح قال فی الفواتح وقیل لا یقبل عند المحدثین وهو تحکم، اگر یہ مولیٰ علی کا صرف اپنا فعل ہوتا جب بھی حجت شرعی تھا نہ کہ وہ اسے صراحۃً سنت بتا رہے ہیں اور مؤذن پر جو جلدی کا تقاضا کرتا تھا ایسا شدید غضب فرما رہے ہیں اسی کی مثل امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے نماز صبح میں مروی امام طحاوی بطریق داود بن یزید الاودی عن ابیه روایت فرماتے ہیں قال کان علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنه یصلی بنا الفجر ونحن نترای الشمس مخافة ان تکون طلعت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہمیں نماز صبح پڑھایا کرتے اور ہم سورج کی طرف دیکھا کرتے تھے اس خوف سے کہ کہیں طلوع نہ کر آیا ہو۔ مناقب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ للامام حافظ الدین الکردری میں ہے ذکر الامام الدیلمی عن زهیر بن کیسان قال صلیت مع الرضا فی العصر ثم انطلقت الی مسجد الامام

فاخر العصر حتی خفت فوات الوقت ثم انطلقت الی مسجد سفین فاذا ھو لم یصل العصر فقلت رحم اللّٰہ ابا حنیفۃ ما اخرھا مثل ما اخر سفین یعنی امام دیلمی نے زہیر بن کیسان سے روایت کی کہ میں رصافی کے ساتھ نماز عصر پڑھ کر مسجد امام اعظم رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ میں گیا امام نے عصر میں اتنی تاخیر فرمائی کہ مجھے خوف ہوا کہ وقت جاتا رہے گا پھر میں مسجد امام سفین ثوری رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کی طرف گیا تو کیا دیکھوں کہ انہوں نے ابھی نماز پڑھی بھی نہیں۔ میں نے کہا اللّٰہ ابوحنیفہ پر رحمت فرمائے انہوں نے تو اتنی تاخیر کی بھی نہیں جتنی سفین نے۔ فقیر کے یہاں سوا گھنٹہ دن رہے اذان عصر ہوتی ہے اور گھنٹہ بھر دن رہے نماز ہوتی ہے اور پون گھنٹہ دن رہے سے پہلے ہو چکتی ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۷۹): از ریاست رامپور متصل تالاب کنڈا محلہ میانگاناں مکان جناب سید غلام چشتی صاحب مرسلہ جناب مولانا مولوی محمد یحییٰ صاحب ۱۲ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قطع نظر شفق سرخ و سپید کے باتفاق علمائے حنفیہ بعد غروب آفتاب کے ایک گھنٹے بیس منٹ کے بعد ہمیشہ وقت عشا کا آجاتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: عشائے متفق علیہ کا وقت ہمیشہ ایک گھنٹہ بیس منٹ بعد ہو جانے کا جبروتی حکم کہ بعض بے علموں نے محض جزافاً لکھ دیا اور گنگوہ و دیوبند کے جاہل و ناواقف ملاؤں نے اس کی تصدیق و توثیق کی بریلی۔ بدایوں۔ رامپور۔ شاہجہانپور۔ مرادآباد۔ بجنور۔ بلند شہر۔ پیلی بھیت۔ دہلی۔ میرٹھ۔ سہارنپور۔ دیوبند گنگوہ وغیرہا بلاد شمالیہ بلکہ عامۂ مواضع و اصلاع ممالک مغربی و شمالی واودھ و پنجاب و بنگال و وسط ہند و راجپوتانہ غرض معظم آبادی ہندوستان میں محض غلط و باطل اور حلیۂ صدق و صواب سے عاری و عاطل ہے ہمارے بلاد اور ان کے قریب العرض شہروں میں عشا کا اجماعی وقت غروب شرعی شمس کے ایک گھنٹہ انیس منٹ بعد سے ایک گھنٹہ پینتیس ۳۵ منٹ بعد تک ہوتا ہے۔ پھر جس قدر شمال کو چلئیے وقت بڑھتا جائیگا یہاں تک کہ اقصائے شمالی ہند میں تحویل سرطان کے آس پاس بعد غروب شمس پونے دو ۲ گھنٹے سے بھی زائد ایک گھنٹہ اڑتالیس ۴۸ منٹ تک پہنچتا ہے۔ دو ۲ منٹ کم آدھے گھنٹے کی غلطی ہے کہ شفق احمر و ابیض میں اختلاف ائمہ بھی اس کی جھوٹ تک نہیں اٹھا سکتا ہم اپنے بلاد میں سب سے جلد آنے والی عشا کہ ہوالی اعتدالین یعنی ۲۱ مارچ

و۲۴ ستمبر کے ارد گرد ہوتی ہے اور سب سے دیر میں ہونے والی عشا کہ تحویل سرطان ۲۲ جون پر ہوتی ہے حساب
ہندسی سے پیش کریں جس سے واضح ہو جائیگا کہ اُن بے علم مفتیوں نے شرع الٰہی پر جاہلانہ حکم لگا دینے میں کس
قدر جرأت کی تحویل حمل غروب نجومی وٓ ہا انکسار افقی تقریباً قہ تعدیل الایام زائد قح فرق طول شرقی مدراس
ثح مجموع وٓ یہ یعنی ۲۱ مارچ کو یہاں غروب شمس تقریباً سوا چھ بجے ہے **العشاء** (جیب غایۃ الانخفاض
سا لرمش تمام العرض لعدم المیل = نح مر بح نح) ۔ (جیب انخفاض الوقت رح = نح لب الرم) = لد مذ بح
ب (جیب اوسط = جیب تمام العرض لعدم المیل = نق مر مد منحطا) = آح نہ لب سہم قوس سط اوبح فضل الدائر
مر = رٓ لرمہ تمام الی س رٓ الف لہ + (تعدیل الایام وفرق طول زائدین = ماآ) = لہ لح لہ یعنی اُس تاریخ سات
بج کر سوا تینتیس منٹ پر وقت عشا آیا اس میں سے سوا چھ گھنٹے تفریق کئے تو ایک گھنٹہ سوا اٹھارہ منٹ رہے
تحویل سرطان غروب نجومی وٓ مذ بح انکسار قہ تعدیل الایام وفرق طول زائدین ۃ مجموع رٓ ح یعنی ۲۲ جون کو
یہاں غروب شمس سات بجکر ۳ منٹ پر ہے ویروجہ ادق تمام العرض سالر میل اعظم الح الر = لح ی غایۃ الانحطاط
جیب لرلرالو نصف قطر قہ مو + انکسار معدل لب نا = مح لر انحطاط الوقت جیب قح مذ لہ تفاضل الجیبین لو بح
مہ نا جیب تمام المیل سو لح = نہ ب مر × جیب تمام العرض نح مر بح نح منحط = قح الہ لح لح جیب اوسط
پس تفاضل جیبین ÷ جیب اوسط منحط = مذ نح طامہ سہم قوس عہ الدلو لہ فضل الدائر × قر = وٓ الح تمام د
نح الف + تعدیل الایام آلف + فضل شرقی قح ما = رٓ ح ہ یوں بھی وہی سات پر تین منٹ آئے
العشاء لرلرالو ۔ لح لب الرم = لح لب طامو ÷ مح الہ لح لح = الح زمو سہم قوس ماح وفضل الدائر × رٓ قر =
ح الرلب تمام لح لب الح + الف + قح ما = ح لرما یعنی اُس تاریخ ۸ بجکر سوا سینتیس منٹ پر عشا ہوئی تفریق
وقت غروب کرنے پر ایک گھنٹے چونتیس ۳۴ منٹ سے قدرے زائد وقت ہوا بعینہٖ یہی مقداریں صبح کی ہیں۔
ہاں ہمارے بلاد میں صرف بقدر ثلث سال یعنی تقریباً نصف دلو سے نصف حمل اور نصف سنبلہ سے
نصف عقرب تک یہ اوقات ایک گھنٹہ بیس منٹ کے قریب قریب رہتے ہیں باقی تمام سال میں
اُس سے زائد تو دہلی رامپور میرٹھ مظفر نگر دیوبند گنگوہ سہارنپور میں کہ سب بریلی سے شمال کو ہیں اور ہاہم
ہر پچھلا پہلے سے زیادہ شمالی ہے ہمیشہ ایک گھنٹہ بیس منٹ کیونکر معقول ہے اگرچہ مفتیان جاہل ومخطیان غافل

اپنی بیخبری سے تصدیقیں کریں شہادتیں دیں اُس کو اپنے بے بصر بے خبر عمائد کا معمول یہ بتائیں وہ بھی نہ فقط عشا بلکہ وقت صبح میں بھی جس کا حاصل یہ کہ سال کے دو تہائی حصے میں اُن کبرا و اذناب سب کے روزے نذر جہل بے حساب اور اُن کی سحری کے ختم بلکہ کبھی شروع سے بھی پہلے جلوۂ صبح صادق بے حجاب نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ (۲۰۲) ۔ از اترولی ضلع علی گڑھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبد الکریم صاحب مدرس ۸ رجمادی الاٰخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت ظہر کا عصر کا مغرب و عشا و فجر کا کب تک رہتا ہے۔ خصوص مغرب کا وقت کب تک رہتا ہے۔

الجواب :- وقت ظہر کا اُس وقت تک رہتا ہے کہ سایہ سوا سایۂ اصلی کے جو اُس روز ٹھیک دوپہر کو پڑا ہو دو مثل ہو جائے اور عصر کا وقت غروب آفتاب تک یعنی جب سورج کی کوئی کرن بالائے افق نہ رہے اور اس کا وقت مستحب جب تک ہے کہ آفتاب کے قرص پر نظر اچھی طرح نہ جمے جب بغیر کسی عارض بخار یا غبار وغیرہ کے نگاہ قرص آفتاب پر جمنے لگے وقت کراہت آگیا اور یہ وقت فقیر کے تجربہ سے اُس وقت آتا ہے جب سورج ڈوبنے میں بیس منٹ رہ جاتے ہیں۔ مغرب کا وقت سپیدی ڈوبنے تک ہے یعنی چوڑی سپیدی کہ جنوباً شمالاً پھیلی ہوتی اور بعد سرخی غائب ہونے کے تا دیر باقی رہتی ہے جب وہ نہ رہی وقت مغرب گیا اور عشا آئی۔ دراز سپیدی کہ صبح کاذب کی طرح منتشر فائز ہوتی ہے معتبر نہیں اور یہ وقت ان شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ بعد غروب آفتاب ہوتا ہے آخر مارچ و آخر ستمبر میں اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ ہوتا ہے۔ آخر جون میں اور موسم سرما میں بڑھ سے بڑھ ایک گھنٹہ چوبیس منٹ ہوتا ہے آخر دسمبر میں اور اُس کا وقت مستحب جب تک ہے کہ ستارے خوب ظاہر نہ ہو جائیں۔ اتنی دیر کرنی کہ چھوٹے چھوٹے ستارے بھی چمک آئیں مکروہ ہے۔ عشا کا وقت طلوع فجر صادق تک ہے اور وقت مستحب آدھی رات سے پہلے پہلے۔ یہ تمام اوقات درجات شمس و درجات عرض البلاد کے اختلاف سے مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ اُن کے لئے ایک وقت معین بتانا

ممکن نہیں۔ مغرب کو سائل نے بالخصوص دریافت کیا تھا۔ اُس کے لئے وہ قریب تخمینہ کہ ان شہروں میں ہے گزارش ہوا یہی تخمینہ بعینہ مقدار صبح صادق کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۸۱): از راتی کھیت

ماہ جون و جولائی و اگست میں نماز ظہر کا وقت مستحب کے بجے سے شروع ہوتا ہے اور کے بجے تک رہتا ہے۔

الجواب: بحکم حدیث وفقہ ایام گرما میں تاخیر ظہر مستحب و مسنون ہے اور تاخیر کے یہ معنی کہ وقت کے دو حصے کئے جائیں نصف اول چھوڑ کر نصف ثانی میں پڑھیں کما افادہ فی البحر الرائق عن الاسرار وغیرہ اور صیف یعنی ایام گرما سے مراد زمان اشتداد گرمی ہے خلاصہ و بحر وغیرہما میں ہے الشتاء ما اشتد فیہ البرد علی الدوام والصیف مایشتد فیہ الحر علی الدوام اور یہ باختلاف بلاد مختلف ہوتا ہے۔ فلکیوں کی تقسیم کہ تحویل حمل سے آخر جوزا تک ربیع آخر سنبلہ تک صیف آخر حوت تک شتا ہے اُن کے بلاد کے موافق ہوگی ہمارے بلاد میں ہر فصل ایک برج پہلے شروع ہو جاتی ہے مثلاً جاڑا تحویل جدی یعنی ۲۲ دسمبر سے شروع نہیں ہوتا بلکہ دسمبر کا سارا مہینہ اور اواخر نومبر یقیناً اشتداد سرما کا وقت ہے یونہی درختوں کا مشاہدہ شہادت دیتا ہے کہ اواخر فروری تحویل حوت سے بہار شروع ہو جاتی ہے اور بیشک جون کا پورا مہینہ اور اواخر مئی شدت گرما کا وقت ہے تو ہمارے یہاں تقسیم فصول یوں ہے۔ حوت حمل ثور بہار جوزا سرطان اسد گرمی سنبلہ میزان عقرب خریف قوس جدی دلو جاڑا تو زمانہ استحباب تاخیر ظہر ۲۲ مئی سے ۲۴ اگست تک ہے اوقات نماز کا آغاز و انجام ہر روز بدلتا ہے ایک وقت معین کی تعیین ناممکن ہے لہذا ہم صرف ایام تحویلات ثور تا سنبلہ کا حساب بیان کریں کہ اُس سے ایام مابین کا تقریبی قیاس کرسکیں اور زیادت افادت کے لئے ان ایام کا طلوع و غروب بھی لکھ دیں کہ اگرچہ مئی جون گزر گئے جولائی اگست باقی ہیں صحیح گھڑی سے مقابلہ کرسکتے ہیں اگر دھوپ گھڑی موجود ہو تو جس وقت اس میں کیلی کا سایہ خط نصف النہار پر منطبق ہو جیبی گھڑی میں وہ وقت کردیں جو خانہ شروع وقت ظہر میں ہم نے لکھا ہے یہ گھڑی نہایت کافی وجہ پر صحیح ہوگی ورنہ شام کے چار بجے جو مدار اس سے تار آتا ہے جس وقت وہ سولہ کا گھنٹہ بتائے

گھڑی میں فوراً چار بجائیں ورنہ ریل تار کی گھڑیوں بلکہ توپ کا بھی کچھ اعتبار نہیں میں نے توپ میں گیارہ منٹ تک کی غلطی مشاہدہ کی ہے اور تین چار منٹ کی غلطی تو صدہا بار پائی ہے ہم اس نقشہ میں ریلوے کا وقت دیں گے اور از انجا کہ یہ تقریب سالہا سال تک کام دے سکنڈوں کی تدقیق نہ کریں گے رائی کھیت کے لئے جس کا عرض شمالی ۲۹ درجے ۳۸ دقیقے اور طول شرقی ۷۹ درجے ۲۸ دقیقے ہے۔

اوقات بعض تحویلات کا نقشہ

تاریخ شمسی	تحویل برج	طلوع شمس		شروع وقت ظہر		وقت مستحب برائے فرض ظہر		شروع وقت عصر حنفی		غروب شمس	
		گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ
۲۱ اپریل	ثور	۵	۱۴	۱۲	۱۱	۲	۳۱	۴	۵۱	۶	۴۴
۲۲ مئی	جوزا	۵	۱۶	۱۲	۰۸	۲	۳۴	۴	۵۹	۷	۱
۲۲ جون	سرطان	۵	۱۲	۱۲	۱۳	۲	۴۰	۵	۷	۷	۱۵
۲۲ جولائی	اسد	۵	۲۶	۱۲	۱۸	۲	۴۴	۵	۹	۷	۱۱
۲۴ اگست	سنبلہ	۵	۴۴	۱۲	۱۴	۲	۳۴	۴	۵۴	۶	۴۵

بعض عوام کو اپنی ناواقفی سے وقت ظہر پانچ بجے تک رہنے کا بھی تعجب ہوتا ہے نہ کہ پانچ سے بھی کچھ منٹ زائد تک لہذا ایام عمر میں سب سے بڑا وقت کہ ۲۴ جولائی کا آیا ہم اس کی برہان ہندسی ذکر کردیں کہ آج کل بہت مدعیان علم بھی فن توقیت سے محض ناواقف ہیں انہیں اطمینان ہو کہ یہ بیانات جزافی نہیں تحقیقی ہیں جو نہ جانتا ہو جاننے والوں کا اتباع کرے اور جو نہ خود جانے نہ جاننے والوں کی مانے اس کا مرض لاعلاج ہے

البرہان تحویل مفروض بوقت مطلوب راس الاسد بہت ساعۃ درجہ سالفہ رفیع اجہ سب × وقت تخمینی مطلوب مالا قائم لاماۃ تقویم ضعف النہار حقیقی حہ الطامیلہ سہ ہا + تمام العرض رحہ الب + نصف قطریۃ موحہ

مط مو تمامہ ط ح ی مد بعد سمتی حقیقی حاجبی وقت ظہیرہ تحویلش بمرئی ط ح ی ہ ظلش ح ما اما: ظل وقت عصر حنفی ع ط ما اما قوسہ ح سہ ح الـ + نصف قطر شـہ الرنط الب بعد سمتی حقیقی مرکزی وقت مطلوب: عرض البلد ح الطالع۔ میل راس بالاسد ح ط لم نہ = ط آ لہ او ح + بعد سمتی = ع ح لو الہ الہ نصفہ لہ الہ سـ ہ جیبہ ۱۵۲۷ ۱۸۷، ۹ و بعد سمتی بنصف مذکور = ح الرنط مولط جیبہ ۵۵۶۴ ۱۷، ۶ ، ۹ قاطع عرض ۸۷۶۶ ۰ ۶۰، ۰ قاطع میل ۵۶۰۔ ۲۷۴ ۰، ۲ جمع الاربعہ ۲۴۰۴۴ ۵، ۹ تقویسش در جدول وقت ۶ ، ۹ ۵ ہ ت + فصل طول وسط الہند ۱۲۸ + تعدیل الایام ۶ ۱۱ = ۶ ، ۲۶ ۳۲ ۸ ۵ ت یعنی پانچ بجکر آٹھ منٹ ۳۴ سکنڈ پر وقت ظہر ختم ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۸۲، ۲۸۳): از شہر ستھری مسجد مسئولہ مولوی عبدالرشید صاحب یکے از طلبائے مدرسہ اہل سنت و جماعت بریلی ۲ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد نالہ میں ظہر کی نماز وقت ½ ۲ پر باجماعت ہوتی ہے اور عصر کی نماز ½ ۴ پر باجماعت ہوتی ہے یہ وقت نماز کے ایام سرما میں تنگ سمجھے جائیں گے یا کچھ کمی بیشی ان اوقات میں کی جائے بعض صاحب فرماتے ہیں کہ ظہر دو بجے اور عصر چار بجے ہونی چاہیے ان دو وقتوں میں اول کی پابندی کی جائے یا ثانی کی۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بازار کی مسجد میں ہر جماعت یعنی ایک ہی وقت کی کئی جماعت کے واسطے اور اذان ہر مرتبہ پڑھی جائے یا صرف جماعت اول ہی میں اور محلہ کی مسجد میں جماعت ثانی میں تکبیر اور اذان ہونی چاہیے یا نہیں اور بازاری مسجد میں ہر جماعت اولیٰ کا ثواب ہے یا نہیں۔

الجواب: اگر یہ صحیح وقت ہوں تو کسی موسم میں ظہر اور عصر کے لئے تنگ وقت نہیں سب میں جلد وقت مغرب نومبر کے آخر اور دسمبر کی ابتدائی تاریخوں میں ہوتا ہے جب ریلوے وقت سے آفتاب سوا پانچ بجے ڈوبتا ہے اور کراہت کا وقت غروب سے صرف بیس۲۰ منٹ پہلے ہے تو چار بجکر پچپن منٹ پر وقت کراہت آجائے گا نماز اگر ٹھیک ساڑھے چار بجے شروع ہوئی تو غایت درجہ دس بارہ۱۲ منٹ میں ختم ہوجائے گی جب بھی وقت کراہت سے تقریباً پاؤ گھنٹے پہلے ہوچکے گی ہاں ان دنوں میں پونے پانچ بجے شروع جماعت میں خطرہ ہے کہ اگر جماعت ۸ منٹ میں ادا کی اور شروع میں پونے پانچ بجے سے

دو تین منٹ بھی دیر ہوگئی تو سلام سے پہلے وقت کراہت آجائے گا اتنی تاخیر وہ کرے جسے وقت صحیح معلوم ہوں اور تصحیح ساعات جانتا ہو کہ عصر میں جتنی تاخیر ہو افضل ہے جبکہ وقت کراہت سے پہلے پہلے ختم ہوجائے پھر جو وقت مقرر ہوتا ہے اکثر چند منٹ اُس سے تاخیر بھی ہوجاتی ہے اور گھڑی کبھی چند منٹ سست ہوجاتی ہے ومن رتع حول الحمی اوشك ان یقع فیہ لہٰذا اُن ایام میں عام لوگوں کو عصر سوا چار بجے مناسب تر ہے اور گھڑی کی تحقیق صحیح ہو تو ایام سرما میں ساڑھے چار بجے شروع نماز میں اصلا حرج نہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے بازار کی مسجد میں کہ اہلِ بازار کے لئے بنی اسی طرح سرا اور اسٹیشن کی مسجد اور مسجد جامع ان سب میں افضل یہی ہے کہ جو گروہ آئے نئی اذان نئی اقامت سے جماعت کرے وہ سب جماعت اولیٰ ہونگی اور مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ کے لئے اعادۂ اذان منع ہے تکبیر میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۸۴، ۲۸۵) :- از موضع سرنیاں ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب رضوی۔ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں بعض اشخاص ذی علم اور مولوی سوال کرتے ہیں کہ آپ کے اعلیحضرت مولانا مولوی حاجی مفتی قاری صاحب کیوں نماز جمعہ وقت کھو کر پڑھتے ہیں وقت قطعی نہیں رہتا ہے اور دیگر نمازیں بھی اخیر وقت پر پڑھتے ہیں۔ سائل نے اس کے جواب میں یوں کہا کہ وقت کھونا نہیں ہے بلکہ درمیان وقت جمعہ ادا ہوتا ہے اور کل نمازیں بھی درمیان وقت میں پڑھتے ہیں کیونکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ طریق ہے اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیان وقت میں پڑھتے تھے کیونکہ جبرئیل علیہ السلام نے پہلے روز اول وقت اور دوسرے روز اخیر وقت پڑھا اور کہا کہ وقت ان دونوں نمازوں کے درمیان ہے۔ اس پر وہ لوگ جواب دیتے ہیں کہ اکثر ہم لوگ دُور دُور تک سیر کو گئے ہیں بمبئی۔ مکہ شریف۔ مدینہ شریف اور ہندوستان کے کل شہروں میں مولوی اول وقت ادا کرتے ہیں کیا وہ حنفی نہیں ہیں۔ دیگر دیہات میں مولوی جمعہ کی نماز جائز کرتے ہیں اور اعلیحضرت منع کرتے ہیں حنفی مذہب سے خلاف ہے ہر قسم کے سوال کرتے ہیں خیر اُن کا لکھنا مناسب

نہ جانا حضور جو کچھ تحریر فرمادیں جواب دیا جائے گا۔

الجواب: اللہ عزوجل فرماتا ہے وکذلك جعلنا لكل نبي عدوا شياطين الانس والجن يوحي بعضهم الى بعض زخرف القول غرورا۔ یونہی ہم نے ہر نبی کے دشمن کردیے آدمیوں اور جن میں کے شیطان کہ ان میں ایک دوسرے کے دل میں جھوٹی بات ڈالتا ہے دھوکے کی جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ برتاؤ رہا تو ان کے ادنیٰ غلام کیوں اپنے آقایان کرام کے ترکہ سے محروم رہیں جائے ہزاراں ہزار شکر ہے کہ ہم سے نالائقوں کو ان کریموں کے ترکہ سے حصہ ملے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے واعرض عن الجاهلين جاہلوں سے منہ پھیر لو اور فرماتا ہے جاہلوں کے جواب میں یوں کہو لا نبتغي الجاهلين جاہلوں کے منہ لگنا ہم نہیں چاہتے نہ کہ وہ حضرات کہ جاہل بھی ہوں اور کذاب بھی اور مفتری بے حجاب بھی اور معاند متعصب ما آب بھی الیسوں کے لئے یہ مناسب ہے کہ ذرهم في طغيانهم يعمهون انہیں چھوڑ دو کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔ ان تمام مسائل کے روشن بیان ہمارے فتاوے میں موجود ہیں مگر متعصب معاند کو علم دینا بے سود اور کذب وافترا کا علاج مفقود سائل ان کو ذی علم مولوی کہتا ہے اور جوبا نہیں ان کی بیان کیں وہ تو ایسے جاہلوں کی جن کو کسی عالم کی صحبت بھی نصیب نہ ہوئی سائل کو ہدایت کی جاتی ہے کہ کسی کی ایسی بیہودہ باتیں پیش نہ کیا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: از بریلی محلہ قراولان یکم رجب ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر کے عذر سے جس میں قصر لازم آتا ہے دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد لله الذي جعل الصلوٰة على المؤمنين كتابا موقوتا وامرهم ان يحافظوا عليها فحفظوها اركانا وشروطا ووقوتا مرج البحرين يلتقين بينهما برزخ لا يبغين وافضل الصلوات واكمل التحيات على من عين الاوقات وبين العلامات وحرم على امته اضاعة الصلوات وعلى اله الكرام وصحبه العظام ومجتهدي شرعه الغر الفخام لاسيما الامام الاقدم والهمام الاعظم امام الائمة مالك الازمة كاشف الغمة سراج الامة

رسالہ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین ۱۳۱۳ھ

نائل علم الشرع الحنفی من اوج الثریا ناشر علم الدین الحنیفی نشرا جلیا نصر اللہ اتباعہ وحفظ اتباعہ متبوعا تابعیا وعلینا معھم یا ارحم الراحمین الی یوم الدین اللہ عزوجل نے اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کے ارشادات سے ہر نماز فرض کا ایک خاص وقت جداگانہ مقرر فرمایا ہے کہ نہ اس سے پہلے نماز کی صحت نہ اُس کے تاخیر کی اجازت۔ ظہرین عرفہ وعشائین مزدلفہ کے سوا دو نمازوں کا قصدًا ایک وقت میں جمع کرنا سفرًا حضرًا ہرگز کسی طرح جائز نہیں۔ قرآن عظیم واحادیث صحاح سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس کی ممانعت پر شاہد عادل ہیں یہی مذہب ہے حضرت ناطق بالحق والصواب موافق الرائے بالوحی والکتاب امیر المومنین عمر فاروق اعظم وحضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص احد العشرۃ المبشرۃ وحضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود من اجل فقہاء الصحابۃ البررۃ وحضرت سیدنا وابن سیدنا عبد اللہ بن عمر فاروق وحضرت سیدتنا ام المؤمنین صدیقہ بنت الصدیق اعاظم صحابہ کرام وخلیفہ راشد امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز وامام سالم بن عبد اللہ بن عمر وامام علقمہ بن قیس وامام اسود بن یزید نخعی وامام حسن بصری وامام ابن سیرین وامام ابراہیم نخعی وامام مکحول شامی وامام جابر بن زید وامام عمرو بن دینار وامام حماد ابن ابی سلیمان وامام اجل ابو حنیفہ اجلہ ائمہ تابعین وامام سفین ثوری وامام لیث بن سعد وامام قاضی الشرق والغرب ابو یوسف وامام ابو عبد اللہ محمد شیبانی وامام زفر بن الہذیل وامام حسن بن زیاد وامام دار الہجرہ عالم المدینۃ مالک ابن انس فی روایۃ ابن قاسم اکابر تبع تابعین وامام عبد الرحمٰن بن قاسم عتقی تلمیذ امام مالک وامام عیسٰے بن ابان وامام ابو جعفر احمد بن سلامہ بصری وغیرہم ائمہ دین کا رحمۃ اللہ علیہم اجمعین **تحقیق مقام** یہ ہے کہ جمع بین الصلاتین یعنی دو نمازیں ملا کر پڑھنا دو قسم ہے **جمع فعلی** جسے جمع صوری بھی کہتے ہیں کہ واقع میں ہر نماز اپنے وقت میں واقع مگر ادا میں مل جائیں جیسے ظہر اپنے آخر وقت میں پڑھی کہ اُس کے ختم پر وقت عصر آگیا اب فورًا عصر اول وقت پڑھ لی ہوئیں تو دونوں اپنے اپنے وقت اور فعلاً وصورۃً مل گئیں اسی طرح مغرب میں دیر کی یہاں تک شفق ڈوبنے پر آئی اُس وقت پڑھی ادھر فارغ ہوئے کہ شفق ڈوب گئی عشا کا وقت ہوگیا وہ پڑھ لی ایسا ملانا بعذر مرض وضرورت سفر بلاشبہ جائز ہے ہمارے علمائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس کی رخصت دیتے ہیں ردالمحتار میں ہے للمسافر والمریض تاخیر المغرب للجمع بینھا وبین العشاء فعلا کما فی الحلیۃ وغیرھا

ای ان تصلی فی اخر وقتھا والعشاء فی اول وقتھا **اقول** تاخیر مغرب کا تو یہ خاص جزئیہ ہے اور اسی طرح تاخیر ظہر کہ عصر سے مل جائے بلکہ یہ بدرجۂ اولیٰ کہ ظہر میں تو کوئی وقت کراہت نہیں کما صرح بہ فی البحر الرائق وحققناہ فیما علقناہ علی رد المحتار بخلاف مغرب کہ اُس کی اتنی تاخیر بے عذر مکروہ شدید ہے کما فی البحر والدر وغیرھما ونطقت بکراھۃ ذلک احادیث پھر جزئیۂ ظہرین بھی کتاب الحج میں نظر فقیر سے گزرا اس کتاب جلی الصواب علی الخطاب رفیع المصاب میں کلام امام ہمام محرر المذہب سیدنا محمد بن الحسن تلمیذ سید الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ اور تالیف امام فقیہہ محدث عیسٰی بن ابان تلمیذ امام محمد سے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین فرماتے ہیں قال ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ الجمع بین الصلاتین فی السفر فی الظھر والعصر والمغرب والعشاء سواء یؤخر الظھر الی اخر وقتھا ثم یصلی ویعجل العصر فی اول وقتھا فیصلی فی اول وقتھا وکذلک المغرب والعشاء یؤخر المغرب الی اخر وقتھا فیصلی قبل ان یغیب الشفق وذلک اخر وقتھا ویصلی العشاء فی اول وقتھا حین یغیب الشفق فھذا الجمع بینھما، اُسی میں ہے قال ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی من اراد ان یجمع بین الصلاتین بمطر او سفر او غیرہ فلیؤخر الاولی منھما حتی تکون فی اخر وقتھا ویعجل الثانیۃ حتی یصلیھا فی اول وقتھا فیجمع بینھما فتکون کل واحدۃ منھما فی وقتھا الخ اس کلام برکت نظام امام کرام رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم سے ظاہر ہوا کہ جواز جمع صوری صرف مرض وسفر پر مقصور نہیں بضرورت شدت بارش بھی اجازت ہے مثلاً ظہر کے وقت مینہ برستا ہو تو انتظار کرکے آخر وقت مسجد حاضر ہوں جماعت ظہر ادا کریں اور وقت عصر پر تیقن ہوتے ہی جماعت عصر کرلیں کہ شاید شدت مطر بڑھ جائے اور حضور مسجد سے مانع آئے۔ مطر شدید میں تنہا گھر پڑھ لینے کی بھی اجازت ہے تو اس صورت میں تو دونوں نمازوں کے لئے جماعت ومسجد کی محافظت ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ دوسری قسم جمع وقتی جسے جمع حقیقی بھی کہتے ہیں **اقول** یعنی بمعنی مصطلح قائلان جمع کہ جو معنی جمع اُن کا مذہب ہے وہ حقیقۃً اسی صورت میں ہے ورنہ جمع اپنے اصل معنی پر دونوں جگہ حقیقی ہے کما لایخفی اور اسی لحاظ سے جمع فعلی کو صوری کہتے ہیں ورنہ حقیقۃً فرائض میں یہ جمع بھی جمع صوری ہی ہے اُن میں نہ داخل محال تو جب ملیں گے صورۃً ملیں گے اور معنےً جدا فافھم فانہ نفیس جدا۔

اس جمع کے یہ معنی ہیں کہ ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھی جائے جس کی دو صورتیں ہیں جمع تقدیم کہ وقت کی نماز مثلاً ظہر یا مغرب پڑھ کر اُس کے ساتھ ہی متصلاً بلا فصل پچھلے وقت کی نماز مثلاً عصر یا عشا پیشگی پڑھ لیں اور جمع تاخیر کہ پہلی نماز مثلاً ظہر یا مغرب کو باوصف قدرت و اختیار قصداً اٹھا رکھیں کہ جب اُس کا وقت نکل جائے گا پچھلی نماز مثلاً عصر یا عشا کے وقت میں پڑھ کر اس کے بعد متصلاً خواہ منفصلاً اس وقت کی نماز ادا کریں گے یہ دونوں صورتیں بحالت اختیار صرف حجاج کو صرف حج میں صرف عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ میں جائز ہیں اول میں جمع تقدیم اور دوم میں جمع تاخیر عام ازیں کہ وہ مسافر ہوں یا خاص ساکنان مکہ و منٰی وغیرہما مواضع قریبہ کہ وہ بوجہ نسک ہے نہ بوجہ سفر اور بحالت اضطرار و عدم قدرت سفر حضر یا ظہر عصر وغیرہا کسی شے کی تخصیص نہیں جتنی نمازوں تک مشغولی جہاد یا شدت مرض یا غشی وغیرہا کے سبب قدرت نہ ملے ناچار سب مؤخر رہیں گی اور وقت قدرت بحالت عدم سقوط ادا کی جائیں گی، جس طرح حضور پُرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے غزوۂ خندق میں ظہر و عصر و مغرب و عشا سب عشا کے وقت پڑھیں ان کے سوا کبھی کسی شخص کو کسی حالت میں کسی صورت میں جمع وقتی کی اصلاً اجازت نہیں اگر جمع تقدیم کرے گا نماز اخیر محض باطل و ضائع و ناکارہ رہ جائے گی جب اُس کا وقت آئے گا فرض ہوگی نہ پڑھے گا ذمے پر رہیگی اور جمع تاخیر کرے گا تو گنہگار ہوگا عمداً نماز قضا کردینے والا ٹھہرے گا اگرچہ دوسرے وقت میں پڑھنے سے فرض سر سے اُتر جائے گا یہ تفصیل مذہب مہذب ہے اور اسی پر دلائل قرآن و حدیث ناطق بلکہ توقیت صلاۃ کا مسئلہ متفق علیہا ہے ہر مسلمان جانتا ہے کہ نماز کو دانستہ قضا کردینا بلاشبہ حرام تو جس طرح صبح یا عشا قصداً نہ پڑھنی کہ ظہر یا فجر کے وقت پڑھ لیں گے حرام قطعی ہے یونہی ظہر یا مغرب عمداً نہ پڑھنی کہ عصر یا عشا کے وقت ادا کرلیں گے حرام ہونا لازم اور وقت سے پہلے تو حرمت در کنار نماز ہی بیکار جیسے کوئی آدھی رات سے صبح کی نماز یا پہر دن چڑھے سے ظہر پڑھ رکھے قطعاً نہ ہوگی یونہی جو ظہر کے وقت عصر یا مغرب کے وقت عشا بنا لے اس کا بھی نہ ہونا واجب احادیث میں کہ حضور پُرنور صلوات اللہ تعالٰی و سلامہ علیہ سے جمع منقول اُس میں صراحۃً وہی جمع صوری مذکور یا مجمل و محتمل اُسی صریح مفصل پر محمول جمع حقیقی کے باب میں اصلاً کوئی حدیث صحیح صریح مفسر وارد نہیں جمع تقدیم تو اس

قابل بھی نہیں کہ اُس پر کسی حدیث صحیح کا نام لیا جائے جمع تاخیر میں احادیث صحیحہ کثیرہ کے خلاف دو حدیثیں ایسی آئیں جن سے بادی النظر میں دھوکا ہو مگر عند التحقیق جب احادیث متنوعہ کو جمع کرکے نظر انصاف کی جائے فوراً حق ظاہر ہوجاتا ہے کہ یہ بھی وجوباً یا امکاناً اُسی جمع صوری کی خبر دے رہی ہیں۔ غرض جمع وقتی پر شرع مطہر سے کوئی دلیل واجب القبول اصلاً قائم نہیں بلکہ بکثرت صحیح حدیثیں اور قرآن عظیم کی متعدد آیتیں اور اصول شرع کی واضح دلیلیں اُس کی نفی پر حجت مبین یہ اجمال کلام و دلائل مذہب ہے لہذا یہ مختصر کلم چار فصل پر منقسم **فصل ۱** میں جمع صوری کا اثبات جمیل **فصل ۲** میں شبہات جمع تقدیم کا ابطال جلیل **فصل ۳** میں جمع تاخیر کی تضعیف واضح البینات **فصل ۴** میں دلائل نفی جمع وہدایت التزام اوقات اس مسئلہ پر ہمارے زمانے کے امام لامذہباں مجتہد نامقلداں مخترع طرز نوی مبتدع آزادروی میاں نذیر حسین صاحب دہلوی ہداہ اللہ الی الصراط السوی نے کتاب عجب العجاب معیار الحق کے آخر میں اپنی جلتی حد بھر کا کلام مشبع کیا مباحث مسئلہ میں اگلے پچھلے مالکیوں شافعیوں وغیرہم کا اُلٹا پلٹا اُلجھا سلجھا جیسا کلام حنفیہ کے خلاف جہاں کہیں ملا سب جمع کرلیا اور کھلے خزانے احادیث صحاح کو رد فرمانے رواۃ صحیحین کو مردود بتانے، بخاری و مسلم کی صدہا حدیثوں کو واہیات بتانے محدثی کا بھرم عمل بالحدیث کا دھرم دن دہاڑے دھڑی دھڑی کرکے لٹانے میں رنگ رنگ سے اپنی نئی ابکار افکار کو جلوہ دیا تو بعون قدیر اُس تحریر عدیم التحریر جائز ہر غث و یابس و نقیر و قطمیر کے رد میں تمام مساعی نو و کہن کا جواب اور مُلاجی کے ادعائے باطل عمل بالحدیث ولیاقت اجتہاد و علم حدیث کے روئے نہانی سے کشف حجاب بعض علمائے[1] عصر و عظمائے وقت غفر اللہ تعالٰی لنا ولہ وشکر فی انتصارنا للحق سعینا وسعیہ نے ملاجی پر تعقبات کثیرہ بسیطہ کئے مگر ان شاء اللہ العزیز الکریم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یہ افاضات تازہ چیزے دیگر ہوں گے جنہیں دیکھ کر ہر منصف حق پسند بیساختہ پکار اُٹھے کہ ع کم ترک الاول للاٰخر۔ فقیر حقیر غفر اللہ المولی القدیر کو اپنی تمام تصانیف مناظرہ بلکہ اکثر ان کے ماورا میں بھی جن کا عدد بعونہ تعالٰی اس[2] وقت تک ایک سو چالیس سے متجاوز ہے،

[1] یعنی جناب مستطاب حامی السنن ماحی الفتن مولانا مولوی حافظ حاج محمد ارشاد حسین صاحب رامپوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ۱۲۔

[2] یہ اس وقت تک تعداد ہے کہ ۱۳۱۹ھ ہے بحمد اللہ تعالٰی عدد تصانیف ایک سو نوے سے متجاوز ہے ۱۲۔ اور اب تو بحمدہ تعالٰی اگر احصا کیا جائے تو پانسو سے متجاوز ہوگا۔

ہمیشہ التزام رہا ہے کہ محل خاص نقل و استناد کے سوا محض جمع و تلفیق سے کم کام لیا جائے حتی الوسع بحول و قوت ربانی اپنے ہی فائضات قلب کو جلوہ دیا جائے ع کہ حلوا چو یک بار خوردند و بس ۔ اگر افاضت دلائل یا ازاحت اقوال مخالف میں وہ امور مذکور بھی ہوتے ہیں کہ اور متکلمین فی المسألہ ذکر کر گئے تو غالباً وہ وہی افحام متبادرہ الی الفہم ہیں کہ ذہن بے اعانت دیگرے اُن کی طرف سبقت کرے۔ انصافاً اُن میں سابق ولاحق دونوں کا استحقاق یکساں مگر از انجا کہ کلمات متقدمین میں اُن کا ذکر نظر سے گزرا اپنی طرف نسبت نہیں کیا جاتا پھر ان میں بھی بعونہ تعالٰی تلخیص و تہذیب و ترصیف و تقریب و حذف و زوائد و زیادت فوائد سے جدت جگہ پائے گی اور کچھ نہ ہو تو ان شاء اللہ تعالٰی طرز بیان ہی احلی واوقع فی القلب نظر آئے گی اس وقت تو یہ اپنا بیان ہے جس سے بحمد اللہ تعالٰی تحدیث بنعمۃ اللہ عزوجل مقصود والحمد للہ الغفور الودود اہل حسد جس معنے پر چاہیں محمول کریں مگر ارباب انصاف اگر تصانیف فقیر کو موازنہ فرمائیں گے بعونہ تعالٰی عیان موافق بیان پائیں گے بایں ہمہ اس اعتراف سے چارہ نہیں کہ الفضل للمتقدم خصوصاً علمائے سلف رضی اللہ تعالٰی عنہا باکراہم و حشرنا فی زمرۃ خدامہم کہ جو کچھ ہے انہیں کی خدمت کلمات پر برکت آیات کا نتیجہ اور انہیں کی بارگاہ دولت کا صدقہ رسد بٹا ہوا صدقہ ع اے باد صبا این ہمہ آوردۂ تست ۔ ہاں ہاں یہ کفش برداری خدام درگاہ فضائل پناہ اعلٰیحضرت عظیم البرکت اعلم العلماء الربانیین افضل الفضلاء الحقانیین حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ بقیۃ السلف المصلحین حجۃ الخلف المفلحین اٰیۃ من اٰیات رب العالمین معجزۃ من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم و بارک وسلم اجمعین ذی التصنیفات الرائقۃ والتحقیقات الفائقۃ والتدقیقات الشائقۃ تاج المحققین سراج المدققین اکمل الفقہاء المحدثین حضرت سیدنا الوالد الماجد الاماجد اطیب الاطائب مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی قدس اللہ سرہ و عمم برہ و تمم نورہ و اعظم اجرہ واکرم نزلہ وانعم منزلہ ولاحرمنا سعدہ ولم یفتنا بعدہ ہے والحمد للہ دھر الداھرین ہاں ہاں یہ ادنٰی خاکبوسی آستان رفیع غلامان منبع بندگان بارگاہ عرفان پناہ اقدس حضرت آقائے نعمت دریائے رحمت اعرف الشرفاء الکرام مرجع الاولیاء العظام السحاب الھامر بفیض القادر والعباب الزاخر بالفضل الباہر ذو القرب الزاہر والعلو الظاہر والنسب الطاہر ملحق الاصاغر بالجلۃ الاکابر معدن البرکات مخزن الحسنات من آل محمد

سید الکائنات علیہ وعلیہم افضل الصلوات وآرث النجدات من حمزۃ الجمرات القمر المستبین بالنور المبین من شمس الدین ابی الفضل والشرف الکریم سیدنا ومولانا وملجانا وماوانا شیخی ومرشدی کنزی وذخری لیومی وغدی اعلیحضرت سیدنا السید آل الرسول الاحمدی فاطمی حسینی قادری برکاتی واسطی بلجرامی مارہری ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ واجزل واعظم قربہ منہ واشرق علینا من نورہ التام وافاض علینا من بحرہ الطام وجعلنا من خدمہ فی دار السلام بفضل رحمتہ علیہ وعلی آبائہ الکرام والحمد للہ ابد الآبدین سے عہد ما بالب شیریں دہناں بست خدا ہے؛ ما ہمہ بندہ وایں قوم خداوانند۔ خیر کہنا یہ تھا کہ یہاں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ یہی طریقہ رعایت پائے گا لہٰذا ایک آدھ بحث کہ بقدر کافی طے کردی گئی اُس سے تعرض اطناب سمجھا جائے گا کہ مقصود اظہار حقائق ہے نہ اکثار اوراق آن چاروں فصل میں ملاجی کے ادعائی بول یکسر برعکس ہیں تمامیہ بحث سے سب قابل نکس ہیں جابجا ثابت کو ناثابت ناثابت کو ثابت ساکت کو ناطق ناطق کو ساکت ضعیف کو صحیح صحیح کو ضعیف تحریف کو توجیہ توجیہ کو تحریف مؤول کو مفسر مفسر کو مؤول محتمل کو صریح صریح کو محتمل کہا اول تا آخر کوئی دقیقہ تحکم ومکابرہ وتعصب ومداہنہ کا نامرعی نہ رہا یہاں بعونہ تعالیٰ عزمجدہ ہر فصل میں قول فصل وحق اصل بدلائل قاہرہ وبیانات باہرہ ظاہر کیجیے کہ اگر زبان انصاف سالم وصاف ہو تو مخالف منکر مدعی مُصر کو بھی معترف ومقر کیجیے وما ذالک علی اللہ بعزیز ان ذالک علی اللہ یسیر ان اللہ علی کل شیئ قدیر یہ معارک جلیلہ تو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں رسالہ آپ کے پیش نظر ہے ملاحظہ کیجیے داد انصاف دیجیے رع فی طلعۃ الشمس ما یغنیک عن زحل، اس کے سوا نفس مسئلہ میں بھی ملاجی نے اپنے موافق کہیں چودہ۱۴ کہیں پندرہ۱۵ صحابیوں سے روایات آنا بیان کیا اور خود ہی اُسے بگاڑ کر کمی کی طرف پلٹے اور چار سے زیادہ ظاہر نہ کرسکے اُن میں بھی عند الانصاف اگر کچھ لگتی ہوئی بات ہے تو صرف ایک سے میں بعونہ تعالیٰ اپنے موافق روایات تئیس۲۳ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لاؤں گا۔ ملاجی صرف چار حدیثیں بپنش خویش اپنے مفید دکھا سکے جن میں حقیقۃً کوئی بھی اُن کے مفید نہیں اور رأیت کا تو اُن کی طرف نام بھی نہیں بحول اللہ تعالیٰ اُن سے دونی آیتیں اور دس گنی حدیثیں اپنی طرف دکھاؤں گا۔ میں یہ بھی روشن کردونگا کہ حنفیہ کرام پر غیر مقلدوں کی طعنہ زنی ایسی لچر پوچ دلچر لیے ملیا دہوتی ہے میں یہ بھی بتادوں گا کہ ان صاحبوں کے عمل بالحدیث کی حقیقت

اتنی ہے میں یہ بھی دکھا دوں گا کہ ملاجی صاحب جو آج کل مجتہد العصر اور تمام طائفہ کے اُستاد مانے گئے ہیں اُن کی حدیث دانی ایک متوسط طالب علم سے بھی گرے درجہ کی ہے کل ذلك بعون الملك القریب المجیب وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب وھذا اوان الشروع فی المقصود متوکلا علی واھب الفیض والجود والحمد للہ العلی الودود والصلوٰۃ والسلام علی احمد محمود محمد والہ الکرام السعود، آمین؛

فصل اوّل طلوع فجر نوری بہ اثبات جمع صوری

حضور پُر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے جمع صوری کا ثبوت اصلا محل کلام نہیں اور وہی مذہب مہذب ائمہ حنفیہ ہے اس میں صاف صریح جلیل وصحیح احادیث مروی مگر ملاجی تو انکار آفتاب کے عادی بکمال شوخ چشمی بے نقط سنادی کہ کوئی حدیث صحیح ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ آنحضرت[1] جمع صوری سفر میں کیا کرتے تھے، بہت اچھا ذرا نگاہ روبرو حدیث ۱- جلیل وعظیم حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما کہ اُس جناب سے مشہور ومستفیض ہے جسے امام بخاری وابوداود ونسائی نے اپنی صحاح اور امام عیسٰی بن ابان نے کتاب الحج علی اہل المدینہ اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار اور ذہلی نے زہریات اور اسمٰعیلی نے مستخرج صحیح بخاری میں بطریق عدیدہ کثیرہ روایت کیا فالبخاری والاسمٰعیلی

ملاجی کا حدیث صحیح مشہور سے انکار

والذھلی من طریق اللیث بن سعد عن یونس عن الزہری والنسأی من طریق یزید بن زریع والنضر بن شمیل عن کثیر بن قاروند کلاھما عن سالم والنسأی عن قتیبۃ والطحاوی عن ابی عامر العقدی والفقیہ فی الحج ثلثتھم عن العطاف وابوداؤد عن فضیل بن غزوان وعن عبداللہ العلاء وابنھا ھو عیسٰی والنسأی عن الولید والطحاوی عن بشر بن بکر ھؤلاء الثلثۃ عن ابن جابر والطحاوی عن اسامۃ بن زید خمستھم اعنی العطاف وفضیلا وابنی العلاء وجابر واسامۃ عن نافع وابوداؤد عن عبداللہ بن واقد والطحاوی عن اسمٰعیل بن عبد الرحمن اربعتھم

[1] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی آلہ وصحبہ وبارک وکرم ۱۲ منہ

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے جس طرح یہاں جمع و تلخیص کی اکمال الحجہ وایضاح المحجہ کے لئے اُن کے اکثر نصوص و الفاظ بھی وارد کرے وباللہ التوفیق سنن ابوداؤد میں بسند صحیح ہے حدثنا محمد بن عبید المحاربی نا محمد بن فضیل عن ابیہ عن نافع وعبد اللہ بن واقد ان مؤذن ابن عمر قال الصلوٰۃ قال سر حتی اذا کان قبل غیوب الشفق نزل فصلی المغرب ثم انتظر حتی غاب الشفق فصلی العشاء ثم قال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا عجل بہ امر صنع مثل الذی صنعت فسار فی ذلک الیوم واللیلۃ مسیرۃ ثلث یعنی نافع و عبد اللہ بن واقد دونوں تلامذۂ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مؤذن نے نماز کا تقاضا کیا فرمایا چلو یہاں تک کہ شفق ڈوبنے سے پہلے اُتر کر مغرب پڑھی پھر انتظار فرمایا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اس وقت عشا پڑھی پھر فرمایا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب کوئی جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے جیسا میں نے کیا۔ ابن عمر نے اُس دن رات میں تین رات کی راہ قطع کی ابوداؤد نے فرمایا رواہ ابن جابر عن نافع نحو ھذا باسنادہ حدثنا ابراھیم بن موسی الرازی انا عیسی عن ابن جابر بھذا المعنی ورواہ عبد اللہ بن العلاء عن نافع قال حتی اذا کان عند ذھاب الشفق نزل فجمع بینھما یعنی جب شفق ڈوبنے کے نزدیک ہوئی اُتر کر دونوں نمازیں جمع کیں نسائی کی روایت بسند صحیح یوں ہے اخبرنا محمود بن خالد ثنا الولید ثنا ابن جابر ثنی نافع قال خرجت مع عبد اللہ بن عمر فی سفر یرید ارضا لہ فاتاہ اٰت فقال ان صفیۃ بنت ابی عبید لما بھا فانظر ان تدرکھا فخرج مسرعا ومعہ رجل من قریش یسایرہ وغابت الشمس فلم یصل الصلاۃ وکان عھدی بہ وھو یحافظ علی الصلوٰۃ فلما ابطأ قلت الصلوٰۃ یرحمک اللہ فالتفت الی ومضی حتی اذا کان فی اٰخر الشفق نزل فصلی المغرب ثم اقام العشاء وقد توارے الشفق فصلی بنا ثم اقبل علینا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا عجل بہ السیر صنع ھکذا یعنی نافع فرماتے ہیں عبد اللہ بن عمر اپنی ایک زمین کو تشریف لئے جاتے تھے کسی نے آکر کہا آپ کی زوجہ صفیہ[1] بنت ابی عبید اپنے حال میں مشغول ہیں شاید ہی آپ اُنھیں زندہ پائیں یہ سُن کر بسرعت چلے

[1] ھی اخت مختار الکذاب المشھور وابوھا ابو عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ من الصحابۃ استشھد فی خلافۃ امیر المومنین اماھی فقی عمدۃ القاری ادرکت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسمعت منہ اھ وفی ارشاد الساری الصحابیۃ الثقفیۃ اخت المختار وکانت من العابدات اھ۔ باقی صفحہ آئندہ

اور اُن کے ساتھ ایک مرد قریشی تھا سورج ڈوب گیا اور نماز نہ پڑھی اور میں نے ہمیشہ اُن کی عادت یہی پائی تھی کہ نماز کی محافظت فرماتے تھے جب دیر لگائی میں نے کہا نماز خدا آپ پر رحم فرمائے میری طرف پھر کر دیکھا اور آگے روانہ ہوئے جب شفق کا اخیر حصہ رہا اُتر کر مغرب پڑھی پھر عشا کی تکبیر اس حال میں کہی کہ شفق ڈوب چکی تھی اُس وقت عشا پڑھی پھر ہماری طرف منہ کر کے کہا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی ایسا ہی کرتے اسی طرح امام طحاوی نے روایت کی فقال حدثنا ربیع المؤذن ثنا بشر بن بکر ثنی ابن جابر ثنی نافع فذکرہ نیز نسائی نے بسند حسن بطریق اخبرنا قتیبۃ بن سعید حدثنا العطاف اور ابوجعفر نے بطریق حدثنا یزید بن سنان ثنا ابوعامر العقدی ثنا العطاف بن خالد المخزومی اور امام فقیہ نے نجیح میں بلاواسطہ روایت کی کہ اخبرنا عطاف بن خالد المخزومی المدینی قال اخبرنا نافع قال اقبلنا مع ابن عمر من مکۃ حتی اذا کان ببعض الطریق استصرخ علی زوجتہ فقیل لہ انہا فی الموت فاسرع السیر وکان اذا نودی بالمغرب نزل مکانہ فصلی فلما کان تلک اللیلۃ نودی بالمغرب فسار حتی امسینا فظننا انہ نسی فقلنا الصلوۃ فسار حتی اذا کان الشفق قرب ان یغیب نزل فصلی المغرب وغاب الشفق فصلی العشاء ثم اقبل علینا فقال ھٰکذا کنا نصنع مع رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جد بنا السیر یعنی امام نافع فرماتے ہیں راہ مکہ میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے جب شفق ڈوبنے کے قریب ہوئی اُتر کر مغرب پڑھی اور شفق ڈوب گئی اب عشا پڑھی پھر ہماری طرف منہ کر کے کہا ہم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے تھے جب چلنے میں کوشش ہوتی تھی) امام عیسٰی بن ابان نے اسے روایت کر کے فرمایا ھٰکذا قال ابوحنیفۃ فی الجمع بین الصلاتین ان یصلی الاول منہما فی اٰخر وقتہا والاٰخرے فی اول وقتہا کما فعل عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ورواہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعنی دو نمازیں جمع کرنے میں یہی طریقہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے کہ پہلی کو اُس کے آخر وقت اور پچھلی کو اُس کے اوّل وقت میں پڑھے جیسا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے خود کیا اور حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمایا) نیز امام طحاوی نے اور طریق سے یوں روایت

(بقیہ حاشیہ ۱۳۹) لکن قال الحافظ فی التقریب قیل لہا ادراک وانکرہ الدارقطنی وقال العجلی ثقۃ ھی من الثانیۃ اھ وحقق فی الاصابۃ نفی السماع واثبات الادراک فلنا فراجعہ وقد حدثت عن ازواج النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ۔

کی حدثنا فہد ثنا الحمانی ثنا عبد اللہ بن المبارک عن اسامۃ بن زید اخبرنی نافع وفیہ حتی اذا کان عند غیبوبۃ الشفق فجمع بینہما وقال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصنع ھکذا اذا جد بہ السیر یعنی جب شفق ڈوبنے کے نزدیک ہوئی اُتر کر دونوں نمازیں جمع کیں اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یوں ہی کرتے دیکھا جب حضور کو سفر میں جلدی ہوتی، یہ طرق حدیث نافع عن عبد اللہ عن النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تھے اور صحیح بخاری ابواب التقصیر باب ھل یؤذن او یقیم اذا جمع بین المغرب والعشاء میں یوں ہے حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزھری قال اخبرنی سالم عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال رأیت رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا عجلہ السیر فی السفر یؤخر صلاۃ المغرب حتی یجمع بینہا وبین العشاء قال سالم وکان عبد اللہ یفعلہ اذا عجلہ السیر ویقیم المغرب فیصلیہا ثلثا ثم یسلم ثم قلما یلبث حتی یقیم العشاء فیصلیہا رکعتین الحدیث اسی کے باب یصلی المغرب ثلثا فی السفر میں بطریق مذکور وکان عبد اللہ یفعلہ اذا عجلہ السیر تک روایت کر کے فرمایا وزاد اللیث قال حدثنی یونس عن ابن شہاب قال سالم کان ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما یجمع بین المغرب والعشاء بالمزدلفۃ قال سالم واخر ابن عمر المغرب وکان استصرخ علی امرأتہ صفیۃ بنت ابی عبید فقلت لہ الصلاۃ فقال سر فقلت لہ الصلوۃ فقال سر حتی سار میلین او ثلاثۃ ثم نزل فصلے ثم قال ھکذا رأیت النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلے اذا اعجلہ السیر وقال عبد اللہ رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا اعجلہ السیر یؤخر المغرب فیصلیہا ثلثا ثم یسلم ثم قلما یلبث حتے یقیم العشاء فیصلیہا رکعتین الحدیث ان دونوں کا حاصل یہ کہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ایام حج میں ذی الحجہ کی دسویں رات مزدلفہ میں مغرب وعشا جمع کر کے پڑھتے اور جب اپنی بی بی کی خبر گیری کو تشریف لے گئے تھے تو یوں کیا کہ مغرب کو آخر کیا میں نے کہا نماز فرمایا چلو میں نے پھر کہا نماز فرمایا چلو، دو تین میل چل کر اُترے اور نماز پڑھی، پھر فرمایا میں نے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب سفر میں جلدی ہوتی ایسا ہی کرتے مغرب اخیر کر کے تین رکعت پڑھتے پھر سلام پھیر کر تھوڑی دیر انتظار فرماتے پھر عشا کی اقامت فرما کر دو رکعت پڑھتے۔ نسائی کے یہاں یوں ہے اخبرنی محمد

بن عبد اللہ بن بزیع حدثنا یزید بن ذریع حدثنا کثیر بن قاروندا قال سألت سالم بن عبد اللہ عن صلاۃ ابیہ فی السفر وسألناہ ھل کان یجمع بین شیئ من صلاتہ فی سفرہ فذکر ان صفیۃ بنت ابی عبید کانت تحتہ فکتبت الیہ وھو فی زراعۃ لہ انی فی اٰخر یوم من ایام الدنیا واول یوم من الاخرۃ فرکب فاسرع السیر الیھا حتی اذا حانت صلاۃ الظھر قال المؤذن الصلاۃ یا ابا عبد الرحمن فلم یلتفت حتی اذا کان بین الصلاتین نزل فقال اقم فاذا سلمت فاقم فصلی ثم رکب حتی اذا غابت الشمس قال لہ المؤذن الصلوٰۃ فقال کفعلک فی صلاۃ الظھر والعصر ثم سار حتی اذا اشتبکت النجوم نزل ثم قال للمؤذن اقم فاذا سلمت فاقم فصلی ثم انصرف فالتفت الینا فقال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا حضر احدکم الامر الذی یخاف فوتہ فلیصل ھذہ الصلاۃ خلاصہ یہ کہ جب صفیہ کا خط پہنچا کہ اب میرا دم واپسیں ہے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما شتابان چلے نماز کے لئے ایسے وقت اُترے کہ ظہر کا وقت جانے کو تھا اور عصر کا وقت آنے کو، اس وقت ظہر پڑھ کر عصر پڑھی اور مغرب کے لئے اُس وقت اُترے جب تارے خوب کھل آئے تھے (جس وقت تک بلا عذر مغرب میں دیر لگانی مکروہ ہے) اُسے پڑھ کر عشا پڑھی اور کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کسی کو ایسی ضرورت پیش آئے جس کے فوت کا اندیشہ ہو تو اس طرح نماز پڑھے) نیز اسی حدیث میں دوسرے طریق سے یوں زائد کیا اخبرنا عبدۃ بن عبد الرحیم ثنا ابن شمیل ثنا کثیر بن قاروندا قال سألنا سالم بن عبد اللہ عن الصلاۃ فی السفر فقلنا اکان عبد اللہ یجمع بین شیئ من الصلوٰۃ فی السفر فقال لا الا بجمع یعنی ہم نے سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے سوال کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سفر میں کسی نماز کو دوسری کے ساتھ جمع فرماتے تھے کہا نہ سوا مزدلفہ کے (جہاں کا ملانا سب کے نزدیک بالاتفاق ہے) پھر وہی حدیث بیان کی کہ اُس سفر میں اس طریق سے نمازیں پڑھی تھیں) اس حدیث جلیل کے اتنے طرق کثیرہ ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے سفر میں بحال شتاب وضرورت جمع صوری فرمائی ہے اور یہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب ہے۔ **حدیث ۲۔** امام اجل احمد بن حنبل مسند

ابوبکر بن ابی شیبہ اسناد بخاری و مسلم مصنف میں بسند حسن بطریق اپنے شیخ وکیع بن الجراح کے اور امام طحاوی معانی الآثار میں بطریق حسن حدثنا فہد ثنا الحسن بن البشر ثنا المعافی بن عمران کلاھما عن مغیرۃ بن زیاد الموصلی عن عطاء بن ابی رباح ام المومنین صدیقہ سے راوی قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی السفر یؤخر الظھر و یقدم العصر و یؤخر المغرب و یقدم العشاء۔ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سفر میں ظہر کو دیر فرماتے عصر کو اول وقت پڑھتے ۔ مغرب کی تاخیر فرماتے عشا کو اوّل وقت پڑھتے) **حدیث ۳** ۔ ابوداود اپنی سنن باب متی یتم المسافر اور ابوبکر بن ابی شیبہ اپنے مصنف میں بسند حسن جید متصل حضرت عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب وہ اپنے والد ماجد محمد بن عمر بن علی وہ اپنے والد ماجد عمر بن علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کرتے ہیں ان علیا کان اذا سافر سار بعد ما تغرب الشمس حتی تکاد ان تظلم ثم ینزل فیصلے المغرب ثم یدعو بعشائہ فیتعشی ثم یصلی العشاء ثم یرتحل و یقول ھکذا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصنع یعنی امیر المؤمنین مولی المسلمین علی مرتضی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنے جب سفر فرماتے سورج ڈوبے پر چلتے رہتے یہاں تک کہ قریب ہوتا کہ تاریکی ہو جائے پھر اُتر کر مغرب پڑھتے پھر کھانا منگا کر تناول فرماتے پھر عشا پڑھ کر کوچ کرتے اور کہتے اسی طرح حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کیا کرتے تھے) امام عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی سند کو فرمایا لاباس بہ اس میں کوئی نقص نہیں **حدیث ۴** طحاوی بطریق خیثمہ عن عاصم الاحول عن ابی عثمان راوی قال وفدت انا و سعد بن مالک و نحن نبادر للحج فکنا نجمع بین الظھر والعصر نقدم من ھذہ و نؤخر من ھذہ و نجمع بین المغرب والعشاء نقدم من ھذہ و نؤخر من ھذہ حتی قدمنا مکۃ یعنی میں اور حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ حج کی جلدی میں مکہ معظمہ تک ظہر و عصر اور مغرب و عشا کو یوں جمع کرتے گئے کہ ظہر و مغرب دیر کر کے پڑھتے اور عصر و عشا جلد) **حدیث ۵** ؛ نیز امام ممدوح عبدالرحمن بن یزید سے راوی صحبت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حجہ فکان یؤخر الظھر و یعجل العصر و یؤخر المغرب و یعجل العشاء و یسفر بصلاۃ الغداۃ میں حج میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہمراہ رکاب تھا ظہر میں دیر فرماتے اور عصر میں تعجیل ۔ مغرب میں تاخیر کرتے عشا میں جلدی اور صبح

روشن کرکے پڑھتے) امام ممدوح ان احادیث کو روایت کرکے فرماتے ہیں و جمیع ماذھبنا الیہ من کیفیۃ الجمع بین الصلاتین قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمھم اللہ تعالٰی نمازیں جمع کرنے کا طریقہ جو ہم نے اس باب میں اختیار فرمایا یہ سب امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد کا مذہب ہے، رضی اللہ تعالٰی عنہم الحمد للہ جمع صوری کا طریقہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و حضرت مولا علی و عبداللہ بن مسعود و سعد بن مالک و عبداللہ بن عمر وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روشن وجہ پر ثابت ہوا اور امام الاذہبان کا وہ جبروتی ادعا کہ اسمیں کوئی حدیث صحیح نہیں اور اس سے بڑھ کر یہ بانگ بے معنی کہ یہ روایات جن سے جمع صوری کرنی ابن عمر کی واضح ہوتا ہے سب واہیات اور مردود اور شاذ اور مناکیر ہیں اور بشدت حیا یہ خاص جحود وافترا کہ ابن عمر نے اس کیفیت سے ہرگز نمازیں جمع نہیں کیں جیسا کہ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے اپنی سزائے کردار کو پہنچا اب ایضاح مرام وازاحت اوہام کو چند افادات کا استماع کیجئے۔

افادۂ اولٰے لامذہب ملّا کو جب کہ انکار جمع صوری میں چاند پر خاک اڑانی تھی اور احادیث صحاح مشہورہ میں موجود و متداول تو بے رد صحاح چارہ کار کیا تھا لہذا ایں پیرانہ سالی حضرت کے رقص جملی ملاحظہ ہوں

لطیفہ ۱ - ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث عظیم و جلیل کے پہلے طریق صحیح مروی سنن ابی داود کو محمد بن فضیل کے سبب ضعیف کیا **اقول اولاً** یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل صحیح بخاری و صحیح مسلم کے رجال سے ہے **ثانیاً** امام ابن معین جیسے شخص نے ابن فضیل کو ثقہ امام احمد نے حسن الحدیث امام نسائی نے لاباس بہ کہا امام احمد نے اس سے روایت کی اور وہ جسے ثقہ نہیں جانتے اس سے روایت نہیں فرماتے میزان میں اصلاً کوئی جرح مفسر اس کے حق میں ذکر نہ کی **ثالثاً** یہ بکف چراغی قابل تماشا کہ ابن فضیل کے منسوب برفض ہونے کا دعوٰے کیا اور ثبوت میں عبارت تقریب[1] رمی بالتشیع ملاجی کو بایں سال خوردی و دعوے محدثی آج تک اتنی خبر نہیں کہ محاورات سلف و اصطلاح محدثین میں تشیع و رفض میں کتنا فرق ہے زبان متاخرین میں شیعہ روافض کو کہتے ہیں خذلہم اللہ تعالٰی جمیعاً بلکہ آج کل کے بیہودہ مہذبین روافض کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جانتے اور انہیں شیعہ ہی کے

[1] کما صرحوا بہ وتدل علیہ محاوراتھم منہا ما فی المیزان فی ترجمۃ الحاکم بعد ما حکی القول برفضہ اللہ یحب الانصاف ما الرجل برافضی بل شیعی فقط اھ ۱۲ منہ

لقب سے ۔یا ذکر ناضروری مانتے ہیں خود ملّاجی کے خیال میں یا اپنی ٹلّائی کے باعث یہی تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکا دینے کے لئے متشیّع کو رافضی بنایا حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حسن عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو اُن میں افضل جانتا شیعی کہا جاتا بلکہ جو صرف امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تفضیل دیتا اُسے بھی شیعی کہتے حالانکہ یہ مسلک بعض علمائے اہل سنّت کا تھا اسی بنا پر متعدد ائمہ کوفہ کو شیعہ کہا گیا بلکہ کبھی محض غلبہ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شیعیت سے تعبیر کرتے حالانکہ یہ محض سُنّیت ہے امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود انہیں محمد بن فضیل کی نسبت تصریح کی کہ اُن کا تشیّع صرف موالات تھا و بس حیث قال محمد بن فضیل بن غزوان المحدث الحافظ کان من علماء ھذا الشان وثقہ یحیی بن معین وقال احمد حسن الحدیث شیعی قلت کان متوالیا فقط رابعاً ذرا رواۃ صحیحین دیکھ کر شیعی کو رافضی بنا کر تضعیف کی ہوتی کیا بخاری و مسلم سے بھی ہاتھ دھونا ہے ۔اُن کے رواۃ[1] میں تیس سے زیادہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اصطلاح قدما پر بلفظ تشیّع ذکر کیا جاتا یہاں تک کہ تدریب میں حاکم سے نقل کیا کتاب مسلم ملاٰن من الشیعۃ دور کیوں جائیے خود یہی ابن فضیل کہ واقع کے شیعی صرف بمعنی محب اہل بیت کرام اور آپ کے زعم میں معاذ اللہ رافضی صحیحین کے راوی ہیں خامساً اُس کے ساتھ ہی حدیث کی متابعتیں دو ثقات عدل ابن جابر و عبد اللہ بن العلاء سے ابوداؤد نے ذکر کر دیں اور سنن نسائی وغیرہ میں بھی موجود تھیں پھر ابن فضیل پر مدار کب رہا ولکن الجھلۃ لایعلمون اور یہ تو ادنےٰ نزاکت ہے کہ تقریب میں ابن فضیل کی نسبت صدوق عارف لکھا تھا ملّاجی نے نقل میں عارف اُڑا دیا کہ جو کلمہ مدح کم ہو وہی سہی لطیفہ ۲ طرفہ تماشا کہ متابعت ابن جابر

[1] مثلاً اباَن بن تغلب اسمٰعیلؒ بن ابان وراق اسمعیلؒ بن زکریا اسمعیلؒ بن عبدالرحمن سدی صدوق بھو بکیر بن عبداللہ جریرؒ بن عبد الحمید جعفر بن سلیمان حسن بن صالح خالد بن مخلد قطوانی ربیعؒ بن انس صدوق لہ اوھام زاذان کندی سعید بن فیروز سعید بن عمرو ھمدانی عبّاد بن یعقوب رواجنی عبّاد بن عوام کلابی عبداللہ بن شداد عبداللہ بن عیسیٰ کوفی عبدالرزاق صاحب مصنف عبدالملک بن اعین عبیداللہ بن موسیٰ عدی بن ثابت علیؒ بن الجعد علیؒ بن ھاشم بن البرید فضلؒ بن دُکین ابو نعیم فضیل بن مرزوق فطر بن خلیفہ مالک بن اسمٰعیل عمدی محمدؒ بن اسحٰق صاحب مغازی محمدؒ بن جحادہ اور یہی محمد بن فضیل ہشام بن سعد یحییٰ بن الجزار وغیرہم ۔۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جو امام ابوداود نے ذکر کی آپ اُسے یوں کہہ کر ٹال گئے کہ وہ تعلیق ہے اور تعلیق حجت نہیں اب کون کہے کہ کسی سے آنکھیں قرض ہی لے کر دیکھیے کہ ابوداؤد نے رواہ ابن جابر عن نافع کہہ کر اُسے یوہیں معلق چھوڑ دیا یا وہیں حدثنا ابراھیم بن موسی الرازی انا عیسی عن ابن جابر فرما کر موصول کر دیا ہے ولکن النجدیۃ لایبصرون لطیفہ ۳ امام طحاوی کی حدیث بطریق ابن جابر عن نافع پر بشر بن بکر سے طعن کیا کہ وہ غریب الحدیث ہے ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف قالہ الحافظ فی التقریب اقول اولا ذرا شرم کی ہوتی کہ یہ بشر بن بکر رجال صحیح بخاری سے ہیں صحیح حدیثیں رد کرتے بیٹھے تو اب بخاری بھی بالائے طاق ہے ثانیا اس صریح خیانت کو دیکھیے کہ تقریب میں صاف صاف بشر کو ثقہ فرمایا تھا وہ ہضم کر گئے ثالثاً محدث جی تقریب میں ثقہ یغرب ہے کسی ذی علم سے سیکھو کہ فلاں یغرب اور فلاں غریب الحدیث میں کتنا فرق ہے۔ رابعًا اغراب کی یہ تفسیر کہ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف محدث جی غریب و منکر کا فرق کسی طالب علم سے پڑھو خامسا باوصف ثقہ ہونے کے مجرد اغراب باعث رد ہو تو صحیحین سے ہاتھ دھو لیجئے یہ اپنی مبلغ علم تقریب ہی دیکھیے کہ بخاری و مسلم کے رجال میں کتنوں[1] کی نسبت یہی لفظ کہا ہے اور وہاں یہ بشر خود ہی جو رجال بخاری سے ہیں سادسا ذرا میزان تو دیکھیے کہ اما بشر بن بکر التنیسی فصدوق ثقۃ لاطعن فیہ یعنی بشر بن بکر تنیسی خوب راست گو ثقہ ہیں جن میں اصلا کسی وجہ سے طعن نہیں، کیوں شرمائے تو ہو گے ایسی ہی اندھیری ڈال کر جاہلوں کو بہکا دیا کرتے ہو کہ حنفیہ کی حدیثیں ضعیف ہیں ع شرم بادت از خدا و از رسول لطیفہ ۴ طریق ابن جابر سے سنن نسائی کی حدیث کو ولید بن قاسم سے رد کیا کہ روایت میں اس سے خطا ہوتی تھی کہا تقریب میں صدوق یخطی اقول اولا مسلمانو! اس تحریف شدید کو دیکھنا اسناد نسائی میں یہاں نام ولید غیر منسوب واقع تھا کہ اخبرنا محمود بن خالد ثنا الولید ثنا ابن جابر ثنا نافع الحدیث ملا جی کو چالاکی کا موقع ملا کہ تقریب میں اسی طبقہ کا ایک

---

[1] مثلا ابراھیم بن طھمان بشر بن خالد ابراھیم بن سوید بن حبان بشیر بن سلمان حسن بن احمد بن ابی شیب محمد بن عبد الرحمن بن حکیم وغیرھم کہ سب ثقہ یغرب ہیں احمد بن صباح حکام بن سلم وغیرھما ثقۃ لہ غرائب خصوصًا ازھر بن جمیل خالد بن قیس ابراھیم بن اسحق وغیرھم کہ صدوق یغرب، یہ تینوں بشر بن بکر سے بھی گئے درجے کے ہوئے کہ ثقہ سے اُتر کر طرف صدوق ہیں۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

شخص رواۃ نسائی سے کہ نام کا ولید اور قدرے متکلم فیہ ہے بھانٹ کر اپنے دل سے ولید بن قاسم تراش لیا حالانکہ یہ ولید بن قاسم نہیں ولید بن مسلم ہیں۔ رجال صحیح مسلم وائمہ ثقات وحفاظ اعلام سے اسی تقریب میں ان کے ثقہ ہونے کی شہادت موجود ہاں تدلیس کرتے ہیں مگر بحمد اللہ احتمال یہاں مفقود کہ وہ صراحۃً حدثنا ابن جابر قال حدثنی نافع فرما رہے ہیں میزان میں ہے الولید بن مسلم ابو العباس الدمشقی احد الاعلام وعالم اهل الشام له مصنفات حسنة قال احمد ما رأیت فی الشامیین اعقل منه وقال ابن المدینی عنده علم کثیر قال ابو مسهر الولید مدلس قلت اذا قال الولید عن ابن جریج او عن الاوزاعی فلیس بمعتمد لانه یدلس عن کذابین فاذا قال حدثنا فهو حجة اھ ملتقطا۔ ملاجی! ؎ در بساط نکتہ داناں خود فروشی شرط نیست ٭ یا سخن دانستہ گو اے مرد عاقل یا خموش ٭ تم نے جانا کہ آپ کے کید پر کوئی آگاہ نہ ہوگا ذرا بتائیے تو آپ نے ولید کا ولید بن قاسم کس دلیل سے متعین کر لیا کیا اس طبقہ میں اس نام کا رواۃ نسائی میں کوئی اور نہ تھا اگر اب عاجز آ کر ہم سے پوچھنا ہو کہ تم نے ولید بن مسلم کیسے جانا اول تو بقانون مناظرہ جب آپ غاصب منصب ہیں ہم سے سوال کا محل نہیں اور استفادۃً پوچھو تو پہلے اپنی جزاف کا صاف اعتراف کرو پھر شاگردی کیجیے تو ایک یہی کیا بعونہ تعالیٰ بہت کچھ سکھا دیں وہ قواعد بتا دیں جن سے اسمائے مشترکہ میں اکثر جگہ تعیین نکال سکو ثانیاً بفرض غلط ابن قاسم ہی سہی پھر وہ بھی کب مستحق رد ہیں۔ امام احمد نے اُن سے روایت کی محدثین کو حکم دیا کہ اُن سے حدیث لکھو ابن عدی نے کہا اذا روی عن ثقة فلا باس به وہ جب کسی ثقہ سے روایت کریں تو اُن میں کوئی عیب نہیں اور ابن جابر کا ثقہ ہونا خود ظاہر ثالثاً ذرا رواۃ صحیح بخاری و مسلم پر نظر ڈالے ہوئے کہ اُن میں کتنوں[1] کی نسبت تقریب میں یہی صدوق یخطئ بلکہ اس سے زائد کہا ہے کیا قسم کھائے

[1] مثلاً اسمٰعیل بن مجالد اشہل بن حاتم بشر بن عیس حارث بن عبید حبیب بن ابی حبیب حجاج بن ابی زینب حسان بن ابراہیم حسان بن حسان بصری حسان بن عبد اللہ کندی حسن بن بشر بن سلم حسن بن ذکوان رمی بالقدر خالد بن خداش خالد بن عبد الرحمٰن السلمی شریک بن عبد اللہ بن ابی عمر عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن دینار عبد المجید بن عبد العزیز مسکین بن بکیر معقل بن عبید اللہ وغیرہم ان سب پر یہی حکم صدوق یخطی لگایا ہے خلیفہ بن خیاط عبد اللہ بن عمر نمیری عبد الرحمٰن بن حرملہ اسلمی عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن عبید یحییٰ بن ابی اسحٰق حضرمی وغیرہم صدوق ربما اخطأ ہیں اب یادہ کی بعض مثالیں لیجیے حجاج بن ارطاۃ صدوق کثیر الخطاء والتدلیس شریک بن عبد اللہ نخعی صدوق یخطی کثیرا تغیر حفظه صالح بن رستم المزنی صدوق کثیر الخطاء عاصم بن ... فلدع ... صدوق کثیر ... مطر الوراق صدوق کثیر الخطاء وحدیثه عن عطاء ضعیف نعیم بن حماد

بیٹھے ہو کہ صحیحین کا رد ہی کر دو گے **رابعًا** صحیح بخاری میں حسان بن حسان بصری سے روایت کی تقریب میں انہیں بھی کہا صدوق یخطی پھر حسان بن حسان واسطی کی نسبت لکھا خلطه ابن مندة بالذی قبله فوهم وهذا ضعیف دیکھو صاف بتا دیا کہ جسے صدوق یخطی کہا وہ ضعیف نہیں۔ ملاجی اپنی جہالت سے مردود و واہیات گا رہے ہیں **لطیفہ ۵** حدیث صحیح نسائی وطحاوی وعیسٰی بن ابان بطریق عطاف عن نافع کو عطاف سے معلول کیا کہ وہ وہمی ہے کہا تقریب میں صدوق یهم **اقول اولاً** عطاف کو امام احمد و امام ابن معین نے ثقہ کہا وکفی بهما قدوة میزان میں ان کی نسبت کوئی جرح مفسر منقول نہیں **ثانیًا** کسی سے پڑھو کر وہمی اور صدوق یهم میں کتنا فرق ہے **ثالثًا** صحیحین سے عداوت کہاں تک بڑھے گی تقریب ملاحظہ ہو کہ آپ کے وہم کے ایسے وہمی اُن میں کس قدر ہیں **رابعًا** بالفرض یہ سب رواۃ مطعون ہی سہی مگر جب بالیقین اُن میں کوئی بھی درجۂ سقوط میں نہیں تو تعدد طرق سے پھر حدیث حجت تامہ ہے ولکن الوھابیة قوم یجهلون **لطیفہ ۶** آپ کے امتحان علم کو پوچھا جاتا ہے کہ روایت طحاوی حدثنا فهد ثنا الحمانی ثنا ابن المبارك عن اسامة بن زید اخبرنی نافع میں آپ نے کہاں سے معین کر لیا کہ یہ اسامہ بن زید عدوی مدنی ضعیف الحافظہ ہے اسی طبقہ سے اسامہ بن زید لیثی مدنی بھی تو ہے کہ رجال صحیح مسلم و سنن اربعہ و تعلیقات بخاری سے ہے جسے یحیٰی بن معین نے کہا ثقہ ہے ثقہ صالح ہے ثقہ حجت ہے دونوں ایک طبقہ ایک شہر ایک نام کے ہیں اور دونوں نافع کے شاگرد پھر منشا تعیین کیا ہے اور آپ کو تو شاید اس سوال میں بھی دقت پڑے کہ کہاں سے مان لیا کہ یہ حمانی حافظ کبیر یحیٰی بن عبد الحمید صاحب مسند ہے جس کی جرح آپ نے نقل کی اور امام یحیٰی بن معین وغیرہ کا ثقہ اور ابن عدی کا ارجوانه لاباس به اور ابن نمیر کا هو اکبر من هؤلاء کلهم فاکتب عنه کہنا چھوڑ دیا اسی طبقہ تاسعہ سے اُس کا والد عبد الحمید بن عبد الرحمٰن بھی تو ہے کہ رجال صحیحین سے ہے

---

[1] مثل ابراھیم بن یوسف بن اسحٰق اسامة بن زید اللیثی اسمٰعیل بن عبد الرحمٰن السدی ایمن بن نابل جابر بن عمرو جبر بن نوف حاتم بن اسمٰعیل حرب بن ابی العالیه خرمی بن عمارہ حزام بن ابی حزم حسن بن الصباح حسن بن فرات حمید بن زیاد سریجه بن کلثوم عبید اللہ بن عبد اللہ بن ادریس وغیرہم سب صدوق یھم ہیں احوص بن جواب حمزہ بن حبیب زیات امام قراءت معاذ بن ہشام عاصم بن علی بن عاصم وغیرھم سب صدوق ربما وهم بلکہ عطاء بن ابی مسلم صدوق یهم کثیرا۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اور دونوں حمانی کہلائے جاتے ہیں کما فی التقریب **لطیفہ ۷** روایات نسائی بطریق کثیر بن فاروندا عن سالم عن ابیہ میں جھوٹ کو بھی کچھ گنجائش نہ ملی تو اُسے یوں کہہ کر ٹالا کہ وہ شاذ ہے اس لئے کہ مخالف ہے روایات شیخین وغیرہما کے وہ اصح ہیں سب سے بالاتفاق اور مقدم ہوتی ہیں سب پر جبکہ موافقت اور نسخ نہ بن سکے **اقول اوّلاً** شیخین کا نام کس منہ سے لیتے ہو اور اُن کی احادیث کو ارجح کہتے ہو یہ وہی شیخین تو ہیں جو محمد بن فضیل سے حدیثیں لاتے ہیں جسے تمہارے نزدیک رافضی کہا گیا اور حدیثوں کا پلٹ دینے والا اور موقوف کو مرفوع کر دینے کا عادی تھا **ثانیاً ثالثاً رابعاً** یہ وہی شیخین تو ہیں جن کے یہاں سب کے خلاف حدیثیں لانے والے حدیثوں میں خطا کرنے والے وہمی کئی درجن بھرے ہوئے ہیں **خامساً** مخالفت شیخین کا دعوٰی محض باطل ہے جیسا کہ بعونہ تعالیٰ عنقریب ظاہر ہوتا ہے **لطیفہ ۸** اس حدیث جلیل صحیح کے رد میں ملاجی نے جو جو چالاکیاں بے باکیاں برتیں اُن کا پردہ تو فاش ہو چکا جا بجا ثقات کو مجروح فرمایا رواۃ بخاری و مسلم کو مردود ٹھہرایا حدیث موصول کو معلق بتایا متابعات سے آنکھیں بند کرلیں نقل عبارت میں خیانتیں کیں معانی میں تحریف کی راہیں لیں راوی کو کچھ سے کچھ بنالیا مشترک کو جزافاً معین کر دیا جہاں کچھ نہ بن پڑا مخالفت شیخین کا ادعا کیا اب خود حدیث صحیح بخاری شریف کو کیا کریں رجال بخاری کو رد کر دینا اور بات تھی کہ عوام کو اُن کی کیا خبر مگر خود حدیث بخاری کا نام لے کر رد کرنے میں سخت مشکل پیش نظر لہٰذا یہ چال چلے کہ لاؤ اسے بزور زبان و زور بہتان اپنے موافق بنا لیجئے اس لئے حدیث مذکور باب حتّٰی تو دن او نقیم کا ایک ٹکڑا جس میں دو تین میل چل کر مغرب پڑھنے کا ذکر تھا اپنے ثبوت کی احادیث میں نقل کر کے فرمایا یہ بات ادنٰے عاقل بھی جانتا ہے کہ بعد دخول وقت مغرب کے دو تین کوس مسافت چلیں تو اتنے میں شفق غائب ہو جاتی ہے اور وقت عشا کا داخل ہو جاتا ہے **اوّلاً** میل کا کوس بنایا کہ کچھ تو دیر بڑھے دو میل کا تو سوا ہی کوس ہوا اور تین ہی لیجئے جب بھی دو کوس پورے نہیں پڑتے **ثانیاً اقول** فریب عوام کو چالاکی یہ کی کہ حدیث کا ترجمہ نہ کیا دو تین کوس مسافت چلیں لکھ دیا کہ جاہل سمجھیں غروب کے بعد پیادہ تین کوس چلے ہوں ترجمہ کرتے تو کھلتا کہ سوار تھے اور کیسی سخت جلدی کی حالت میں تھے ہم نے حدیث ابوداؤد سے نقل کیا کہ اُنہوں نے اس دن سہ منزلہ فرمایا تو صرف میل بھر یا اُس سے بھی کم چلنے کی دیر رہ گئی اگر

اگرپا پیادہ ہی چلیئے تو اتنی دیر میں ہرگز وقت عشا وقت عشا نہیں آنا تو حدیث سے مغرب کا وقت مغرب ہی میں پڑھنا پیدا تھا جسے صاف کا یا پلٹ کردیا مکہ معظمہ اور اُس کے حوالی میں جن کا عرض مابین کا الح ۲۱ اور پھر مدینۂ طیبہ کی طرف جتنے بڑھیے وقت گھٹتا جائے گا کما لایخفی علی العارف بالھیأۃ تو ڈیڑھ سے گھنٹے بھر بعد بھی نماز مغرب وقت میں ممکن آپ کے نزدیک جبکہ دو۲ میل چلنے میں عشا آجاتی ہے تو لازم کہ اتنی مسافت میں ایک گھنٹے سے زیادہ صرف ہونا واجب ہو اور امام مالک مؤطا میں روایت فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ مدینہ طیبہ میں نماز جمعہ سے فارغ ہو کر سوار ہوئے اور موضع ملل میں عصر کے لئے اُترے مالك عن عمرو بن یحیی المازنی عن ابن ابی سلیطان عثمان بن عفان صلی الجمعۃ بالمدینۃ وصلی العصر بملل۔ ملل مدینہ طیبہ سے ستر۱۷ہ میل ہے کما فی النہایۃ بعض نے کہا اٹھارہ میل کما حکاہ الزرقانی ابن وضاح نے کہا بائیس۲۲ میل کما نقلہ عن ابن رشیق عن ابن وضاح بلکہ بعض نسخ مؤطا میں خود امام مالک سے اسی کی تصریح قال مالك وبینھما اثنان وعشرون میلا وہ سترہ ہی میل ہی آپ کے طور پر کوئی رات کے نو دس بجے تک عصر کا وقت رہا ہوگا کہ جمعہ پڑھنے سے آٹھ نو گھنٹے بعد امیر المومنین نے عصر ادا کی کہ مدینہ طیبہ اور اس کے حوالی میں جن کا عرض الکہ سے اندہیں مقدار نہار روز تحویل سرطان بھی صرف ۱۳ تج لقریبی ہے کما لایخفی علی من یعلم استخراج طول النہار من عرض البلاد ثالثا اقول اسی لئے خود آخر حدیث بخاری میں مذکور تھا کہ مغرب کے بعد کچھ دیر انتظار کرکے عشا پڑھی اگر خود عشا ہی کے وقت میں مغرب پڑھتے تو ایسی جلدی و اضطراب شدید کی حالت میں اب عشا کے لئے انتظار کس بات کا تھا یہ ٹکڑا حدیث کا ہضم کرلیا کہ بھرم کھلتا رابعا اقول آپ تو اسی بحث میں فرما چکے کہ تعلیقات حجت نہیں صحیح بخاری میں یہ ٹکڑا جو آپ اپنی سند بنا کر نقل کررہے ہیں تعلیقا ہی مذکور تھا اصل حدیث بطریق حدثنا ابوالیمان قال اخبرنا شعیب عن الزھری ذکر کی جس میں آپ کے اس مطلب کا کچھ پتہ نہ تھا اُس کے بعد یہ ٹکڑا تعلیقا بڑھایا کہ وزاد اللیث قال حدثنی یونس عن ابن شھاب اب تعلیق کیوں حجت ہوگئی وہاں تو آخر حدیث کو ہضم کیا تھا یہاں اول کلام تناول فرمایا کہ اپنا عیب ظاہر نہ ہو خامسا اقول آپ تو راوی کو اُس کے وہم و خطا بلکہ اغراب پر رد فرماتے ہیں

اگرچہ رجال بخاری و مسلم سے ہو اب یہ تعلیق کیونکر مقبول ہو گئی اس میں زہری سے راوی یونس بن یزید ہیں جنہیں اسی تقریب میں فرمایا ثقۃ الا ان فی روایتہ عن الزھری وھما قلیلا وفی غیر الزھری خطاء ہیں تو ثقہ مگر زہری سے اُن کی روایت میں کچھ وہم ہے اور غیر زہری سے روایت میں خطا) اثرم نے کہا۔ ضعف احمد امر یونس امام احمد نے یونس کا کام ضعیف بتایا) امام ابن سعد نے کہا لیس الحجۃ یونس قابل احتجاج نہیں) امام وکیع بن الجراح نے کہا سیئ الحفظ یونس کا حافظہ بُرا ہے) یونہیں امام احمد نے اُن کی کئی حدیثوں کو منکر بتایا کل ذلک فی المیزان **تنبیہ** یہ ہم نے آپ کا ظلم و تعصب ثابت کرنے کو آپ کی طرح کلام کیا ورنہ ہمارے نزدیک نہ تعلیق مطلقاً مردود نہ یونس ساقط نہ وہم و خطا جب تک فاحش نہ ہوں موجب رد نہ یہ حدیث بخاری اصلاً تمہارے موافق بلکہ صراحۃً ہمارے مؤید وباللہ التوفیق چند اوہام یا کچھ خطائیں محدث سے صادر ہونا نہ اُسے ضعیف کر دیتا ہے نہ اُس کی حدیث کو مردود ورنہ وہ کتنے ہیں جو بالکل پاک صاف گزر گئے یہ ہیں تمام محدثین کے امام الائمہ سفیان بن عیینہ جنہوں نے زہری سے روایت میں بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھ میں اور علی بن مدینی میں مذاکرہ ہوا کہ زہری سے روایت میں ثابت تر کون ہے علی نے کہا سفیان بن عیینہ میں نے کہا امام مالک کہ ان کی خطا سفیان کی خطاؤں سے کم ہے قریب بیس حدیثوں کے ہیں جن میں سفیان نے خطا کی پھر میں نے اٹھارہ گنا دیں اور اُن سے کہا آپ مالک کی خطائیں بتائیں۔ وہ دو تین حدیثیں لائے پھر جو میں نے خیال کیا تو سفیان نے بیس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی ہے ذکرہ فی المیزان با ایں ہمہ امام سفیان کے ثقہ ثبت حجت ہونے پر علمائے اُمت کا اجماع ہے **لطیفہ ۹** ملاجی کی یہ ساری کارگزاریاں حیا داریاں حدیث صحیح عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق تھیں حدیث اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مرویٔ امام طحاوی ونیز امام احمد و ابن ابی شیبہ استاذان بخاری و مسلم کے رد کو پھر وہی معمولی شگوفہ چھوڑا کہ ایک راوی اس کا مغیرہ بن زیاد موصلی ہے اور یہ مجروح ہے کہ وہمی تھا قالہ الحافظ فی التقریب **اقول اولاً** تقریب میں صدوق کہا تھا وہ صندوق میں رہا **ثانیاً** وہی اپنی وہمی نزاکت کہ لہ اوھام کو وہمی کہنا سمجھ لیا **ثالثاً**، وہی صحیحین سے پُرانی عداوت تقریب دور نہیں دیکھیے تو کتنے

رجالِ[1] بخاری و مسلم کو بھی صدوق لہ اوھام کہا ہے رابعا مغیرہ رجال سنن اربعہ سے ہے امام ابن معین و امام نسائی دونوں صاحبوں نے باآں تشدد شدید فرمایا لیس بہ بأس اُس میں کوئی برائی نہیں زاد یحیی لہ حدیث واحد منکر اس کی صرف ایک حدیث منکر ہے) لاجرم وکیع نے ثقہ ابوداود نے صالح ابن عدی نے عندی لا بأس بہ کہا تو اُس کی حدیث حسن ہونے میں کلام نہیں اگرچہ درجۂ صحاح پر بالغ نہ ہو جس کے سبب نسائی نے لیس بالقوی ابواحمد حاکم نے لیس بالمتین عندھم کہا لاانہ لیس بقوی لیس بمتین وشتان ما بین العبارتین حافظ نے ثقہ سے درجہ صدوق میں رکھا اس قسم کے رجال اسانید صحیحین میں صدہا ہیں لطیفہ: احدیث مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم مروی سنن ابی داؤد کے رد کو طرفہ تماشا کیا سند ابی داود میں یوں تھا قال اخبرنی عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب عن ابیہ عن جدہ ان علیا کان اذا سافر الحدیث جس کا صاف صریح حاصل یہ تھا کہ عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی اپنے والد محمد سے راوی ہیں وہ ان کے دادا یعنی اپنے والد عمر سے کہ ان کے والد ماجد مولیٰ علی نے جمع صوری خود بھی کی اور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی روایت فرمائی) ابیہ اور جدہ دونوں ضمیریں عبداللہ کی طرف تھیں حضرت نے بزور زبان ایک ضمیر عبداللہ دوسری محمد کی طرف قرار دے کر یہ معنی ٹھہرائے کہ عبداللہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ محمد سے اور وہ محمد اپنے دادا علی سے اور اب اُس پر اعتراض جڑ دیا کہ محمد کو اپنے دادا علی سے ملاقات نہیں تو مرسل ہوئی اور مرسل حجت نہیں قطع نظر اس سے کہ مرسل ہمارے اور جمہور ائمہ کے نزدیک حجت ہے ایمان سے کہنا کہ ان ڈھٹائیوں سے صحیح و ثابت حدیثوں کو رد کرنا کونسی دیانت ہے میں کہتا ہوں آپ نے ناحق اتنی محنت بھی کی اور حدیث متصل کو صرف مرسل بنایا حیا و دیانت کی ایک ادنے جھلک میں بھی باطل و موضوع ہوئی جاتی تھی اور یہ بات بھی مدلل ہوتی کہ ضمیر اقرب کی طرف پھرتی ہے

[1] صدوق یہم و صدوق رُبما وھم کی بکثرت مثالیں اوپر گزر چکیں مگر باتباع لفظ خاص امثلہ سنئے احمد بن بشیر حسن بن خلف خالد بن یزید بن زیاد رباح بن ابی معروف ربیع بن انس ورمی بالتشیع ربیعہ بن عثمان زکریا بن یحیی بن عمر سعید بن زید بن درہم سعید بن عبدالرحمن جمحی شجاع بن الولید مسلمہ بن علقمہ مصعب بن المقدام معاویہ بن صالح معاویہ بن ہشام ہشام بن حجیر ہشام بن سعد ورمی بالتشیع اور ان کے سوا اور کثیر سب صدوق لہ اوھام ہیں احمد بن ابی الطیب وغیرہ صدوق لہ اغلاط۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور ابیہ سے اقرب ابوطالب اور جدہ سے اقرب ابیہ تو معنی یوں کہے ہوتے کہ عبداللہ نے روایت کی ابوطالب کے باپ حضرت عبدالمطلب سے اور عبدالمطلب نے اپنے دادا عبدمناف سے کہ مولیٰ علی نے جمع صوری کی اب ارسال بھی دیکھیے کتنا بڑھ گیا کہ مولیٰ علی کے پرپوتے مولیٰ علی کے دادا سے روایت کریں اور حدیث سرا سر موضوع بھی ہوگئی کہ کہاں عبدالمطلب و عبدمناف اور کہاں مولےٰ علی سے روایت حدیث مفید اضاف ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم مسلمانو! دیکھا یہ عمل بالحدیث کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے جب صحیح حدیثوں کے رد کرنے پر آتے ہیں تو ایسی ایسی بددیانتیوں بے غیرتیوں بے باکیوں چالاکیوں سے صحیح بخاری کو بھی پس پشت ڈال کر ایک ہانک بولتے ہیں کہ سب واہیات اور مردود ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون **افادہ ثانیہ** احادیث و طرق پر بنظر انصاف فرمائیے تو ارادۂ جمع صوری پر متعدد قرائن پائیے مثلاً (۱) یہ کہ احادیث جمع بین الصلاتین کے راویوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ کماسیأتی فی الحدیث التاسع من الافادۃ الرابعۃ حالانکہ یہی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے عرفات و مزدلفہ کے سوا کبھی نہ دیکھا کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو نمازیں جمع فرمائی ہوں کما سیأتی تحقیقہ فی الفصل الرابع انشاء اللہ تعالےٰ تو ضرور ہے کہ روایت جمع سے جمع صوری مراد ہو (۲) **اقول** خود حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی جمع کرنا مروی ہوا حالانکہ ان کا مذہب معلوم کہ جمع حقیقی کو منسک حج کے سوا ناجائز جانتے (۳) **اقول** ملاجی نے اُن پندرہ صحابیوں میں جن کی نسبت دعوےٰ کیا کہ انہوں نے جمع بین الصلاتین حضور پرنور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت کی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بھی گنا۔ حالانکہ اُن کا بھی مذہب وہی منع جمع ہے ان دونوں صحابی جلیل الشان کا یہ مذہب ہونا خود امام شافعی المذہب امام ابوالعزیز یوسف بن رافع اسدی حلبی شہیر بابن شداد متوفی ۶۳۲ھ نے کتاب دلائل الاحکام میں ذکر فرمایا کما فی عمدۃ القاری للامام البدر العینی عن التلویح شرح الجامع الصحیح للامام علاؤ الدین المغلطائی عن دلائل الاحکام لابن شداد تو مراد وہی جمع صوری ہوگی جیسا کہ خود اُن کے فعل سے مروی ہو کما تقدم فی الحدیث الرابع (۴) **اقول** بہت زور شور سے جمع کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما گنے جاتے ہیں و سیأتی بعض روایاتہ فی الحدیث الاولی

والباقی فی الفصل الثالث انشاء اللہ تعالیٰ حالانکہ وہ خود فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مغرب و عشا کو سفر میں ایک بار کے سوا کبھی جمع نہ فرمایا کما سیأتی فی اٰخر الفصل الرابع انشاء اللہ تعالیٰ ظاہر ہے کہ وہ بار حجۃ الوداع کی شب مزدلفہ تھی تو ضرور وہی جمع صوری منظور جیسا کہ اُن کی روایات صریحہ نے واضح کردیا جس کا بسط حدیث اول میں گزرا (۵) **اقول** لطف یہ کہ ان عبداللہ بن عمر سے وقعہ صفیہ بنت ابی عبید میں عشائین کا جمع جو مروی ہوا اُس کے جمع حقیقی ہونے پر بہت زور دیا جاتا ہے حالانکہ خود اُن کے صاحبزادے سالم کہ اُس شب بھی اُن کے ہمراہ تھے صراحۃً فرماچکے کہ حضرت عبداللہ نے مزدلفہ کے سوا کبھی جمع نہ کی جیسا کہ حدیث نسائی سے گزرا اور سالم کا اُس رات ساتھ ہونا ابھی حدیث بخاری سے ظاہر ہوچکا قلت لہ الصلاۃ قال سر الحدیث تو قطعاً یقیناً جمع صوری ہی مراد ہے لاجرم روایات مفسرہ نے تصریح فرمادی یہ نکتہ یاد رکھنے کا ہے کہ بعونہ تعالیٰ بہت سے خیالات مخالفین کا علاج کافی ہوگا (۶) رواۃ جمع میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں کما یأتی فی الحدیث الثانی اور اُن کی حدیث انشاء اللہ تعالیٰ آخر رسالہ میں آئے گی کہ دوسری نماز کا وقت آنے سے پہلی فوت ہوجاتی ہے (۷) یونہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی جمع ہیں کما یجیٔ فی الحدیث الخامس اور اُن کی حدیث بھی بمشیئۃ اللہ تعالیٰ آنے والی ہے کہ نماز میں تفریط یہ ہے کہ دوسری کا وقت آنے تک پہلی کی تاخیر کرے افاد ھذین الامام الطحاوی فی شرح معانی الاٰثار **افادہ ثالثہ** اب کہ ملاجی نے پیٹ بھر کر رد احادیث سے فراغت پائی عقل پر عنایت کی باری آئی فرماتے ہیں۔ جمع صوری سفر میں از راہِ عقل کے بھی واہی ہے کہ جمع رخصت ہے اور جمع صوری مصیبت کہ آخر جز اور اول جز نماز کا پہچاننا اکثر خواص کو نہیں ممکن چہ جائے عوام **اقول** ملاجی بیچارے جو شامتِ ایام سے مقابلہ شیران حنفیہ میں آپھنسے وہ چوکڑی بھولے ہیں کہ اپنی اجتہادی آزادی بھی یاد نہیں یا تو وہ جوشش تھے کہ ابوحنیفہ و شافعی کی تقلید بدعت حرام شرک یا اب جا بجا ایک ایک مقلد مالکی شافعی کے ٹھیٹ مقلد بنے ہیں رطب یا بس جہاں جو کچھ کلام کسی مقلد کا مل جاتا ہے اگرچہ کیسا ہی پوچ اور ضعیف ہو واللہ بسم اللہ کہہ کر اُسے آنکھوں سے لگاتے سر پر رکھتے بے سمجھے بوجھے ایمان لے آتے ہیں۔ یہ اعتراض بھی حضرت نے بعض مالکیہ و شافعیہ

کی تقلید جامد کے صدقے میں پایا ہے مگر شوخ چشمی یہ کہ علمائے حنفیہ جو طرح طرح اُس کی دھجیاں اڑا چکے اُن سے ایک کان گونگا ایک بہرا کر لیا اور پھر اُسی رد شدہ بات باطل و بے ثبات کو پیش کر دیا۔ بہادری تو جب تھی کہ اُن قاہر جوابوں کے جواب دیتے پھر واہی تباہی جو چاہتے فرمالیتے خیر اب بعض جوابات مع تازہ افاضات لیجئے و باللہ التوفیق **اوّلاً** اللہ عزوجل نے نماز خواص و عوام سب پر یکساں فرض کی اور اُس کے لئے اوقات مقرر فرمائے اور اُن کے لئے اول وآخر بتلائے اور اُن پر واضح و عام فہم نشان بنائے کہ اُن کا ادراک ہر خاص و عام کو آسان ہو جائے ہمارے دین میں کوئی تنگی نہ رکھی اور ہم پر کسی طرح دشواری نہ چاہی ما جعل علیکم فی الدین من حرج یرید اللّٰہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر تو ہر وقت کے اول وآخر شرعی کا پہچاننا خواص و عوام سب کو آسان خصوصاً سفر میں جہاں افق سامنے اور صاف میدان جو بے تکلف اور توجہ نہ کرے الزام اُس پر ہے نہ شرع مطہر پر ہاں فصل مشترک حقیقی کہ آن واحد و جزء لایتجزی ہے اُس کا علم بے طرق مخصوصہ انبیاء و اولیاء عامہ بشر کی طاقت سے وراء ہے مگر نہ اُس کے ادراک کی تکلیف نہ اُس پر جمع صوری کی توقیت **ثانیاً اقول** اول وآخر کا پہچاننا تو شاید تم بھی فرض جانتے ہو کہ تقدیم و تاخیر بے عذر بالاجماع مبطل و حرام ہے کیا اللہ عزوجل نے امر محال کی تکلیف دی لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعہا فافہم **ثالثاً اقول** تحقیق تام یہ ہے کہ اوقات متصلہ میں عامہ کے لئے پانچ حالتیں ہیں وقت اول پر یقین اُس پر ظن دونوں میں شک آخر کا ظن اُس کا یقین فقہیات میں ظن ملتحق بیقین ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا تو بین الوقتین حکماً بھی اصلاً فاصل نہیں مسئلہ تحرّی و مسئلہ صلاۃ الفجر فی آخر الوقت وغیرہما میں تصریحات علماء دیکھئے **رابعاً اقول** کس نے کہا کہ جمع صوری میں وصل حقیقی بے فصل آنی لازم ہے حدیث مذکور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بروایت صحیح بخاری و حدیث امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بروایت ابی داؤد دیکھئے مصطفیٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت پر نثار حضور نے عوام ہی کے ارشاد کو یہ ناز ملحوظ رکھی کہ مغرب آخر شفق میں پڑھ کر قدرے انتظار فرمایا پھر عشاء پڑھی یا بین الصلاتین کھانا ملاحظہ فرمایا اور لطف الٰہی یہ کہ تمام احادیث جمع میں اگر منقول ہے تو حضور پُر نور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل۔ اس کے اُمت کو بھی ارشاد کہ جسے ضرورت ہو ایسا ہی

کرلے اسی حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے جس میں بروایت صحیح بخاری ثابت کہ دو نمازوں کے بیچ میں قدرے انتظار فرمایا تو آپ کے جہل کا خود رخصت عطا فرمانے والے رؤف رحیم حلیم علیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لحاظ کرلیا تھا مگر افسوس کہ اب بھی آپ کو شکایت اور رحمت کا نام معاذ اللہ مصیبت ہے ہر عاقل جانتا ہے کہ مسافر کو بار بار اترنے چڑھنے وضو نماز کا جدا جدا سامان کرنے سے یہ بہت آسان ہے کہ ایک بار اتر کر دفعۃً دونوں نمازوں سے فارغ ہولے اول قریب آخر پڑھے اور ایک لطیف انتظار کے بعد آخر اپنے اول میں اس کا انکار صریح مکابرہ ہے ہاں یہ کہیئے کہ وقت گزار کر پڑھنے کی اجازت ملے تو اور آسانی ہے **اقول** دن ٹال کر گھر پہنچ کر اکٹھی پڑھ لینے کی رخصت ہو تو اور آسانی ہے اور بالکل معاف ہوجائے تو پوری چھٹی رخصت میں آسانی درکار ہے پوری آسانی کس نے مانی **خامسا** احمد، بخاری، مسلم، ابوداود، نسائی، طحاوی وغیرہم بطریق عمرو بن دینار عن جابر بن زید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی وھذا لفظ مسلم قال صلیت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثمانیا جمیعا و سبعا جمیعا قلت یا ابا الشعثاء اظنہ اخر الظھر وعجل العصر واخر المغرب وعجل العشاء قال وانا اظن ذلک مالک احمد مسلم ابوداود ترمذی نسائی طحاوی وغیرہم اسی جناب سے بطریق شتی والفاظ عدیدہ راوی وھذا حدیث مسلم بطریق زھیر نا ابو الزبیر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الظھر والعصر جمیعا بالمدینۃ فی غیر خوف ولا سفر قال ابو الزبیر فسألت سعیدا لم فعل ذلک فقال سألت ابن عباس کما سألتنی فقال اراد ان لا یحرج احد من امتہ و فی اخری لہ وللترمذی بطریق حبیب بن ابی ثابت عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین الظھر والعصر و بین المغرب والعشاء بالمدینۃ فی غیر خوف ولا مطر وللطحاوی عن صالح مولی التوأمۃ عن ابن عباس فی غیر سفر ولا مطر و فی لفظ للنسائی **اخبرنا** قتیبۃ **ثنا** سفیان عن عمرو عن جابر بن زید عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال صلیت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالمدینۃ ثمانیا جمیعا و سبعا جمیعا اخر الظھر وعجل العصر واخر المغرب وعجل العشاء فی

لفظلہ عن عمرو بن هرم عن جابر بن زید عن ابن عباس انه صلی بالبصرة الاولی والعصر لیس بینهما شیئ و المغرب والعشاء لیس بینهما شیئ فعل ذلك من شغل وزعم ابن عباس انه صلے مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بالمدینة الاولی والعصر ثمان سجدات لیس بینهما شیئ ولمسلم بطریق الزبیر بن الخریت عن عبد الله بن شقیق ان التاخیر کان لاجل خطبة خطبها وله بطریق عمران بن جدیر عن عبد الله المذکور عن ابن عباس فی القصه قال کنا نجمع بین الصلاتین علی عهد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وللطحاوی من هذا الوجه قد کان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یجمع بینهما بالمدینة ان روایات صحاح سے واضح کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی حالت میں کہ نہ خوف تھا نہ سفر نہ مرض نہ مطر محض بلا عذر خاص مدینہ طیبہ میں ظہر و عصر اور مغرب و عشا بجماعت جمع فرمائیں سفر و خطر و مطر کی نفی تو خود احادیث میں مذکور اور مرض بلکہ ہر عذر ملجی کی نفی سوق بیان سے صاف مستفاد معہذا جب نمازیں جماعت سے تھیں تو سب کا مریض و معذور ہونا مستبعد پھر راوی حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اسی بنا پر صرف طول خطبہ کے سبب تاخیر مغرب و استناد جمع مذکور انتفائے اعذار پر صریح دلیل حالانکہ مقیم کے لئے بے عذر جمع وقتی ملاجی بھی حرام جانتے ہیں حدیث مسلم انما التفریط علی من لم یصل الصلاۃ حتی یجیئ وقت الصلوٰۃ الاخری کے جواب میں فرمائیں گے، یہ حدیث اسی شخص کے حق میں ہے کہ بلا عذر نماز میں تاخیر کرے حدیث امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان الجمع بین الصلاتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر کے جواب میں کہہ چکے ہیں، منع کرنا عمر کا جمع بین الصلاتین سے حالت اقامت میں بلا عذر تھا جیسا کہ شاہد ہے اس تاویل پر اتفاق جمہور صحابہ و من بعدہم کا اوپر عدم جواز جمع بلا عذر کے تو اس حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں جمع فعلی مراد لینے سے چارہ نہیں اور خود ملاجی نے امام ابن حجر شافعی اور اُن کے توسط سے امام قرطبی و امام الحرمین و ابن الماجشون و ابن سید الناس وغیرہم سے یہاں ارادۂ جمع فعلی کی تقویت و ترجیح نقل کی معہذا قطع نظر اس سے کہ روایت صحیحین میں حضرت ابن عباس کے تلامذہ و [illegible] بیان حدیث جابر بن زید و عمرو بن دینار نے ظناً حدیث کا یہی محمل مانا قال ابن سید الناس

دراوی الحدیث ادری بالمراد من غیرہ روایت نسائی میں خود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس جمع کیے جمع فعلی ہونے کی تصریح فرمادی کہ ظہر و مغرب میں دیر کی اور عصر و عشا میں جلدی یہ خاص جمع صوری ہے اب کسی کو محل سخن نہ رہا تمہارے امام شوکانی غیر مقلد نے نیل الاوطار میں کہا مما یدل علی تعیین حمل حدیث الباب علی الجمع الصوری ما اخرجہ النسائی عن ابن عباس روذکر لفظہ قال فہذا ابن عباس راوی حدیث الباب قد صرح بان مارواہ من الجمع المذکور ھو الجمع الصوری شوکانی نے اس ارادہ کے اور چند مؤیدات بھی بیان کئے اور انکار جمع صوری اور آپ کے زعم باطل مصیبت کی اپنی بساط بھر خوب خوب خبریں لی ہیں جی میں آئے تو ملاحظہ کریجیے بالجملہ شک نہیں کہ حدیث میں مراد جمع صوری ہے اب اسی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تصریح موجود ہے کہ یہ جمع حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنظر رحمت و آسانی اُمت کی تھی ملاجی اب اپنی مصیبت کی خبریں کہیے سادسا عجب تر یہ کہ یہی صاحب جنہوں نے جمع صوری کو باعث مشقت و منافی رخصت مانا خود اسی حدیث ابن عباس کو جمع صوری سے تاویل کر گئے کما افاد الامام الزیلعی وغیرہ یہ صریح مناقضت ہے **اقول** ملاجی تو تقلید جامد کا جامہ پہنے بیٹھے ہیں اس تناقض میں بھی تقلید کر گئے حدیث طبرانی مفید جمع صوری کہ عنقریب آتی ہے حضرت اُس کے جواب میں ان کی بول لیتے ہیں کہ اس میں کیفیت اُس جمع کی ہے جو قیام میں بلاعذر آنحضرت نے جمع کی تھی جیسا کہ روایت میں ابن عباس کی ہے کہ آنحضرت[عہ] نے حالت قیام میں مدینہ میں جمع صوری کی تھی ملاجی ذرا آنکھ ملا کر بات کیجئے اب وہ مصیبت رحمت و رأفت کیونکر ہو گئی سابعا حدیث حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی احمد و ابوداود و ترمذی جس میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زنان مستحاضہ کے لئے جمع صوری پسند فرمائی ہے ملاجی کو وہاں بھی یہی عذر معمولی پیش آیا کہ وہ مقیم تھی پس مقیم پر مسافر کی نماز کو قیاس مع الفارق ہے **اقول** ملاجی جمع صوری تو عوام کیا خواص کو بھی نہ صرف دشوار بلکہ ناممکن تھی وہ بھی سفر کے کھلے میدانوں میں اب کیا دنیا پلٹی کہ پردہ نشین زنان[۱]

[۱] یعنی یہ حکم اب بھی ہر مستحاضہ کے لئے ہے تو ثابت ہوا کہ پردہ نشین زنان ناقصات العقل کو جمع صوری میسر ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[عہ] صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ناقضات العقل کے لئے گھر کی چار دیواریوں میں ممکن ہوگئی **ثامنا** عبدالرزاق مصنف میں بطریق عمرو بن شعیب راوی قال قال عبد اللہ جمع لنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقیما غیر مسافر بین الظہر والعصر والمغرب والعشاء فقال رجل لابن عمر لم ترے النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعل ذلک قال لان لا تحرج امتہ ان جمع رجل ابن جریر اُس جناب سے باین لفظ راوی خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فکان یؤخر الظہر ویعجل العصر فیجمع بینہما ویؤخر المغرب ویعجل العشاء فیجمع بینہما نیز ابن جریر کی دوسری روایت میں اُسی جناب سے یوں ہے اذا یادر احدکم الحاجۃ فشاء ان یؤخر المغرب ویعجل العشاء ثم یصلیھما جمیعا فعل ان حدیثوں سے بھی ظاہر کہ جمع صوری میں بیشک آسانی ورحمت اور وقت حاجت عام لوگوں کو اس کی اجازت **تاسعا** عبدالرزاق صفوان بن سلیم سے راوی قال جمع عمر بن الخطاب بین الظہر والعصر فی یوم مطیر یعنی امیر المؤمنین فاروق اعظم نے مینہ کے سبب ظہر و عصر جمع کی **اقول** ظاہر ہے کہ امیر المؤمنین کے نزدیک جمع وقتی حرام و گناہ کبیرہ ہے جس کا بیان ان شاء اللہ المنان فصل چہارم میں آتا ہے لاجرم جمع صوری فرمائی **عاشرا** طبرانی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین المغرب والعشاء یؤخر ھذہ فی اٰخر وقتھا ویعجل ھذہ فی اول وقتھا حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مغرب و عشا کو جمع فرماتے مغرب کو اُس کے آخر وقت میں پڑھتے اور عشا کو اُس کے اول وقت میں)۔ یہ وہی حدیث طبرانی ہے جس میں جمع صوری ملاجی ابھی ابھی مان چکے ہیں اس کی نسبت باقی کلام کا رد ان شاء اللہ العزیز آئندہ آتا ہے۔ غرض شاباش ہے تمہارے جگرے کو کہ صحیح حدیثوں کے رد و ابطال کو کوئی دقیقہ مغالطہ جاہلین و مکابرۂ عالمین و تقلید مقلدین کا اٹھا نہ رکھو اور پھر عمل بالحدیث کی شیشی کو ٹھیس تک نہ لگے۔ ع چوں وضوئے محکم بی بی تمیز **افادۂ رابعہ** الحمد للہ جب کہ احادیث جمع صوری کی صحت مہر نیمروز و ماہ نیم ماہ کی طرح روشن ہوگئی تو اب جس قدر حدیثوں میں مطلق جمع بین الصلاتین وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر و عصر یا مغرب و عشا کو جمع فرمایا یا عصر و عشا سے ملانے کو ظہر و مغرب میں تاخیر فرمائی و امثال ذالک کسی میں مخالف کے لئے اصلا حجت

نہ رہی سب اسی جمع صوری پر محمول ہونگی اور استدلال مخالف احتمالِ موافق سے مطرود و مخذول مثل حدیث[3] بخاری و مسلم و مالک و دارمی و نسائی و طحاوی و بیہقی بطریق سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم و مسلم و مالک و نسائی و طحاوی بطریق نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یجمع بین المغرب والعشاء اذا جد به السیر و فی لفظ لمسلم والنسائی من طریق سالم رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا اعجله السیر فی السفر یؤخر صلوٰۃ المغرب حتی یجمع بینھما و بین صلاۃ العشاء یہ معنی مجمل بروایات سالم و نافع مستفیض ہیں فرواہ البخاری عن ابی الیمان[1] والنسائی عن بقیۃ[2] و عثمان[3] کلھم عن شعیب بن ابی حمزۃ و مسلم عن ابن وھب عن یونس[4] والبخاری عن علی[5] بن المدینی و مسلم عن یحیی[6] بن یحیی و قتیبۃ[7] بن سعید و ابی[8] بکر بن ابی شیبۃ و عمرو[9] الناقد والدارمی عن محمد[10] بن یوسف والنسائی عن محمد[11] بن منصور والطحاوی عن الحمانی[12] ثمانیتھم عن سفیان بن عیینۃ ثلثتھم اعنی شعیبا و یونس و سفیٰن عن الزھری عن **سالم** و مسلم عن یحیی[13] بن یحیی والنسائی عن قتیبۃ[14] والطحاوی عن ابن وھب[15] کلھم عن مالک والنسائی بطریق عبد الرزاق ثنا معمر عن موسٰی[16] بن عقبۃ والطحاوی عن لیث[17] والبیہقی فی الخلافیات من طریق یزید بن ھارون عن یحیی[18] بن سعید اربعتھم **نافع** کلاھما عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما **حدیث**[4] معلق بخاری و وصلہ البیہقی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یجمع بین صلاۃ الظھر والعصر اذا کان علی ظھر سیر و یجمع بین المغرب والعشاء وھو عند مسلم و آخرین بذکر غزوۃ تبوک ولابن ماجۃ من طریق ابراھیم بن اسمٰعیل عن عبد الکریم عن مجاھد و سعید بن جبیر و عطاء بن ابی رباح و طاؤس اخبرہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ اخبرھم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجمع بین المغرب والعشاء فی السفر من غیر ان یعجلہ شیئ ولا یطلبہ عدو ولا یخاف شیئا **قلت** ابراھیم ھذا ھو ابن اسمٰعیل بن مجمع الانصاری ضعیف و عبد الکریم ان لم یکن ابن مالک الجزری فابن ابی المخارق وھو اضعف و اضعف والمعروف حدیثہ فی الجمع بالمدینۃ

رواہ الشیخان وجماعۃ کما قد منا ہ بطرقہا والفاظہا عما قریب و حدیث بخاری تعلیقا ووصلا وطحاوی وصلا عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجمع بین ھاتین الصلاتین فی السفر یعنی المغرب والعشاء و حدیث مالک وشافعی ودارمی و مسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ وطحاوی مطولا ومختصرا عن عامر بن واثلۃ ابی الطفیل عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ قال جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی غزوۃ تبوک بین الظہر والعصر وبین المغرب والعشاء قال فقلت ماحملہ علٰی ذٰلک قال فقال اراد ان لایحرج امتہ ھذا لفظ مسلم فی الصلوۃ ومثلہ للطحاوی وعند الترمذی صدرہ فقط وھو احد لفظی الطحاوی ولمالک ومن طریقہ عند مسلم فی الفضائل خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عام غزوۃ تبوک فکان یجمع الصلاۃ فصلی الظہر والعصر جمیعا والمغرب والعشاء جمیعا حتی اذا کان یوما اخر الصلوۃ ثم خرج فصلی الظہر والعصر جمیعا ثم دخل ثم خرج بعد ذٰلک فصلی المغرب والعشاء جمیعا الحدیث بطولہ وھو بعینہ الفاظ من دون زیادۃ عند ابی داؤد و حدیث مالک مرسلا ومسندا من طریق داود بن الحصین عن الاعرج عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجمع بین الظہر والعصر فی سفرہ الی تبوک ھکذا اروی عن یحیی مسندا وھو عند محمد وجمھور رواۃ الموطا عن عبد الرحمن بن ھرمز مرسلا وعبد الرحمن ھو الاعرج وھو عند البزار عن عطاء بن یسار عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجمع بین الصلاتین و حدیث احمد وابن ابی شیبۃ بطریق حجاج بن ارطاۃ مختلف فیہ عن عمرو شعیب عن ابیہ عن جدہ وھو عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما قال جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بین الصلاتین فی غزوۃ بنی المصطلق و حدیث ترمذی فی کتاب العلل حدثنا ابو السائب عن الجریری عن ابی عثمان عن اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جد بہ السیر جمع بین الظہر والعصر والمغرب والعشاء قال الترمذی سألت محمدا یعنی البخاری

عن ھذا الحدیث فقال الصحیح ھو موقوف عن اسامۃ بن زید و **حدیث** احمد بطریق ابن لھیعۃ عن ابی الزبیر قال سألت **جابرا** رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھل جمع رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بین المغرب والعشاء قال نعم عام غزونا بنی المصطلق و **حدیث** ابن ابی شیبہ و ابوجعفر طحاوی اما الاول فبطریق ابن ابی لیلی عن ھذیل و اما الاٰخر فعن ابی قیس الاودی عن ھذیل بن شرحبیل عن **عبد اللہ بن مسعود** رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع و لفظ الاٰخر کان یجمع بین الصلاتین فی السفر وللطبرانی فی معجمیہ الکبیر والاوسط عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال جمع رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ و وسلم بین الظھر والعصر والمغرب والعشاء فقیل لہ فی ذلک فقال صنعت ذلک لئلا تحرج امتی و **حدیث** طبرانی فی المعجم الاوسط عن ابی نضرۃ عن **ابی سعید الخدری** رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین الصلاتین فی السفر **حدیث** مرسل و بلاغ مالک انہ بلغہ عن **علی بن حسین** ھو ابن علی رضی اللہ تعالےٰ عنھما انہ کان یقول کان رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اراد ان یسیر یومہ جمع بین الظھر والعصر و اذا اراد ان یسیر لیلۃ جمع بین المغرب والعشاء ولہذا سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤطا شریف میں حدیث جمع روایت کرکے فرماتے ہیں بھذا ناخذ والجمع بین الصلاتین ان تؤخر الاولیٰ منھما فتصلی فی اٰخر وقتھا و تعجل الثانیہ فتصلی فی اول وقتھا یعنی جو اس حدیث میں آیا کہ سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر تبوک میں ظہر و عصر جمع فرماتے ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور جمع کے معنی جمع صوری ہیں) ملاجی تو ایک ہوشیار ان احادیث اور ان کے امثال کو محتمل و بے سود سمجھ کر خود بھی زبان پر نہ لائے اور اغوائے عوام کے لئے یوں گول اور پردہ کہہ گئے کہ

جمع بین الصلاتین فی سفر صحیح اور ثابت ہے رسول اللہ سے بروایت جماعت عظیمہ کے صحابہ کبار سے پھر پندرہ صحابہ کرام کے اسمائے طیبہ گنا کر خود ہی کہا۔ لاکن مجموعہ روایات میں بعضی ایسی ہیں کہ ان میں فقط جمع کرنا رسول اللہ کا دو نمازوں کو بیان کیا ہے کیفیت جمع کی بیان نہیں کی ہیں حنفی لوگ ان

[illegible]

حدیثوں میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد اس سے جمع صوری ہے اس لئے وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالف کی دخل نہیں ذکر کرتے ہیں تو منصفین با فہم اُن حدیثوں مجمل الکیفیت کو بھی انہیں احادیث مبینۃ الکیفیت پر محمول سمجھیں اھ ملخصا **اقول** بالفرض اگر جمع صوری ثابت نہ ہوتی تاہم محتمل تھی اور احتمال قاطع استدلال نہ کہ جب آفتاب کی طرح روشن دلیلوں سے جمع صوری کا احادیث صحیحہ سے ثبوت ظاہر تو اب براہ تلبیس پندرہ صحابہ کی روایت سے اپنے مطلب کا ثبوت صحیح بتانا اور جابجا عوام کو دہشت دلانے کے لئے کہیں چودہ کہیں پندرہ سنانا کیا مقتضائے ملائیت ابتو ملاجی کی تحریر خود اُن پر بازگشتی تیر ہوئی کہ جب احادیث صحیحہ صریحہ سے جمع صوری ثابت تو منصفین با فہم اُن حدیثوں مجمل الکیفیۃ کو بھی انہیں احادیث مبینۃ الکیفیۃ پر محمول سمجھیں رہے وہ صحابہ جن کی روایات اپنے زعم میں صریح سمجھ کر لائے اور نص مفسر ناقابل تاویل کہتے ناظرین نقاد کا خوف نہ لائے وہ صرف چار ہیں دو جمع تقدیم دو جمع تاخیر میں اُن روایات کا حال بھی عنقریب انشاء اللہ القریب المجیب کھلا جاتا ہے اُس وقت ظاہر ہوگا کہ دعوے کردینا آسان ہے مگر ثبوت دیتے تین ہاتھ کا پیرا نا ہے۔ وللہ الحجۃ السامیہ۔

فصل دوم ابطال دلائل جمع تقدیم

واضح ہو کہ جمع تقدیم غایت درجہ ضعف وسقوط میں ہے حتی کہ بہت علمائے شافعیہ و مالکیہ تک معترف ہیں کہ اُس کے باب میں کوئی حدیث صحیح نہ ہوئی مگر ملاجی اپنی ملائیت کے بھروسے بیڑا اٹھا کر چلے ہیں کہ اُسے احادیث صحیحہ صریحہ مفسرہ قاطعہ سے ثابت کر دکھائیں گے ؎ چلا تو ہے وہ بت سیم تن شب وعدہ ؛ اگر حجاب نہ روکے حیا نہ یاد آئے ؛ جمع تقدیم و تاخیر دونوں کی نسبت حضرت کے یہی دعوے ہیں ابھی سن چکے کہ وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالف کی دخل نہیں پھر بعد ذکر احادیث فرمایا یہ ہیں دلائل ہمارے جواز جمع پر جن میں کسی طرح عذر اور تاویل اور جرح اور قدح کو دخل نہیں آخر کتاب میں فرمایا نصوص قاطعہ تاویل اس سے اوپر لکھا احادیث صحاح جو جمع بین الصلاتین

پر قطعاً اور یقیناً دلالت کرتی ہیں۔ بہت اچھا، ہم بھی مشتاق ہیں مگر بے حاصل سے

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا ٭ جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

حضرت بکمال عرق ریزی دو حدیثیں تلاش کرکے لائے وہ بھی ثمرۂ نظر شریف نہیں بلکہ مقلدین شافعیہ کی تقلید جامد سے **حدیث اول** بعض طرق حدیث سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ اس جناب سے روایت صحیحہ معروفہ مشہورہ مرویہ کبار ائمہ تو وہ تھی جو ان احادیث مجملہ سے حدیث چہارم میں گزری جس میں سوا جمع کے کوئی کیفیت مخصوصہ مذکور نہ تھی جماہیر ائمہ و حفاظ نے اُسے یوہیں روایت کیا رواہ عن ابی الزبیر عن ابی الطفیل عن معاذ جماعۃ من الحفاظ منھم سفیان الثوری وقرۃ بن خالد ومالک بن انس واٰخرون اما سفیٰن فعند ابن ماجۃ واما قرۃ فعنہ خالد بن الحارث عند مسلم وعبد الرحمٰن بن مھدی عند الطحاوی واما مالک فعنہ الشافعی فی مسندہ وابن وھب عند الطحاوی وابو القاسم عند النسائی وابو علی الحنفی عند الدارمی وعن الدارمی مسلم فی صحیحہ یہی اہل علم کے نزدیک معروف ہے مگر ایک روایت غریبہ شاذہ بطریق لیث بن سعد عن یزید بن ابی حبیب عن ابی الطفیل یوں آئی ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان فی غزوۃ تبوک اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس اخر الظھر حتی یجمعھا الی العصر فیصلیھا جمیعا واذا ارتحل بعد زیغ الشمس صلی الظھر والعصر جمیعا ثم سار وکان اذا ارتحل قبل المغرب اخر المغرب حتی یصلیھا مع العشاء واذا ارتحل بعد المغرب عجل فصلاھا مع المغرب رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن حبان والحاکم والدارقطنی والبیہقی زاد الترمذی بعد قولہ اذا ارتحل بعد زیغ الشمس عجل العصر الی الظھر وصلی الظھر والعصر جمیعا الحدیث یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ فرماتے تو ظہر میں دیر کرتے یہاں تک کہ اُسے عصر سے ملاتے تو دونوں کو ساتھ پڑھتے اور جب دوپہر کے بعد کوچ فرماتے تو عصر میں تعجیل کرتے اور ظہر و عصر ساتھ پڑھتے پھر چلتے اور جب مغرب سے پہلے کوچ کرتے تو مغرب میں تاخیر فرماتے یہاں تک کہ عشا کے ساتھ پڑھتے اور مغرب کے بعد کوچ فرماتے تو عشا میں تعجیل کرتے

اُسے مغرب کے ساتھ پڑھتے) امام ترمذی فرماتے ہیں یہ غریب ہے معروف روایت ابی الزبیر ہے حیث قال حدیث اللیث عن یزید بن ابی حبیب عن ابی الطفیل عن معاذ حدیث غریب والمعروف عند اھل العلم حدیث معاذ من حدیث ابی الزبیر عن ابی الطفیل عن معاذ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمع فی غزوۃ تبوک بین الظھر والعصر وبین المغرب والعشاء رواہ قرۃ بن خالد وسفیٰن الثوری ومالك وغیر واحد عن ابی الزبیر المکی پھر ائمہ شان مثل ابوداؤد وترمذی وابوسعید بن یونس فرماتے ہیں اسے سوا قتیبہ بن سعید کے کسی نے روایت نہ کیا یہاں تک کہ بعض ائمہ نے اُس پر غلط ہونے کا حکم فرمایا کما نقلہ الامام البدر فی العمدۃ والشوکانی الظاھری فی شرح المنتقی عن الحافظ ابی سعید بن ابی یونس امام ابوداود نے منکر کہا کما فی البدر المنیر وعنہ فی النیل بلکہ رئیس الناقدین امام بخاری نے اشارہ فرمایا کہ یہ حدیث نہ لیث نے روایت کی نہ قتیبہ نے لیث سے سنی بلکہ خالد بن قاسم مدائنی متروک بالاجماع مطعون بالکذب نے قتیبہ کو دھوکا دے کر ان سے روایت کرادی اُس کی عادت تھی کہ براہ مکر وحیلہ شیوخ پر اُن کی ناشنیدہ روایتیں داخل کردیتا لاجرم حاکم نے علوم الحدیث میں اُس کے موضوع ہونے کی تصریح کی یہ سب باتیں علمائے حنفیہ مثل امام زیلعی شارح کنز وامام بدر عینی شارح صحیح بخاری وعلامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ کے سوا شافعیہ ومالکیہ ظاہریہ قائلان جمع بین الصلاتین مثل امام قسطلانی شافعی شارح بخاری وعلامہ زرقانی مالکی شارح مؤطا ومواہب وشوکانی ظاہری شارح منتقی وغیرہم نے امام ابن یونس وامام ابوعبداللہ حاکم وامام المحدثین بخاری سے نقل کیں بلکہ انہیں نے اور ان کے غیر مثل صاحب بدر منیر وغیرہ نے امام ابوداود سے حکم مطلق نقل کیا کہ جو مضمون اس روایت کا ہے اس باب میں اصلاً کوئی حدیث قابل استناد نہیں کما سیاتی انشاء اللہ تعالٰی تو باوصف تصریحات ائمہ شان خصوصاً بخاری کے پھر ملاجی کا اس روایت کی تصحیح میں عرق ریزی سے حاصل اور توثیق لیث وقتیبہ وغیرہما رواۃ وقبول تفرد ثقہ کے اثبات میں تطویل لاطائل کرنا کیسی جہالت فاحشہ ہے کس نے کہا تھا کہ قتیبہ یا لیث یا یزید بن ابی حبیب یا معاذ اللہ حضرت ابوالطفیل

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضعیف ہیں ملا جی بایں پیرانہ سالی ودعوائے محدثی ابھی حدیث معلول ہی کو نہیں جانتے کہ اس کے لئے کچھ ضعف راوی ضرور نہیں بلکہ باوصف وثاقت وعدالت رواۃ حدیث میں علت قادحہ ہوتی ہے کہ اس کا رد واجب کرتی ہے جسے بخاری وابوداود وغیرہما سے ناقدین پہچانتے ہیں، بخاری وابوسعید وحاکم نے بھی تو قتیبہ پر جرح نہ کی تھی بلکہ یہ کہا تھا کہ انہیں دھوکا دیا گیا غلط میں پڑ گئے پھر اس سے عدالت قتیبہ کو کیا نقصان پہنچا وثاقت قتیبہ سے حدیث کو کیا نفع ملا ہاں یہ دفتر توثیق اپنے پیشوا ابن حزم غیر مقلد لامذہب کو سنائیے جس خبیث اللسان نے آپ کی اس روایت کے رد میں سیدنا ابو الطفیل صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عیاذاً باللہ مقدوح ومجروح بتایا جسے دوسرے غیر مقلد شوکانی نے نقل کیا۔ غیر مقلدوں کی عادت ہے کہ جب حدیث کے رد پر آتے ہیں خوف خدا و شرم دنیا سب بالائے طاق رکھ جاتے ہیں اسی ابن حزم نے باجے حلال کرنے کے لئے صحیح بخاری شریف کی صحیح ومتصل حدیث کو بزعم تعلیق رد کیا جس کا بیان امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح صحیح مسلم شریف میں فرمایا وہی ڈھنگ موصول کو معلق مسند کو مرسل بنا کر احادیث صحیحہ جیدہ کو رد کرنے کے آپ نے سیکھے ہیں کما تقدم ومن یشبہ اباءہ فما ظلم ثم **اقول** وتحسین الترمذی یرجع الی حدیث معاذ لقولہ حدیث معاذ حدیث حسن غریب واذا اتی علی ہذہ الروایۃ لم یحسنہ انما قال وحدیث اللیث عن یزید غریب وافاد انہ خلاف المعروف فقال والمعروف عند اھل العلم حدیث معاذ الخ واما ابن حیان فلا نعلم لہ فضلا علی ابی سعید بن یونس فانہ ایضا ثقۃ ثبت حافظ امام من ائمۃ الشان کلاھما من الاقران من تلامذۃ الامام النسائی ابی عبد الرحمن وابن یونس لنزاھتہ من نفس فلسفی احب الی الناس من ابن حبان وقد قال الامام ابو عمرو بن الصلاح فی طبقات الشافعیۃ ربما غلط الغلط الفاحش فی تصرفاتہ کما نقلہ الذہبی فی تذکرۃ الحفاظ فانی یدانی ابا داود فضلا ان یوازیہ فضلا عن یباریہ فضلا عن ذاک الجبل الجلیل محمد بن اسماعیل وقد عرف بالتساہل فی باب التصحیح بل والتحسین ھو والترمذی کما نص علیہ الائمۃ وحققناہ فی رسالتنا

مدارج طبقات الحدیث ۱۳۱۳ھ علی ان الجارح مقدم فی مثل المقام فان من
اثبت فانما نظر الی ثقۃ الرواۃ ولم یطلع علی ما اطلع علیہ غیرہ من العلۃ ومن یعلم
قاض علی من لا یعلم واللہ اعلم من کل اعلم **ثم اقول** اس روایت میں اسی طرح مقال
واقع ہوئی اور ہنوز کلام علماء طویل ہے مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کہتا ہے نظر تحقیق کو رخصت تدقیق دیجئے تو
اس روایت کا کونسا حرف جمع حقیقی میں نص ہے اُس کا حاصل تو صرف اس قدر کہ حضور والا صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم سفر تبوک میں ظہر وعصر کو جمع فرماتے اگر دوپہر سے پہلے کوچ ہوتا تو راہ میں اُتر کر
ورنہ منزل ہی پر، پہلی صورت میں جمع بعد سیر ہوتی اور دوسری میں سیر بعد جمع پھر اس میں جمع صوری کا
خلاف کیا ہوا حدیث کا کونسا لفظ حقیقی کی تعیین کر رہا ہے اذا ارتحل بعد زیغ الشمس میں خواہی
نخواہی بعدیت متصلہ پر کیا دلیل ہے بلکہ اس کے عدم پر دلیل قائم کہ جزء اصلی شمار ہے بلکہ الفاظ اخر
الظہر وعجل العصر سے جمع صوری ظاہر ہے ظہر دیر کرکے پڑھی عصر جلد پڑھی اس سے یہی معنی مفہوم
ومتبادر ہوتے ہیں کہ ظہر اپنے آخر وقت میں عصر اپنے شروع وقت میں نہ یہ کہ ظہر عصر میں پڑھی جائے
یا عصر ظہر میں ولہذا علمائے کرام مثل امام اجل طحاوی وابو الفتح ابن سید الناس وغیرہما بلکہ ان کے علاوہ
آپ کے امام شوکانی نے بھی ان الفاظ تاخیر وتعجیل کو جمع صوری کی صریح دلیل مانا شرح منتقی میں کہا
مما یدل علی تعیین حمل حدیث الباب علی الجمع الصوری ما اخرجہ النسائی عن ابن
عباس بلفظ صلیت مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الظہر والعصر جمیعا والمغرب
والعشاء جمیعا اخر الظہر وعجل العصر واخر المغرب وعجل العشاء وھذا ابن عباس
راوی حدیث الباب قد صرح بان ما رواہ من الجمع المذکور ھو الجمع الصوری اُسی میں
ہے ومن المؤید ان للحمل علی الجمع الصوری ایضا ما اخرجہ ابن جریر عن ابن عمر قال
خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکان یؤخر الظہر ویعجل العصر فیجمع بینہما
ویؤخر المغرب ویعجل العشاء فیجمع بینہما وھذا ھو الجمع الصوری یعنی ظہر ومغرب کا جب وقت کھو دینا ٹھہرا تو عصر وعشاء میں
جلدی کاہے کی اطمینان سے منزل پر پہنچ کر دونوں پڑھ لی جاتیں ہاں جمع صوری اُن کی تعجیل ہی سے ممکن

توحدیث اُسی طرف ناظر بالجملہ شک نہیں کہ یہ روایت بھی انہیں احادیث مجملۃ الکیفیۃ سے ہے جسے ملاجی نے خواہی نخواہی جمع حقیقی میں نص مفسر ناقابل تاویل مان لیا۔ الحمد للہ اس تحریر کے بعد مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے مطالعہ نے ظاہر کیا کہ مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے حدیث کی یہی تفسیر کی جو فقیر نے تقریر کی۔ فرماتے ہیں (جمع بین الظہر والعصر) ای فی المنزل بان اخر الظہر الی اخر وقتہ وعجل العصر فی اول وقتہ پھر فرمایا (جمع بین المغرب والعشاء) ای فی المنزل کما سبق حدیث دوم اور تم نے کیا جانا کیا حدیث دوم وہ حدیث جسے جمع صلاتین سے اصلاً علاقہ نہیں جس میں اثبات جمع کا نشان نہیں بو نہیں گمان نہیں خود قائلین جمع نے بھی اُسے مناظرہ میں پیش نہ کیا ہاں بعض علمائے شافعیہ نے شرح حدیث میں استطراداً جس طرح شراح بعض فوائد زوائد حدیث سے استنباط کر جاتے ہیں لکھ دیا کہ اس میں جمع سفر پر دلیل ہے ملاجی چار طرف ٹٹول میں تھے ہی تقلید جامد شافعیہ کی لاٹھی پکڑے آنکھیں بند کئے پہنچے فیہ دلیل پر ہاتھ پڑا الحکم لکل ساقطۃ لاقطۃ جھٹ خوش خوش اٹھا لائے اور معرکہ مناظرہ جاری وہ کیا یعنی حدیث صحیحین عن ابی جحیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ خرج علینا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالہاجرۃ الی البطحاء فتوضأ فصلی لنا الظہر والعصر ولفظ البخاری خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالہاجرۃ فصلی بالبطحاء الظہر رکعتین والعصر رکعتین سچ تو یہ ملاجی کی داد نہ فرماؤ اب کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت اسے جمع حقیقی کی دلیل نہ صرف دلیل بلکہ صاف صریح ناصالح تاویل بتا نا کن کھلی آنکھوں کا کام ہے سبحان اللہ حدیث کا مفاد صرف اتنا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دوپہر کو یا ظہر کے اول وقت یا عصر سے پہلے خیمۂ اقدس سے برآمد ہو کر وضو کیا اور ظہر و عصر اسی موضع بطحا میں ادا فرمائیں اس میں تو مطلق جمع بھی نہ نکلی نہ کہ جمع حقیقی میں نص ہو ملاجی تو آپ جانیں ایک ہوشیار ہیں خود سمجھے کہ حدیث مطلب سے محض بے علاقہ ہے لہذا یہ نامندمل زخم بھرنے کو بشرم عوام کچھ عربی بولے اور یوں اپنی نحو دانی کے پردے کھولے کہ بالہاجرہ خروج وضو و صلاۃ سب کی ظرف ہے اور فائے ترتیب بے مہلت کے لئے تو مقتضائے فا معنے یہ ہوئے کہ یہ سب کام ہاجرہ ہی میں ہو لئے ظاہر یہی ہے تو اس سے عدول بے مانع قطعی نارو اعلاوہ بریں عصر ظہر پر معطوف اور صلی توضا سے بے مہلت مربوط

تو معطوف معمول کو جدا کر لینا کیونکر جائز اھ ملخصا مھذبا مترجما اس پر بہت وجوہ سے رد ہیں مثلاً اول فا کو ترتیب ذکری کافی مسلم الثبوت میں ہے الفاء للترتیب علی سبیل التعقیب ولو فی الذکر ثانی عدم مہلت ہر جگہ اُس کے لائق ہوتی ہے کما فی فواتح الرحموت تزوج فولدلہ میں کون کہے گا کہ نکاح کرتے ہی اُسی آن میں بچہ پیدا ہوا تو جیسے وہاں تقریباً ایک سال کا فاصلہ منافی مقتضائے فا نہیں ظہر و عصر میں دو ساعت کا فاصلہ کیوں منافی ہوگا ثالث ہاجرہ ظرف خروج ہے ممکن کہ خروج آخر ہاجرہ میں ہو کہ وضو و نماز ظہر تک تمام ہو جائے اور نماز عصر بلا مہلت اُس کے بعد ہو ہاجرہ کچھ دوپہر ہی کو نہیں کہتے زوال سے عصر تک سارے وقت ظہر کو بھی شامل ہے کما فی القاموس تو مخالفت ظاہر کا ادعا بھی محض باطل رابع حدیث مروی بالمعنے ہے، اور شاہ ولی اللہ صاحب نے تصریح کی کہ ایسی حدیث کے فاو واو وغیرہما سے استدلال صحیح نہیں کما فی الحجۃ البالغۃ یہ تلخیص و تہذیب اجوبہ ہے وقد ترکنا مثلہا فی العدد و انا اقول وبحول اللہ اصول خامس ہاجرہ کو ظرف افعال ثلثہ کہنا محض ادعائے بے دلیل ہے فا تعقیب چاہتی ہے اتحاد زمانہ نہیں چاہتی نہیں بلکہ تعدد واجب کرتی ہے کہ تعقیب بے تعدد معقول نہیں سادس ظرفیت ثلاثہ فا سے ثابت یا خارج سے اول بداہۃً باطل کما علمت بر تقدیر ثانی حدیث فالغو محض ہے کہ عصر فی الہاجرہ اُسی قدر سے ثابت پھر باوصف لغویت اُسی کی طرف اسناد کہ بمقتضائے فا یہ معنے ہوئے اور عجیب تر سابع دراصل حقیقت حجۃ الوداع میں حدیث طویل سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحیح مسلم وغیرہ میں ملاحظہ فرماتے ہیں فلما کان یوم الترویۃ توجھوا الی منی فاھلوا بالحج ورکب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصلی بہا الظھر والعصر والمغرب والعشاء والفجر جب آٹھویں ذی الحجہ کی ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حج کا احرام باندھ کر منیٰ کو چلے اور حضور پرنور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوار ہوئے تو منیٰ میں ظہر و عصر و مغرب و عشا و فجر پانچوں نمازیں پڑھیں) ملاجی وہی فا ہے وہی ترتیب وہی عطف وہی ترکیب، اب یہاں کہہ دینا کہ سوار ہوتے ہی متصل بے مہلت پانچوں نمازیں ایک وقت میں پڑھ لیں جو معنے صلی الظھر والعصر الخ کے یہاں ہیں وہی وہاں اور یہ قطعاً محاورۂ عامہ

شائعہ سائغہ ہے کہ اصلا مفید وصل صلوات نہیں ہوتا ومن ادعی فعلیہ البیان ثامن کلام متناقض ہے کہ اول کلام میں حکم وصل سے عصر کا فصل خلاف ظاہر ماننا یہ دلیل صحت ہے آخر میں کیونکر جائز کہا یہ دلیل فساد ناسخ تاویل کے لئے قطعیت مانع ضروری جاننا عجب جہل ہے کیا اگر کسی حدیث کے ظاہر سے ایک معنے متبادر ہوں اور دوسری حدیث صحیح اُس کے خلاف میں صریح تو حدیث اول کو اس کے خلاف ہی پر حمل واجب ہے کہ یہ مانع قطعی ظاہر سے عدول کیونکر ہو نقل کرنا سہل ہے محل و مقام ومقصد کلام کا سمجھنا نصیب اعدا عاشر آپ جو اپنی نصرت خیالات کو احادیث صحیحہ میں جا بجا تاویلات رکیکہ باردہ کرتے ہیں اُن کے جواز کا فتوے کہاں سے پایا مجتہدات میں قاطع کہاں مثلاً مسئلہ وقت ظہر یک مثل کے بنانے کو جو حدیث صحیح صریح صحیح بخاری حتی ساوی الظل التلول کے معنی بگاڑے جن کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آتا ہے اُس کا عذر کیا معقول ارشاد ہوتا ہے منشاء تاویلات کا یہی ہے کہ احادیث صحیحہ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد ایک مثل کے وقت ظہر کا نہیں رہنا ثابت ہیں پس جمعاً بین الادلہ یہ تاویلیں حق کی گئیں اب خدا جانے بے قطعیت مانع یہ تاویلیں حقہ کیونکر ہوئیں مخالفت ظاہر کے باعث سلفہ کیوں نہ ہو گئیں حادی عشر طرفہ نزاکت صدر کلام میں یہ بیڑا اٹھا کر چلے کہ وہ حدیثیں جن میں تاویل مخالف کو دخل نہیں ذکر کرتے ہیں اور یہاں ایسے گرے کہ صرف ظاہر سے سند لائے تاویل خود ہی مان گئے ثانی عشر آپ کی فضولیات کی گنتی کہاں تک اصل مقصود کی دھجیاں لیجئے صحیحین میں حدیث مذکور کے یہ لفظ تو دیکھیے جن میں فا سے یہ فی نکالی مگر یہی حدیث انہیں صحیحین میں متعدد طرق سے بلفظ ثم آئی جو آپ کی تعقیب بے مہلت کو تعاقب سے دم لینے کی مہلت نہیں دیتی صحیح بخاری شریف باب صفۃ النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بطریق شعبۃ عن الحکم قال سمعت ابا جحیفہ قال خرج رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالھاجرۃ الی البطحاء فتوضأ ثم صلی الظہر رکعتین والعصر رکعتین نیز باب مذکور بطریق مالک بن مغول عن عون عن ابیہ وفیہ خرج بلال فنادی بالصلوۃ ثم دخل فاخرج فضل وضوء رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فوقع الناس علیہ یأخذون منہ ثم دخل فاخرج العنزۃ وخرج رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کانی انظر الی وبیص ساقیہ فرکز العنزۃ ثم صلے الظھر رکعتین والعصر رکعتین چلئے کہاں کو ان دو نے تو آپ کی تعقیب ہی بگاڑی ہے تیسرا اور نہ لیئے جاؤ جو خود ظہر و عصر میں فاصلہ کر دکھائے صحیح مسلم شریف بطریق سفیٰن نا عون بن ابی جحیفۃ عن ابیہ وفیہ فخرج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتوضأ واذن بلال ثم رکزت العنزۃ فتقدم فصلی الظھر رکعتین ثم صلی العصر رکعتین ثم لم یزل یصلی رکعتین حتی رجع الی المدینۃ" ملاجی اب مزاج کا حال بتائیے ع حفظت شیئا و غابت عنك اشیاء۔ الحمد للہ اس فصل کی بھی اصل کلام نے وصل ختام بر وجہ احسن پایا۔ اب حسب فصل اول چند افاضات لیجئے **افاضہ اولیٰ** ہمارے اجلہ ائمہ حنفیہ مالکیہ شافعیہ اور ملاجی کے امام ظاہریہ سب بالاتفاق اپنی کتب میں نقل کر رہے ہیں کہ امام اجل ابوداود صاحب سنن نے فرمایا لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم جمع تقدیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں امام زیلعی فرماتے ہیں قال ابوداود لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم امام بدر محمود عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں قلت حکی عن ابی داود انہ انکر ھذا الحدیث وحکی عنہ ایضا انہ قال لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم اسی طرح علامہ سید میرک شاہ حنفی نے نقل فرمایا مولانا علی قاری کی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں حکی عن ابی داود انہ قال لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم نقلہ میرک فھذا شھادۃ بضعف الحدیث وعدم قیام الحجۃ للشافعیۃ امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں قد قال ابوداود لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم بعینہ اسی طرح علامہ زرقانی مالکی نے شرح موطائے امام مالک و نیز شرح مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں فرمایا شوکانی غیر مقلد کی نیل الاوطار میں ہے قال ابوداود ھذا حدیث منکر ولیس فی جمع التقدیم حدیث قائم بھلا ابوداود سا امام جلیل الشان یہ تصریح فرمایا جسے علمائے مابعد حتی کہ قائلان جمع بھی بلا نکیر و انکار نقل فرماتے آئے تا آج تک کوئی اُس کا پتہ دے سکا اب ملاجی چاہیں کہ یں حدیث صحیحین سے ثابت کر دکھائیں یہ کیونکر بنی مگر **قیامت لطیفہ** دلربا کھسیانی ادا یہ ہے کہ جھنجھلائی نظروں سے جل کر فرمایا کچھ غیرت آوے تو نشان دہی کریں کہ ابوداود نے کونسی کتاب میں یہ قول کہا ہے

یعنی نقول ثقات عدول محض مردود و نامقبول جب تک قائل خود اپنی کتاب میں تصریح نہ کرے اُس کی کوئی نقل معتبر نہ ہو گی **اقول** ملاجی ان جھنجلاہٹوں میں حق بجانب تمہارے ہے تم دلی کی ٹھنڈی سڑک پر ہوا کھلانے کے قابل تھے یہ حنفی لوگ عبث تمہیں چھیڑ کر لو کھلائے دیتے ہیں بھلا **اولاً** اتنا تو ارشاد ہو کہ بہت ائمہ جرح و تعدیل و تصحیح و تضعیف وغیرہم ایسے گزرے جن کی کوئی کتاب تصنیف نہیں اُن سے نقل معتبر ہونے کا کیا ذریعہ ہوگا **ثانیاً** آپ جو اپنی مبلغ علم تقریب کے بھروسے رواۃ میں کسی کو ثقہ کسی کو ضعیف کسی کو چنیں کسی کو چناں کہہ رہے ہیں ظاہر ہے کہ مصنف تقریب نے اُن میں کسی کا زمانہ تک نہ پایا صدہا سال بعد پیدا ہوئے انہیں دیکھنا اور اپنی نگاہ سے پرکھنا تو قطعاً نہیں اسی طرح ہر غیر ناظر میں یہی کلام ہوگا اب رہی دیکھنے والوں سے نقل سوا مواضع عدیدہ کے ثبوت تو دیجئے کہ ناظرین مبصرین نے اپنی کس کتاب میں اُن کی نسبت یہ تصریحیں کی ہیں **ثالثاً** آپ کی اسی کتاب میں اور بیسیوں نقول سلف ایسی نکلیں گی کہ آپ حکایات متاخرین کے اعتقاد پر نقل کر لائے اور ان سے احتجاج کیا کچھ غیرت رکھتے ہو تو نشان دہی کرو کہ وہ باتیں منقول عنہم نے کس کتاب میں لکھی ہیں مگر یہ کہیئے کہ یجوز للوھابی مالا یجوز لغیرہ **افضہٗ ثانیہ** رہی اس باب میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی احمد و شافعی و عبدالرزاق و بیہقی وھذا حدیث احمد اذ یقول حدثنا عبد الرزاق اخبرنا ابن جریج اخبرنی حسین بن عبد اللہ بن عبید اللہ بن عباس عن عکرمۃ و کریب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال الا اخبرکم عن صلوٰۃ رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم فی السفر قلنا بلی قال کان اذا زاغت الشمس فی منزلہ جمع بین الظھر والعصر قبل ان یرکب واذا لم تزغ لہ فی منزلہ سار حتی اذا کانت العصر نزل فجمع بین الظھر والعصر واشار الیہ ابوداود تعلیقا فقال رواہ ھشام بن عروۃ عن حسین بن عبد اللہ عن کریب عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولم یبذکر لفظہ خود قائلان جمع اس کا ضعف تسلیم کر گئے شاید اسی لیے کچھ سوچ سمجھ کر ملاجی بھی اُس کا ذکر زبان پر نہ لائے لہذا اُس میں زیادہ کلام کی ہمیں حاجت نہیں تاہم اتنا معلوم رہے کہ اُس کے راوی حسین مذکور ائمہ شان کے نزدیک ضعیف ہیں یحییٰ نے فرمایا ضعیف ابوحاتم رازی نے فرمایا

ضعیف یکتب حدیثه ولا یحتج به ابوزرعہ وغیرہ نے کہا لیس بقوی جوزجانی نے کہا لا یشتغل به ابن حبان نے کہا یقلب الاسانید ویرفع المراسیل محمد بن سعد نے کہا کان کثیر الحدیث ولم ارهم یحتجون بحدیثه یہاں تک کہ نسائی نے فرمایا متروک الحدیث امام بخاری نے فرمایا علی بن مدینی نے کہا ترکت حدیثه لاجرم حافظ نے تقریب میں کہا ضعیف اس حدیث کی تضعیف شرح بخاری قسطلانی شافعی و شرح مؤطا زرقانی مالکی و شرح منتقی شوکانی ظاہری میں دیکھیے ارشاد میں فتح الباری سے ہے نعم له شاهد من طریق حماد عن ایوب عن ابی قلابة عن ابن عباس لا اعلمه الا مرفوعا انه کان اذا نزل منزلا فی السفر فاعجبه اقام فيه حتى يجمع بين الظهر والعصر ثم يرتحل فاذا لم يتهيأ له المنزل مد فی السیر فسار حتى ينزل فيجمع بين الظهر والعصر اخرجه البيهقى ورجاله ثقات الا انه مشكوك فی رفعه والمحفوظ انه موقوف وقد اخرجه من وجه اٰخر مجزوما بوقفه على ابن عباس ولفظه اذا كنتم سائرين فذكر نحوه شرح مؤطا میں اسے ذکر کرکے فرمایا وقد قال ابوداود ليس فی تقديم الوقت حديث قائم **اقول** وہ ضعیف اور اُس کا یہ شاہد موقوف اگر بالفرض صحیح و مرفوع بھی ہوتے تو کیا کام دیتے کہ اُن کا حاصل تو یہ کہ جو منزل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پسند آتی اور دو پہر وہیں ہو جاتا تو ظہر و عصر دونوں سے فارغ ہو کر سوار ہوتے اس میں عصر کا پیش از وقت پڑھ لینا کہاں نکلا بعینہ اسی بیان سے شاہد کا سار حتی ینزل فیجمع جمع حقیقی پر اصلا شاہد نہیں اور کانت العصر کا جواب بتوفیقہ تعالٰی بیانات آئندہ سے لیجئے و باللہ التوفیق اگر کہیے روایت شافعی یوں ہے **اخبرنی** ابن ابی یحیی عن حسین بن عبد اللہ بن عبید اللہ بن عباس عن کریب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فذکر الحدیث وفیه جمع بین الظهر والعصر فی الزوال **اقول** اس کی سند میں ابن ابی یحیی رافضی قدری معتزلی جہمی متروک واقع ہے امام اجل یحیی بن سعید قطان و امام اجل یحیی بن معین و امام اجل علی بن مدینی و امام یزید بن ہارون و امام ابوداؤد وغیرہم اکابر نے فرمایا کذاب تھا امام احمد نے فرمایا ساری بلائیں اس میں تھیں امام مالک نے فرمایا وہ حدیث میں ثقہ ہے نہ دین میں۔ امام بخاری وغیرہ نے فرمایا ائمہ محدثین کے نزدیک متروک ہے، میزان الاعتدال میں ہے

ابراهيم بن ابى يحيى احد العلماء الضعفاء قال يحيى بن سعيد سألت مالكا عنه اكان ثقة فى الحديث قال لا ولا فى دينه وقال يحيى بن معين سمعت القطان يقول ابراهيم بن ابى يحيى كذاب وروى ابوطالب عن احمد بن حنبل قال تركوا حديثه قدرى معتزلى يروى احاديث ليس لها اصل وقال البخارى تركه ابن المبارك والناس وروى عبد الله بن احمد عن ابيه قال قدرى جهمى كل بلاء فيه ترك الناس حديثه وروى عباس عن ابن معين كذاب رافضى وقال محمد بن عثمان بن ابى شيبه سمعت عليا يقول ابراهيم بن ابى يحيى كذاب وقال النسائى والدار قطنى وغيرهما متروك اُسی میں ہے قال ابن حبان كان يكذب فى الحديث اُسی میں ہے قال ابو محمد الدارمى سمعت يزيد بن هارون يكذب ابراهيم ابن ابى يحيى تذہیب التہذیب میں ہے عن الزهرى وصالح مولى التوأمة وعنه الشافعى وآخرون قال عبد الله بن احمد عن ابيه كان قدريا معتزليا جهميا كل بلاء فيه قال ابوطالب عن احمد بن حنبل ترك الناس حديثه وكان يأخذ احاديث الناس فيضعها فى كتبه وقال يحيى القطان كذاب وقال احمد بن سعيد بن ابى مريم قلت ليحيى بن معين فابن ابى يحيى قال كذاب تذکرۃ الحفاظ میں ہے قال ابن معين وابوداؤد رافضى كذاب لاجرم تقریب میں ہے متروك اھ الكل باختصار یہاں تک کہ ابو عمر بن عبد البر نے کہا اُس کے ضعف پر اجماع ہے كما نقله فى الميزان فى ترجمة عبد الكريم بن ابى المخارق والله تعالىٰ اعلم افضیٰ ثالثہ یونہیں حدیث دارقطنی حدثنا احمد بن محمد بن سعيد ثنا المنذر بن محمد ثنا ابى ثنا ابى ثنا محمد بن الحسين بن على بن الحسين ثنى ابى عن ابيه عن جده عن على رضى الله تعالىٰ عنه قال كان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا ارتحل حين تزول الشمس جمع بين الظهر والعصر فاذا جد به السير اخر الظهر وعجل العصر ثم جمع بينهما اس میں سوا عترت طاہرہ کے کوئی راوی ثقہ معروف نہیں عمدۃ القاری میں فرمایا لا يصح اسناده شيخ الدارقطنى هو ابو العباس بن عقدة احد الحفاظ لكنه شيعى قلت بل نص فى موضع آخر من الميزان فيه وفى ابن خراش ان فيهما نضا وبدعتهم وقد تكلم فيه الدارقطنى وحمزة السهمى وغيرهما

وشیخہ المنذر بن محمد بن المنذر لیس بالقوی ایضا قال الدارقطنی ایضا وابوہ وجدہ یحتاج الی معرفتہما **اقول** وہ صحیح ہی سہی تو انصافاً صاف صاف ہمارے مفید و موافق ہے اُس کا صریح مفادیہ کہ سورج ڈھلتے ہی کوچ ہوتا تو ظہر میں جمع فرماتے پر ظاہر کہ زوال ہوتے ہی کوچ اور جمع تقدیم کا جمع محال۔ کیا بیش از زوال ظہر و عصر پڑھ لیتے لاجرم وہی جمع مراد جس کا صاف بیان خود آگے موجود کہ ظہر بدیر اور عصر جلد پڑھتے یہی جمع صوری ہے کما لایخفی **افاضۂ رابعہ** حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ انشاء اللہ العزیز جمع تاخیر میں آتی ہے اُس میں معروف و محفوظ و مروی جماہیر ائمہ ثقات و عدول مذکور صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داود و سنن نسائی و مصنف طحاوی وغیرہا عامہ دواوین اسلام صرف اس قدر ہے کہ حضور پرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ اگر دوپہر ڈھلنے سے کوچ فرماتے ظہر میں عصر تک تاخیر کرکے ساتھ ساتھ پڑھتے اور اگر منزل ہی پر وقت ظہر آجاتا صلے الظہر ثم رکب ظہر پڑھ کر سوار ہوجاتے جس سے بحکم مقابلہ و سکوت فی معرض البیان صاف ظاہر کہ تنہا ظہر پڑھتے عصر اُس کے ساتھ نہ پڑھتے ولہٰذا نافیان جمع تقدیم نے اس سے تمسک کیا کما فی عمدۃ القاری وارشاد الساری وغیرہما مگر بعض روایات غریبہ میں آیا کہ ظہر و عصر دونوں پڑھ کر سوار ہوتے حاکم نے اربعین میں بطریق ابی العباس محمد بن یعقوب عن محمد بن اسحاق الصاغانی عن حسان بن عبداللہ عن المفضل بن فضالۃ عن عقیل عن ابن شہاب عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کی فان زاغت الشمس قبل ان یرتحل صلے الظہر والعصر ثم رکب جعفر فریابی نے بتفرد خود اسحق بن راہویہ سے روایت کی عن شبابۃ بن سوار عن اللیث عن عقیل عن الزہری عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا کان فی سفر فزالت الشمس صلی الظہر والعصر جمیعا ثم ارتحل اوسط طبرانی میں ہے حدثنا محمد بن ابراھیم بن نصر بن شبیب الاصبہانی ثنا ھارون بن عبداللہ الجمال ثنا یعقوب بن محمد الزہری ثنا محمد بن سعدان ثنا ابن عجلان عن عبداللہ بن الفضل عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا کان فی سفر فزاغت الشمس قبل ان یرتحل صلے الظہر والعصر جمیعا روایت اسحاق پر امام ابوداود نے

انکار کیا اسماعیلی نے اُسے معلول بتایا کما فی العمدۃ وغیرہا اقول الامام اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
لاکلام فی جلالۃ قدرہ وعظمۃ فخرہ لکن نص الامام ابوداود انہ کان تغیر قبل موتہ باشہر
قال وسمعت منہ فی تلک الایام فرمیت بہ کما فی التذہیب وذکر الحافظ المزی حدیثہ الذی
زاد فیہ علی اصحاب السفیان فقال قیل اسحٰق اختلط فی اٰخر عمرہ کما فی المیزان ولاشک انہ
رحمہ اللہ تعالیٰ کان کثیر التحدیث عن ظہر قلبہ املی المسند کلہ من حفظہ کما فی التذہیب
قال قال احمد بن اسحٰق الضبعی سمعت ابراھیم بن ابی طالب یقول فذکرہ فلاغرو ان یعتر
بہ خطؤ فی حدیث اوحدیثین ومن المعصوم عن مثل ذٰلک فی سعۃ ماروی وکثرتہ لاجرم امام
ذہبی شافعی نے اس حدیث کو منکر کہا اور امام اسحاق کی لغزش حفظ واشتباہ سے گنا حیث قال وکذا
حدیث رواہ جعفر الفریابی ثنا اسحٰق بن راھویہ ثنا شبابۃ عن اللیث عن عقیل عن ابن شہاب
عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا کان فی سفر فزالت
الشمس صلی الظہر والعصر ثم ارتحل فہذا علی نبل رواتہ منکر فقد رواہ مسلم عن الناقد
عن شبابۃ (وذکر لفظہ) تابعہ الزعفرانی عن شبابۃ واخرجہ خ م من حدیث عقیل
عن ابن شہاب عن انس (وذکر لفظہ ای ولیس فی شیئ منہا والعصر قال) ولاریب ان اسحاق
کان یحدث الناس من حفظہ فلعلہ اشتبہ علیہ اس کے بعد ہمیں شبابہ بن سوار میں کلام کی حاجت
نہیں کہ وہ اگرچہ رجال جماعہ وموثقین ابنائے معین وسعد وابی شیبہ سے ہے مگر مبتدع مکلّب تھا
امام احمد نے اُسے ترک کیا امام ابوحاتم رازی نے درجۂ حجیت سے ساقط بتایا تہذیب التہذیب امام
ابن حجر عسقلانی میں ہے شبابۃ بن سوار الفزاری قال احمد بن حنبل ترکتہ لم اکتب عنہ للارجاء
قیل لہ یا اباعبداللہ وابومعویۃ قال شبابۃ کان داعیۃ وقال زکریا الساجی صدوق یدعو
الی الارجاء کان احمد یحمل علیہ اُسی میں ہے قال ابوحاتم صدوق یکتب حدیثہ ولایحتج
بہ اُسی میں ہے قال ابوبکر الاثرم عن احمد بن حنبل کان یدعو الی الارجاء وحکی عنہ قول اخبث
من ھذہ الاقاویل قال اذا قال فقد عمل بجارحتہ وھذا قول خبیث ماسمعت احدا یقولہ

سے راوی ایک دن حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے عرض کی خدا اور رسول خوب دانا ہیں۔ فرمایا جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے عرض کی خدا اور رسول خوب دانا ہیں فرمایا جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے عرض کی خدا اور رسول خوب دانا ہیں فرمایا تمہارا رب جل وعلا فرماتا ہے وعزتی وجلالی لایصلیھا احد لوقتھا الا ادخلتہ الجنۃ ومن صلاھا لغیر وقتھا ان شئت رحمتہ وان شئت عذبتہ مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم جو شخص نماز وقت پر پڑھے گا اُسے جنت میں داخل فرماؤں گا اور جو اس کے غیر وقت میں پڑھے گا چاہوں اُس پر رحم کروں چاہوں عذاب حدیث ۷ نیز طبرانی اوسط میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من صلے الصلوات لوقتھا واسبغ لھا وضوءھا واتم لھا قیامھا وخشوعھا ورکوعھا وسجودھا خرجت وھی بیضاء سفرۃ تقول حفظک اللہ کما حفظتنی ومن صلاھا لغیر وقتھا ولم یسبغ لھا وضوءھا ولم یتم خشوعھا ولا رکوعھا ولا سجودھا خرجت سوداء مظلمۃ تقول ضیعک اللہ کما ضیعتنی حتی اذا کانت حیث شاء اللہ لفت کما یلف الثوب الخلق ثم ضرب بھا وجھہ جو پانچوں نمازیں اپنے وقتوں پر پڑھے اُن کا وضو و قیام و خشوع و رکوع و سجود پورا کرے وہ نماز سپید روشن ہو کر یہ کہتی نکلے کہ اللہ تیری نگہبانی فرمائے جس طرح تو نے میری حفاظت کی اور جو غیر وقت پر پڑھے اور وضو و خشوع و رکوع و سجود پورا نہ کرے وہ نماز سیاہ تاریک ہو کر یہ کہتی نکلے کہ اللہ تجھے ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا یہاں تک کہ جب اُس مقام پر پہنچے جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے پرانے چیتھڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے منہ پر ماری جائے (والعیاذ باللہ رب العالمین) حدیث ۸ ابوداؤد حضرت فضالہ زہرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال علمنی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فکان فیما علمنی وحافظ علے الصلوات الخمس مجھے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسائل دین تعلیم فرمائے اُن میں یہ بھی تعلیم فرمایا کہ نماز پنجگانہ کی حفاظت کر۔ حدیث ۹ بخاری مسلم ترمذی نسائی دارمی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال سألت رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای العمل احب الی اللہ قال الصلوۃ علے وقتھا میں نے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا سب

میں زیادہ کیا عمل اللہ عزوجل کو پیارا ہے فرمایا نماز اُس کے وقت پر ادا کرنا **حدیث ۱۰** بیہقی شعب الایمان میں بطریق عکرمہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال جاء رجل فقال یا رسول اللہ ای شیئ احب الی اللہ فی الاسلام قال الصلوٰۃ لوقتها ومن ترك الصلوٰۃ فلا دین لہ والصلوٰۃ عماد الدین ایک شخص نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ اسلام میں سب سے زیادہ کیا چیز اللہ تعالیٰ کو پیاری ہے فرمایا نماز وقت پر پڑھنی جس نے نماز چھوڑی اس کے لئے دین نہ رہا۔ نماز دین کا ستون ہے **حدیث ۱۱** طبرانی معجم اوسط میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلث من حفظهن فهو ولی حقا ومن ضیعهن فهو عدو حقا الصلوٰۃ والصیام والجنابة تین چیزیں ہیں کہ جو اُن کی حفاظت کرے وہ سچا ولی ہے اور جو انہیں ضائع کرے وہ پکا دشمن۔ نماز اور روزے اور غسل جنابت **حدیث ۱۲** امام مالک مؤطا میں نافع سے راوی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتب الی عمالہ ان اھم امرکم عندی الصلوٰۃ فمن حفظها وحافظ علیها حفظ دینہ ومن ضیعها فهو ما سواها اضیع الحدیث امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عاملوں کو فرمان بھیجے کہ تمہارے تمام کاموں میں مجھے زیادہ فکر نماز کی ہے جو اُسے حفظ اور اُس پر محافظت کرے اُس نے اپنے دین کی حفاظت کر لی اور جس نے اُسے ضائع کیا وہ اور کاموں کو زیادہ تر ضائع کرے گا۔ (**نوع آخر**) حدیث امامت جبریل علیہ الصلاۃ والسلام جس میں انہوں نے ہر نماز کے لئے جدا وقت معین کیا **حدیث ۱۳** بخاری و مسلم صحاح اور امام مالک و امام ابن ابی ذئب مؤطا اور ابو محمد عبد اللہ دارمی مسند میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی جبریل نے بعد تعیین اوقات عرض کی بھذا امرت اسی کا حضور کو حکم دیا گیا ہے۔ ابن ابی ذئب کے لفظ یوں ہیں عن ابن شهاب انہ سمع عروۃ بن الزبیر یحدث عمر بن عبد العزیز عن ابی مسعود الانصاری ان المغیرۃ بن شعبة اخر الصلاۃ فدخل علیہ ابو مسعود فقال ان جبریل نزل علی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصلے وصلی وصلے وصلی وصلے ثم صلے ثم صلی ثم صلی ثم صلے ثم صلی ثم قال ھکذا امرت یعنی جبریل امین نے دونوں روز امامت سے تعیین اوقات کر کے عرض کی کہ ایسا ہی حضور کو حکم ہے) مسند امام ابن راہویہ میں مطول و مفصل ہے فی آخرہ ثم قال جبریل ما بین ھذین

وقت صلاۃ پھر جبریل نے عرض کی ان دونوں کے درمیان وقت نماز ہے حدیث ۱۴ دارقطنی وطبرانی والوعمر بن عبدالبر ابو مسعود و بشیر بن ابو مسعود دونوں صحابیوں رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی جبریل نے عرض کی مابین ھذین وقت یعنی امس والیوم کل اور آج کے وقتوں کے درمیان ہر نماز کا وقت ہے حدیث ۱۵ ابوداود ترمذی شافعی طحاوی ابن حبان حاکم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی جبریل نے گزارش کی الوقت مابین ھذین الوقتین وقت وہ ہے جو ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے حدیث ۱۶ نسائی وطحاوی وحاکم وبزار ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے عرض کی الصلوۃ مابین صلاتک امس وصلوتک الیوم۔ نماز دیروزہ و امروزہ کے بیچ میں نماز ہے۔ بزار کے یہاں ہے ثم قال مابین ھذین وقت ان دو کے اندر وقت ہے حدیث ۱۷ نسائی واحمد واسحاق وابن حبان وحاکم جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی جبریل نے گزارش کی مابین ھاتین الصلاتین وقت، ان دو نمازوں کے اندر وقت ہے۔ حدیث ۱۸ طحاوی ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے گزارش کی الصلوۃ فیما بین ھذین الوقتین نماز ان دو وقتوں کے درمیان ہے (نوع آخر) حدیث سائل جسے حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امامتیں فرماکر ہر نماز کا اول وآخر وقت بتایا حدیث ۱۹ مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ طحاوی حضرت بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا وقت صلوتکم مابین ما رأیتم تمہاری نماز کا وقت اس کے درمیان ہے جو تم نے دیکھا۔ مسلم کے دوسرے طریق میں ہے مابین ما رأیت وقت اے سائل جو تو نے دیکھا اس کے اندر وقت ہے ترمذی کے یہاں یوں ہے مواقیت الصلوۃ کما بین ھذین نمازوں کے وقت ایسے ہیں جیسے ان دو کے درمیان حدیث ۲۰ مسلم ابی داؤد نسائی ابن ابان طحاوی حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا الوقت بین ھذین وقت ان دو کے درمیان ہے حدیث ۲۱ طحاوی بطریق عطاء بن ابی رباح بعض صحابہ یعنی جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور امام عیسٰی بن ابان بلفظ عن عطاء بن ابی رباح قال بلغنی ان رجلا اتی النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم راوی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا مابین صلاتی فی ھذین الوقتین وقت کلہ جن دو وقتوں پر میں نے نمازیں پڑھیں ان کے اندر اندر سب وقت ہے ولفظ الحج ثم قال ما بینھما وقت ان دو کے درمیان وقت ہے حدیث ۲۲ مالک ونسائی وبزار حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور انور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ما بین ھذین وقت ان دو کے درمیان وقت ہے و فیہ الاقتصار علی ذکر الفجر فکانہ مختصر قلت فقد رواہ الدارقطنی فی سننہ من حدیث قتادۃ عن انس مطولا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(نوع آخر) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز پڑھیں گے تم ان کا اتباع نہ کرنا اسے مطلق فرمایا کچھ سفر و حضر کی تخصیص ارشاد نہ ہوئی حدیث ۲۳ مسلم ابوداؤد ترمذی، نسائی احمد دارمی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال قال رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضرب فخذی کیف انت اذا بقیت فی قوم یؤخرون الصلاۃ عن وقتھا قال قلت ما تامرنی قال صل الصلاۃ لوقتھا الحدیث حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری ران پر ہاتھ مار کر فرمایا تیرا کیا حال ہوگا جب تو ایسے لوگوں میں رہ جائے گا جو نماز کو اس کے وقت سے تاخیر کریں گے میں نے عرض کی حضور مجھے کیا حکم دیتے ہیں فرمایا تو وقت پر پڑھ لینا حدیث ۲۴۔ احمد ابوداؤد ابن ماجہ بسند صحیح عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ستکون علیکم بعدی امراء تشغلھم اشیاء عن الصلوۃ لوقتھا حتی یذھب وقتھا فصلوا الصلاۃ لوقتھا الحدیث میرے بعد تم پر کچھ حاکم ہوں گے کہ ان کے کام وقت پر انہیں نماز سے روکیں گے یہاں تک کہ وقت نکل جائے گا۔ تم وقت پر نماز پڑھنا۔ حدیث ۲۵۔ ابوداود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی فقال قال لی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف بکم اذا اتت علیکم امراء یصلون الصلوۃ لغیر میقاتھا قلت فما تأمرنی اذا ادرکنی ذلک یا رسول اللہ قال صل الصلاۃ لمیقاتھا واجعل صلوتک معھم سبحۃ مجھ سے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں کا کیا حال ہوگا جب تم پر وہ حکام آئیں گے کہ غیر وقت پر نماز پڑھیں گے، میں نے عرض کی یا رسول اللہ جب میں ایسا وقت پاؤں تو حضور مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا نماز وقت پر پڑھ اور ان کے ساتھ نفل کی نیت سے شریک ہو جا (نوع آخر) انشاء

۱۲ بجکر ۱۰ منٹ پر اذان جمعہ کہدی جائے تو جائز ہوگی یا نہیں کیونکہ دھوپ گھڑی کے حساب سے ۱۲ بجنے میں ۱۰ منٹ باقی ہیں اور زوال دھوپ گھڑی سے مانا جائیگا یا مدراسی ٹائم سے اور یوم جمعہ کو زوال ہوتا ہے یا نہیں ؟

الجواب : (۱) اصح و احسن یہی ہے کہ ضحوۂ کبرٰی سے نصف النہار حقیقی تک سارا وقت وہ ہے جس میں نماز نہیں ہاں جنازہ اسی وقت میں آیا تو پڑھ سکتے ہیں لتادیھا کما وجبت (۲) ہمارے مذہب میں بروز جمعہ بھی وقت استوا پر وہی احکام ہیں جسے لوگ وقت زوال بولتے ہیں۔ زوال میں صحیح دھوپ گھڑی کا اعتبار ہے مدراس وغیرہ کے اوقات کا کچھ لحاظ نہیں جو اذان زوال سے پہلے ہوئی ناجائز ہوئی۔ زوال آنے پر پھر کہی جائے کما ھو حکم کل اذان اذن قبل الوقت، اب ریلوے گھڑیوں میں جولائی ۱۹۰۵ء سے مدراسی وقت بھی نہیں بلکہ وسط ہند کا وقت ہے جہاں فصل طول ساڑھے بیاسی درجے یعنی ساڑھے پانچ گھنٹے کا ہے لہذا ہندوستان بھر کی گھڑیاں جب سے نو منٹ زائد کردی گئی ہیں اس زیادت پر بھی جنوری کی ابتدائی تاریخوں میں ۱۲ بجکر بائیس منٹ سے پہلے زوال ہے ہاں بعد کی تاریخوں اور فروری میں آتنا اور اتنے سے زائد آنولہ میں ۱۲ بجکر ۲۶ منٹ تک ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۰۶) : مسئولہ عبداللہ دوکاندار مقام درو ضلع نینی تال روز سہ شنبہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس میں کہ صبح کاذب اور صبح صادق کی مجھے قطعی پہچان نہیں ہے کہ صبح صادق کتنی دیر کی ہوتی ہے کل میعاد لگادی جائے کہ گھنٹہ بھر یا کم و بیش۔ مجھے نفلوں میں شک رہتا ہے اور بارھوں مہینے ایک ہی برابر ہوتا ہے یا کچھ فرق ہے ہر مہینہ کی علیحدہ علیحدہ میعاد لگادیجئے تاکہ تسکین ہو (۲) تہجد کے وقت بیس رکعت قضا پڑھے تو ہر نیت کے ساتھ اقامت کرے یا کہ پہلی نیت کے۔ بینوا توجروا۔

الجواب : ان شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹہ انیس منٹ کی ہوتی ہے یعنی صبح صادق ہونے سے طلوع آفتاب تک اتنا وقت رہتا ہے یہ مارچ کے مہینہ میں ہے پھر وقت بڑھتا جاتا ہے اخیر جون میں ایک گھنٹہ پینتیس منٹ ہوجاتا ہے اس سے زیادہ صبح کی مقدار ان شہروں میں نہیں ہوتی۔ پھر گھٹتا جاتا ہے اخیر ستمبر میں وہی ایک گھنٹہ انیس منٹ رہ جاتا ہے چوبیس اکتوبر تک یہی رہتا ہے پھر بڑھتا ہے۔ ۲۲ دسمبر کو ایک گھنٹہ ۲۸ منٹ ہوجاتا ہے جاڑے کے موسم میں اس سے زیادہ نہیں بڑھتا۔ پھر گھٹتا

شروع ہوتا ہے۔ مارچ میں وہی ایک گھنٹہ ١٩ منٹ رہ جاتا ہے انہیں ١٦ منٹ کے اندر دورہ کرتا ہے یعنی کم سے کم ایک گھنٹہ ١٩ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ٣٥ منٹ (٢) قضا کہ تنہا پڑھے اُس میں ایک دفعہ بھی اقامت نہ چاہیئے کہ قضا کرنا گناہ تھا اور گناہ کے چھپانے کا حکم تھا نہ کہ اعلان کا۔ واللہ تعالےٰ اعلم،

مسئلہ (٣٠٧) مسئولہ محمد یوسف از فتح پور ڈاکخانہ سیلور ضلع بھاگلپور بتاریخ ١٦ ذی الحجہ ١٣٣٣ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اوقات نماز کو مقرر کرنا چاہیئے یا جس وقت خاص لوگ آئیں اس وقت نماز شروع کرنا چاہیئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: عادت کریمہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ وسلم کی یہ تھی جب لوگ جلد جمع ہوجاتے نماز پڑھ لیتے ورنہ دیر فرماتے مگر آجکل لوگوں کو شوق جماعت کم ہے وقت مستحب کی تعیین مناسب ہے پھر بھی اگر تاخیر دیکھیں تو اتنا انتظار کریں کہ حاضرین پر بار نہ ہو اور کسی خاص شخص کے انتظار کے لئے تاخیر نہ چاہیئے مگر چند صورتوں میں، اول وہ کہ امام معین ہو دوم عالم دین سوم حاکم اسلام چہارم پابند جماعت کہ بعض اوقات مرض وغیرہ عذر کی وجہ سے اُسے دیر ہوجائے پنجم سربرآوردہ شریر جس کا انتظار نہ کرنے سے ایذا کا خوف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم،

مسئلہ (٣٠٨) از مقام آہور ملک مارواڑ متصل آیرہ بیتورا سیر محمد امیر الدین بروز یک شنبہ بتاریخ ١٣ محرم الحرام ١٣٣٤ھ

بعد نماز عصر کے قرآن شریف پڑھنا دیکھ کر یا زبانی امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب: بعد نماز عصر تلاوت قرآن عظیم جائز ہے دیکھ کر ہو خواہ یاد پر مگر جب آفتاب قریب غروب پہنچے اور وقت کراہت آئے اُس وقت تلاوت ملتوی کی جائے اور اذکار الٰہیہ کئے جائیں کہ آفتاب نکلتے اور ڈوبتے اور ٹھیک دوپہر کے وقت نماز ناجائز اور تلاوت مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم،

مسئلہ (٣٠٩) بعد نماز عصر کے اور فجر کے سجدہ کرنا یا فقہ پڑھنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جائز ہے مگر جب عصر میں وقت کراہت آجائے تو قضا بھی جائز نہیں اور سجدہ مکروہ اگرچہ سہو یا تلاوت کا ہو اور سجدہ شکر تو بعد نماز فجر وعصر مطلقاً مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے وکرہ تحریما وکل

ما لایجوز مکروہ صلاۃ مطلقا ولو قضاء او واجبۃ او نفلا او علی جنازۃ و سجدۃ تلاوۃ و سہو مع شروق واستواء و غروب ردالمحتار میں ہے یکرہ ان یسجد شکرا بعد الصلاۃ فی الوقت الذی یکرہ فیہ ولا یکرہ فی غیرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۱۰): از سہاور ضلع ایٹہ مسئولہ اولاد علی صاحب بروز شنبہ بتاریخ ۵ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

زید نے نماز فجر طلوع آفتاب سے پہلے شروع کی اور اس کے نماز پڑھنے میں آفتاب نکل آیا تو وہ نماز ہوئی یا نہیں (۲) نماز مغرب غروب آفتاب سے پہلے شروع کی اور نماز پڑھتے ہی آفتاب غروب ہوگیا تو نماز ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: نماز فجر میں سلام سے پہلے اگر ایک ذرا سا کنارہ طلوع ہوا نماز نہ ہوگی۔ (۲) اگر ایک نقطہ بھر کنارہ شمس غروب کو باقی ہے اور اس نے مغرب کی تکبیر تحریمہ کہی نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۱۱): مسئولہ منشی عبدالرحمٰن صاحب اعظمی از ریاست جے پور گھاٹ دروازہ ۲۴ محرم ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فجر کی نماز جو اصحاب حنفیہ کے یہاں اسفار میں ہے وہ کس وقت سے شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب سے کتنے پہ نماز ختم ہونی چاہیئے۔ اس کی کیا مقدار ہے اور بعد اختتام نماز فجر طلوع آفتاب کو باقی رہنا چاہیئیں مفصل طور پر بیان فرمایا جائے بینوا توجروا۔

الجواب: آج صبح کا جتنا وقت ہے اُس کا نصف اول چھوڑ کر نصف ثانی سے وقت مستحب شروع ہوتا ہے۔ کما فی البحر الرائق وغیرہ اور اس میں بھی جس قدر تاخیر ہو افضل ہے اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر۔ مگر نہ اس قدر کہ طلوع میں شبہ پڑ جائے۔ اتنا وقت رہنا اولی کہ اگر نماز میں کوئی فساد ہو تو وقت میں مسنون طور پر اعادہ ہو سکے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۱۲): مرسلہ ولی احمد قلعی گر رانی کھیت صدر بازار۔ ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

جناب پیر صاحب قبلہ، السلام علیکم بعد سلام علیک کے واضح ہو کہ جمعہ کا وقت جاڑے کے دنوں میں کتنے بجے تک رہتا ہے اور گرمیوں میں کتنے بجے تک رہتا ہے خلاصہ حال سے براہ مہربانی اطلاع دیجیئے اور عصر کا وقت کتنے بجے تک رہتا ہے۔ یہ بھی اطلاع دیجیئے ایک شخص اعتراض کرتے ہیں جمعہ کے وقت کا اس وجہ سے آپ کو تکلیف دی۔ فقط والسلام،

الجواب:- جمعہ اور ظہر کا ایک ہی وقت ہے سایہ جب تک سایۂ اصل کے سوا دو مثل کو پہنچے جمعہ و ظہر دونوں کا وقت باقی رہتا ہے۔ بریلی میں ریلوے وقت سے جاڑوں میں کم از کم ۳ بجکر ۴۰ منٹ تک رہتا ہے اور گرمیوں میں زیادہ سے زیادہ ۵ بج کے ۷ منٹ تک عصر کا وقت غروب تک ہے اور اس سے تقریباً بیس۲۰ منٹ پہلے وقت کراہت شروع ہوجاتا ہے غروب جاڑوں میں ۵ بجکر ساڑھے ۱۵ منٹ پر ہوتا ہے اور گرمیوں میں زیادہ سے زیادہ سات بجکے چودہ منٹ پر، وھو تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۱۳):- ۱۶- جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سفر کے عذر سے جس میں قصر لازم آتا ہے دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- ناجائز ہے قال اللہ تعالیٰ ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا (بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہوا) کہ نہ وقت سے پہلے صحیح نہ وقت کھو کر پڑھنا روا بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لیس فی النوم تفریطا انما التفریط فی الیقظۃ ان توخر الصلاۃ حتی یدخل وقت صلاۃ اخریٰ (سونے میں کچھ تقصیر نہیں۔ تقصیر تو جاگنے میں ہے کہ تو ایک نماز کو اتنا موخر کرے کہ دوسری نماز کا وقت آجائے) یہ حدیث خود حالت سفر میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی، رواہ مسلم و احمد و ابوداود و الطحاوی و ابن حبان عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سفر و حضر میں حاضر بارگاہ رسالت پناہ ہمرکاب نبوت مآب رہا کرتے تھے صاف صریح انکار فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی دو۲ نمازیں جمع فرماتے نہ دیکھا مگر مزدلفہ عرفات میں جہاں کی جمع ہنگام حج حجاج کے لئے سب کے نزدیک متفق علیہ ہے، نویں تاریخ عرفات میں ظہر و عصر پھر نویں شب مزدلفہ میں مغرب و عشاء ملا کر پڑھتے صحیح بخاری صحیح مسلم و سنن ابی داود و سنن نسائی و شرح معانی الآثار امام طحاوی میں اس جناب سے ہے قال مارأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلاۃ لغیر میقاتھا الا صلاتین جمع بین المغرب والعشاء و صلے الفجر قبل میقاتھا و فی لفظ للنسائی کان رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یصلی الصلوۃ لوقتھا الاجمع وعرفات سیدنا امام محمد موطا شریف میں بسند صحیح امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی انہ کتب فی الافاق ینھاھم ان یجمعوا بین الصلاتین ویخبرھم ان الجمع بین الصلاتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر یعنی اُس جناب خلافت مآب ناطق بالحق والصواب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام آفاق میں فرمان تحریر فرمایا بھیجے کہ کوئی شخص دو نمازیں جمع نہ کرے اور اُن میں ارشاد فرمایا کہ ایک وقت میں دو نمازیں ملانا کبیرہ گناہوں سے ایک گناہ کبیرہ ہے) مخالفین کے جمع حقیقی پر قرآن وحدیث سے اصلاً کوئی دلیل نہیں جو کچھ پیش کرتے ہیں یا تو جمع صوری صریح ہے یعنی ظہر یا مغرب کو اس کے ایسے آخر وقت میں پڑھنا کہ فارغ ہوتے ہی فوراً یا ایک وقفہ قلیل کے بعد عصر یا عشا کا وقت آجائے پھر وقت ہوتے ہی معاً عصر یا عشا کا پڑھ لینا کہ حقیقت میں تو ہر نماز اپنے وقت پر ہوئی مگر دیکھنے میں مل گئیں ایسی جمع مریض ومسافر کے لئے ہم بھی جائز مانتے ہیں اور حدیثوں سے یہی ثابت ہے یا محض مجمل ہے جس میں جمع حقیقی کی اصلاً بو نہیں یا صاف محتمل کہ احادیث جمع صوری سے بہت اچھے طور پر متفق ہو سکتی ہے غرض کوئی حدیث صحیح وصریح مفسر اُن کے ہاتھ میں اصلاً نہیں بعونہ تعالیٰ اس کا نہایت شافی ووافی بیان فقیر نے رسالہ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین[۱۳۱۳ھ] میں لکھا کہ اس سوال کے آنے پر تحریر کیا جسے تحقیق حق منظور ہو اس کی طرف رجوع کرے۔ وباللہ التوفیق واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۴) مرسلہ جناب مولانا مولوی سید شاہ عبد الغفار صاحب قادری قدوسی مدرس اول مدرسہ جامع العلوم معسکر بنگلور

مولانا المولوی جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب قادری الحنفی البرکاتی البریلوی ادام برکاتکم والطافکم السلام علیکم وعلی من لدیکم حضرت قاضی مفتی ارتضا علی خاں صاحب جو وقت اخراج کے اس طور سے کہ پہلے ایک تختہ اصطرلاب اپنے سامنے رکھے تھے اور دو دائرہ ہندیہ پتھر پر تیار کرکے اصطرلاب پر شاقول پھراتے اور دائرہ ہندیہ پر نظر کرکے ایسا ایک ہی کامل محنت کرکے یہ رسالہ لکھے ہیں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ مدراس تیرہ درجہ پر واقع ہے اور یہ معسکر بنگلور دو سو ستر[۲۱] میل پر ساڑھے سترہ درجہ پر ہے

ہم اس حساب سے ۵ لحظہ بڑھ کر لیتے ہیں اس رسالہ میں جو ۵ الحظہ دیری کرنا لکھے ہیں حاجت نہیں ریلوے حساب سے مدراس اور یہاں دو لحظہ ہی کا فرق ہے اگر ۵ لحظہ تاخیر کریں تو کافی رہا آپ کا بریلی شہر اس حساب کے موافق ہرگز نہ ہوگا کیونکہ اغلباً شاید چودہ درجہ پر ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اختلاف اوقات بہ تقدم و تاخر تو ضرور تبدیل طول بلد سے ہوجاتا ہے مگر وہ وجہ تغیر حساب نہیں مثلاً جس بلد میں طلوع شمس کسی جزء میں سات بجے پر ہو تو اس عرض کے جتنے بلاد و آفاق ہیں سب میں طلوع شمس جزء مذکور میں سات ہی بجے ہوگا بلا تفاوت اگرچہ بلد شرقی میں سات پہلے بجیں گے اور غربی میں بعد ہاں اختلاف عرض موجب تزاید وتناقص و تغیر حساب ہوتا ہے کہ اُس کے باعث تعدیل النہار و مطالع البروج و قوس النہار و قوس اللیل و ارتفاع و غایت انحفاض وغیرہا امور جن پر ابتنائے حساب اوقات ہے تبدل ہوجاتے ہیں مدراس بنگلور کے عرض میں ایسا تفاوت نہیں کہ تغیر معتد بہ دے مدراس تیرہ درجے پانچ دقیقہ پر ہے اور بنگلور جہاں تک مجھے مراجعت اطالس سے معلوم ہوا ہے علی قول بارہ ۱۲ درجے اور ننانوے ۹۹ دقیقہ اور علی قول آخر بارہ ۱۲ درجے پچپن ۵۵ دقیقے پر ہے یہ چھ ۶ یا دس دقیقے کا تفاوت چنداں مغیر اوقات نہ ہوگا پانچ دقیقہ ساعت جو آپ نے مقرر فرمائے کثیر ہیں بریلی کا عرض اٹھائیس درجے اکیس ۲۱ دقیقے ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۱۵):- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت فجر کا کس وقت سے شروع ہوتا ہے اور کب تک رہتا ہے اور جو شخص نہایت اندھیرے میں اول وقت نماز فجر پڑھے اور اور لوگوں کو اُسی وقت پڑھنے کی تاکید کرے اور کہے بعد روشنی کے نماز مکروہ ہوتی ہے وہ شخص سچا ہے یا نہیں اور وہ نماز اُس کی مستحب وقت ہوئی یا نہیں، اور مستحب وقت اس نماز کا کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- وقت نماز فجر کا طلوع یا انتشار صبح صادق سے ہے علی اختلاف المشائخ اور انتہا اُس کی طلوع اول کنارہ شمس ہے اور ہمارے علماء کے نزدیک مردوں کو دواماً ہر زمان و ہر مکان میں اسفار فجر یعنی جب صبح خوب روشن ہو جائے نماز پڑھنا سنت ہے سوا یوم النحر کے کہ حجاج کو

اس روز مزدلفہ میں تغلیس چاہیئے صرح بہ فی عامۃ کتب ھو اور اس میں احادیث صریحہ معتبرہ وارد ترمذی ابوداود و نسائی دارمی ابن حبان طبرانی حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر یعنی صبح کو خوب روشن کرو کہ اسفار میں اجر زیادہ ہے۔ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے ولفظ الطبرانی فکلما اسفرتم بالفجر فانہ اعظم للاجر ولفظ ابن حبان کلما اصبحتم بالصبح فانہ اعظم للاجر کہ ان الفاظ کا حاصل یہ ہے کہ جس قدر اسفار میں مبالغہ کروگے ثواب زیادہ پاؤگے، اور طبرانی و ابن عدی نے انہیں صحابی سے روایت کیا قال رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا بلال یا بلال نادِ بصلاۃ الصبح الفجر حتی یبصر القوم مواقع نبلھم من الاسفار رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال سے ارشاد فرمایا اے بلال فجر کی اذان اُس وقت دیا کرو جب لوگ اپنے تیر گرنے کی جگہیں دیکھ لیں بسبب روشنی کے اور ظاہر کہ یہ بات اس وقت حاصل ہوگی جب صبح خوب روشن ہوجائے گی اور جب اذان ایسے وقت ہوگی تو نماز تو اس سے بھی زیادہ روشنی میں ہوگی۔ ابن خزیمہ اپنی صحیح اور امام طحاوی شرح معانی الآثار میں بسند صحیح حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں ما اجتمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی شیئ کما اجتمعوا علی التنویر اصحاب رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کسی بات پر اتفاق نہ کیا جیسا تنویر و اسفار پر۔ حدیث صحیحین سے ثابت کہ نماز فجر اول وقت پڑھنا سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریفہ کے خلاف تھا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزدلفہ میں حضور کے مغرب کو وقت عشا اور فجر کو اول وقت پڑھنے کی نسبت فرمایا ان ھاتین الصلاتین حولتا عن وقتیھما فی ھذا المکان یعنی یہ دونوں نمازیں اپنے وقت سے پھیر دی گئیں اس مکان میں بخاری و مسلم کی دوسری روایت میں ہے صلی الفجر قبل وقتھا بغلس صبح کی نماز پڑھی قبل اس کے وقت کے تاریکی میں اور قبل وقت سے قبل از طلوع فجر مراد نہیں کہ یہ خلاف اجماع ہے معہذا حدیث بخاری سے ثابت کہ فجر طالع ہوچکی تھی تو بالضرور قبل از وقت معہود مقصود ہے وہو المطلوب

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اس حدیث کے راوی ہیں حضر وسفر میں ملازمت والا سے مشرف رہتے یہاں تک کہ لوگ انہیں اہل بیت نبوت سے گمان کرتے اور ان کے لئے استیذان معاف تھا کل ذلک ثابت بالاحادیث تو اُن کا یہ فرمانا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ کسی نماز کو غیر وقت پر پڑھا ہو سوا ان دو نمازوں کے اس مضمون کا اور مؤکد و مؤید ہے اور حکمت فقہی اس باب میں یہ ہے کہ اسفار میں تکثیر جماعت ہے جو شارع کو مطلوب و محبوب اور تغلیس میں تقلیل اور لوگوں کو مشقت میں ڈالنا اور یہ دونوں ناپسند و مکروہ اسی لئے امام کو تخفیف صلاۃ اور کبیر و ضعیف و مریض و حاجت مند کی مراعات کا حکم فرمایا سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جماعت میں قراءت طویل پڑھی لوگ شاکی ہوئے ارشاد ہوا یامعاذ افتان انت یامعاذ افتان انت قالہ ثلثا اور اول وقت نماز کی افضلیت اگر مطلقاً تسلیم بھی کر لی جائے تاہم دفع مفاسد جلب مصالح سے اہم و اقدم ہے آخر نہ دیکھا کہ تطویل قراءت پر عتاب ہوا حالانکہ قرآن جس قدر بھی پڑھا جائے احسن و افضل ہی ہے۔ معہذا نماز فجر کے بعد تا بہ اشراق ذکر الٰہی میں بیٹھا رہنا مستحب ہے اور یہ امر اسفار میں آسان اور تغلیس کے ساتھ دشوار اب رہا یہ کہ حد اسفار کی کیا ہے بدائع و سراج وہاج سے ثابت کہ وقت فجر کے دو حصے کئے جائیں حصہ اول تغلیس اور آخر میں اسفار ہے اور امام حلوانی و قاضی امام ابو علی نسفی وغیرہما عامہ مشائخ فرماتے ہیں کہ ایسے وقت شروع کرے کہ نماز بقراءت مسنونہ ترتیل و اطمینان کے ساتھ پڑھ لے بعدہ نسیان حدث پر متنبہ ہو تو وضو کرکے پھر اُسی طرح پڑھ سکے اور ہنوز آفتاب طلوع نہ کرے بعض کہتے ہیں کہ نہایت تاخیر چاہیئے کہ فساد موہوم ہے اور اسفار مستحب، مستحب کو موہوم کے لئے نہ چھوڑیں گے مگر ایسے وقت تک تاخیر کہ طلوع کا اندیشہ ہو جائے بالاجماع مکروہ ففی غنیۃ المستملی للعلامۃ الحلبی اثر اعن البدائع وحدیلا لا ربعۃ التغلیس) مادام فی النصف الاول من الوقت وفیہا عن الفتاوی الخانیۃ وحد التنویر ما قال شمس الائمۃ الحلوانی والقاضی الامام ابو علی النسفی انہ یبدؤ الصلوۃ بعد انتشار البیاض فی وقت لو صلی الفجر بقراءۃ مسنونۃ ما بین اربعین اٰیۃ الی ستین اٰیۃ و یرتل القراءۃ فاذا فرغ

من الصلوٰۃ ثم ظہر لہ سھو فی طہارتہ یمکنہ ان یتوضأ ویعید الصلاۃ قبل طلوع الشمس کما فعل ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وعلیٰ ھذا ما فی محیط رضی الدین والخلاصۃ والکافی وغیرھا انتہی قلت ومثلہ فی فتاوی قاضیخان ونحوہ فی الفتاوے العالمگیریۃ عن التبیین وقیل یؤخرھا جدا لان الفساد موھوم فلو یترک المستحب لاجلہ وقیل حدہ ان یری مواضع النبل ثم کما فی محیط رضی الدین وغیرھا لا یؤخرھا تاخیرا یقع الشک فی طلوع الشمس انتہی ملخصًا وفی البحر الرائق قالوا یسفر بھا بحیث لو ظہر فساد صلاتہ یمکنہ ان یعیدھا فی الوقت بقراءۃ مستحبۃ وقیل یؤخرھا جدا لان الفساد موھوم فلا یترک المستحب لاجلہ وھو ظاھر اطلاق الکتاب یعنی الکنز حیث قال وندب تاخیر الفجر ولم یقید بشیئ لکن یؤخرھا بحیث یقع الشک فی طلوع الشمس وفی السراج الوھاج حد الاسفار ان یصلی فی النصف الثانی ولا یخفی ان الحاج بمزدلفۃ لا یؤخرھا وفی المبتغی بالغین المعجمۃ الافضل للمرأۃ فی الفجر الغلس وفی غیرھا الانتظار الی فراغ الرجال عن الجماعۃ انتہی ما فی البحر وفی الدر المختار والمستحب للرجل الابتداء فی الفجر باسفار والختم بہ ھو المختار بحیث یرتل اربعین اٰیۃ ثم یعیدہ بطہارۃ لو فسد وقیل یؤخر جدا لان الفساد موھوم الا الحاج بمزدلفۃ فالتغلیس افضل کمرأۃ مطلقا، اُس شخص کا اول وقت اندھیری میں نماز پڑھنا سنت کی مخالفت کرنا ہے اور اُن کو اس کی تاکید کرنی مخالفت سُنت کی طرف بلانا ہے اور یہ کہنا کہ روشنی میں نماز مکروہ ہوتی ہے سُنت کو مکروہ کہنا اور شریعت مطہرہ پر بہتان اٹھانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۱۶): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت مستحب ظہر کا گرما میں کیا ہے اور جو شخص موسم مذکور میں بعد زوال اول وقت نماز ظہر پڑھے اور لوگوں کو بھی تاکید کرے کہ وقت اولیٰ یہی ہے۔ آیا وہ شخص حق پر ہے یا ناحق پر۔ بینوا توجروا۔

الجواب: موسم گرما میں ظہر کا ابراد کرکے پڑھنا مستحب ہے تمام کتب حنفیہ میں یہ معنی مصرح

اور اول وقت پڑھنا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم اقدس سے عدول حضور فرماتے ہیں اذا
اشتد الحر فابردوا بالظھر فان شدۃ الحر من فیح جھنم متفق علیہ جب گرمی سخت ہو تو ظہر کو
ٹھنڈا کرو کہ شدت گرمی وسعت دم دوزخ سے ہے آور بخاری ونسائی انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے
راوی واللفظ للنسائی قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا کان الحر ابرد بالصلوٰۃ
واذا کان البرد عجل رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب گرمی ہوتی نماز ٹھنڈی کرتے اور جب
سردی ہوتی تعجیل فرماتے اور بخاری مسلم ابوداؤد وابن ماجہ نے سیدنا ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کی قال اذن مؤذن النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الظھر فقال ابردا بردا او قال انتظر انتظر وقال
شدۃ الحر من فیح جھنم فاذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوٰۃ حتے رأینا فیئ التلول یعنی مؤذن
نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان ظہر دی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ٹھنڈا کر
ٹھنڈا کر یا فرمایا انتظار کر انتظار کر اور فرمایا سختی گرما جہنم کی وسعت نفس سے ہے تو جب گرمی زائد ہو نماز
ٹھنڈی کرو یہاں تک کہ ہم نے دیکھا ٹیلوں کا سایہ دوسرے طریق میں ہے کنا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فے السفر فاراد المؤذن ان یؤذن الظھر فقال النبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم
ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد حتی رأینا فیئ التلول الحدیث، ہم نبی صلے اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے مؤذن نے ارادہ کیا کہ ظہر کی اذان دے حضور نے ارشاد فرمایا ٹھنڈا کر
پھر چاہا کہ اذان دے پھر فرمایا ٹھنڈا کر یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھے اور مسلم میں ابراہیم کے
دوسرے طریق میں شعبہ سے مؤذن کا تین بار ارادہ اور حضور کا یہی حکم فرمانا وارد ہوا قلت ومسلم ثقۃ
فزیادتہ مقبولۃ **اقول** اب یہاں سے مبالغہ تاخیر کا اندازہ کرنا چاہیئے کہ مؤذن نے تین بار اذان کا
ارادہ کیا اور ہر دفعہ ابراد کا حکم ہوا اور یقیناً معلوم ہے کہ ہر دو ارادوں میں اس قدر فاصلہ ضرور تھا جس کو
ابراد کہہ سکیں اور وہ وقت بہ نسبت پہلے وقت کے ٹھنڈا ہو ورنہ لازم آئے کہ سیدنا بلال رضی اللہ تعالےٰ
عنہ نے تعمیل حکم نہ کی اور جب اذان میں یہ تاخیر ہوئی تو نماز تو اور بھی دیر میں ہوئی ہو گی علما فرماتے ہیں
ٹیلے غالباً بسیط اور پھیلے ہوئے ہوتے ہیں کہ اُن کا سایہ دوپہر کے بہت دیر بعد ظاہر ہوتا بخلاف

اشیائے مستطیلہ مانند منارہ و دیوار وغیرہما امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں ٹیلوں کا سایہ ظاہر نہیں ہوتا مگر جب اکثر وقت ظہر کا جاتا رہے۔ ابوداؤد و نسائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں قال کان قدر صلٰوۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الظہر فی الصیف ثلثۃ اقدام الی خمسۃ اقدام گرمی میں نماز حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدار تین قدم سے پانچ قدم تک تھی یعنی جب سایہ ہر چیز کا اس کے ساتویں حصہ کے تین یا پانچ مثل ہوجاتا تو حضور پر نور نماز ادا فرماتے اور معلوم ہے کہ حرمین شریفین زادہما اللہ تعالیٰ شرفا میں گرمی کے موسم میں اس قدر سایہ نہایت دیر میں واقع ہوگا کہ وہاں سایۂ اصلی اس موسم میں نہایت قلت پر ہوتا ہے بعض اوقات میں انگل دو انگل سے زائد نہیں پڑتا اور مکہ معظمہ میں تو بعض اوقات یعنی جب آفتاب سمت الراس پر گزرے مطلقاً نہیں ہوتا یہ بات وہاں اس وقت ہوتی ہے جب آفتاب ہشتم جوزا یا بست و دوم سرطان پر ہو یعنی ۳۰ مئی اور ۱۲ جولائی اخرج ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امنی جبریل عند البیت مرتین فصلی بی الظہر حین زالت الشمس وکانت قدر الشراک الحدیث وفی البحر الرائق عن المبسوط واعلم ان لکل شیئ ظلا وقت الزوال الا بمکۃ والمدینۃ فی اطول ایام السنۃ لان الشمس فیہما تاخذ الحیطان الاربعۃ اھ **اقول** وکانہ رحمہ اللہ تعالیٰ اطلق العدم واراد القلۃ والا فالمدینۃ الطیبۃ عرضہا کہ زائدا علی المیل الکلی بدرجۃ وثلث وثلاثین دقیقۃ فکیف ینعدم فیہا الظل ومکۃ عرضہا کام اقل من المیل الاعظم بدرجۃ وسبع واربعین دقیقۃ فلا ینعدم فیہا الظل فی اطول الایام بل یکون جنوبیا وانما ینعدم حیث ذکرنا واللہ تعالیٰ اعلم اور حد ابراد فعل شریف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے باحادیث سیدنا ابی ذر و سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما معلوم ہو چکی مگر سایہ کا حال اختلاف بلاد سے مختلف ہوتا ہے۔ اور فقہ میں اس کی یہ حد ذکر کی گئی کہ سلسلہ سائے میں مسجد تک چلا آئے۔ فی الدر المختار وتاخیر الصیف بحیث یمشی فی الظل اور اسی طرح ایک حدیث میں وارد ہوا اور بحر الرائق میں ہے کہ قبل اس کے کہ سایہ

ایک مثل کو پہنچے ادا کرے حیث قال وحدہ ان یصلی قبل المثل شاید یہ اس پر مبنی ہے کہ انتہائے وقت ظہر میں علما مختلف ہیں۔ امام کے نزدیک دو مثل اور صاحبین کے نزدیک ایک مثل معتبر ہے تو بہتر یہ کہ ایک مثل تک ادا ہو جائے ورنہ ہدایہ میں تصریح کرتے ہیں کہ ظہر میں ابراد کا حکم ہے اور حرمین شریفین میں جب سایہ ایک مثل کو پہنچتا ہے عین اشتداد گرمی کا وقت ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی اماکن الصلوٰۃ

مسئلہ (۳۱۷):۔ از مقام چتور گڑھ علاقہ ادیپور مسئولہ مولوی عبدالکریم صاحب بتاریخ ۶ اربیع الاول شریف بروز شنبہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو ایسی جگہ نماز کا وقت آیا کہ دور دور تک زمین تر اور ناپاک ہے اگر سجدہ کرتا ہے تو کپڑے تر ہو کر ناپاک ہوتے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں کہ نیچے بچھا کر اُس پر کپڑا پاک ڈال کر نماز پڑھے تو ایسی صورت میں کس طرح نماز ادا کرے اشارہ سے یا سجدہ ورکوع سے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ شرع مطہر کسی وقت کسی سوال کے جواب سے عاجز نہیں مگر ایسی صورت میں قبل از وقوع بے اندیشہ صحیحہ وقوع فرض کرکے سوال کرنا وبال لاتا ہے اور کبھی اُسے مشکل میں مبتلا کر دیتا ہے، حدیث میں ہے نہی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن نقل المسائل رہا سوال کا جواب وہ قرآن مجید میں موجود ہے کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا فاتقوا اللہ ما استطعتم ما جعل علیکم فی الدین من حرج، نماز کھڑے اشارہ سے پڑھے، واللہ تعالیٰ اعلم،

مسئلہ (۳۱۸):۔ مستفسرہ محمد خاں نمبردار بڑودہ ڈاکخانہ پنڈراول ضلع بلند شہر یکشنبہ ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موضع بڑودہ ضلع بلند شہر میں کوئی عیدگاہ نہیں ہے عرصہ تخمیناً ۸ سال کا ہوا جب میں نے آبادی دیہہ جانب اُتر جنگل اوسر ملکیت خود میں سے ایک چبوترہ خام واسطے عیدگاہ کے بنوایا تھا جس کی بنیاد جناب مولانا بہاؤالدین شاہ صاحب ساکن مرشد آباد نے رکھی تھی اس جنگل اوسر میں جگہ عیدگاہ و متصل چبوترہ عیدگاہ اہل ہنود کے مُردے جلا کرتے تھے جب چبوترہ عیدگاہ قائم ہو گیا تو اہل ہنود نے دوسری جگہ مُردے جلانے شروع کر دیئے اب بعض اشخاص اس بات پر اعتراض

کرتے ہیں کہ مرگھٹ قبر کی تعریف میں نہیں آتا کیونکہ ہوا و بارش سے ہڈیاں و خاک بہہ جاتی ہے اور قبر کے اندر مردہ دفن ہوتا ہے۔ اُمید کہ جواب سے معزز فرمایا جائے۔

الجواب: اگر چبوترہ ایسی مٹی سے بنایا گیا جس میں مردہ ہندوؤں کی نجاست نہ تھی یا اُس میں کی مٹی جہاں تک اُن کی نجاستیں تھیں کھود کر پھینکوا دی پھر اُس زمین کو نماز کے لئے کر دیا تو اس میں کوئی حرج نہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب مسجد مدینہ طیبہ بنا فرمائی وہ ایک نخلستان تھا جس میں مشرکین دفن ہوتے تھے فامر بقبور المشرکین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مشرکوں کی قبریں کھود کر وہ نجس مٹی پھینک دی گئی پھر وہاں مسجد کریم تعمیر فرمائی۔ کما فی صحیح البخاری وغیرہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۹): مسئولہ شمشیر خاں درگاہ جیلانی موضع بڑودہ ضلع بلند شہر معرفت مولوی اسمٰعیل صاحب محمود آبادی سہ شنبہ ۲۳ رمضان شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ایک چبوترہ کو جس میں ہڈیاں تک مشرکین کی نظر آتی ہیں اُسے چھوڑ کر جدید عیدگاہ میں نماز ادا کرنے سے خاطی و گنہگار تو نہ ہوں گے اختلاف اُس چبوترہ پر نماز ادا کرنے سے اکثر لوگوں کو ہے بلکہ کئی سال ہوئے جب سے چبوترہ بنایا گیا اکثر مسلمان دوسری جگہ نماز پڑھنے جاتے تھے اس سال سبھوں نے مل کر عیدگاہ پختہ بنوانا شروع کر دی۔ جیسا ارشاد ہو عمل کیا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: ۱۶ شعبان کو یہ سوال آیا تھا جواب دیا گیا کہ اگر چبوترہ کی مٹی میں نجاست کی آمیزش نہیں یا زمین ہی کھود کر اُن نجاستوں سے پاک کر دی گئی تو کوئی مضائقہ نہیں اب سوال میں اظہار ہے کہ اُس میں مشرکوں کی ہڈیاں تک نظر آتی ہیں ایسی حالت میں اُس پر نماز پڑھنا ہی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۰): از ندی پار ہتی علاقہ ریاست گوالیار گونا باور ریلوے ڈاکخانہ ندی مذکور مرسلہ سید کرامت علی صاحب محرر منشی محمد امین صاحب ٹھیکیدار ریلوے مذکور ۴ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

بخدمت فیض درجت جناب مولانا و مرشدنا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام اقبالہ بعد السلام علیک واضح رائے شریف ہو کہ بوجہ چند ضروریات کے آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ بنظر توجہ بزرگانہ جواب سے معزز فرمایا جاؤں۔ اول یہ کہ جس مکان میں کوئی شخص شراب پیئے اُس میں نماز پڑھنا چاہیے یا نہیں، دوسرے

پڑھ جائے نماز یہاں پر کسی شخص کی چارپائی کے بچھا کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اس صورت میں کہ اُس چارپائی پر وہ شخص سوتا ہو یا بیٹھا۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اگر وہ شخص وہاں اُس وقت شراب پینے میں مشغول نہیں نہ وہاں شراب کی نجاست ہے تو ایسے وقت وہاں نماز پڑھ لینے میں حرج نہیں اور اگر بالفعل وہ شخص شراب پی رہا ہے تو بلا ضرورت وہاں نماز نہ پڑھے کہ شراب خوار پر بحکم احادیث صحیحہ لعنت الٰہی اترتی ہے اور محل نزول لعنت میں نماز نہ پڑھنی چاہیئے اس لئے سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قوم ثمود کی جائے ہلاک میں نماز نہ پڑھی کہ وہاں عذاب نازل ہوا تھا نیز شراب پینے وقت شیطان حاضر اور ناس کا غلبہ و استیلا ظاہر ہے اور محل غلبہ شیطان میں نماز نہ پڑھنی چاہیئے اسی لئے حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب تعریس جب نماز فجر سوتے میں قضا ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم فرمایا کہ نماز آگے چل کر پڑھو کہ یہاں تمہارے پاس شیطان حاضر ہوا تھا حالانکہ وہ فوت قصدی نہ تھا سوتے سے آنکھ بحکمت الٰہی نہ کھلی تھی اور اگر وہ مکان ہی شراب خواری کا ہو کہ فساق فجار اپنا یہ مجمع ناجائز وہاں کیا کرتے ہوں جب تو بدرجہ اولیٰ وہاں نماز مکروہ ہے کہ اب وہ مکان حمام سے زیادہ مرجع و ماوائے شیاطین ہے اور علماء نے حمام میں کراہت نماز کی یہ وجہ ارشاد فرمائی کہ وہ شیطان کا ماویٰ ہے۔ کما فی ردالمحتار وغیرہ۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر کوئی شخص چارپائی پر بیٹھا خواہ لیٹا ہے اور اُس طرف اُس کی پیٹھ ہے تو اُس کے پیچھے جا نماز بچھا کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اسی طرح اگر اُس طرف پیٹھ کئے سو رہا ہے جب بھی مضائقہ نہیں مگر سوتے کے پیچھے پڑھنے سے احتراز مناسب ہے۔ دو وجہ سے ایک یہ کہ کیا معلوم اس کے نماز پڑھنے میں وہ اُس طرف کروٹ لے اور ادھر اُس کا منہ ہو جائے دوسرے یہ محتمل ہے کہ سوتے میں اُس سے کوئی ایسی شئے صادر ہو جس سے نماز میں اسے ہنسی آجانے کا اندیشہ ہو۔ المسألۃ فی ردالمحتار عن الغنیۃ والوجہ الاول مھازدتہ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۱) :- از موضع منڈنپور تھانہ ڈاکخانہ میرگنج ضلع بریلی مرسلہ غلام ربانی صاحب زمیندار یکم ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص جنگل میں ہے اور

نماز کا وقت ہو گیا تو وہ کھیت یا بنجر ملکیت غیر میں نماز پڑھ لے تو نماز ہو گی یا نہیں؟ اور ڈانڈ پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب: دوسرے کی کھیتی میں نماز پڑھنا ممنوع ہے بے اُس کی اجازت صریح کے گنہگار ہو گا مگر نماز ادا ہو جائے گی اور بنجر میں پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ یونہیں وہ کھیت جس میں کھیتی نہ ہو۔ ڈانڈ پر نماز نہیں ہو سکتی مگر اُس حالت میں کہ وہ مثل تخت کے ہو مثلاً لکڑیاں باندھ کر اُن پر تختے رکھ لئے ہوں یا خود تخت ہی باندھ لیا ہو یا ایسا سخت بنا ہوا ہو کہ سجدہ میں سر ٹھہر جائے۔ زور کرنے سے زیادہ نیچا نہ جھکے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۲۲):- از مین پوری مکان مولوی محمد محسن صاحب وکیل مرسلہ شیخ انوار الحسن صاحب ابن مولوی صاحب مذکور۔ ۱۱ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چارپائی پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور یہ جو مشہور ہے کہ اگلی امتوں میں کچھ لوگ چارپائی پر نماز پڑھنے کے سبب بندر ہو گئے۔ یہ بات ثابت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ جو چیز ایسی ہو کہ سجدہ میں سر اُس پر مستقر ہو جائے یعنی اس کا دبنا ایک حد پر ٹھہر جائے کہ پھر کسی قدر مبالغہ کریں اُس سے زائد نہ دبے ایسی چیز پر نماز جائز ہے خواہ وہ چارپائی ہو یا زمین پر رکھا ہوا گاڑی کا کھٹولا یا کوئی شے اور یہ جو جاہلوں میں بلکہ عورتوں میں مشہور ہے کہ کچھ لوگ اگلی اُمتوں میں چارپائی پر نماز پڑھنے سے مسخ ہو گئے محض غلط و باطل ہے۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں ضابطہ ان لایتسفل بالتسفیل فحینئذ جاز سجودہ علیہ رد المحتار میں ہے تفسیرہ ان الساجد لوبالغ لایتسفل رأسہ ابلغ من ذالک فصح علے طنفسۃ وحصیر وحنطۃ وشعیر وسریر وعجلۃ ان کانت علی الارض نظر کیجئے تو یہ خاص مسئلہ کا جزئیہ ہے زبان عرب میں سریر تخت وچارپائی دونوں کو شامل ہے کما لایخفی علی من طالع الاحادیث الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۲۳):- از خیر آباد ضلع سیتاپور محلہ میاں سرائے مدرسہ عربی قدیم مرسلہ جناب سید فخر الحسن صاحب نبیرہ مولوی نبی بخش صاحب مرحوم مفتی خیر آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسائل (۱) حضرت شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے تحت حدیث شریف الارض کلہا مساجد الا المقبرۃ اھ تحریر فرمایا ہے (اما مقبرہ از جہت آنکہ غالب در روے قذرات و اختلاط تربت او ست با نچہ جدا می گردد از دواز مردہا را بنجاست و اگر مکان طاہر و نظیف باشد پس ہیچ باکے نیست و کراہیتے نزد بعض بر آنند کہ نماز در مقبرہ مکروہ است از جہت ظاہر ایں حدیث) اور کتاب حصہ دوم سرور عزیزی ترجمۂ فتاوی عزیزی کی حسب ذیل عبارت ہے (حدیث میں وارد ہے کہ قبرستان میں نماز نہ پڑھنا چاہیئے اور اس کی شرح میں علمانے جو کچھ لکھا ہے اُس میں بہتر قول یہ ہے کہ اس وجہ سے منع ہے کہ اس میں ایک قسم کی مشابہت کفار کے ساتھ پائی جاتی ہے اور یہ مشابہت جمادات کو سجدہ کرنے میں ہوتی ہے۔ اور اس سبب سے یہ حکم ضروری ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور حنفیہ کی کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر قبر نمازی کے سامنے ہو تو یہ زیادہ مکروہ ہے اور اگر قبر داہنے یا بائیں جانب ہو تو اس سے کم مکروہ ہے اور اگر نمازی کے پیچھے ہو تو یہ اُس سے بھی کم مکروہ ہے اور یہی قول اصح ہے اور علما کا عمل اسی پر ہے۔ اور شافعیہ کے فقہا نے لکھا ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا اس وجہ سے مکروہ ہے کہ وہ نجاست کی جگہ ہے تو یہ صحیح نہیں ہے) حضرت شیخ عبد الحق علیہ الرحمۃ نے اپنے قول کی تائید میں کسی کتاب یا قول کسی مجتہد و امام کا حوالہ نہیں دیا ہے بلکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف اپنا مذہب تحریر فرما رہے ہیں۔ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ عمل علمائے حنفیہ اور کتب فقہ سے اپنے قول کو مضبوط تو کیا ہے مگر کوئی صاف پتہ کسی کتاب یا قول کا نہیں تحریر کیا ہے جس سے اطمینان حاصل کیا جائے مگر شاہ صاحب موصوف کے فتوے کی زوردار عبارت سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے اس مذہب کو اختیار کیا ہے جو مذہب اصح اور مختار حضرات علمائے حنفیہ کے خلاف اور ملت شافعیہ کے مطابق ہے جو علمائے حنفیہ کے نزدیک غیر اصح ہے اور اپنے اس غیر صحیح مذہب کو اس قدر قوی کیا ہے کہ اُس کی تائید میں تحریر فرماتے ہیں (اگر مکان طاہر و نظیف باشد پس ہیچ باکے نیست و کراہیتے نہ) اس سوال کا جواب ایسی تفصیل کے ساتھ بحوالہ کتب فقہ حنفیہ تحریر فرمایا جائے کہ جس سے تناقض اقوال حضرت شیخ علیہ الرحمہ و شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی کا بخوبی فیصلہ ہو کر آئندہ کے واسطے کوئی جھگڑا باقی نہ رہے اور کسی مخالف کو از روئے دلیل نقلی انکار کا موقع نہ مل سکے

(۲) لفظ مقبرہ جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کس مقام سے مراد ہے آیا محض وہی مقامات ہیں جہاں معمولاً مردگان دفن کیے جاتے ہیں یا اگر اب دفن نہیں کیے جاتے مگر وہاں متعدد قبور سابقہ موجود ہیں یا وہ مقام بھی مراد ہے کہ بوجہ وصیت وغیرہ کے اندر کسی مکان کے یا متصل کسی مسجد کے بلکہ نیچے کسی درخت کے کوئی میت مدفون کی گئی اور اب وہاں قبر موجود ہے یا کسی میدان میں اتفاقیہ کسی وجہ سے ایک یا دو مردے دفن کر دیئے گئے اور قبر موجود ہے یا کسی جگہ کوئی قبر اتفاقیہ ہے اور اصطلاح عام میں وہ مقام لفظ قبرستان سے تعبیر نہیں کیا جاتا ہے ہر چہار مقامات متذکرہ بالا کی نسبت کیا کیا حکم ہے اور کون کون مقامات حکم مقبرہ میں جہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے داخل نہیں ہیں۔ (۳) بموجب فتوے جناب شاہ عبدالعزیز صاحب اگر یمیناً وشمالاً وخلفاً قبر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے تو ضرور ہوا کہ متصل قبر اندر مقبرہ جو جگہ نماز کے واسطے حاصل کی گئی یا متصل قبر اتفاقیہ کے یا بیرون مقبرہ غیر محاط متصل اس کے واسطے دفع کراہت نماز کے سترہ کی یا مقدار فاصلے کے معلوم ہونے کی ضرورت ہے کہ بصورت سامنے قبر ہونے کے سترہ یا فاصلہ کی ضرورت کتب فقہ سے معلوم ہوتی ہے اس کی نسبت جو حکم موافق قول اصح اور موافق عمل حضرات علمائے حنفیہ ہو تحریر فرمایا جائے۔

الجواب:- اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نماز قبر پر مطلقاً مکروہ وممنوع ہے بلکہ قبر پر پاؤں رکھنا ہی جائز نہیں عالمگیری میں ہے، یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیت اھ وقد حققناہ فی اھلاک الوھابیین اور قبر کی طرف بھی نماز مکروہ وممنوع ہے جبکہ سترہ نہ ہو اور صحرا یا مسجد کبیر میں قبر موضع سجود میں ہو یعنی اتنے فاصلے پر جبکہ بہ خاشعین کی سی نماز پڑھے اور اپنی نگاہ خاص موضع سجود پر جمی رکھے تو اس پر نظر پڑے کہ نگاہ کا قاعدہ ہے جس محل خاص پر اسے جمایا جائے اس سے کچھ دور آگے بڑھتی ہے، مذہب اصح میں بحالت مذکورہ جہاں تک نگاہ پہنچے سب موضع سجود ہے کما نص علیہ فی الحلیۃ وغیرھا فتح اللہ المعین میں ہے یکرہ ان یطأ القبر او یجلس او ینام علیہ او یصلی علیہ او الیہ بحرعلیہ بحر جنائز ردالمحتار میں ہے تکرہ الصلاۃ علیہ والیہ لورود النہی عن ذلک فتاوی ہندیہ میں ہے، ان کان بینہ وبین القبر مقدار مالو کان فی الصلوۃ ویمر انسان لایکرہ فھٰنا ایضا لایکرہ کذا فی التتارخانیۃ، درمختار میں ہے ولایفسدھا مرور مار فی الصحراء او مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح او مرورہ بین یدیہ الی حائط القبلۃ فی بیت ومسجد صغیر فانہ کبقعۃ واحدۃ وان

اثم المراد اھ اور اگر قبر دہنے بائیں یا پیچھے ہے تو اصلاً موجب کراہت نہیں۔ جامع المضمرات پھر جامع الرموز پھر طحطاوی علی مراقی الفلاح ورد المحتار علی الدر المختار میں ہے لا تکرہ الصلاۃ الی جھۃ القبر الا اذا کان بین یدیہ بحیث لو صلی صلوٰۃ الخاشعین وقع بصرہ علیہ علی قاری حنفی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذین علیھا المساجد تحریر فرماتے ہیں قال ابن الملک انما حرم اتخاذ المساجد علیھا لان فی الصلوٰۃ فیھا استنانا بسنۃ الیھود اھ وقید علیھا یفید ان اتخاذ المساجد بجنبھا لا باس بہ ویدل علیہ قولہ علیہ السلام لعن اللہ الیھود والنصاری الذین اتخذوا قبور انبیاءھم وصالحیھم مساجد اھ بلکہ اگر مزارات اولیائے کرام ہوں اور اُن کی ارواح طیبہ سے استمداد کے لئے اُن کی قبور کریمہ کے پاس دہنے یا بائیں نماز پڑھے تو اور زیادہ موجب برکت ہے امام علامہ قاضی عیاض مالکی شرح صحیح مسلم شریف پھر علامہ طیبی شافعی شرح مشکوٰۃ شریف پھر علامہ علی قاری حنفی مرقاۃ المفاتیح میں فرماتے ہیں کانت الیھود والنصاری یسجدون لقبور انبیاءھم ویجعلونھا قبلۃ ویتوجھون فی الصلوٰۃ نحوھا فقد اتخذوھا اوثانا فلذلک لعنھم ومنع المسلمین عن مثل ذلک اما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح او صلی فی مقبرۃ وقصد الاستظھار بروحہ او وصول اثر ما من اثر عبادتہ الیہ لا للتعظیم لہ والتوجہ نحوہ فلا حرج علیہ الا تری ان مرقد اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام فی المسجد الحرام عند الحطیم ثم ان ذلک المسجد افضل مکان یتحری المصلی لصلاتہ۔ علامہ طاہر حنفی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد کانوا یجعلونھا قبلۃ یسجدون الیھا فی الصلوٰۃ کالوثن واما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح او صلی فی مقبرۃ قاصدا بہ الاستظھار بروحہ او وصول اثر ما من اثار عبادتہ الیہ لا التوجہ نحوہ والتعظیم لہ فلا حرج فیہ الا یری ان مرقد اسمٰعیل فی الحجر فی المسجد الحرام والصلوٰۃ فیہ افضل قاضی ناصر الدین بیضاوی شافعی پھر امام علامہ بدر الدین محمود عینی حنفی عمدۃ القاری پھر علامہ احمد محمد خطیب قسطلانی شافعی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں من اتخذ مسجدا فی جوار صالح وقصد التبرک بالقرب منہ لا التعظیم ولا التوجہ الیہ فلا یدخل فی الوعید المذکور اھ امام علامہ تورپشتی حنفی شرح مصابیح میں زیر حدیث اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد

فرماتے ہیں ھو مخرج علی وجھین احدھما انھم کانوا یسجدون لقبور الانبیاء تعظیما لھم وقصد العبادۃ فی ذلک وثانیھما انھم کانوا یتحرون الصلوۃ فی مدافن الانبیاء والتوجہ الی قبورھم فی حالۃ الصلوۃ وکلا الطریقین غیر مرضیۃ فاما اذا وجد بقربھا موضع بنی للصلوۃ او مکان یسلم المصلی فیہ عن التوجہ الی القبور فانہ فی فسحۃ من الامر وکذلک اذا صلی فی موضع قد اشتھر بان فیہ مدفن نبی ولم یر فیہ القبر علما ولم یکن قصدہ ماذکرناہ من الشرک الخفی اذ قد تواطأت اخبار الامم علی ان مدفن اسمٰعیل علیہ الصلوۃ والسلام فی المسجد الحرام عند الحطیم وھذا المسجد افضل مکان یتحری الصلوۃ فیہ اھ مختصرًا شیخ محقق حنفی لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں وفی شرح الشیخ ایضا مثلہ حیث قال وخرج بذلک اتخاذ مسجد بجوار نبی او صالح والصلاۃ عند قبرہ لا لتعظیمہ والتوجہ نحوہ بل لوصول مددمنہ حتی تکمل عبادتہ ببرکۃ مجاورتہ لتلک الروح الطاھرۃ فلا حرج فی ذلک لما ورد ان قبر اسمٰعیل علیہ الصلوۃ والسلام فی الحجر تحت المیزاب وان فی الحطیم بین الحجر الاسود وزمزم قبر سبعین نبیا ولم ینہ احد عن الصلوۃ فیہ اھ وکلام الشارحین متطابق فی ذلک امام اجل برہان الدین فرغانی حنفی صاحب ہدایہ کتاب التجنیس والمزید میں فرماتے ہیں قال ابو یوسف ان کان موازیا للکعبۃ تکرہ صلاتہ وان کان عن یمینہ ویسارہ لاتکرہ حاوی پھر تاتارخانیہ پھر عالمگیریہ میں ہے ان کانت القبور ماوراء المصلی لایکرہ فانہ ان کان بینہ وبین القبر مقدار مالوکان فی الصلوۃ ویمر انسان لایکرہ فھھنا ایضا لایکرہ اور یہ امر کہ سامنے ہونا زیادہ مکروہ ہے اور دہنے بائیں اس سے کم اور پیچھے ہونا اس سے بھی کم کتب حنفیہ میں تصویر جاندار کی نسبت ہے نہ کہ قبر کی ردالمحتار میں ہے زیر قول درمختار واختلف فیما اذا کان التمثال خلفہ والاظھر الکراھۃ تحریر فرماتے ہیں وفی البحر قالوا واشدھا کراھۃ مایکون علی القبلۃ امام المصلی ثم مایکون فوق راسہ ثم مایکون عن یمینہ ویسارہ علی الحائط ثم مایکون خلفہ علی الحائط او الستر اھ جامع الرموز میں ہے انما خص الصورۃ لانہ لایکرہ فی جھۃ القبر الا اذا کان بین یدیہ کما فی جنائز المضمرات امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کو قبر کی طرف نماز پڑھتے دیکھا فرمایا قبر قبر وہ نماز ہی میں آگے بڑھ گئے، اس حدیث سے بھی ظاہر ہوا

کہ قبر کی طرف ہی نماز پڑھنا مکروہ ہے نہ کہ اور سمت صحیح بخاری شریف میں ہے ورأی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ یصلی عند قبر فقال القبر القبر ولم یامرہ بالاعادۃ امام علامہ عینی اُس کی شرح عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں ھذا التعلیق رواہ وکیع بن الجراح فی مصنفہ فیما حکاہ ابن حزم عن سفیٰن بن سعید عن حمید عن انس قال رانی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اصلی الی قبر فنھانی فقال القبر امامك قال وعن معمر عن ثابت عن انس قال رانی عمر اصلی عند قبر فقال لی القبر لاتصل الیہ قال ثابت فکان انس یاخذ بیدی اذا اراد ان یصلی فیتنحی عن القبور ورواہ ابونعیم شیخ البخاری عن حریث بن السائب قال سمعت الحسن یقول بینا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ یصلی الی قبر ناداہ عمر القبر القبر وظن انہ یعنی القمر فلما رأی انہ یعنی القبر تقدم وصلی وجاز القبر اھ **اقول** وبہ ظہر ان معنی عند قبر فی تعلیق البخاری الی قبر وبمثلہ صنع العینی اذ قال بعد ما نقلنا عنہ قولہ القبر القبر ای لاتصلی عند القبر اھ بل فی نفس حدیث انس بروایۃ ثابت رأنی اصلی عند قبر فقال لاتصل الیہ کما سمعت وبہ اتضح مافی الملتقی یکرہ وطء القبر والجلوس والنوم علیہ والصلٰوۃ عندہ اھ فافھموا استقم مسئلہ تو قبر کا تھا رہا مقبرہ اس میں بھی اصل منشائے کراہت قبر ہے اور اُس کی تعلیلیں ہمارے علمائے حنفیہ ہی نے تین طور پر کی ہیں ایک تشبہ اہل کتاب دوسرے یہ کہ عبادت اصنام اسی طرح پیدا ہوئی، تیسرے محل نجاسات ہونا جیسے شیخ محقق نے اختیار فرمایا۔ حلیہ پھر ردالمحتار میں ہے واختلف فی علتہ فقیل لان فیہا عظام الموتٰی وصدیدھم وھو نجس وفیہ نظر وقیل لان اصل عبادۃ الاصنام اتخاذ قبور الصالحین مساجد وقیل لانہ تشبہ بالیھود وعلیہ مشی فی الخانیۃ ظاہر ہے کہ پہلی دو تعلیلیں صرف اُس صورت کی کراہت بتاتی ہیں کہ نماز قبر کی طرف ہو کہ دہنے بائیں یا قبر کو پیچھے لے کر نہ شبہہ عبادت ہے نہ تشبہ یہود خود شاہ صاحب سے سائل نے نقل کیا کہ یہ مشابہت جمادات کو سجدہ کرنے میں ہوتی ہے۔ انتہی۔ ولہذا شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے لمعات التنقیح میں زیر حدیث اجعلوا فی بیوتکم من صلاتکم ولا تتخذوھا قبورا فرمایا ای ولاتکونوا فی البیوت کالمیت الذی لاتعمل او لاتکونوا نائمین فتکونوا امشابھین للاموات

لان النوم اخو الموت غیر مشتغلین بالعبادۃ ثم اعلم انھم اختلفوا فی الصلوۃ فی المقبرۃ فکرھھا جماعۃ وان کان المکان طاھرا فتارۃ احتجوا بھذا الحدیث لانہ یدل علی ان الصلوۃ لاتکون فی المقبرۃ لانہ جعل کونھا قبورا کنایۃ عن عدم الصلاۃ فیھا فیفھم ان صلوۃ فیھا وھذا ضعیف لما ذکرنا من معناہ علی انہ ان دل فانما یدل علی عدم الصلوۃ فی القبر لافی المقبرۃ فافھم وتارۃ بالحدیث السابق (ای قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) لعن اللہ الیھود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد) وھو ایضا لایتم لما علم من المراد بہ (ای ما قدمناہ عنہ عن التورپشتی وغیرہ من الشراح فانہ انما یدل علی منع التوجہ الی القبر لاالصلاۃ فی المقبرۃ مطلقا) ومنھم من ذھب الی ان الصلاۃ فیھا جائزۃ ان کانت التربۃ طاھرۃ والمکان طیبا ولم یکن من صدید الموتی وماینفصل عنھم من النجاسات اھ وانا

اقول وباللہ التوفیق تحقیق یہ ہے کہ عامہ مقابر میں ہر جگہ مظنہ قبر ہے مگر یہ کہ کوئی محل ابتدا سے دفن ہونے سے محفوظ رہا ہو اور معلوم ہو کہ یہاں دفن واقع نہ ہوا و لہذا ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ مقبرہ میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اُس میں چلنا حرام ہے کہ قبور مسلمین کی بے ادبی ہوگی طحطاوی و ردالمحتار فصل استنجا میں زیر قول ماتن یکرہ بول فی مقابر فرماتی ہیں لان المیت یتاذی بما یتاذی بہ الحی والظاھر انھا تحریمیۃ لانھم نصوا علی ان المرور فی سکۃ حادثۃ فیھا حرام فھذا اولٰی پھر قبریں کھودنے میں بطن زمین کی مٹی اوپر آتی ہے اور وہ اکثر وہی ہوتی ہے جو پہلے گلے ہوئے اجسام کی نجاسات سے متنجس ہوچکی اور بند کرنے میں سب مٹی صرف نہیں ہوجاتی تو جا بجا متنجس مٹی کا پھیلا ہونا مظنون ہوتا ہے اور مظنہ قبر و مظنہ نجاست دونوں کراہت تنزیہہ کے لئے کافی ہیں کہ ظن اگر غالب ہوتا جو فقہیات میں ملتحق بیقین ہے تو بوجہ علت اول حکم کراہت تحریم ہوتا اور بوجہ علت ثانی بغیر کچھ بچھائے بطلان نماز کا حکم دیا جاتا ازانجا کہ ظن اس حد کا نہیں صرف کراہت تنزیہ رہی اور اب یہ حکم حکم صلاۃ علی القبر اور الی القبر سے جدا پیدا ہوا کہ اس میں نیچے یا آگے کسی قبر کا معلوم ہونا ضرور نہیں قبور معلومہ اگرچہ دہنے بائیں یا پیچھے ہوں جبکہ یہ زمین ایسی ہے جس میں قبر و نجاست کا مظنہ ہے حکم کراہت دیا جائیگا یہی محمل ہے اس کلام کا جو علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں زیر قول شرنبلالی تکرہ الصلاۃ فی المقبرۃ نقل فرمایا سواء کانت فوقہ اوخلفہ اوتحت ماھو

واقف علیہ الخ اور یہی منشا ہے اطلاق متون کا ورنہ اگر مقبرہ میں کوئی جگہ صاف و پاک ہو کہ نہ اُس میں قبر ہو نہ مصلی کا قبر سے سامنا ہو تو وہاں نماز ہرگز مکروہ نہیں۔ خانیہ و منیہ و زاد الفقیر امام ابن الہمام و حلیہ و غنیہ و بحر الرائق و شرنبلالی علی الدرر و حلبی و طحطاوی و ردالمحتار و غیرہا کتب کثیرہ میں ہے لاباس بالصلوٰۃ فیہا اذا کان فیہا موضع اعد للصلاۃ ولیس فیہ قبر ولا نجاسۃ زاد الفقیر کی عبارت یہ ہے الصلاۃ فی المقبرۃ الا ان یکون فیہا موضع اعد للصلاۃ لا نجاسۃ فیہ ولا قذر

اس تحقیق سے پہلے تین سوالوں کا جواب ظاہر ہو گیا کہ قبر پر نماز مطلقاً مکروہ ہے اور قبر کی طرف بھی جبکہ قبر موضع سجود میں مطلقاً یا گھر یا مسجد صغیر میں جانب قبلہ بلا حائل ہو اور اس کے لئے کچھ بہت سے قبور ہونا درکار نہیں تنہا ایک ہی قبر ہو جب بھی یہی حکم ہے اور قبر دہنے یا بائیں یا پیچھے ہو اور زمین جہاں نماز پڑھتا ہے پاک و صاف ہو تو اصلاً کراہت نہیں یہ حکم حضرت شیخ محقق نے نہ اپنی طرف سے لکھا نہ علمائے حنفیہ کے قول کے خلاف بلکہ عامہ کتب حنفیہ میں اس کی صاف تصریح ہے جیسا کہ گزرا اور جب اس میں کراہت ہی نہیں تو سترہ کی کیا حاجت اور مقابر میں جہاں مردے دفن ہوتے چلے آئے ہیں اور اُن میں قبر یا نجاست کا مظنہ ہے نماز مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ قبور معلومہ پیچھے ہی ہوں مگر اُس صورت میں کہ کوئی زمین پاک صاف معلوم ہو اور اُس کے قبلہ میں قبر بلا حائل بمعنی مذکور نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب الاذان والاقامۃ

مسئلہ (۳۴۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان کے بعد صلاۃ کہنا جس طرح یہاں رمضان مبارک میں معمول ہے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- اسے فقہ میں تثویب کہتے ہیں یعنی مسلمانوں کو نماز کی اطلاع اذان سے دیگر پھر دوبارہ اطلاع دینا اور وہ شہروں کے عرف پر ہے جہاں جس طرح اطلاع مکرر رائج ہو وہی تثویب ہے خواہ عام طور پر ہو جیسے صلاۃ کہی جاتی ہے یا خاص طریقہ پر مثلاً کسی سے

کہنا اذان ہوگئی یا جماعت کھڑی ہوتی ہے یا امام آگئے یا کوئی قول یا فعل ایسا جس میں دوبارہ اطلاع دینا ہو وہ سب تثویب ہے اور اُس کا اور صلاۃ کا ایک حکم ہے یعنی جائز جس کی اجازت سے عامہ کتب مذہب متون مثل تنویر الابصار و وقایہ و نقایہ وغررالاحکام و کنز وغرر الاذکار و وافی و ملتقی و اصلاح و نور الایضاح و شروح مانند درمختار و ردالمحتار و طحطاوی و عنایہ و نہایہ و غنیہ شرح منیہ و صغیری و بحرالرائق و نہرالفائق و تبیین الحقائق و برجندی و قہستانی و درر و ابن ملک و کافی و مجتبی و ایضاح و امداد الفتاح و مراقی الفلاح و حاشیہ مراقی للعلامۃ الطحطاوی و فتاوی مثل ظہیریہ و خانیہ و خلاصہ و خزانۃ للمفتین و جواہر اخلاطی و علمگیری وغیرہا مالا مال ہیں وھو الذی علیہ عامۃ الائمۃ المتاخرین و الخلاف خلاف زمان لا برھان مختصر الوقایہ میں ہے۔ التثویب حسن فی کل صلاۃ۔ متن علامہ غزی تمرتاشی میں ہے یثوب الا فی المغرب شرح محقق علائی میں ہے یثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ الخ و حاشیہ آفندی محمد بن عابدین میں ہے۔ قولہ یثوب التثویب العود الی الاعلام بعد الاعلام در رقولہ فی الکل ای کل الصلوات لظہور التوانی فی الامور الدینیۃ قولہ بما تعارفوہ کتنحنح او قامت قامت او الصلوٰۃ الصلاۃ ولو احدثوا اعلاما مخالفا لذلک جاز نہر عن المجتبی اھ ملتقطا شرح الوافی للامام المصنف العلام حافظ الدین ابی البرکات النسفی میں ہے تثویب کل بلدۃ علی ما تعارفوہ لانہ للمبالغۃ فی الاعلام وانما یحصل ذلک بما تعارفوہ اھ معضا اور ماہ مبارک رمضان سے اُس کی تخصیص بیجا نہیں کہ لوگ افطار کے بعد کھانے پینے میں مشغول اور نفس آرام کی طرف مائل ہوتے ہیں لہٰذا تنبیہ بعد تنبیہ مناسب ہوئی جس طرح نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اذان فجر میں الصلاۃ خیر من النوم مقرر کرنے کی اجازت عطا فرمائی اخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر عن سیدنا بلال رضی اللہ تعالٰے عنہ ہدایہ میں ہے خص الفجر بہ لانہ وقت نوم وغفلۃ بالجملہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں جس پر مسلمانوں میں نزاع ڈالی جائے اور فتنہ انگیزی کرکے تفریق جماعت کی راہ نکالی جائے جو ایسا کرتا ہے سخت جاہل اور مقاصد شرع سے بالکل غافل ہے واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ (۴۲۵) از بلگرام ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب مارہروی

۲۰ صفر ۱۳۱۱ھ اذان دنیا اندر مسجد کے آپ نے فرمایا تھا مکروہ ہے میں نے جہاں کے لوگوں سے ذکر کیا ان لوگوں نے کتاب کا ثبوت چاہا امید کہ نام کتاب مع بیان مقام کہ فلاں مقام پر لکھا ہے۔ تکلیف فرماکر لکھا جاوے اور یہ بھی لکھا جاوے کہ کونسا مکروہ ہے۔

الجواب: فتاوائے امام اجل قاضی خاں[۱] وفتاوائے خلاصہ[۲] و بحرالرائق[۳] شرح کنزالدقائق و شرح نقایہ للعلامۃ عبدالعلی البرجندی[۴] و فتاوٰی علمگیریہ[۵] و حاشیۃ العلامۃ الطحطاوی[۶] علی مراقی الفلاح و فتح القدیر[۷] شرح ہدایہ وغیرہا میں اس کی منع وکراہت کی تصریح فرمائی امام فخر الملۃ والدین اوزجندی فرماتے ہیں۔ ینبغی ان یؤذن علی المئذنۃ او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد امام طاہر بن احمد بخاری فرماتے ہیں لا یؤذن فی المسجد علامہ[۳] زین بن نجیم و علامہ[۴] عبدالعلی برجندی نے ان سے او فتاوائے ہندیہ[۵] میں امام قاضی خاں سے عبارات مذکورہ نقل فرماکر مقرر رکھیں علامہ[۶] سید احمد مصری نے فرمایا یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم امام اجل کمال الدین محمد بن الہمام فرماتے ہیں الاقامۃ فی المسجد ولا بد منہ واما الاذان فعلی المئذنۃ فان لم یکن ففی فناء المسجد وقالوا لا یؤذن فی المسجد اور اس مسئلہ میں نوع کراہت کی تصریح کلمات علماء سے اس وقت نظر فقیر میں نہیں ہاں صیغہ لا یفعل سے متبادر کراہت تحریم ہے کہ فقہائے کرام کی یہ عبارت ظاہرا مشیر ممانعت و عدم اباحت ہوتی ہے علامہ محمد محمد محمد ابن امیر الحاج نے حلیہ میں فرمایا قول المص لا یزید لیشیرالی عدم اباحۃ الزیادۃ نظیر اس کی لیفعل ویفعل ہے کہ ظاہرا مفید وجوب ہے۔ کما نص علیہ ایضًا فیہا یونہیں عبارت نظم میں لفظ یکرہ کہ غالبًا کراہت مطلقہ سے کراہت تحریم مراد ہوتی ہے کما فی الدرالمختار وردالمختار وغیرہما من الاسفار ویؤیدہ منع رفع الصوت فی المساجد کما فی حدیث ابن ماجہ جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وسل سیوفکم ورفع اصواتکم وقد نہوا عن رفع الصوت بحضرۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحذروا علی ذلک عن حبط الاعمال والحضرۃ الالٰہیۃ احق بالادب کما تری بوہم القیمۃ وخشعت الاصوات للرحمٰن فلا تسمع الا ہمسا ولہذا الضعف ما یظن ان لیس فیہ الا خلاف السنۃ فلا یکرہ الا تنزیہا علی ان التحقیق ان خلاف السنۃ المتوسطۃ متوسط بین کراھتی التنزیہ والتحریم وھو المعبر بالاساءۃ کما سیظہر لمن لہ الالمام بخدمۃ العلمین الشریفین

الفقہ والحدیث فلیوا اجر ولیحرر واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ (۴۲۶) ۲۹ صفر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمیع وقت پنجگانہ نماز میں بعد اذان کے لازم پکڑنا موذن کا ہر نمازی کو آواز بلانا اور نمازیوں کا اسی لحاظ سے اذان پر خیال نہ رکھنا بلکہ بعد اذان کے بلانے سے آنا اس صورت میں بلانا موذن کا بعد اذان کے چاہیئے یا نہیں دوسرے یہ کہ امام کے انتظار میں وقت میں تاخیر کرنا مقتدیوں کو درست ہے یا نہیں اور فجر کی سنتیں بعد جماعت فرض کے مسبوق ادا کرے درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- جب نمازی اذان سے آجاتے ہوں تو بلا وجہ بعد اذان ہر شخص کو جدا جدا بلانیکا التزام کرنا جس سے انھیں اذان پر آنے کی عادت جاتی رہے نہ چاہیئے فان فیہ علی ھذا التقدیر اخلالا بالاذان عما یقصد بہ اور وقت کراہت تک انتظار امام میں ہرگز تاخیر نہ کریں ہاں وقت مستحب تک انتظار باعث زیادت اجر وتحصیل فضیلت ہے پھر اگر وقت طویل ہے اور آخر وقت مستحب تک تاخیر حاضرین پر شاق نہ ہوگی کہ سب اس پر راضی ہیں تو جہاں تک تاخیر ہوا اتنا ہی ثواب ہے کہ یہ سارا وقت اُن کا نمازہی میں لکھا جائے گا۔ وقد صح عن الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم انتظارا لنبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی مضی نحو من شطر اللیل وقد اتاھم علیہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم وقال انکم لن تزالوا فی صلاۃ ما انتظرتم الصلاۃ ورنہ اوسط درجہ تاخیر میں حرج نہیں جہاں تک کہ حاضرین پر شاق نہ ہو۔ فی الدر المختار عن الملتقی للامام الحاکم الشہید ان تاخیر المؤذن وتطویل القراءۃ لادراک بعض الناس حرام ھذا اذا کان لاھل الدنیا تطویلا وتاخیرا یشق علی الناس والحاصل ان التاخیر القلیل لاعانۃ اھل الخیر غیر مکروہ ولا باس بان ینتظر الامام انتظارا اوسطا اور سنت فجر کہ تنہا فوت ہوئیں۔ یعنی فرض پڑھ لئے سنتیں رہ گئیں اُن کی قضا کرے تو بعد بلندی آفتاب پیش از نصف النہار شرعی کرے طلوع شمس سے پہلے اُن کی قضا ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک ممنوع وناجائز ہے لقول رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاصلاۃ بعد الصبح حتی ترتفع الشمس واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۳۲۷) از کلکتہ دھرم تلانمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ رجب ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں مؤذن کی بغیر اجازت دوسرا شخص اقامت کہہ سکتا ہے۔ یا نہیں درصورت عدم جواز بدون اجازت مؤذن سائل حدیث شریف سے سند چاہتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ اذان کہتے اور اقامت دوسرے صاحب کہا کرتے بینوا توجروا۔

الجواب: ناجائز نہیں ہاں خلاف اولٰی ہے اگر مؤذن حاضر ہو اور اُسے گراں گزرے ورنہ اتنا بھی نہیں مسند امام احمد وسنن اربعہ وشرح معانی الآثار میں زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی میں نے اذان کہی تھی بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تکبیر کہنی چاہی فرمایا: یقیم اخو صداء فان من اذن فھو یقیم قبیلہ صدا کا بھائی اقامت کہے گا کہ جو اذان دے وہی تکبیر کہے۔ فی الدر المختار اقام غیر من اذن بغیبتہ ای المؤذن لایکرہ مطلقا وان بحضورہ کرہ ان لحقہ وحشۃ ردالمحتار میں ہے۔ ھذا اختیار خواھر زادہ ومشی علیہ فی الدرر والخانیۃ لکن فی الخلاصۃ ان لم یرض بہ یکرہ وجواب الروایۃ انہ لاباس بہ مطلقا اھ قلت وبہ صرح الامام الطحاوی فی معانی الآثار معزیا الی ائمتنا الثلثۃ وقال فی البحر ویدل علیہ اطلاق قول المجمع ولا نکرھھما من غیرہ فما فی شرح ابن ملک من انہ لو حضر ولم یرض یکرہ اتفاقا فیہ نظر اھ وکذا یدل علیہ اطلاق الکافی معللا بان کل واحد ذکر فلا باس بان یأتی بکل واحد رجل اٰخر ولکن الافضل ان یکون المؤذن ھو المقیم اھ **اقول** اذا حملنا الکراھۃ علی کراھۃ التنزیہ ونفیھا علی التحریم حصل الوفاق الاتری الی قول الکافی کیف یقول لاباس ولکن الافضل وکذلک عبر الامام الطحاوی وغیرہ بلاباس وقد صرحوا ان مرجعہ الی کراھۃ التنزیہ پھر یہ استمرار کا دعوٰی کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ اذان کہتے اور اقامت دوسرے صاحب کہا کرتے تھے۔ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہاں حدیث میں ایک بار کا یہ ذکر آیا ہے کہ جب عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خواب میں اذان دیکھی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی ارشاد ہوا بلال کو سکھا دو کہ اُن کی آواز بلند تر ہے بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اذان کہی جب

تکبیر کہنی چاہی عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ نادم ہوئے اور عرض کی خواب تو میں نے دیکھا تھا۔ میں تکبیر کہنا چاہتا ہوں فرمایا تو تمہیں کہو انھوں نے تکبیر کہی رواہ الامام احمد وابوداؤد والطحاوی عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ حدیث کچھ ہمارے مخالف نہیں کہ کلام اُس صورت میں ہے جب مؤذن کو ناگوار گزرے اور حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اذن کے بعد بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ناگواری کا کیا احتمال معہذا یہ حدیث ابتدائے امر کی ہے وہ پہلی اذان تھی کہ اسلام میں کہی گئی اور حدیث متقدم اُس سے متاخر ہے تاہم ثبوت صرف افضلیت کا ہے نہ کہ اقامت غیر کی ممانعت کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۲۸) ۱۰ رمضان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کے سامنے جو اذان ہوتی ہے مقتدیوں کو اُس کا جواب دینا اور جب وہ خطبوں کے درمیان جلسہ کرے مقتدیوں کو دعا کرنا چاہیئے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: ہرگز نہ چاہیئے یہی احوط ہے رد المحتار میں ہے۔ اجابۃ الاذان حینئذ مکروھۃ نہر الفائق پھر در مختار میں ہے ینبغی ان لایجیب بلسانہ اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب اُسی میں ہے۔ اذا خرج الامام من الحجرۃ ان کان والا فقیامہ للصعود فلا صلاۃ ولا کلام الی تمامھا وقالا لاباس بالکلام قبل الخطبۃ وبعدھا اذا جلس عند الثانی والخلاف فی کلام یتعلق بالاٰخرۃ اما غیرہ فیکرہ اجماعا وعلی ھذا فالترقیۃ المتعارفۃ فی زماننا تکرہ عندہ والعجب ان المرقی ینھی عن الامر بالمعروف بمقتضی حدیثہ ثم یقول انصتوا رحمکم اللہ اھ ملخصا ہاں یہ جواب اذان یا دعا اگر صرف دل سے کریں زبان سے تلفظ اصلا نہ ہو تو کوئی حرج نہیں کما افادہ کلام علی القاری وفروع فی کتب المذھب اور امام یعنی خطیب تو اگر زبان سے بھی جواب اذان دے یا دعا کرے بلاشبہ جائز ہے۔ وقد صح کلا الامرین عن سید الکونین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی صحیح البخاری وغیرہ یہ قول محل ہے۔ تفصیل المقام مع نہایۃ العنایۃ وازالۃ الاوھام فی فتاونا بتوفیق الملک العلام واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ (۳۲۹) از موضع بکہ جیبنی والہ علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں اذان دینی واسطے بارش کے درست ہے یانہیں۔

الجواب:۔ درست ہے۔ اذلا حظر من الشرع اذان ذکر الٰہی ہے اور بارش رحمت الٰہی اور ذکر الٰہی باعث نزول رحمت الٰہی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۰) دفع وبا کے لئے اذان درست ہے یانہیں۔

الجواب:۔ درست ہے فقیر نے خاص اس مسئلہ میں رسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوبا۔ لکھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۲) ۲۹۔ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں اذان دہنے ہاتھ کو ہونا چاہیئے کہ دہنے ہاتھ کو فضیلت ہی اور بعض کہتے ہیں بلکہ بائیں ہاتھ کو اس میں شرعًا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ اذان منارہ پر کہی جائے جس طرف واقع ہو یا بیرون مسجد جدھر زیادہ نافع ہو مثلاً ایک جانب کوئی موضع وسیع زائد ہے یا اس طرف مسلمانوں کی آبادی دور تک ہے تو اسی سمت ہونی چاہیئے کہ اصل مقصود اذان تبلیغ واعلام ہے جس طرف یہ مقصود زیادہ پایا جاوے وہی افضل ہے باقی دہنے بائیں کا کوئی تخصیص شرع مطہر سے ثابت نہیں ہندیہ میں ہے۔ ینبغی ان یؤذن علی المئذنۃ او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد کذا فی فتاوی قاضی خان السنۃ ان یؤذن فی موضع عال یکون اسمع لجیرانہ ویرفع صوتہ کذا فی البحر الرائق اھ معہذا کہہ سکتے ہیں کہ دونوں جانبین دہنی اور دونوں بائیں ہیں کہ جو قبلہ رو کھڑا ہو اس کی دہنی طرف کعبہ معظمہ ومسجد کی بائیں ہے اور اس کی بائیں کعبہ ومسجد کی دہنی تو جب دونوں طرف نفع برابر ہو دونوں یکساں ہیں واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۳) اذان واقامت کس جانب کو چاہیئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ جس مسجد میں اذان کے لئے منارہ بنا ہو جب تو اس کی جہت خود معین ہے اس منارہ پر اذان دینا چاہیئے خواہ وہ کسی جانب ہو فی البحر الرائق تحت قولہ ویجلس بینہما السنۃ ان یکون الاذان فی المنارۃ الخ اور جہاں نہ ہو تو نظر فقہی میں انسب یہ کہ جس طرف حاجت زائد ہو اسی جانب کو اختیار کرے مثلاً ایک جانب مسلمان زیادہ رہتے ہیں یا اس طرف مکان ان کے دور تک ہیں

تو وہی جانب اذان کے لئے انسب ہے۔ فانہ انما شاع الاعلام فما کان ادخل فی المقصود کان احسن بل روایت ائمتنا رحمہا مالوالی ہذا المعنٰی والیہ اشار وامن دون تعیین الجہۃ ففی البحر الرائق ورد المحتار عن السراج ینبغی للمؤذن ان یؤذن فی موضع یکون اسمع للجیران اور اقامت کی نسبت بھی تعیین جہت کہ دہنی جانب ہو یا بائیں فقیر کی نظر سے نہ گزری بلکہ ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ امام خود اذان و اقامت کہے فی الدر المختار الافضل کون الامام ھو المؤذن انتہی وفی فتح القدیر الافضل کون الامام ھو المؤذن وھذا مذھبنا وعلیہ کان ابو حنیفہ انتہی وفی رد المحتار السنۃ ان یقیم المؤذن انتہی وفیہ عن السراج ان ابا حنیفۃ کان یباشر الاذان والاقامۃ بنفسہ اور علما جائز رکھتے ہیں کہ جہاں اذان ہوئی وہیں اقامت بھی کہی جائے اور ظاہر ہے کہ اذان مسجد کے اندر نہیں ہوتی بلکہ مکروہ ہے پھر جب بیان افضلیت پر آتے ہیں تو اسی قدر فرماتے ہیں کہ اقامت کا مسجد میں ہونا بہتر ہے اور یہاں لفظ کو مطلق چھوڑتے ہیں تخصیص جہت کچھ نہیں کرتے فی البحر الرائق یستحب التحول للاقامۃ الی غیر موضع الاذان انتہی وفیہ لیسن الاذان فی موضع عال والاقامۃ علی الارض ہاں اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ محاذات امام پھر جانب راست مناسب تر ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۴۴) ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذانیں واسطے طلب باراں کے مسجدوں میں کہنا درست ہے یا نہیں اور اس طرح سے بھی واسطے طلب باراں کے اذانیں کہنے کا ثبوت ہے کہ امام سورہ یٰسین پڑھے اور ہر مبین پر اذان کہے اور سب مقتدی بھی اس کے ساتھ اذانیں کہیں مطلق اذان میں کانوں میں انگلیاں رکھ کر ان کو ہلانا اور گھمانا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: مسجد کے اندر وقتی اذان کہنا مکروہ ہے کما فی فتح القدیر وغیرہ مگر اذان بغرض طلب باراں یا دفع وبا بہ نیت اذان و اعلان و طلب مردمان نہیں ہوتی بلکہ بہ نیت ذکر اور ذکر مسجد میں جائز ہے پھر بھی اولی یہ ہے کہ بیرون مسجد فصیل وغیرہ پر ہو اور اس میں اصلا کوئی حرج نہیں کہ اذان ذکر الٰہی ہے۔ اور بارش رحمت الٰہی اور ذکر الٰہی باعث نزول رحمت الٰہی ہے یوں ہی طریقہ مذکورۂ یٰسین و اذان بھی از قبیل اعمال ہے جس کے لئے اس سے زیادہ کسی ثبوت کی

حاجت نہیں کہ شرع سے اُس کی ممانعت نہیں یٰسین شریف کے لئے حدیث میں آیا یٰسین لما قرئ لہ سورہ یٰسین اُس کام کے لیئے ہے جس لئے پڑھی جائے یعنی جس نیت سے پڑھی جائے اللہ تعالےٰ عطا فرمائے اذان میں اونگلیاں کان میں رکھنا مسنون و مستحب ہے۔ مگر ہلانا اور گھومانا حرکت فضول ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۵) ۴۔ جمادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین بے وضو اذان کہنا جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب:۔ جائز ہے یعتنے کہ اذان ہو جائے گی مگر چاہیئے نہیں حدیث میں اس سے ممانعت آئی ہے و لہذا علامہ شرنبلالی نے نظر بحدیث کراہت اختیار فرمائی واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ (۳۲۶) از ریاست رام پور بزریہ ملا ظریف بنگلہ متصل مسجد مرسلہ مولوی علیم الدین صاحب اسلام آبادی ۱۵۔ جمادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ

الاستفتاء ماقولکم رحمکم اللہ ربکم فی اذان رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہل ہو اذن بنفسہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ام لا ولوکان مرۃ فی عمرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وفی ابتداء وجوب صلوٰۃ الجنازۃ علی المیت ای زمان کان وعلی من صلی اولا فی المدینۃ المنورۃ وجبت ام فی مکۃ المعظمۃ واول الصلوٰۃ صاہما رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی ای صحابی کانت وماکان اسمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ قال فی الدر المختار وفی الضیاء انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اذن فی سفر بنفسہ واقام وصلی الظہر وقد حققناہ فی الخزائن اھ قال فی رد المحتار حیث قال بعد ما ہنا ہذا وفی شرح البخاری لابن حجر ومما یکثر السؤال عنہ ہل باشر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الاذان بنفسہ وقد اخرج الترمذی انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذن فی سفر وصلی باصحابہ وجزم بہ النووی وقواہ ولکن وجد فی مسند احمد من ہذا الوجہ فامر بلالاً فاذن فعلم ان فی روایۃ الترمذی اختصارا وان معنی قولہ اذن امر بلالا کما یقال اعطی الخلیفۃ العالم الفلانی کذا وانما باشر العطاء غیرہ اھ ما فی الخزائن کتبت فیما علقت علی رد المحتار مانصہ اقول لکن سیأتی فی صفۃ الصلوٰۃ عند ذکر التشہد عن تحفۃ الامام ابن حجر المکی انہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اذن مرۃ فی سفر فقال فی تشہدہ

اشھد انی رسول اللہ وقد اشار ابن حجر الی صحتہ وھذا نص مفسر لایقبل التاویل دہ بتقوی تقویۃ الامام النووی رحمہ اللہ تعالٰی اھ ما کتبت و بہ ظہر الجواب عن المسألۃ الاولٰی واما بدء صلوۃ الجنازۃ فکان من لدن سیدنا اٰدم علیہ الصلٰوۃ والسلام اخرج الحاکم فی المستدرک و الطبرانی والبیہقی بسندہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال اخر ما کبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الجنازۃ اربع تکبیرات وکبر عمر علی ابی بکر اربعا وکبر ابن عمر علی عمر اربعا وکبر الحسن بن علی علی علی اربعا وکبر الحسین بن علی علی الحسن بن علی اربعا وکبرت الملئکۃ علی اٰدم اربعا ولم تشرع فی الاسلام الا فی المدینۃ المنورۃ اخرج الامام الواقدی من حدیث حکیم بن حزام رضی اللہ تعالٰی عنہ فی ام المؤمنین خدیجۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہا توفیت سنۃ عشر من البعثۃ بعد خروج بنی ہاشم من الشعب ودفنت بالحجون ونزل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی حفرتہا ولم تکن شرعت الصلٰوۃ علی الجنائز اھ وقال الامام ابن حجر العسقلانی فی الاصابۃ فی ترجمۃ اسعد بن زرارۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ذکر الواقدی انہ مات علی راس تسعۃ اشہر من الھجرۃ رواہ الحاکم فی المستدرک وقال الواقدی کان ذلک فی شوال قال البغوی بلغنی انہ اول من مات من الصحابۃ بعد الھجرۃ وانہ اول میت صلی علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھ وبہ اتضح الجواب۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از شہر کہنہ ۲۳ شوال مکرم ۱۳۱۵ھ ہجری۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے مسجد کے اندر زنا کیا نعوذ باللہ من ذالک اب زید مسجد میں مؤذن رہ سکتا ہے یا نہیں اور جو لوگ زید کو مسجد میں رکھنے کے واسطے کوشش اور حجت کرتے ہیں ان کے بارہ میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: نسأل اللہ العافیۃ اگر یہ امر ثابت ہے تو یہ ظاہر کہ زید اخبث فساق وفجار سے ہے اور فاسق کی اذان اگرچہ اقامت شعار کا کام دے مگر اعلام کہ اس کا بڑا کام ہے اس سے حاصل نہیں ہوتا نہ فاسق کی اذان پر وقت روزہ ونماز میں اعتماد جائز ولہذا مندوب ہے کہ اگر فاسق نے اذان دی ہو تو اس پر قناعت نہ کریں۔ بلکہ دوبارہ مسلمان متقی پھر اذان دے تو جبتک یہ شخص صدق دل سے تائب نہ ہو اسے ہرگز مؤذن نہ رکھا جائے مسجد سے جدا کردینا ضروری ہے۔ درمختار میں ہے جزم المصنف بعدم صحۃ اذان مجنون ومعتوہ وصبی لایعقل قلت وکافر وفاسق لعدم قبول قولہ فی الدیانات

ردالمحتار میں ہے۔ المقصود الاصلی من الاذان فی الشرع الاعلام بدخول اوقات الصلٰوۃ ثم صار من شعار الاسلام فی کل بلدۃ او ناحیۃ من البلاد الواسعۃ فمن حیث الاعلام بدخول الوقت و قبول قولہ لابد من الاسلام والعقل والبلوغ والعدالۃ فاذا اتصف المؤذن بھذہ الصفات یعتد باذانہ والا فلا یعتد من حیث الاعتماد علیہ واما من حیث اقامۃ الشعار النافیۃ للاثم عن اھل البلدۃ فیعتد باذان الکل سوی الصبی الذی لا یعقل فیعاد اذان الکل ندبا علی الاصح کما قدمناہ عن القہستانی اھ ملخصا۔ اور جو اس کی حمایت میں فضول حجت کرتے ہیں امر ناحق کے مددگار بنتے ہیں انھیں باز آنا چاہئے اللہ عزوجل فرماتا ہے ولا تکن للخائنین خصیما خیانت کرنے والوں کا وکیل نہ بن۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۳۸) از نقشبندی محلہ بریلی مسئولہ منشی احمد حسین صاحب ۱۰ رجب ۱۳۳۶ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین صلاۃ کے بارہ میں کہ بروز جمعہ بعض مسجدوں میں لوگوں نے بعد اذان کے صلاۃ کا معمول رکھا ہے اکثر آدمی اذان سنکر مسجد میں فوراً حاضر نہیں ہوتے صلاۃ کے منتظر رہتے ہیں جب اذان سے کچھ دیر کے بعد صلاۃ ہوتی ہے تو مسجد میں حاضر ہوتے ہیں یہ فعل جائز ہے یا ناجائز اور بعد اذان کے مسجد کے اندر سے کسی باہر کے شخص کو نماز کے واسطے پکارنا درست ہے یا نادرست۔

الجواب: صلاۃ جائز ہے مگر جمعہ کے دن اذان اول سنکر نہ آنا حرام ہے۔ ھو الصحیح المعتمد کما فی الدر المختار وغیرہ اگر صلاۃ کی وجہ سے یہ سستی ہو جمعہ کے دن صلاۃ کا ترک کرنا ضروری ہے بعد اذان باہر والے کو آواز دینے میں حرج نہیں جب کوئی محذور شرعی نہ ہو مثلاً بعد شروع خطبہ آواز دینا حرام ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۳۹) از بنگالہ ضلع پابنہ ڈاکخانہ سراج گنج موضع بھنگا باڑی مرسلہ منشی عنایت اللہ صاحب ۸ شوال ۱۳۱۲ھ ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے دن دونوں اذان باواز بلند چاہئے یا اول باواز بلند اور ثانی پست کرکے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: دونوں اذانیں پوری آواز سے خوب بلند کہی جائیں جس طرح اذان میں سنت ہے آج کل جو عوام دوسری اذان کو کہ خطبہ کے وقت ہوتی ہے۔ پست آواز سے مثل تکبیر کے کہہ لیتے ہیں محض جہالت ہے اس سے سنت ادا نہیں ہوتی اصل اذان زمانہ اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

وزمانہ صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہما میں یہی تھی پہلی اذان امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰے عنہ نے زاید فرمائی ہے۔ کما ثبت فی الصحیحین وغیرھما واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۲۲۰) اگر نمازیوں کو نماز کے وقت سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ پہلے ان کی اجازت سے یا بغیر اجازت اُن کے مکانوں پر جاکر فجر کی نماز کے واسطے بتاکید جگادیا جاوے تو جائز ہے یا نہیں

الجواب:۔ نماز کے لئے جگانا موجب ثواب ہے مگر وقت سے اتنا پہلے جگانے کی کیا حاجت ہے البتہ ایسے وقت جگائے کہ استنجا و وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر سنتیں پڑھے اور تکبیر اولی میں شامل ہو جائے واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ (۲۲۱) اذان مسجد میں صبح کاذب میں کہنا چاہیئے یا صبح صادق میں۔

الجواب:۔ ہمارے مذہب میں اذان قبل وقت نہیں اگرچہ فجر کی ہو واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمادین ان مسائل میں صلٰوۃ پکارنا عیدین وجمعہ میں کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ عیدین میں الصلاۃ جامعہ کہا جائے اور جمعہ میں تثویب حسب استحسان متاخرین جائز ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہاں کے نمازیوں کی حالت ومصلحت پر نظر کی جائے اگر وہ لوگ اذان سنکر خود جمع ہوجاتے ہیں تو تثویب ہرگز نہ کہی جائے کہ اُن سے یہ عادت حسنہ چھوڑا کر انتظار تثویب کا خوگر کردینا ہوگا اور جہاں ایسا نہیں بلکہ اُس کی حاجت اور اُس کے فعل میں مصلحت ہے وہاں کہی جائے ھذا ھو التحقیق و بہ یحصل التوفیق واللہ تعالٰے اعلم

مسئلہ (۲۲۳) سوائے اذان کے آواز دینا کہ چلو جماعت تیار ہے یا کسی نمازی پنجوقتہ یا امام کو آواز دینا یا روز کے نمازی آنے والوں کا وقت آخر تک انتظار کرنا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ آخر وقت تک انتظار کرنا بایں معنی کہ وقت کراہت آجائے مطلقًا مکروہ ہے اور وقت استحباب تک اگر قوم حاضر ہے اور شخص منتظر شریر نہیں جس سے خوف ایذا ہو اور انتظار حاضرین پر ثقیل ہوگا۔ تو قدر سنت سے زیادہ انتظار مکروہ ہے۔ اور اگر ابھی لوگ حاضر ہی نہیں یا منتظر سے ترک انتظار میں خوف ایذا ہے یا سب حاضرین انتظار پر بدل راضی ہیں تو حرج نہیں اور بقدر سنت تو انتظار ہمیشہ ہی چاہیئے جب تک وقت کراہت نہ آئے انتظار مسنون جو عوام میں بقدر چار رکعت کے

مشہور ہے بے اصل ہے بلکہ اس کی حد غیر مغرب میں یہ ہے کہ اذان ہو کر جب وضو نہ ہو تو وضو کرنے کی تاخیر تو اس سے فارغ ہو قضائے حاجت کی ضرورت ہو تو اس سے فراغ و طہارت کے بعد حاضر مسجد ہو جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۴۴) از مدرسہ اشاعۃ العلوم دوم جمادی الاولٰی ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید دعوٰی کرتا ہے کہ جب تک کہ سب مقتدی کھڑے نہ ہو لیں اور صف سیدھی نہ ہو اور امام اپنی جانماز پر کھڑا نہ ہو تب تک اقامت نہ کہی جائے اور عمرو دعوٰی کرتا ہے کہ مقتدی اور امام کو بیٹھے ہی سے کھڑا ہونا ضروری نہیں بلکہ اقامت شروع کی جائے اور مؤذن حی علی الفلاح تک پہنچ جائے اس وقت امام ومقتدی کھڑے ہوجائیں اور جس وقت قد قامت الصلوٰۃ کہے تب امام تکبیر کہے اب ان دونوں میں کون حق پر ہے دیگر صورت مسئلہ یہ ہے اگر کوئی شخص نماز جمعہ میں امام کو تشہد میں پالیا یا سجدۂ سہو میں اب جمعہ اس کا ادا ہوگیا یا نہیں۔

الجواب: عمرو حق پر ہے کھڑے ہوکر تکبیر سننا مکروہ ہے یہاں تک کہ علماء حکم فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں آیا اور تکبیر ہو رہی ہے وہ اس کے تمام تک کھڑا نہ رہے بلکہ بیٹھ جائے یہاں تک کہ مکبر حی علی الفلاح تک پہنچے اس وقت کھڑا ہو۔ وقایہ میں ہے: یقوم الامام والقوم عند حی علی الصلوٰۃ ویشرع عند قد قامت الصلوٰۃ۔ محیط ومضمرات میں ہے: یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلثۃ ھو الصحیح۔ جامع المضمرات وعالمگیریہ ورد المحتار میں ہے: اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قولہ حی علی الفلاح۔ اسی طرح بہت کتب میں ہے۔ **اقول** ولا تعارض عندی بین قول الوقایۃ واتباعھا یقومون عند حی علی الصلوٰۃ والمحیط والمضمرات ومن معھما عند حی علی الفلاح فانا اذا حملنا الاول علی الانتھاء والاخر علی الابتداء اتحد القولان ای یقومون حین یتم المؤذن حی علی الصلوٰۃ ویاتی علی الفلاح وھذا ما یعطیہ قول المضمرات یقوم اذا بلغ المؤذن حی علی الفلاح ولعل ھذا اولٰی مما فی مجمع الانھر من قولہ وفی الوقایۃ یقوم الامام والقوم عند حی علی الصلوٰۃ ای قبیلہ اھ یہ اس صورت میں ہے کہ امام بھی وقت تکبیر مسجد میں ہو اور اگر وہ حاضر نہیں تو مؤذن جب تک اسے آتا نہ دیکھے تکبیر نہ کہے نہ اس وقت تک کوئی کھڑا ہو۔ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تقوموا حتی ترونی پھر جب

امام آئے اور تکبیر شروع ہو اس وقت دو صورتیں ہیں اگر امام صفوں کی طرف سے داخل مسجد ہو تو جس صف سے گزرتا جائے وہی صف کھڑی ہوتی جائے اور اگر سامنے سے آئے تو اُسے دیکھتے ہی سب کھڑے ہوجائیں اور اگر خود امام ہی تکبیر کہے تو جب تک پوری تکبیر سے فارغ نہ ہولے مقتدی اصلا نہ کھڑے ہوں بلکہ اگر اس نے تکبیر مسجد سے باہر کہی تو فراغ پر بھی نہ کھڑے ہوں جب وہ مسجد میں قدم رکھے اس وقت قیام کریں ہندیہ میں بعد عبارت مذکورہ ہے۔ فاما اذا کان الامام خارج المسجد فان دخل المسجد من قبل الصفوف فکلما جاوز صفا قام ذلک الصف والیہ مال شمس الائمۃ الحلوانی والسرخسی و شیخ الاسلام خواھر زادہ وان کان الامام دخل المسجد من قدامہم یقومون کما رأوا الامام وان کان المؤذن والامام واحدا فان اقام فی المسجد فالقوم لا یقومون مالم یفرغ عن الاقامۃ و ان اقام خارج المسجد فمشایخنا اتفقوا علی انہم لا یقومون مالم یدخل الامام المسجد ویکبر الامام قبیل قولہ قد قامت الصلاۃ قال الشیخ الامام شمس الائمۃ الحلوانی وھو الصحیح ھکذا فی المحیط جمعہ بھی ہمارے امام کی نزدیک اس بارے میں مثل اور نمازوں کے ہے سلام سے پہلے جو جو شریک ہولیا اس نے جمعہ پالیا وہی رکعت پڑھے درمختار میں ہے۔ ومن ادرکھا فی تشھد او سجود سھو علی القول بہ فیھا یتمھا جمعۃ خلافا لمحمد واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ایک طالب علم اذان میں حی علی الصلاۃ ایک بار دہنی طرف منہ پھیر کر کہتے ہیں اور پھر بائیں طرف منہ پھیر کر ایک بار حی علی الفلاح کہتے ہیں اور پھر دہنی طرف منہ پھیر کر ایک بار حی علی الصلاۃ اور پھر بائیں طرف منہ پھیر حی علی الفلاح کہتے ہیں اور اس طرح پر اذان دینے کو افضل کہتے ہیں۔ اور حاشیہ ہدایہ کا حوالہ دیتے ہیں کہ اسمیں اس طرح ہے آیا یہ قول اُن کا درست ہے یا نہیں اور اس طرح اذان دیا کریں یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: یہ محض غلط وخلاف سنت ہے علمگیریہ ومحیط سرخسی میں ہے۔ یو تب بین کلمات الاذان والاقامۃ کما شرح مسند احمد وسنن ابی داود وغیرہما میں عبد اللہ بن زید بن عبد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث تعلیم اذان میں ہے فرشتے نے کہا یوں کہا کر واللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ حی علی الصلاۃ حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ

عبداللہ بن زید نے فرمایا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے عرض کی حضور نے فرمایا ان ھذا لرؤیا حق ان شاء اللہ تعالٰی ثم امر بالتاذین فکان بلال مولٰی ابی بکر یؤذن بذلک ان شاء اللہ تعالٰی یہ خواب بیشک حق ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بلال مولٰی ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما کو اذان کا حکم دیا وہ اسی طور مذکور پر اذان دیا کرتے صحیح مسلم و سنن نسائی وغیرہما میں ابو محذورہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جو حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں اذان تعلیم فرمائی اس میں بھی شہادتین کے بعد یونہی ہے حی علی الصلاۃ حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ غرض دونوں حی علی الصلاۃ ایک ساتھ پھر دونوں حی علی الفلاح ایک ساتھ پڑھنے میں کوئی شک نہیں ہاں بعض علما نے منہ پھیرنے میں یہ طریقہ رکھا ہے کہ ایک بار دہنی طرف کہے حی علی الصلاۃ پھر اسی کو بائیں طرف کہے پھر ایک بار دہنی طرف کہے حی علی الفلاح پھر اوسی کو بائیں طرف کہے فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں اسی کو ترجیح دی مگر صحیح وہی ہے کہ دونوں بار حی علی الصلوۃ دہنی طرف پھر دونوں بار حی علی الفلاح بائیں طرف کہے رد المحتار میں ہے یلتفت یمینا بالصلوۃ ویسارا بالفلاح وھو الاصح قہستانی عن المنیۃ وھو الصحیح بحر و تبیین وقال مشایخ مرو یمینۃ ویسرۃ فی کل قال فی الفتح الثانی اوجہ وردہ الرملی بانہ خلاف الصحیح المنقول عن السلف اھ باختصار واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۴۶) ۲۱ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ ہجری۔

بعد اذان کے پھر کسی خاص شخص کو پکارنا یا بالخصوص خودی والے کو درست ہے یا نہیں

الجواب بعد اذان کے سلطان اسلام و قاضی شرع و عالم دین کی خدمتوں میں مؤذن دوبارہ اطلاع کے واسطے مؤدبانہ حاضر ہونا یہی سنت ہے باقی لوگوں میں اگر سامنے سے گزریں تو کہہ دینا کہ نماز کو آؤ یا جماعت تیار ہے یا مسجد کو جاتے راہ میں جو ملیں انھیں تاکید کرتے آنا مضائقہ نہیں رکھتا مگر گھر پر آدمی بھیج کر بلانے کی حاجت نہیں خصوصاً خودی والے متکبر کو کہ متکبر شرعاً مستحق توہین ہے نہ لائق رعایت جبکہ مظنہ فتنہ نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۳۴۷) منشی عبدالقادر صاحب میسوری یہاں یہ دستور ہے کہ نماز پنجگانہ و عیدین و نماز جنازہ میں شہروں اور قریہ وغیرہ سب حاصلاۃ صلاۃ پکار کر کہتے ہیں یہ صلاۃ پکارنا کیسا ہے کس زمانہ وکن بزرگوں سے ابتداء جاری ہے اس کے پکارنے سے نماز میں خلل ہے یا نہیں یہاں چند صاحبان صلاۃ

پکارنا بدعت یعنی ناجائز سمجھتے ہیں از راہ مہربانی جواب تحریر کریں۔

الجواب:۔ عیدین میں الصلاۃ جامعۃ باواز بلند دو بار پکارنا مستحب ہے مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف میں ہے یستحب ان ینادی لھا الصلوۃ جامعۃ بالاتفاق سوائے مغرب ہر نماز میں صلاۃ پکارنا یعنی دوبارہ اعلان کرنا ائمہ متاخرین نے مستحب رکھا ہے بلکہ درمختار میں سب نمازوں کی نسبت لکھا یثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ ردالمحتار میں ہے۔ قولہ فی الکل ای کل الصلوت لظہور التوانی فی الامور الدینیۃ قال فی العنایۃ احدث المتاخرون التثویب بین الاذان والاقامۃ علی حسب ما تعارفوہ فی جمیع الصلوات سوی المغرب مع ابقاء الاول یعنی الاصل وھو تثویب الفجر وما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن اھ نماز جنازہ میں حرمین شریف میں دستور ہے کہ مؤذن باواز بلند کہتے ہیں الصلوٰۃ علی المیت یرحمکم اللہ اور یہ سب اس آیۂ کریمہ کے تحت میں داخل ہے کہ من احسن قولا ممن دعا الی اللہ اس سے کس کی بات بہتر جو اللہ کی طرف بلائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من دعا الی ھدی فلہ اجرہ واجر من تبعہ جو کسی نیک بات کی طرف بلائے اس کے لئے اس کا خود اپنا اجر ہے اور جتنے اس نیک فعل میں شریک ہوں ان سب کا ثواب ہے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو اور زعم بدعت کا رد ہزار ہا بار ہو چکا ہر نو پیدا بات ناجائز نہیں ورنہ خود مدرسے بنانا کتابیں تصنیف کرنا صرف ونحو وغیرہا علوم کہ زمانہ رسالت میں نہ پڑھے جاتے تھے پڑھنا پڑھانا سب حرام ہو جائے اور اسے کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا خود یہ اہل بدعت ہزار ہا جدید باتیں کرتے ہیں کہ زمانہ رسالت میں اس ہیئت کذائی سے موجود نہ تھیں بعد کو حادث ہوئیں مگر اپنے لئے جو چاہیں حلال کر لیتے ہیں۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ (۴۴۸) ازدمن خرد عملداری پرتگال مسئولہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اقامت کے قبل درود شریف باواز بلند پڑھتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اقامت یعنی تکبیر شروع کر دیتا ہے کہ جس سے عوام کو معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف اقامت کا جز ہے اور عمرو درود شریف نہیں پڑھتا صرف اقامت کہتا ہے۔ وزید کو یہ فعل اس کا ناپسند آتا ہے اور اصرار سے اس کو پڑھنے کو کہتا ہے اس صورت میں درود شریف جہر سے پڑھنا اور زید کا اصرار کرنا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- درود شریف قبل اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر اقامت سے فصل چاہئیے یا درود شریف کی آواز آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز رہے اور عوام کو درود شریف جزءِ اقامت نہ معلوم ہو رہا ہو زید کا عمرو پر اصرار کرنا وہ اصلا کوئی وجہ شرعی نہیں رکھتا یہ زید کی زیادتی ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۴۶۹) از کیمپ میرٹھ کوٹھی خان بہادر کرہ شیخ علاؤالدین صاحب مرسلہ سید حسن صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ باعث استفسار یہ ہے کہ اگر صبح کی اذان لوگوں کو سحری کے وقت کے اختتام سے آگاہی کے واسطے صبح صادق نکلنے سے آٹھ یا دس منٹ پہلے دیدی جایا کرے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- اذان وقت سے پہلے دینی مطلقاً ناجائز و ممنوع ہے تبیین الحقائق میں ہے۔ لایؤذن قبل الوقت ویعاد فیہ وانکارا لسلف علی من یؤذن بلیل دلیل علی انہ لم یجز قبل الوقت بحر الرائق میں ہے لایجوز قبلہ ختم سحری کے لئے صلاۃ وغیرہ کوئی اور اصطلاح مقرر کر سکتے ہیں اور وہ بھی چار پانچ منٹ سے زیادہ وقت صحیح سے مقدم نہ ہو کہ تاخیر سحور سنت اور اس میں برکت ہے اور زیادہ اذان سے منع کر دینا فتوائے باطل و بدعت وخلاف شریعت ہے پھر یہ بھی اُس کے لئے ہے جو وقت صحیح جانتا ہو نہ وہ جو آج کل کی عام جنتریوں میں چھپا یا چھپتا ہے کہ اکثر باطل وضلالت ہے انھیں میں سے میرٹھ کی دوامی جنتری بھی سراپا اغلاط و بطالت ہے یونہیں ہمیشہ رات کا فلاں معین حصہ چھوڑنا محض نادانی وجہالت ہے ان مجمل الفاظ کی تشریح اوّل طبع ہو چکی اور بعض فتوائے دیگر مفصلہ سے معلوم ہوگی بعونہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۴۷۰) از ملک گجرات بھڑوچ محلہ گھونسواڑہ آمنہ مسجد مرسلہ محی الدین محیدی ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۲۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنت جمعہ پڑھنے کے لئے ملک گجرات کے بعض مقام میں جو ایک صلاۃ سنت قبل جمعہ پڑھنے کے واسطے موذن بلند آواز سے روز جمعہ کے پکارتا ہے اور بغیر صلاۃ سنت قبل الجمعہ پکارنے کے سنت قبل جمعہ کی لوگ نہیں پڑھتے اور اس صلاۃ سنت قبل جمعہ کا مسجد میں جمع ہو کر انتظار کرتے ہیں تا موذن یہ صلاۃ سنت کی پکارے تو سنت قبل جمعہ پڑھیں الفاظ یہ ہیں۔ الصلوۃ سنۃ قبل الجمعۃ الصلوۃ رحمکم اللہ کیا ان الفاظ سے صلاۃ کہنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے اور کس مجتہد نے اسلام میں اس کو جاری کیا ہے اور یہ صلاۃ سنت قبل الجمعہ

اگر کوئی شخص نہ پکارے اور سنتیں جمعہ کی پڑھ لیوے تو سنتیں ہو جاتی ہیں یا نہیں اور نہ پکارنے سے مرتکب گناہ کا ہوگا یا نہیں نماز جمعہ اور سنت جمعہ میں کچھ نہ پکارنے سے قصور لازم آتا ہے یا نہیں اور نہ کہنے والا مذہب امام اعظم کا مقلد رہتا ہے یا الہابی نجدی ہوکر اسلام سے خارج ہوجاتا ہے کیا وہ بے ایمان ہوجاتا ہے کیا تثویب جس کو فقہائے حنفیہ نے مستحسن فرمایا ہے وہ یہی صلاۃ سنت قبل الجمعہ ہے و یا اس کی کوئی اور صورت ہے مستند کتب حنفیہ سے ثبوت مع دلائل تحریر فرماکر اجر عظیم پائیں مہر مع دستخط علمائے کرام ثبت ہو۔

الجواب: تثویب جسے ہمارے علمائے متاخرین نے نظر بحال زمانہ جائز رکھا اور مستحب مستحسن سمجھا وہ اعلام بعد اعلام ہے اور اس کے لئے کوئی صیغہ معین نہیں بلکہ جو اصطلاح مقرر کرلیں اگرچہ انھیں لفظوں سے کہ الصلاۃ السنۃ قبل الجمعۃ الصلاۃ رحمکم اللہ تو اس وجہ پر کہنا زیر مستحب داخل ہوسکتا ہے درمختار میں ہے۔ یثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ الا فی المغرب ردالمحتار میں ہے۔ بما تعارفوہ کتنحنح او قامت قامت او الصلوۃ الصلوۃ ولو احدثوا اعلاما مخالفا لذلک جاز نھر عن المجتبٰی اوسی میں عنایہ سے ہے۔ المتاخرون استحسنوا التثویب بین الاذان والاقامۃ علی حسب ما تعارفوہ فی جمیع الصلوات سوی المغرب مع ابقاء الاول یعنی الاصل وھو تثویب الفجر وما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن مگر اس پر اور باتیں جو اضافہ کیں بے اصل و باطل ہیں (۱) جب تک یہ صلاۃ نہ پکاری جائے سنت جمعہ نہ پڑھنا (۲) مسجد میں جمع ہوکر اس پکارنے کا منتظر رہنا گویا سنت قبل الجمعہ کو اذان مؤذن کا محتاج کررکھا ہے کہ وہ صلاۃ پکار کر اجازت دے تو پڑھیں یہ بدعت ہے (۳) بغیر اس کے یہ سمجھنا کہ سنتیں نہ ہونگی (۴) نہ پکارنے کو گناہ جاننا (۵) نہ پکارنے سے نماز جمعہ میں قصور سمجھنا (۶) نہ پکارنے والے کو تقلید سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے باہر خیال کرنا (۷) معاذ اللہ اسے وہابی و بے ایمان گمان کرنا یہ پانچوں اعتقاد باطل و ضلال ہیں ان کے معتقدین پر توبہ فرض قطعی ہے اور ان ساتوں رسوم و خیالات باطلہ کا ہدم و اعدام لازم ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد واللہ سبحنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۵۱) جمادی الآخرہ ۱۳۲۹ھ صحبری نماز جمعہ میں اذان کے بعد پھر صلاۃ کہنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: اذان کے بعد صلاۃ تثویب ہے اور تثویب کو علمائے ہر نماز میں مستحب رکھا درمختار میں ہے یثوب فی الکل للکل بما تعارفوہ الا فی المغرب عنایہ میں ہے فی جمیع الصلوات سوی المغرب درمختار

میں ہے۔ التسلیم بعد الاذان حدث فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین فی الکل الا المغرب ثم فیھا مرتین وھو بدعۃ حسنۃ اوسی میں ہے یوذن ثانیا بین یدی الخطیب افاد بوحدۃ الفعل ان المؤذن اذا کان اکثر من واحد اذنوا واحد ابعد واحد ولا یجتمعون کما فی الجلابی و التمرتاشی ذکرہ القہستانی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ (۳۵۲) اولاً شہر بہڑوچ لال بازار چبارہ از مرسلہ عباس میاں صاحب و مولوی علی میاں صاحب ابن مولوی محمد نصر اللہ صاحب صدیقی ثانیاً از احمد آباد محلہ خان پور متصل درگاہ حضرت شاہ وجیہ الدین صاحب علوی مرسلہ جناب شاہ سید احمد صاحب ابن سید غلام وجیہ الدین صاحب علوی ۱۹ جمادی الاولٰی سنہ ۱۳۲۰ھ

مرشدنا جناب مولٰنا حاجی مولوی احمد رضا خاں صاحب بعد سلام علیک کے طرف سے بندۂ غلام خاکسار عباس میاں کے عرض خدمت بابرکات میں یہ ہے کہ ایک سال سے یہ فتنہ ہمارے شہر میں پڑا ہے کہ جو شخص صلاۃ جمعہ کہے وہ گناہ کرتا ہے اور بدعتی اس کو کہتے ہیں اور گمراہ جانتے ہیں اور دلیلیں مولوی خرم علی اور ترجمۂ غایۃ الاوطار سے اور ماتۃ مسائل کی پیش کرتے ہیں اور مولوی اشرف علی اور گنگوہی کی کتابوں کی سند لاتے ہیں اور آپ کا فتوی جو اس خط کے ہمراہ رکھا ہے جس کی مہر میں سنہ ۱۳۱۰ھ ہے وہ ہر ایک کو دکھاتے ہیں حضور جو آپ نے سات اعتقاد باطل و ضلال لکھے ہیں وہ ہمارا کہنا نہیں فقط اتنا ہے کہ روز جمعہ کو ندا جو معمول مدت مدید سے چلا آتا ہے اور اس کے لئے اول ایک رسالہ نور الشمعہ چھپ گیا ہے۔ اوسمیں لکھا ہے یہ ندا جائز بلکہ مستحسن ہے اور جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب احمد آبادی نے ایک فتوے اس ندا کے جواز میں دیا ہے اور تمام کہتے ہیں مدت مدید سے اسکو اب یہ شخص منع کرتا اور بدعتی کہتا گناہ بتاتا ہے اور جھوٹے سوال لکھتا اور جواب منگاتا ہے غلام گناہگار ہے خدا آپ بزرگوار کی دعا اور طفیل غوث الورٰی کے میرے گناہ بخشے آمین عباس میاں ولد علی میاں خط

ثانی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مجمع البرکات حامی شرع مبین مولٰنا و اولٰنا جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب از جانب فقیر حقیر سید احمد علوی الوجیہی بعد تبلیغ مراسم نیاز معروض خدمت فیض درجت میں یہ ہے کہ جناب عالی بندہ نے مستشار العلماء لاہور آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے کہ اس اشتہار کو ملاحظہ فرمائیں اس کا بانی کار محمد دین ایک پنجابی ہے پہلے ہندو تھا پھر مسلمان ہوا اور دیوبند و گنگوہ میں جاکر کچھ پڑھا فی الحال

بھڑوچ میں رہتا ہے اور سلسلہ پیری مریدی کا ضلع بھڑوچ کے گاؤں میں جاری کیا ہے۔ قبلہ عالم نفس تثویب کا یہ شخص منکر ہے کہ تثویب کا ثبوت کوئی کتاب حنفیہ سے نہیں یہ بدعت مذمومہ ہے آپ نے تثویب کو اسی مستشار العلما میں بہت اچھی طرح سے ثابت کر دیا ہے بندہ جب یہ پیش کرتا ہے کہ دیکھو اسی اشتہار میں مولوی صاحب نے تثویب کو بحمد اللہ کتاب حنفیہ سے ثابت کیا ہے اور تم لوگ نفس تثویب کے منکر ہوا اور جو شخص پکارتا ہے اسکو بدعتی کہتے ہو تو وہ اور اس کے لواحق جواب دیتے ہیں کہ ایک شخص کے فتوے پر عمل چاہیے یا دس کے ایسے جواب دیتے ہیں یہ مستشار العلما اس نے چھپوا کر تمام گاؤں میں بانٹ دیے ہیں تحریرات سے بہت جلد مشرف فرمانا کہ جو کدورتیں انکے دلوں میں جم گئی ہیں آپ کی تحریر کی برکت سے اللہ پاک دور فرمائے آمین۔ رقیمہ نیاز سید احمد علوی الوجیہی۔

الجواب:۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم اللھم لک الحمد صل علی المصطفیٰ والہ وصحبہ وبارک وسلم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہم خادمان دارالافتاء جواب سے پہلے کچھ دیوبندی خیانتیں گزارش کریں جن سے واضح ہو کہ ان حضرات کی حیا و دیانت کس درجہ تک پہنچی ہے اور ایسوں سے مخاطبہ کا کیا موقع رہا ہے اس کے بعد اصل سوال تثویب کا جواب جو بعون الوہاب اعلیحضرت مولانا مولوی احمد رضا خانصاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ارشاد فرمایا مجموعہ مبارکہ فتاوائے رضویہ سے نقل کریں وباللہ التوفیق یہاں خیانتہائے دیوبندیہ پر یہ امر یہاں داعی ہوا کہ دارالافتا کا فتوے تثویب جمعہ جو جناب کے مرسلہ رسالہ میں محمد دین صاحب یا ان کے طرفداروں نے شائع کیا جس کا سوال دارالافتا میں ملک گجرات شہر بھڑوچ محلہ گھوسواڑہ مسجد آملہ سے محمد دین محمد دی نے بھیجا اور ۷ جمادی الآخرۃ ۱۳۲۹ھ کو اس کا جواب دارالافتا سے امضا ہوا جس کی نقل فتاوائے اعلیحضرت کی جلد دوم کتاب الصلاۃ صفحہ ایک ہزار ستاسی پر ہے اس میں شائع کنندہ نے سخت تحریفیں کیں جو کسی حیادار مسلمان کو زیبا نہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ یہ بزرگ نو مسلم دیوبند و گنگوہ کے تعلیم یافتہ ہیں تو اس کا تعجب جاتا رہا کہ حضرات دیوبند کا یہ قدیم شیوہ ہے لہٰذا اطلاع مسلمین کیلئے ان کی خیانتوں کا تذکرہ ضرور ہوا کہ مسلمان ان صاحبوں کی عادت پہچان لیں اور ان کے ضرر سے محفوظ رہیں کسی مسئلہ میں انکے شور و غل پر کبھی کان نہ رکھیں کہ کوئی عقلمند ایسی خصلت والوں کی بات پر کان نہیں دھرتا

دیوبندی خیانتوں کے نمونے

جو شخص کلمہ پڑھتا اور اللہ کو ایک رسول کو برحق جانتا ہو وہ ایک ساعت انصاف و ایمان کی نگاہ سے ملاحظہ کرے آیا ایسی خیانتیں اہل حق کرتے ہیں یا وہ کھلے باطل والے جو ہر طرح اپنی باطل پروری سے عاجز آ گئے اور ناچار ایسی شرمناک حرکات پر اتر آئے کیا کوئی ذی عقل ایسوں کی کسی بات پر کان دھرنا گوارا کرے گا یا انھیں کسی انسان کا قابل خطاب جانے گا۔ جو ایمان سے کچھ بھی علاقہ رکھتا ہے وہ ایمان کی نگاہ سے دیکھے اور انصاف کرے اور ہٹ دھرم بے حیا کا کہیں علاج نہیں ہم پہلے فتوائے تثویب میں ان کی خیانتوں کو ذکر کریں گے کہ یہ سوال اسی سے متعلق ہے پھر ان کے بڑوں کی بھاری خیانتیں زیر ذکر لائیں گے کہ معلوم ہو کہ یہ خوبیاں چھوٹوں نے بڑوں ہی سے سیکھیں ہیں ع این خانہ تمام آفتاب است **پہلی خیانت** فتوائے مبارکہ میں اس عبارت کے بعد کہ اس کے لئے کوئی صیغہ معین نہیں یہ عبارت تھی بلکہ جو اصطلاح مقرر کر لیں اگرچہ انھیں لفظوں سے کہ الصلاۃ السنۃ قبل الجمعۃ الصلاۃ رحمکم اللہ تو اس وجہ پر یہ کہنا زیر مستحب داخل ہو سکتا ہے۔ بھلا اس کا زیر مستحب داخل ہونا وہابیوں کب گوارا ہوتا لہذا اسے ایک دم ہضم فرمالیا **دوسری خیانت** عبارت ردالمحتار اقامت تک نقل کرکے الخ بنادیا حالانکہ فتوائے مبارکہ میں وہ یوں تھی او قامت قامت او الصلاۃ الصلاۃ ولو احدثوا اعلاما مخالفا لذلک جاز نہر عن المجتبیٰ یہ عبارت اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ کے اس ارشاد کی صریح دلیل تھی کہ اس وجہ پر الصلاۃ السنۃ قبل الجمعۃ کہنا بھی مستحب ہوگا لہذا اسے بھی کتر لیا **تیسری خیانت** اس کے بعد فتوائے مبارکہ میں یہ عبارت تھی اور سی میں عنایہ سے ہے احدث المتاخرون التثویب بین الاذان والاقامۃ علی حسب ما تعارفوہ فی جمیع الصلوٰت سوی المغرب مع ابقاء الاول یعنی الاصل وہو تثویب الفجر وما رآہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن یہ بھی اوسی جرم پر اڑالی گئی کہ اس میں بھی اس کی دلیل کو علی حسب ما تعارفوہ موجود تھا **چوتھی خیانت** فتوائے مبارکہ میں تھا یہ پانچوں اعتقاد باطل وضلال ہیں اس میں ساتوں اعتقاد بنالئے کہ اگر پانچ اعتقاد اخیر جو مسلمانوں کی طرف نسبت کیسے ثابت نہ ہو سکیں تو اگلی دو باتوں کو بھی بزور خیانت اعتقاد میں داخل کرکے مسلمانان بھڑوچ اہل سنت کا فاسد العقیدہ ہونا بتاسکیں۔ **پانچویں خیانت** اس کے اخیر میں اعلیٰ حضرت کی مہر یہ چھاپی ہے۔ حالانکہ ہر بھی اپنی طرف سے بنالی یہ مہر ۱۳۲۲ھ میں گم ہوگئی تھی تو ۱۳۲۹ھ کے فتوے میں کہاں سے آئی بلکہ اس پر ۱۳۲۳ھ کی مہر تھی جو اصل مسئلہ کی جواب پر اخیر میں آپ ملاحظہ کریں گے اس میں یہ شعر کندہ ہے ؎

احمد رضا کی حنفی قادری
عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں

یا مصطفیٰ یا رحمۃ الرحمٰن ہو یا مرتضیٰ یا غوثنا الجیلانی غالباً انھیں کلمات طیبہ کی ناگواری اشاعت کنندہ کو تبدیل مہر پر باعث ہوئی **چھٹی خیانت** ایک ان کی خیانتوں پر کیا تعجب عام دیوبندیوں خصوصاً ان کے بڑوں کا قدیم سے یہی مسلک ہے ایک صاحب مذہباً دیوبندی مسکنا رامپوری سنی بنکر یہاں آئے بعض مسائل لکھوائے نقل کے لئے فتاوائے مبارکہ کی کتاب الحظر عطا ہوئی ایک مسئلہ میں جس کا سوال محمد گنج سے عبد القادر خاں رام پوری نے بھیجا تھا اور اس میں پانچ سوال تھے سوال چہارم یہ تھا تین برس کے بچے کی فاتحہ دوجے کی ہونا چاہیئے یا سوم کی اس کا جواب اعلیحضرت نے یہ ارشاد فرمایا تھا شریعت میں ثواب پہنچانا ہے دوسرے دن ہو یا تیسرے دن باقی یہ تعیینیں عرفی ہیں جب چاہیں کریں انھیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت ہے واللہ تعالیٰ اعلم ان بزرگ نے بین السطور میں موٹے قلم سے کہ وہی اس وقت ایک بیچ سے انھیں مل سکا جہالت ہے کے بعد لفظ و بدعت اور بڑھادیا وہ ابتک فتاوائے مبارکہ میں غیر قلم کا سطر سے اوپر لکھا ہوا موجود ہے فتاوائے مبارکہ کی جلد ہشتم کتاب الحظر صفحہ ۳۱۰ ملاحظہ ہو لطف یہ کہ عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیئے جہالت سے یہ لفظ جہالت ہے کے بعد بڑھایا اور و بدعت عطف واو سے رکھا کہ جملہ اردو پہ جملہ فارسی کا عطف ہوگیا جو ہرگز اعلیحضرت بلکہ کسی زبان داں کا بھی محاورہ نہیں اگر کرنا تھا تو لفظ جہالت کے بعد و بدعت بڑھایا ہوتا کہ لفظ مفرد عربی پر اسی کے مثل کا عطف واؤ سے ہوتا طرہ یہ کہ مجموعہ فتاوائے گنگوہی صاحب حصہ اول میں ان کے حواریوں نے مجدد المائۃ الحاضرہ کا یہ فتوے مع زیادت مفتری چھاپ دیا اور اس میں صفحہ ۵۱ پر یوں بنادیا جہالت و بدعت ہے۔ ان کو سوجھی کہ عبارت یوں ہونی چاہیئے تھی۔ **ساتویں خیانت** ظلم پر ظلم یہ کہ فہرست میں یوں لکھا۔ فتوے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی تعین سوم کی جہالت اور بدعت ہوئے میں حالانکہ فتوائے اقدس میں تصریح تھی جب چاہیں کریں۔ ہاں دوجے یا تیجے کی گنتی ضروری جاننے کو ضرور جہالت فرمایا تھا کہاں یہ کہ خاص اس تعین کو ضروری جاننا جہالت ہے اور کہاں یہ کہ سرے سے تعین ہی جہالت و بدعت ہے ان رام پوری دیوبندی جی نے خیانت لفظی کی تھی ان دیوبندی دیوبندیوں نے دیکھا کہ کام اب بھی نچلا اصل سوم تو جائز ہی رہا لہٰذا یوں اس کے ساتھ خیانت معنوی کا گنٹھ جوڑا ملادیا غرض سب بیباک ہو عیار ہو جو آج ہو تم ہو خود نہ سے ہو مگر خوف خدا کا نہیں رکھتے **آٹھویں خیانت** یوں ہیں مجموعہ گنگوہی صاحب حصہ دوم صفحہ ۹۷ پر اعلیحضرت مجدد المائۃ الحاضرہ کا ایک فتوے

چھاپا جس میں حاصل سوال یہ تھا کہ جو شخص بے نماز شرابخوار داڑھی منڈا گستاخی سے جھوٹی روایتیں پڑھنے والا شریعت پر ہنسنے والا ہو ایسے شخص سے مولود شریف پڑھانا یا ممبر پر تعظیماً بٹھانا ناجائز ہے یا نہیں اور حاصل ارشاد جواب یہ تھا کہ افعال مذکورہ سخت کبائر اور مرتکب اشد فاسق اور مستحق نار و غضب رحمن ہے۔ اُسے منبر پر بٹھانا اُس سے مجلس مبارک پڑھوانا حرام ہے اور ذکر شریف حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم باوضو ہونا مستحب اور بے وضو بھی جائز اگر نیت استخفاف کی نہ ہو اور تحقیر کی نیت ہو تو صریح کفر اور یونہی مسائل شرعیہ کے ساتھ استہزا کفر ہے یونہی داڑھی لکھانے کی توہین کلمۂ کفر ہے واللہ تعالیٰ اعلم مسلمان دیکھیں کہ اس فتوائے مبارکہ میں ایسے فاسق فاجر بے نمازی شرابخوار توہین کنندۂ شریعت کو منبر پر بٹھانے کی ممانعت ہے یا معاذ اللہ مطلقاً مجالس میلاد مبارک مروجۂ عرب و عجم کا عدم جواز۔ مگر حیاداروں نے عوام کی آنکھوں پر اندھیری ڈالنے کیلئے اس کا سرنامہ یہ لکھدیا۔ فتوے درباب عدم جواز مجلس مولود مروجہ از مجموعہ فتاوے قلمی مولوی احمد رضا خانصاحب سچ ہے بے حیا باش و انچہ خواہی کن انا للہ و انا الیہ راجعون۔

نویں خیانت حیاداروں کو اور تیز و تند چڑھی اسی صفحہ کے حاشیہ پر یوں ہے بڑھی۔ تمبیعین مولوی احمد رضا خاں صاحب کو خوف کرنے کا مقام ہے کہ وہ مجالس مروجہ ممنوعہ مبتدعہ ولادت کہ جن کو خود ان کے مقتدا حرام کیا بلکہ کفر و مستحق نار و غضب رحمن تعالےٰ شانہ لکھتے ہیں۔ مسلمانو خدارا انصاف حرام کا لفظ تو آپ دیکھ چکے کہ فاسق شرابی کو منبر پر تعظیماً بٹھانے کی نسبت تھا۔ ظلم یہ کہ مستحق نار و غضب رحمن کہ اُس تارک الصلوٰۃ شرابخوار توہین کنندہ شرع کو کہا تھا بے حیاؤں نے اسے بھی مجالس میلاد مبارک پر ڈھال دیا مسلمانو کیا اسی کو دین و دیانت کہتے ہیں ع آدمیان گم شدند ملک خیانت گرفت **دسویں خیانت** مجلس مبارک کو حرام و مستحق نار و غضب جبار ٹھہرانے پر بھی دشمنان مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے جلتے کلیجے ٹھنڈے نہ ہوئے بلکہ اپنی گھٹیوں میں پڑے ہوئے کفر کی چاشنی یاد آئی اور بکمال بے ایمانی اپنی اس بکر فکر کی نسبت اعلٰحضرت مجدد دین و ملت سے کر دی کہ وہ مجالس مروجہ کو کفر لکھتے ہیں۔ سچ ہے جب لعنۃ اللہ علی الکاذبین سے حصہ لیں تو پورا ہی نہ لیں بت بڑھے تو ابلیس کے لئے بھی باقی نہ چھوڑیں مسلمانو للہ انصاف کفر کا لفظ ذکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور شریعت و سنت پر ہنسنے کی نسبت تھا یا مجالس مبارکہ کی نسبت مسلمانو للہ انصاف شیطان اس سے زیادہ اور کیا مکر کرتا ہوگا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ خود اعلٰحضرت کے یہاں آن کے پردادا صاحب حضرت مولٰنا حافظ محمد کاظم علی خانصاحب

بہادر رئیس اعظم قادری رزاقی قدس سرہ الشریف خلیفہ حضرت مولٰنا شاہ انوار الحق لکھنوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے وقت سے بفضلہ تعالٰی آج تک کہ سو برس کامل سے زائد ہوئے مجالس میلاد شریف کا انعقاد بکمال اہتمام و اعلانِ عام کے ساتھ ہوتا ہے بحمدہ تعالٰی ہزاروں مسلمان حاضر آئے اور ذکرِ اقدس حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فیض و شرف پائے ہیں شہر بھر میں معلوم ہے۔ کہ ربیع الاول شریف کی بارہویں خاص اعلحضرت کے دولت خانۂ فیض کاشانہ کے لئے اسی زمانہ سے مخصوص ہے اعلیٰحضرت کے یہاں اور بھی مجالس میلاد مبارک ہوا کرتی ہیں اگر بارہویں شریف کا پڑھنا خصوصًا خاص ذکرِ ولادت اقدس روزِ اول سے خود حضرت بانی مجلس صاحب خانہ کا حصہ ہے جو بعونہ تعالٰی سو برس سے آج تک ناغہ نہ ہوا سوا ربیع الاول شریف ۱۳۲۴ھ کے کہ اس کی بارہویں مبارک کو اعلحضرت بحمد اللہ تعالٰی سرکار اعظم مدینہ طیبہ صلے اللہ تعالٰی علیٰ منیرہا و بارک وسلم میں شرف آستانہ بوسی سے مشرف تھے اس سال اعلحضرت کے برادر اوسط مولوی حاجی محمد حسن رضا خانصاحب حسن قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے نیابت کی پھر اعلحضرت اور آن کے والد ماجد قدس سرہ کے فتاوے مستقل تصانیف اس مجلس مبارک کے استحباب و استحسان میں موجود ہیں معتقدین اعلحضرت اس نجم آفتاب عالمتاب سے معاذ اللہ آنکھیں بند کر کے کوروں کی شہادت پر دیوبندیوں کی مان لیتے کہ اعلحضرت کے نزدیک معاذ اللہ مجلس مبارک حرام بلکہ کفر ہے تف تف ہزار تف مسلمانو دیوبندی صاحبوں کی دیوبندگی دیکھی پھر دعوے دین و دیانت باقی ہے سبحن اللہ یہ مونہہ اور یہ دعوے خیر آپ نے اچھی کہی کہ معتقدین اعلحضرت کیلئے خوف کا مقام ہے الحمد للہ خوف کا مقام اولیاء وعلما کو ملتا ہے مگر دیوبندیوں کو نہ خوف خدا نہ شرم رسول دنیا بھر کے مسلمانوں کی آنکھوں میں خاک جھونکتے پھرتے ہیں کہ ان کو دھوکے دیں ان کے عقائد کو ضرر پہنچائیں ان کے اکابر کی نیکنامی کو دھبہ لگائیں مگر بحمد اللہ ان کی خاک الٹی کر انھیں کے منہ اور ان کے پیشوا حضرت گنگوہی صاحب کی آنکھوں میں پڑی اور پڑتی ہے حق بحقدار رسید گیارہویں خیانت خیر یہ تلک عشرۃ کاملہ جیسی تھیں تھیں اب ان کی وہ لیجئے جس کے آگے یہ اور ان جیسی سو خیانتیں اور ہوں تو کان ٹیک دیں وہ کیا وہ رسالہ خبیثہ سیف النقی کے کوتک کہ اعلحضرت مجدد المائۃ الحاضرۃ دام ظلہم العالی کے حضرات عالیہ والد ماجد و جد امجد و پیر و مرشد و حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نام سے کتابیں تراش لیں آن کے مطبع گھڑ لیئے صفحے دل سے بنا لیے عبارتیں خود ساختہ لکھ کر ان کی

طرف بیدھڑک نسبت کرکے چھاپ دیں اور سربازار اپنی حیا کی اوڑھنی اتار آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یک دبا کہ آپ تو یوں کہتے ہیں اور آپ کے والد ماجد امجد و پیر و مرشد غوث اعظم فلاں فلاں کتابیں مطبوعات فلاں فلاں مطابع کے فلاں فلاں صفحہ پر یہ فرماتے ہیں حالانکہ دُنیا میں نہ اُن کتابوں کا پتہ نہ نشان سب بالکل افترا اور من گھڑت جراءت ہو تو اتنی تو ہو۔ اس کا حال العذاب البئیس و ابحاث اخیرہ و رملح القہار وغیرہا میں بارہا چھاپ دیا اب پھر سن لیجئے اسی رسالہ خبیثہ کے صفحہ تین پر ایک کتاب بنام تحفۃ المقلدین اعلٰیحضرت کے والد ماجد اقدس حضرت مولٰنا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز کے نام سے گھڑ لی حالانکہ حضرت ممدوح کی کوئی تصنیف اس نام کی نہیں[1]

مسئلہ (۴۵۳) از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ مجیبہ گنج مرسلہ کریم بخش صاحب ٹھیکیدار ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۱ھ
ایک بار اذان ہوچکی ہے کسی دوسرے شخص نے لاعلمی میں پھر اذان پڑھنا شروع کردی درمیان میں کسی ہمسایہ نے اطلاع دی کہ پڑھی جاچکی ہے اب یہ شخص معاً رُک جائے یا اذان کو پورا پڑھے۔

الجواب اگر مسجد مسجد محلہ ہے جہاں کیلئے امام و جماعت متعین ہے اور جماعت اولٰی ہوچکی اور اب کچھ لوگ جماعت کو آئے اور اُن کو اذان کی خبر نہ تھی اور شروع کی اور اطلاع ہوئی تو معاً رُکجائے اور اگر مسجد عام ہے مثلاً مسجد بازار و سرا و اسٹیشن و جامع تو ہرگز نہ رُکے اذان پوری کرے ممانعت جہالت ہے اور اگر مسجد محلہ یا عام ہے اور جماعت اولٰی ابھی نہ ہوئی تو اختیار ہے چاہے رُکجائے یا پوری کرے اور اتمام اولٰی ہے۔ وذلک لان فی الاولی اعادۃ اذان لجماعۃ ثانیۃ فی مسجد محلۃ وھو لایجوز وفی الثانیۃ اعادۃ اذان لجماعۃ اخری فی مسجد شارع وھو مسنون فلا یترک وفی الثالثۃ لاتحول لاطلب فیخیر والاتمام ذکر شرع فیہ افضل لاسیما وقد استحسنوا التثویب واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ (۴۵۴) از مقام کبیر کلاں ڈاکخانہ خاص علاقہ ڈبائی ضلع بلند شہر مرسلہ عطاء اللہ ٹھیکیدار ۲۹ صفر المظفر ۱۳۳۲ ہجری۔ اقامت صف کے د ہنی جانب کہا جائے یا بائیں اس میں کوئی فضیلت د ہنے بائیں کی ہے یا نہیں فقط

الجواب:۔ اقامت امام کی محاذات میں کہی جائے یہی سنت ہے وہاں جگہ نہ ملے تو د ہنی طرف افضل الیمین علی الشمال ورنہ بائیں طرف لحصول المقصود بکل حال واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ (۴۵۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے

[1] یہ یہیں تک ناتمام تھا لیکن مفید تھا اس لئے چھاپا گیا ۱۲ م ع

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر (۲) خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے زمانہ میں کہاں ہوتی تھی (۳) فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں (۴) اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے زمانے میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں اسی پر عمل لازم ہے یا رسم و رواج پر اور جو رسم و رواج حدیث شریف و احکام فقہ سب کے خلاف پڑ جائے تو وہاں مسلمانوں کو پیروی حدیث و فقہ کا حکم ہے یا رسم و رواج پر اڑا رہنا (۵) نئی بات وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و خلفائے راشدین و احکام ائمہ کے مطابق ہو یا وہ بات نئی ہے جو ان سب کے خلاف لوگوں میں رائج ہو گئی ہو (۶) مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں یہ اذان مطابق حدیث و فقہ ہوتی ہے یا اس کے خلاف اگر خلاف ہوتی ہے تو وہاں کے علمائے کرام کے ارشادات دربارۂ عقائد حجت ہیں یا وہاں کے تنخواہ دار مؤذنوں کے فعل اگرچہ خلاف شریعت و حدیث و فقہ ہوں (۷) سنت کے زندہ کرنے کا حدیثوں میں حکم ہے اور اس پر سو شہیدوں کے ثواب کا وعدہ ہے یا نہیں اگر ہے تو سنت مردہ زندہ کی جائیگی یا سنت زندہ۔ سنت اس وقت مردہ کہلائے گی جب اس کے خلاف لوگوں میں رواج پڑ جائے یا جو سنت خود رائج ہو وہ مردہ قرار پائے گی (۸) علماء پر لازم ہے یا نہیں کہ سنت مردہ زندہ کریں اگر ہے تو کیا اس وقت ان پر یہ اعتراض ہو سکے گا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے۔ اگر یہ اعتراض ہو سکے گا تو سنت زندہ کرنے کی صورت کیا ہوگی (۹) جن مسجدوں کے بیچ میں حوض ہے اس کی فصیل پر کھڑے ہو کر منبر کے سامنے اذان ہو تو بیرون مسجد کا حکم ادا ہو جائے گا یا نہیں (۱۰) جن مسجدوں میں منبر ایسے بنے ہیں کہ ان کے سامنے دیوار ہے اگر مؤذن باہر اذان دے تو خطیب کا سامنا نہ رہے گا وہاں کیا کرنا چاہئے۔ امید کہ دسوں مسئلوں کا جدا جدا جواب مفصل مدلل ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب (۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازے پر ہوتی تھی، سنن ابی داؤد شریف جلد اول ص ۱۵۶ میں ہے

عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد و ابی بکر و عمر یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابوبکر و عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہما کے زمانے میں۔ اور کبھی منقول نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو۔ اگر اس کی اجازت ہوتی تو بیان جواز کے لئے کبھی ایسا ضرور فرماتے (۲) جواب اول سے واضح ہو گیا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کبھی مسجد کے باہر ہی ہونا مروی ہے۔ اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ بعض صاحب جو بین یدیہ سے مسجد کے اندر ہونا سمجھتے ہیں غلط ہے۔ دیکھو حدیث میں بین یدی ہے اور ساتھ ہی علی باب المسجد ہے۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چہرۂ انوار کے مقابل مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی بس اسی قدر بین یدیہ کیلئے درکار ہے (۳) بیشک فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے فتاوی قاضیخان طبع مصر جلد اول صفحہ ۷۸ لا یؤذن فی المسجد مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے فتاوی خلاصہ قلمی صفحہ ۴۲ لا یؤذن فی المسجد مسجد میں اذان نہ ہو خزانۃ المفتیین قلمی فصل فی الاذان لا یؤذن فی المسجد مسجد کے اندر اذان نہ کہیں فتاوی عالمگیری طبع مصر جلد اول صفحہ ۵۵ لا یؤذن فی المسجد مسجد کے اندر اذان کی ممانعت ہے شرح نقایہ علامہ برجندی صفحہ ۸۴ فیہ اشعار بانہ لا یؤذن فی المسجد امام صدر الشریعۃ کے کلام میں اس پر تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ ہو غنیہ شرح منیہ صفحہ ۳۷۵ الاذان انما یکون فی المئذنۃ او خارج المسجد والاقامۃ فی داخلہ اذان نہیں ہوتی مگر منارہ پر یا مسجد سے باہر اور تکبیر مسجد کے اندر فتح القدیر طبع مصر جلد اول صفحہ ۱۷۱ قالوا لا یؤذن فی المسجد علماء نے مسجد میں اذان دینے کو منع فرمایا ہے ایضاً باب الجمعۃ صفحہ ۴۱۴ ہو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراہۃ الاذان فی داخلہ جمعہ کا خطبہ مثل اذان ذکر الٰہی ہے مسجد میں یعنی حدود مسجد میں اس لئے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے طحطاوی علی مراقی الفلاح طبع مصر جلد اول صفحہ ۱۲۸ یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم یعنی نظم امام زندویستی پھر قہستانی میں یہاں ہے کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے۔ یہاں تک کہ اب زمانہ حال کے ایک عالم مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ مجلد اول صفحہ ۲۴۳ میں لکھتے ہیں۔ قولہ بین یدیہ ای مستقبل الامام فی المسجد کان او خارجہ والمسنون ہو الثانی یعنی بین یدیہ کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ امام کے روبرو ہو مسجد میں خواہ باہر اور سنت یہی ہے کہ مسجد کے باہر ہو جب وہ تصریح کر چکے کہ باہر ہی ہونا سنت ہے تو اندر ہونا خلاف سنت ہوا تو اسکے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ چاہے سنت کے مطابق کرو چاہے سنت کے خلاف دونوں باتوں کا اختیار ہے ایسا کون عاقل کہے گا بلکہ معنی یہی ہیں کہ بین یدیہ سے یہ سمجھ لینا کہ خواہی نخواہی مسجد کے اندر ہو غلط ہے اسکے معنی صرف اتنے ہیں کہ امام کے روبرو ہو اندر باہر کی تخصیص اس لفظ سے مفہوم نہیں ہوتی لفظ دونوں صورتوں پر صادق ہے اور سنت یہی ہے کہ

اذان مسجد کے باہر ہو تو ضرور ہے کہ وہی معنی لیئے جائیں جو سنت کے مطابق ہیں۔ بہرکیف اتنا اُن کے کلام میں بھی صاف مصرح ہے کہ اذان ثانی جمعہ بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مطابق سنت ہے تو بلاشبہہ مسجد کے اندر ہونا خلاف سنت ہے وللہ الحمد۔

(۴) ظاہر ہے کہ حکم حدیث و فقہ کے خلاف رواج پر اڑا رہنا مسلمانوں کو ہرگز نہ چاہیئے۔

(۵) ظاہر ہے کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلفائے راشدین و احکام فقہ کے خلاف نکلی ہو وہی نئی بات ہے اسی سے بچنا چاہیئے نہ کہ سنت و حکم حدیث و فقہ سے۔

(۶) مکۂ معظمہ میں یہ اذان کنارۂ مطاف پر ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسجد الحرام شریف مطاف ہی تک تھی مسلک متقسط علی قاری طبع مصر صفحہ ۲۸۰۔ المطاف ہو ما کان فی زمنہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم مسجدا تو حاشیہ مطاف بیرون مسجد و محل اذان تھا اور مسجد جب بڑھالی جائے تو پہلے جو جگہ اذان یا وضو کے لئے مقرر تھی بدستور مستثنٰے رہے گی ولہذا مسجد اگر بڑھا کر کوآں اندر کر لیا وہ بند نہ کیا جائے گا۔ جیسے زمزم شریف حالانکہ مسجد کے اندر کوآں بنانا ہرگز جائز نہیں فتاوی قاضی خاں و فتاوی عالمگیریہ صفحہ ۱۰۴ یکرہ المضمضۃ والوضوء فی المسجد الا ان یکون ثمہ موضع اعد لذٰلک ولا یصلی فیہ وہیں ہے۔ لا یحفر فی المسجد بئر ماء ولو قدیمۃ تترک کبئر زمزم تو مکۂ معظمہ میں اذان ٹھیک محل پر ہوتی ہے۔ مدینہ طیبہ میں خطیب سے بیس بلکہ زائد ذراع کے فاصلہ پر ایک بلند مکبرہ پر کہتے ہیں طریق ہند کے تو یہ بھی خلاف ہوا اور وہ جو بین یدیہ و غیرہ سے منبر کے متصل ہونا سمجھتے تھے اس سے بھی رد ہو گیا تو ہندی فہم و طریقہ خود ہی دونوں حرم محترم سے جدا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ مکبرہ قدیم سے ہے یا بعد کو حادث ہوا اگر قدیم ہے تو مثل منارہ ہوا کہ وہ اذان کے لئے مستثنٰے ہے جیسا کہ غنیہ سے گزرا اور اسی طرح خلاصہ و فتح القدیر و برجندی کے صفحات مذکورہ میں ہے کہ اذان منارہ پر ہو یا مسجد سے باہر مسجد کے اندر نہ ہو اس کی نظیر موضع وضو و چاہ ہیں کہ قدیم سے جدا کر دیئے ہوں نہ اس میں حرج نہ اس میں کلام اور اور اگر حادث ہے تو اس پر اذان کہنا بالائے طاق پہلے یہی ثبوت دیجئے کہ وسط مسجد میں ایک جدید مکان ایسا کھڑا کر دینا جس سے صفیں قطع ہوں کس شریعت میں جائز ہے قطع صف بلاشبہہ حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من قطع صفا قطعہ اللہ جو صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے۔ رواہ النسائی والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما۔ نیز علما نے تصریح فرمائی کہ مسجد میں پیڑ بونا منع ہے کہ نماز کی جگہ گھیرے گا نہ کہ یہ مکبرہ کہ چار جگہ سے جگہ گھیرتا ہے اور کتنی صفیں قطع کرتا ہے بالجملہ اگر وہ

جائز طور پر بنا تو مثل منارہ ہے جس سے مسجد میں اذان ہونا نہ ہوا اور ناجائز طور پر ہے تو اُسے ثبوت میں پیش کرنا کیا انصاف ہے اب ہمیں افعال موذنین سے بحث کی حاجت نہیں مگر جواب سوال کو گزارش کہ ان کا فعل کیا حجت ہو حالانکہ خطیب خطبہ پڑھتا ہے اور یہ بولتے جاتے ہیں جب وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نام لیتا ہے یہ بآواز ہر نام پر رضی اللہ عنہ کہتے جاتے ہیں جب وہ سلطان کا نام لیتا ہے یہ بآواز دعا کرتے ہیں۔ اور یہ سب بالاتفاق ناجائز ہے صحیح حدیثیں اور تمام کتابیں ناطق ہیں کہ خطبہ کے وقت بولنا حرام ہے۔ در مختار و ردالمحتار جلد اول صفحہ ۵۹۱ اما مایفعلہ المؤذنون حال الخطبۃ من الترضی ونحوہ فمکروہ اتفاقا یعنی وہ جو یہ مؤذن خطبے کے وقت رضی اللہ عنہ وغیرہ کہتے ہیں* سے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے مگر سلطنت کے وظیفہ داروں پر علما کا کیا اختیار۔ علمائے کرام نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر درکنار اس طرح تو ان کی نمازوں کی بھی خیر نہیں دیکھو فتح القدیر جلد اول صفحہ ۲۶۲ ، ۲۶۳ ، ۲۶۴ و در مختار و ردالمحتار صفحہ ۲۰۵ خود مفتی مدینہ منورہ علامہ سید اسعد حسینی مدنی تلمیذ علامہ صاحب مجمع الانہر رحمہما اللہ تعالیٰ نے تکبیر میں اپنے یہاں کے مکبروں کی بحث بے اعتدالیاں تحریر فرمائی ہیں دیکھو فتاوی اسعدیہ جلد اول صفحہ ۸ آخر میں فرمایا ہے اما حرکات المکبرین وصنعھم فانا ابرؤ الی اللہ تعالیٰ منہ یعنی ان مکبروں کی جو حرکتیں جو کام ہیں میں اُن سے اللہ تعالیٰ کی طرف براءت کرتا ہوں اور اوپر اس سے بڑھ کر لفظ لکھا۔ پھر کسی عاقل کے نزدیک اُن کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے نہ وہ علما ہیں نہ علما کے زیر حکم۔

(۷) بیشک احادیث میں سنت زندہ کرنے کا حکم اور اس پر بڑے ثوابوں کے وعدے ہیں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من احیا سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنۃ جس نے میری سنت زندہ کی بیشک اُسے مجھ سے محبت ہے اور جسے مجھ سے محبت ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ اللھم ارزقنا رواہ السجزی فی الابانۃ والترمذی بلفظ من احب بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من احیا سنۃ من سنتی قد امیتت بعدی فان لہ من الاجر مثل اجور من عمل بہا من غیر ان ینقص من اجورھم شیئا جو میری کوئی سنت زندہ کرے کہ لوگوں نے میرے بعد چھوڑ دی ہو جتنے اس پر عمل کریں سب کے برابر سے ثواب ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو رواہ الترمذی ورواہ ابن ماجۃ عن عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ

* بالاتفاق مکروہ ہے یعنی موذن کا نماز میں اللہ اکبر [illegible] پڑھنا [illegible] وضع سے [illegible] ہیں۔

انما ھو فی الظاہر اور تنبیہ حدیث صلاۃ بسواک خیر من سبعین صلاۃ بغیر سواک مسواک کے ساتھ نماز بے مسواک کی ستر نمازوں سے بہتر ہے ابونعیم نے کتاب السواک میں دو جید وصحیح سندوں سے روایت کی امام ضیاء نے اسے صحیح مختارہ اور حاکم نے صحیح مستدرک میں داخل کیا اور کہا شرط مسلم پر صحیح ہے امام احمد وابن خزیمہ وحارث بن ابی اسامہ وابویعلی وابن عدی وبزار وحاکم وبیہقی وابونعیم وغیرہم اجلہ محدثین نے بطرق عدیدہ واسانید متنوعہ احادیث ام المومنین صدیقہ وعبداللہ بن عباس وعبداللہ بن عمرو وجابر بن عبداللہ وانس بن مالک وام الدرداء وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تخریج کی جس کے بعد حدیث پر حکم بطلان قطعاً محال بالیقین ابوعمر ابن عبدالبر نے تمہید میں امام ابن معین سے اس کا بطلان نقل کیا علامہ شمس الدین سخاوی مقاصد حسنہ میں اسے ذکر کرکے فرماتے ہیں قول ابن عبدالبر فی التمہید عن ابن معین انہ حدیث باطل ھو بالنسبۃ لما وقع لہ من طرقہ امام ابن معین کا یہ فرمانا اس سند کی نسبت ہے جو انہیں پہنچی اور نہ حدیث تو باطل کیا معنی ضعیف بھی نہیں اقل درجہ حسن ثابت ہے اور تنبیہ حدیث حسن صحیح مروی سنن ابی داؤد ونسائی وصحیح مختارہ وغیرہا صحاح وسنن ان رجلا اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال ان امرأتی لا تدفع ید لامس قال طلقہا قال انی احبہا قال استمتع بہا کہ باسانید ثقات وموثقین احادیث جابر بن عبداللہ و عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آئی امام ذہبی نے مختصر سنن میں کہا اسنادہ صالح امام عبدالعظیم منذری نے مختصر سنن میں فرمایا رجال اسنادہ محتج بہم فی الصحیحین علی الاتفاق والانفراد امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا حسن صحیح اس حدیث کو جو حافظ ابوالفرج نے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد لیس لہ اصل ولا یثبت عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تبعیت سے لا اصل لہ کہا امام الشان حدیث کا صحیح ہونا ثابت کرکے فرماتے ہیں لا یلتفت الی ما وقع من ابی الفرج ابن الجوزی حیث ذکر ھذا الحدیث فی الموضوعات ولم یذکر من طرقہ الا الطریق التی اخرجہا الخلال من طریق ابی الزبیر عن جابر واعتمد فی بطلانہ علی مانقلہ الخلال عن احمد فابان ذلک عن قلۃ اطلاع ابن الجوزی وغلبۃ التقلید علیہ حتی حکم بوضع الحدیث بمجرد ما جاء عن امامہ ولو عرضت ھذہ الطریق علی امامہ لاعترف ان للحدیث اصلا ولکنہ لم تقع لہ فلذلک لم ار لہ فی مسندہ ولا فیما یروی عنہ ذکرا اصلا لا من طریق ابن عباس ولا من طریق جابر سوی ما سألہ عنہ الخلال وھو معذور فی جوابہ بالنسبۃ لتلک الطریق بخصوصہا اھ ذکرہ فی اللآلی (نتیجۃ الافادات) بحمد اللہ تعالیٰ فقیر آستان قادری غفر اللہ تعالیٰ لہ کے

ان گیارہ افادات نے مہر نیمروز و ماہ نیم ماہ کی طرح روشن کر دیا کہ احادیث تقبیل ابہامین کو وضع و بطلان سے اصلاً کچھ علاقہ نہیں ان پندرہ عیبوں سے اس کا پاک ہونا تو بدیہی اور یہ بھی صاف ظاہر کہ اس کا مدار کسی وضاع کذاب یا متہم بالکذب پر نہیں پھر حکم وضع محض بے اصل و واجب الدفع ولہٰذا علمائے کرام نے صرف لایصح فرمایا یہاں تک کہ وہابیہ کے امام شوکانی نے بھی باآنکہ ایسے مواقع میں سخت تشدد اور بہت مسائل میں بے معنی تفرد کی عادت ہے فوائد مجموعہ میں اسی قدر پر اقتصار کیا اور موضوع کہنے کا راستہ نہ ملا اگر بالفرض کسی امام معتمد کے کلام میں حکم وضع واقع ہوا ہو تو وہ صرف کسی سند خاص کی نسبت ہوگا نہ اصل حدیث پر جس کے لئے کافی سندیں موجود ہیں جنھیں وضع واضعین سے کچھ تعلق نہیں کہ جہالت وانقطاع اگر ہیں تو مورث ضعف نہ کہ مثبت وضع بعونہٖ تعالٰی یہاں تک کی تقریر سے موضوعیت حدیث کی نسبت منکرین کی بالاخوانیاں بالا بالا گئیں آگے چلئے وباللہ التوفیق (**افادہ دوازدہم**) حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے اور وہ سب ضعف رکھتے ہوں تو ضعیف ضعیف مل کر بھی قوت حاصل کر لیتے ہیں بلکہ اگر ضعف غایت شدت و قوت پر نہ ہو تو جبر نقصان ہو کر حدیث درجہ حسن تک پہنچتی اور مثل صحیح خود احکام حلال و حرام میں حجت ہو جاتی ہے مرقاۃ میں ہے تعدد الطرق یبلغ الحدیث الضعیف الی حد الحسن[1] (متعدد روایتوں سے آنا حدیث ضعیف کو درجہ حسن تک پہنچا دیتا ہے) آخر موضوعات کبیر میں فرمایا تعدد الطرق ولو ضعفت یرقی الحدیث الی الحسن[2] (طرق متعددہ اگرچہ ضعیف ہوں حدیث کو درجہ حسن تک ترقی دیتے ہیں) محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں لو تم تضعیف کلھا کانت حسنۃ لتعدد الطرق وکثرتھا[3] (اگر سب کا ضعف ثابت بھی ہو جائے تاہم حدیث حسن ہوگی کہ طرق متعدد و کثیر ہیں) اسی میں فرمایا جاز ان یرتفع الی الصحۃ اذا کثرت طرقہ والضعیف یصیر حجۃ بذٰلک لان تعددہ قرینۃ علی ثبوتہ فی نفس الامر[4] (جائز ہے کہ حسن کثرت طرق سے صحت تک ترقی پائے اور حدیث ضعیف اس کے سبب حجت ہو جاتی ہے کہ تعدد اسانید ثبوت واقعی پر قرینہ ہے) امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی میزان الشریعۃ الکبرٰی[5] فرماتے ہیں قد احتج جمہور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقہ والحقوہ بالصحیح تارۃ وبالحسن اخری وھذا النوع من الضعیف یوجد کثیرا فی کتاب السنن الکبری للبیہقی التی الفھا بقصد الاحتجاج لاقوال

افادہ دوازدہم: کثرت طرق سے حدیث ضعیف کا ضعف مٹ کر مرتبہ حسن تک پہنچنا

---

[1] آخر الفصل الثانی باب مالایجوز من العمل فی الصلوٰۃ ۱۲ منہ [2] ذکر فی مسئلۃ السجود علی کور العمامہ ۱۲ منہ [3] قالہ فی مسئلۃ التنفل قبل المغرب ۱۲ منہ
[4] الفصل الثالث من فصول فی الاجوبۃ عن الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

الائمۃ واقول معا بھم بیشک جمہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرت طرق سے حجت مانا اور اسے کبھی صحیح اور کبھی حسن سے ملحق کیا اس قسم کی ضعیف حدیثیں امام بیہقی کے سنن کبرٰی میں بکثرت پائی جاتی ہیں جسے انہوں نے ائمہ مجتہدین واصحاب ائمہ کے مذاہب پر دلائل بیان کرنے کی غرض سے تالیف فرمائی) امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں دو بارہ حدیث توسعہ علی العیال یوم عاشوراء امام ابوبکر بیہقی سے ناقل ھذہ الاسانید وان کانت ضعیفہ لکنھا اذا ضم بعضھا الی بعض افادت قوۃ (یہ سندیں اگرچہ سب ضعیف ہیں مگر آپس میں ملکر قوت پیدا کریں گی) بلکہ امام جلیل جلال سیوطی تعقبات[1] میں فرماتے ہیں المتروک اوالمنکر اذا تعددت طرقہ ارتقی الی درجۃ الضعیف الغریب بل ربما ارتقی الی الحسن یعنی متروک یا منکر کہ سخت قوی الضعف ہیں یہ بھی تعدد طرق سے ضعیف غریب بلکہ کبھی حسن کے درجہ تک ترقی کرتی ہیں (افادہ سیزدہم) جہالت راوی بلکہ ابہام بھی اونھیں کم درجہ کے ضعفوں سے ہے جو تعدد طرق سے منجبر ہو جاتے ہیں اور حدیث کو رتبہ حسن تک ترقی سے مانع نہیں آتے یہ حدیثیں جابر و منجبر دونوں ہونے کے صالح ہیں۔ افادہ پنجم میں امام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف سے منجبر ہو گئی امام الشان کا فرمانا گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف کا جبر نقصان کرے گی ابوالفرج نے حدیث لیث عن مجاھد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ولد لہ ثلثۃ اولاد فلم یسم احدھم محمدا فقد جھل پر طعن کیا کہ لیث کو امام احمد وغیرہ نے متروک کیا اور ابن حبان نے مختلط بتایا امام سیوطی نے اس کا شاہد بروایت نضر بن شفی مرسلا مسند حارث سے ذکر کرکے ابن القطان سے نضر کا مجہول ہونا نقل کیا پھر فرمایا ھذا المرسل یعضد حدیث ابن عباس ویدخلھا فی قسم المقبول یہ مرسل اس حدیث کی مؤید ہو کر اسے قسم مقبول میں داخل کرے گی) علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں فی اسنادہ جہالۃ لکنۃ اعتضد فصار حسنا اس کی اسناد میں جہالت ہے مگر تائید پا کر حسن ہو گئی) (افادہ چہاردہم) حصول قوت کیلئے کچھ بہت سے ہی طرق کی حاجت نہیں صرف دو بھی ملکر قوت پا جاتے ہیں اس کی ایک مثال ابھی گزری نیز تیسیر میں فرمایا ضعیف لضعف عمرو بن واقد لکنہ یقوی بورودہ من طریقین یعنی حدیث تو اپنے راوی عمرو بن واقد متروک کے باعث ضعیف ہے مگر دو سندوں سے آکر قوت پا گئی) اسی میں حدیث اکرموا المعزی وامسحوا برغامھا فانہا من دواب الجنۃ بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یزید نوفلی کے سبب

---

[1] باب المناقب حدیث النظر الی علی عبادۃ ۱۲ منہ ۔ [2] لآلی کتاب المبتدا ۱۲ منہ ۔ [3] تحت حدیث ابنوا المساجد واخرجوا القمامۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

تضعیف کی پھر اُس کے شاہد بروایت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا اسنادہ ضعیف لکن یحیوہ ماقبلہ فیتقامنداان سند اُس کی بھی ضعیف ہے لیکن پہلی سنداس کی تلافی کرتی ہے تو دو ملکر قوی ہوجائینگے) جامع صغیر میں حدیث اکرموا العلماء فانہم ورثۃ الانبیاء دو طریقوں سے ایراد کی اول ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوم خط یعنی الخطیب فی التاریخ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما علامہ مناوی و علامہ عزیزی نے تیسیر و سراج المنیر میں زیر طریق اول لکھا ضعیف لکن یقویہ مابعدہ ضعیف ہے مگر پچھلی حدیث اسے قوت دیتی ہے) زیر طریق دوم فرمایا ضعیف لضعف الضحاک بن حجرۃ لکن یعضدہ ماقبلہ ضحاک بن حجرہ کے ضعف سے یہ بھی ضعیف ہے مگر پہلی اسے طاقت بخشتی ہے) متتبع کلمات علماء اس کی بہت مثالیں پائے گا۔

(افادۂ پانزدہم) اہل علم کے عمل کرلینے سے بھی حدیث قوت پاتی ہے اگرچہ سند ضعیف ہو مرقاۃ میں ہے رواہ الترمذی و قال غریب والعمل علی ھذا عند اھل العلم قال النووی واسنادہ ضعیف نقلہ میرک فکان الترمذی یرید تقویۃ الحدیث بعمل اھل العلم والعلم عند اللہ تعالیٰ کما قال الشیخ محی الدین ابن العربی انہ بلغنی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ من قال لا الہ الا اللہ سبعین الفا غفر اللہ تعالیٰ لہ ومن قیل لہ غفر لہ ایضا فکنت ذکرت التہلیلۃ بالعدد المروی من غیر ان انوی لاحد بالخصوص فحضرت طعاما مع بعض الاصحاب وفیہم شاب مشہور بالکشف فاذا ھو فی اثناء الاکل اظہر البکا فسألتہ عن السبب فقال اری امی فی العذاب فوھبت فی باطنی ثواب التہلیلۃ المذکورۃ لہا فضحک وقال انی اراھا الان فی حسن المآب فقال الشیخ فعرفت صحۃ الحدیث بصحۃ کشفہ وصحۃ کشفہ بصحۃ الحدیث

یعنی امام ترمذی نے فرمایا حدیث غریب ہے اور اہل علم کا اس پر عمل سید میرک نے امام نووی سے نقل کیا کہ اُسکی سند ضعیف ہے تو گویا امام ترمذی عمل اہل علم سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم اس کی نظیر وہ ہے کہ سیدی شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث پہنچی تھی کہ جو شخص ستر ہزار بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے اُس کی مغفرت ہو اور جس کے لئے پڑھا جائے اُس کی مغفرت ہو میں نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اتنے بار پڑھا تھا اس میں کسی کے لئے خاص نیت نہ کی تھی اپنے بعض رفیقوں کے ساتھ ایک دعوت میں گیا اُن میں ایک جوان کے کشف کا شہرہ تھا کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا میں نے سبب پوچھا کہا اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اُس کی ماں کو بخشدیا فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اُسے اچھی جگہ دیکھتا ہوں امام محی الدین قدس سرہ فرماتے ہیں تو میں نے

۱۵ باب علی الصوم مرات التیسیر اول الفصل الثانی مشکوٰۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اہل علم کے عمل کرلینے سے حدیث ضعیف قوی ہوجاتی ہے

حدیث کی صحت اُس جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی اور اُس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی) امام سیوطی تعقبات میں امام بیہقی سے ناقل قد اولہا الصالحون بعضہم عن بعض وفی ذلک تقویۃ للحدیث المرفوع (اسے صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا اور اُن کے اخذ میں حدیث مرفوع کی تقویت ہے) اسی میں فرمایا قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحۃ الحدیث قول اہل العلم بہ وان لم یکن لہ اسناد یعتمد علی مثلہ (متعدد علما نے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت صحت حدیث کی دلیل ہوتی ہے اگرچہ اُس کے لئے کوئی سند قابل اعتماد نہ ہو) یہ ارشاد علما احادیث احکام کے بارہ میں ہے پھر احادیث فضائل تو احادیث فضائل ہیں (افادہ شانزدہم) جن باتوں کا ثبوت حدیث سے چاہا جائے وہ سب ایک پلہ کی نہیں ہوتیں بعض تو اُس اعلیٰ درجہ قوت پر ہیں کہ جب تک حدیث مشہور متواتر نہ ہو اُس کا ثبوت نہیں دے سکتے آحاد اگرچہ کیسے ہی قوت سند و نہایت صحت پر ہوں اُن کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں جن میں خاص یقین درکار علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں۔ خبر الواحد علی تقدیر اشتمالہ علی جمیع الشرائط المذکورۃ فی اصول الفقہ لا یفید الا الظن ولا عبرۃ بالظن فی باب الاعتقادات (حدیث احاد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو ظن ہی فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں ظنیات کا کچھ اعتبار نہیں) مولانا علی قاری منح الروض الازہر میں فرماتے الاحاد لا تفید الاعتماد فی الاعتقاد (احادیث آحاد دربارہ اعتقاد ناقابل اعتماد) دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ اُن کے لئے اگرچہ اتنی قوت درکار نہیں پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہ خواہ لغیرہ یا حسن لذاتہ یا کم سے کم لغیرہ ہونا چاہئے جمہور علما یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے تیسرا مرتبہ فضائل و مناقب کا ہے یہاں باتفاق علما ضعیف حدیث بھی کافی ہے مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا۔ اتنا ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ انہیں اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا یہ فضل عطا کیا تو ان کے ماننے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے ایسی جگہ صحت حدیث میں کلام کرکے اُسے پایہ قبول سے ساقط کرنا فرق مراتب نہ جاننے سے ناشی جیسے بعض جاہل بول اُٹھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں یہ اُن

۱؎ اقول ذا حوزۃ بمن مشتہر ۱۲ منہ ۲؎ الاجماع المذکور یشمل الضعیف المطلق کما نحن فیہ ۱۲ منہ ۳؎ مسئلہ امیر معویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ البشری العاجلہ من تحف آجلہ و رسالہ الاحادیث الراویہ لمدح الامیر معویہ و رسالہ عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوک الاسلام و رسالہ ذب الاہواء الواہیہ فی باب الامیر معویہ وغیرہا میں ہے وفقنا اللہ تعالیٰ بتکمیلہ لتبییضہا وتبییضہا ونفع بہا وبسائر تصانیفی امۃ الاسلام لبعضہا تبییضہا آمین یا عظیم القدرۃ و واسع الرحمۃ آمین وصلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی نادانی ہے علمائے محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں یہ بے سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لیجاتے ہیں عزیزو مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے حسن بھی نہ سہی یہاں ضعیف بھی مستحکم ہے رسالہ قاری و مرقاۃ و شرح مجر مکی و تعقبات و لآلی امام سیوطی و قول مسدد امام عسقلانی کی پانچ عبارتیں افادہ دوم وسوم وچہارم ودہم میں گزریں عبارت تعقبات میں تصریح تھی کہ نہ صرف ضعیف محض بلکہ منکر بھی فضائل اعمال میں مقبول ہے باآنکہ اس میں ضعف راوی کے ساتھ اپنے سے اوثق کی مخالفت بھی ہوتی ہے کہ تنہا ضعف سے کہیں بدتر ہے امام اجل شیخ العلماء والعرفا سیدی ابوطالب محمد بن علی مکی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الملکی کتاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب[۱] فی معاملۃ المحبوب میں فرماتے ہیں الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفضیل الاصحاب متقبلۃ محتملۃ علی کل حال مقاطیعها ومراسیلها لاتعارض ولا ترد کذلک کان السلف یفعلون فضائل اعمال وتفضیل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول وماخوذ ہیں مقطوع ہوں خواہ مرسل نہ ان کی مخالفت کیجائے نہ انھیں رد کریں ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا، امام ابوزکریا نووی اربعین پھر امام ابن حجر مکی شرح مشکوۃ پھر مولانا علی قاری مرقاۃ[۲] و حرز ثمین[۳] شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں قد اتفق الحفاظ ولفظ الاربعین قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال ولفظ الحرز لجواز العمل بہ فی فضائل الاعمال بالاتفاق یعنی بے شک حفاظ حدیث وعلمائے دین کا اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے فتح المبین[۴] شرح الاربعین میں ہے لانہ ان کان صحیحا فی نفس الامر فقد اعطی حقہ من العمل بہ والا لم یترتب علی العمل بہ مفسدۃ تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق للغیر وفی حدیث ضعیف من بلغہ عنی ثواب عمل فعلہ حصل لہ اجرہ وان لم اکن قلتہ اوکما قال واشار المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ بحکایۃ الاجماع علی ماذکرہ الی الرد علی من نازع فیہ الخ یعنی حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل اس لئے ٹھیک ہے کہ اگر واقع میں صحیح ہوئی جب تو جو اس کا حق تھا کہ اس پر عمل کیا جائے ادا ہوگیا اور اگر صحیح نہ بھی ہو تو اس پر عمل کرنے میں کسی تحلیل یا تحریم یا کسی کی حق تلفی کا مفسدہ تو نہیں اور ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جسے مجھ سے کسی عمل پر ثواب کی خبر پہنچی وہ اس پر عمل کرلے اس کا اجر اسے حاصل ہو اگرچہ وہ بات واقع میں میں نے نہ فرمائی ہو لفظ حدیث کے یہ ہیں یا جس طرح حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ

---

[۱] فی الفصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ [۲] تحت حدیث من حفظ علی امتی اربعین حدیثا قال النووی طرقہ کلها ضعیفۃ ۱۲ منہ [۳] فی شرح الخطبۃ تحت قول المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ انی ارجو ان یکون جمیع ما فیہ صحیحا ۱۲ منہ [۴] فی شرح الخطبۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے اس پر نقل اجماع علما سے اشارہ فرمایا کہ جو اس میں نزاع کرے اس کا قول مردود ہے، مقاصد حسنہ میں ہے قد قال ابن عبد البر انھم یتساھلون فی الحدیث اذا کان من فضائل الاعمال بے شک ابو عمر ابن عبد البر نے کہا کہ علما حدیث میں تساہل فرماتے ہیں جب فضائل اعمال کے بارہ میں ہو، امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں الضعیف غیر الموضوع یعمل بہ فی فضائل الاعمال یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا بس اتنا چاہیئے کہ موضوع نہ ہو، مقدمہ امام ابو عمرو ابن الصلاح و مقدمہ جرجانیہ و شرح الالفیۃ للمصنف و تقریب النواوی اور اس کی شرح تدریب الراوی میں ہے واللفظ لھما یجوز عند اھل الحدیث وغیرھم التساھل فی الاسانید الضعیفۃ وروایۃ ما سوی الموضوع من الضعیف والعمل بہ من غیر بیان ضعفہ فی فضائل الاعمال وغیرھا مما لا تعلق لہ بالعقائد والاحکام وممن نقل عنہ ذلک ابن حنبل وابن مہدی وابن المبارک قالوا اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوھا تساھلنا اھ ملتقطا محدثین وغیرہم علما کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت اور اس پر عمل فضائل اعمال وغیرہا امور میں جائز ہے جنھیں عقائد واحکام سے تعلق نہیں، امام احمد بن حنبل و امام عبد الرحمن بن مہدی و امام عبد اللہ بن مبارک وغیرہم ائمہ سے اس کی تصریح منقول وہ فرماتے جب ہم حلال وحرام میں حدیث روایت کریں سختی کرتے ہیں اور جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی، امام زین الدین عراقی نے الفیۃ الحدیث میں جہاں اس مسئلہ کی نسبت فرمایا عن ابن مہدی وغیرہ لحد یعنی امام ابن مہدی وغیرہ ائمہ سے ایسا ہی منقول ہے) وہاں شارح نے فتح المغیث میں امام احمد و امام ابن معین و امام ابن المبارک و امام سفیٰن ثوری و امام ابن عیینہ و امام ابو زکریا عنبری و حاکم و ابن عبد البر کے اسماء واقوال نقل کیے اور فرمایا کہ ابن عدی نے کامل اور خطیب نے کفایہ میں اس کے لئے ایک مستقل باب وضع کیا، غرض مسئلہ مشہور ہے اور نصوص نامحصور اور بعض دیگر عبارات جلیلہ افادات آئندہ میں مسطور ان شاء اللہ العزیز الغفور (تنبیہ جلیل) کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں مولوی خرم علی رسالہ دعائیہ میں لکھتے ہیں ضعاف در فضائل اعمال وفیما کن فیہ باتفاق علما معمول بہا است الخ مظاہر حق میں راوی حدیث صلاۃ الاوابین کا منکر الحدیث ہونا امام بخاری سے نقل کر کے لکھا اس حدیث کو اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعیف کیا ہے لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے الخ اسی میں حدیث فضیلت شب برات کی تضعیف امام بخاری سے نقل کر کے کہا یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن عمل کرنا حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں باتفاق

جائز ہے الخ (افادہ ہفدہم) فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے حدیث ضعیف ثبوت استحباب کے لئے بس ہے امام[۲۱] شیخ الاسلام ابو زکریا نفعنا اللہ تعالٰی ببرکاتہ کتاب[۲۲] الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرماتے ہیں قال العلماء من المحدثین والفقہاء وغیرھم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترھیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا محدثین وفقہا وغیرہم علما نے فرمایا کہ فضائل اور نیک بات کی ترغیب اور بری بات سے خوف دلانے میں حدیث ضعیف پر عمل جائز و مستحب ہے جبکہ موضوع نہ ہو) بعینہا یہی الفاظ امام ابن الہمام نے العقد النفید فی تحقیق کلمۃ التوحید پھر عارف باللہ سیدی عبد[۲۳] الغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرمائے امام[۲۴] فقیہ النفس محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں۔ الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع حدیث ضعیف سے کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت ہوجاتا ہے) علامہ[۲۵] ابراہیم حلبی غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی میں فرماتے ہیں (یستحب ان یمسح بدنہ بمندیل بعد الغسل لما روت عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت کان للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خرقۃ ینشف بہا بعد الوضوء رواہ الترمذی وھو ضعیف ولکن یجوز العمل بالضعیف فی الفضائل نہاکر رومال سے بدن پوچھنا مستحب ہے کہ ترمذی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وضو کے بعد رومال سے اعضائے مبارک صاف فرماتے یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل میں ضعیف پر عمل روا) مولانا علی قاری[۲۶] موضوعات کبیر میں حدیث مسح گردن کا ضعف بیان کرکے فرماتے ہیں الضعیف یعمل بہ فی فضائل الاعمال اتفاقا ولذا قال ائمتنا ان مسح الرقبۃ مستحب او سنۃ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے اسی لئے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے) امام جلیل جلال[۲۷] سیوطی طلوع الثریا باظہار ماکان خفیا میں فرماتے ہیں استحبہ ابن الصلاح وتبعہ النووی نظرا الی ان الحدیث الضعیف یتسامح بہ فی فضائل الاعمال تلقین کو امام ابن الصلاح پھر امام نووی نے اس نظر سے مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے) علامہ محقق[۲۸] جلال دوانی رحمہ اللہ تعالٰی انموذج العلوم میں فرماتے ہیں الذی یصلح للتعویل علیہ

---

[۱] نقل ھذہ العبارات الثلثۃ محقق الاعصار نادرۃ الامصار تاج الفحول محب الرسول مولانا المولوی عبدالقادر البدایونی ادام اللہ تعالٰی فیوضہ فی کتابہ سیف الاسلام المسلول علی المناع للعمل المولد والقیام ۱۲ منہ [۱۰] اول الکتاب ثالث فصول المقدمہ ۱۲ [۱۱] اواخر الفصل الثانی من الباب الاول ۱۲ منہ [۱۲] قبیل فصل فی حمل الجنازۃ ۱۲ منہ [۱۳] فی سنن الغسل ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ [۱۵] نقلہ بعض العصریین ممن یجوز نیابۃ ثقۃ فی النقل ۱۲ منہ [۱۶] نقلہ العلامۃ شہاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض رضی اللہ تعالٰی عنہ... الخ ۱۲ ... والسمعۃ ... نقلہ الشارح المصا ۱۲

انہ قال اما وجد حدیث فی فضیلۃ عمل من الاعمال لایحتمل الحرمۃ والکراھیۃ یجوز العمل بہ ویستحب لانہ مامون الخطر ومرجو النفع اعتماد کے قابل یہ بات ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت میں کوئی حدیث پائی جائے اور وہ حرمت وکراہت کے قابل نہ ہو تو اُس حدیث پر عمل جائز ومستحب ہے کہ اندیشہ سے امان ہے اور نفع کی امید، اندیشہ سے امان یوں کہ حرمت وکراہت کا محل نہیں اور نفع کی امید یوں کہ فضیلت میں حدیث مروی اگرچہ ضعیف ہی سہی **اقول** وباللہ التوفیق بلکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے معنی ہی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے ورنہ نفس جواز بحالت اباحت وانعدام نہی شرعی سے آپ ہی ثابت اُس میں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہوا تو لاجرم ورود حدیث کے سبب جانب فعل کو مترجح ماننا ہے کہ حدیث کی طرف اسناد متحقق اور اوس پر عمل ہونا صادق ہو اور یہی معنی استحباب ہے آخر نہ دیکھا کہ علامہ حلبی وعلامہ قاری نے اسے عمل وجواز عمل کو دلیل ومثبت استحباب قرار دیا اور امام محقق محمد ابن امیر الحاج نے مقام اباحت میں اُس سے تمسک کو درجہ ترقی وادلویت میں رکھا کہ جب اُس پر عمل ہوتا ہے تو ثبوت اباحت تو بدرجہ اولٰے اس سے کھل گیا کہ اُس پر عمل کے معنی نفس اباحت سے ایک زائد وبالاتر چیز ہے اور وہ نہیں مگر استحباب وھذا ظاھر لیس دونہ حجاب حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں للجمہور علی العمل بالحدیث الضعیف الذی لیس بموضوع فی فضائل الاعمال فھو فی البقاء الاباحۃ التی لم یتم دلیل علی انتفائھا اَحْرٰی فیما نحن فیہ احری جمہور علما کا مسلک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف غیر موضوع پر عمل کرنا ہے تو ایسی حدیث اُس اباحت فعل کے باقی رکھنے کی تو زیادہ سزاوار ہے جس کی نفی پر دلیل تمام نہ ہوئی جیسا کہ ہمارے اس مسئلہ میں ہے، امام ابو طالب مکی قوت القلوب میں فرماتے ہیں الحدیث اذا لم ینافہ کتاب اوسنۃ وان لم یشھد الہ ان لم یخرج تاویلہ عن اجماع الامۃ فانہ یوجب القبول والعمل لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف وقد قیل حدیث جبکہ قرآن عظیم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو اگرچہ کتاب وسنت میں اُس کی کوئی شہادت بھی نہ نکلے تو بشرطیکہ اُس کے معنی مخالف اجماع نہ پڑتے ہوں اپنے قبول اور اپنے اوپر عمل کو واجب کرتی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا گیا یعنی جب ایک راوی جس کا کذب یقینی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اُس امر میں کتاب وسنت واجماع امت کی کچھ مخالفت نہیں تو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے **اقول** اما قولہ قدس سرہ یوجب فکانہ یرید بہ التاکد کما تقول البغض انصابک حقک واجب علی وقال تعالٰی فی الدار

۱؎ غنیۃ المستملی مسائل الغسل ... ۱۲ منہ ۲؎ فی الفصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ ۳؎ آخر باب العیدین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

المختار ان المسلمین تواتروہ فوجب اتباعھم وان ملحمۃ الحاملیہ البسادات المجاھدون من الائمۃ الصوفیۃ قدسنا اللہ تعالٰی باسرارھم الصفیۃ من شدۃ تعاھدھم للمستحبات کالخامن الواجبات وتوقیھم عن المکروھات بل وکثیر من المباحات کالخوف من المحرمات اذان ھذا ھو المذھب عندہ فانہ قدس سرہ فیما نری من المجتھدین وحق لہ ان یکون منھم کما ھو شان جمیع الواصلین الحائزین الشریعۃ الکبری وان انتسبوا ظاھرا الحاجد من ائمۃ الفتوی کما بینہ العارف باللہ سیدی عبد الوہاب الشعرانی فی المیزان واللہ تعالٰی اعلم بمراد اھل العرفان

افادہ ہجدہم (جان برادر اگر چشم بینا اور گوش شنوا ہو تو تصریحات علما درکنار خود حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے احادیث کثیرہ ارشاد فرماتی آئیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے اور تحقیق صحت وجودت سند میں تعمق وتدقیق راہ نہ پائے ولکن الوھابیۃ قوم یعتدون بگوش ہوش سنیے اور الفاظ احادیث پر غور کرتے جائیے حسن بن عرفہ اپنے جزو حدیثی اور ابو الشیخ مکارم الاخلاق میں سیدنا **جابر بن عبد اللہ** انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما اور قطعی اور موہبی کتاب فضل العلم میں سیدنا **عبد اللہ بن عمر** رضی اللہ تعالٰی عنہما اور کامل حجدری اپنے نسخہ میں اور عبد اللہ بن محمد بغوی ان کے طریق سے اور ابن حبان اور ابو عمر بن عبد البر کتاب العلم اور ابو احمد ابن عدی کامل میں سیدنا **انس بن مالک** رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی وسلم علیہ وعلیہم اجمعین فرماتے ہیں من بلغہ عن اللہ عزوجل شیئ فیہ فضیلۃ فاخذ بہ ایمانا بہ ورجاء ثوابہ اعطاہ اللہ تعالٰی ذلک وان لم یکن کذلک جسے اللہ تبارک وتعالٰی سے کسی بات میں کچھ فضیلت کی خبر پہنچے وہ اپنے یقین اور اس ثواب کی امید سے اس بات پر عمل کرے اللہ تعالٰی اسے وہ فضیلت عطا فرمائے اگرچہ خبر ٹھیک نہ ہو (یہ لفظ حسن کے ہیں اور دارقطنی کی حدیث میں یوں ہے اعطاہ اللہ ذلک الثواب وان لم یکن ما بلغہ حقا اللہ تعالٰی اسے وہ ثواب عطا کرے اگرچہ جو حدیث اسے پہنچی حق نہ ہو) ابن حبان کی حدیث میں یہ لفظ ہیں کان منہ اشہر یکن جاہے وہ حدیث مجھ سے ہو یا نہ ہو) ابو عبد اللہ کے لفظ یوں ہیں وان کان الذی حدثہ کاذبا اگرچہ اس حدیث کا راوی جھوٹا ہو) امام احمد وابن ماجہ وعقیلی سیدنا **ابوہریرہ** رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ما جاءکم عنی من خیر قلتہ اولم اقلہ فانی اقولہ وما جاءکم عنی من شر فانی لا اقول الشر تمہیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے خواہ وہ میں نے فرمائی ہو یا نہ فرمائی ہو میں اسے فرماتا ہوں اور جس بری بات کی خبر پہنچے تو میں

[illegible]

ملہ فی فصل فان قال قائل فہل یجب عندکم علی المقلد الخ وفی فصل ان قال قائل کیف الوصول الی الاطلاع علی عین الشریعۃ المطہرۃ الخ وفی غیر ما موضع منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

بری بات نہیں فرماتا۔ ابن ماجہ کے لفظ یہ ہیں ما قیل من قول حسن فانا قلتہ جو نیک بات میری طرف سے پہنچائی جائے وہ میں نے فرمائی ہو یا نہیں وفی الباب عن ثوبان مولٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم خلعی اپنے فوائد میں حمزہ بن عبدالمجید رحمہ اللہ تعالٰی سے راوی رأیت رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی النوم فی الحجر فقلت بابی انت وامی یا رسول اللہ انہ قد بلغنا عنک انک قلت من سمع حدیثا فیہ ثواب فعمل بذٰلک الحدیث رجاء ذٰلک الثواب اعطاہ اللہ ذٰلک الثواب وان کان الحدیث باطلا فقال ای ورب ھذہ البلدۃ انہ لمنی وانا قلتہ میں نے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خواب میں حطیم کعبہ معظمہ میں دیکھا عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہمیں حضور سے حدیث پہنچی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی حدیث ایسی سنے جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو وہ اس حدیث پر بامید ثواب عمل کرے اللہ عزوجل اسے وہ ثواب عطا فرمائے اگرچہ حدیث باطل ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اس شہر کے رب کی بیشک یہ حدیث مجھ سے ہے اور میں نے فرمائی ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ابو یعلٰی اور طبرانی معجم اوسط میں سیدنا **ابی حمزہ انس** رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: من بلغہ عن اللہ تعالٰی فضیلۃ فلم یصدق بھا لم ینلھا جسے اللہ تعالٰی سے کسی فضیلت کی خبر پہنچے وہ اسے نہ مانے اس فضل سے محروم رہے) ابو عمر ابن عبدالبر نے حدیث مذکور روایت کرکے فرمایا اھل الحدیث بجماعتھم یتساھلون فی الفضائل فیروونھا عن کل وانما یتشددون فی احادیث الاحکام تمام علمائے محدثین احادیث فضائل میں نرمی فرماتے ہیں انہیں ہر شخص سے روایت کر لیتے ہیں ہاں احادیث احکام میں سختی کرتے ہیں ان احادیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جسے اس قسم کی خبر پہنچی کہ جو ایسا کرے گا یہ فائدہ پائے گا اسے چاہیے نیک نیتی سے اس پر عمل کرلے اور تحقیق صحت حدیث و نظافت سند کے پیچھے نہ پڑے وہ ان شاء اللہ تعالٰی اپنے حسن نیت سے اس نفع کو پہنچ ہی جائے گا۔ **اقول** یعنی جب تک اس حدیث کا بطلان ظاہر نہ ہو کہ بعد ثبوت بطلان رجا وامید کے کوئی معنی نہیں فقول الحدیث وان لم یکن ما بلغہ حقا ونحوہ انما یعنی بہ فی نفس الامر لا بعد العلم بہ وھذا شیئ جدا فتثبت ولا تزل اور وجہ اس عطائے فضل کی نہایت ظاہر کہ حضرت حق عزوجل اپنے بندہ کے ساتھ اس کے گمان پر معاملہ فرماتا ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے رب عزوجل وعلا سے روایت فرماتے ہیں کہ مولٰی سبحانہ وتعالٰی فرماتا ہے انا عند ظن عبدی بی میں اپنے بندہ کے ساتھ وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ والحاکم بمعناہ عن انس بن مالک

دوسری حدیث میں یہ ارشاد زائد ہے فلیظن بی ماشاء اب جیسا چاہے مجھ پر گمان کرے اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح تیسری حدیث میں یوں زیادت ہے ان ظن خیرا فلہ وان ظن شرا فلہ اگر بھلا گمان کرے گا تو اس کے لئے بھلائی ہے اور بُرا گمان کرے گا تو اس کے لئے رواہ الامام احمد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن علی الصحیح ونحوہ الطبرانی فی الاوسط و ابو نعیم فی الحلیۃ عن واثلۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ جب اُس نے اپنی صدق نیت سے اُس پر عمل کیا اور رب عزجلالہ سے اس نفع کی امید رکھی تو مولٰی تبارک وتعالٰی اکرم الاکرمین ہے اُس کی اُمید ضائع نہ کرے گا اگرچہ حدیث واقع میں کیسی ہی ہو وللہ الحمد فی الاولی والاٰخرۃ (افادہ نوزدہم) اقول وباللہ التوفیق عقل اگر سلیم ہو تو ان نصوص ونقول کے علاوہ وہ خود بھی گواہ کافی ہے کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث معتبر اور اس کا ضعف مغتفر کہ سند میں کتنے ہی نقصان ہوں آخر بطلان پر یقین تو نہیں فان الکذوب قد یصدق بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے تو کیا معلوم کہ اُس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو مقدمہ امام ابو عمرو تقی الدین شہرزوری میں ہے اذا قالوا فی حدیث انہ غیر صحیح فلیس ذٰلک قطعا بانہ کذب فی نفس الامر اذ قد یکون صدقا فی نفس الامر وانما المراد بہ لم یصح اسنادہ علی الشرط المذکور محدثین جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اس کے فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا اس لیے کہ حدیث غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے اس سے تو اتنی مراد ہوتی ہے کہ اس کی سند اس شرط پر نہیں جو محدثین نے صحت کے لئے مقرر کی تقریب وتدریب میں ہے اذا قیل حدیث ضعیف فمعناہ لم یصح اسنادہ علی الشرط المذکور لا انہ کذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب اھ ملخصا جب کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے تو معنی یہ ہیں کہ اس کی اسناد شرط مذکور پر نہیں نہ یہ کہ واقع میں جھوٹ ہے ممکن ہے کہ جھوٹا سچ بولا ہو محقق حیث اطلق فتح میں فرماتے ہیں ان وصف الحسن والصحیح والضعیف انما ھو باعتبار السند ظنا اما فی الواقع فیجوز غلط الصحیح وصحۃ الضعیف حدیث کو حسن صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ سے ظنی طور پر ہے واقع میں جائز ہے کہ صحیح غلط اور ضعیف صحیح ہو اُسی میں ہے لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر بل مالم یثبت بالشروط المعتبرۃ عند اہل الحدیث مع تجویز کونہ صحیحا فی نفس الامر فیجوز ان تقترن قرینۃ تحقق ذٰلک وان الراوی الضعیف اجاد فی ھذا المتن المعین فیحکم بہ ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے بلکہ یہ کہ جو شرطیں اہل حدیث نے اعتبار کیں اُن پر نہ آئی اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں

[illegible]

۱؎ مسالۃ التنفل قبل المغرب ۱۲ منہ ۲؎ مسالۃ السجود علی کور العمامۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

باطل ہے بلکہ یہ کہ جو شرطیں اہل حدیث نے اعتبار کیں اُن پر نہ آئی اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو تو ممکن کہ کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کردے کہ وہ صحیح ہے اور راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا کی ہے اُس وقت باوصف ضعف راوی اُس کی صحت کا حکم کردیا جائے گا) موضوعات کبیر میں ہے المحققون علٰی ان الصحۃ والحسن والضعف انما ھی من حیث الظاھر فقط مع احتمال کون الصحیح موضوعا وعکسہ کذا فی حاشیۃ ابن حجر المکی[1] (محققین فرماتے ہیں صحت وحسن وضعف سب بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو اور موضوع صحیح) **اقول** یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنہیں محدثین کرام اپنے طور پر ضعیف وناممعتبر ٹھہرا چکے علمائے قلب عرفائے رب ائمہ عارفین سادات مکاشفین قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم الجلیلۃ ونور قلوبنا بانوارہم الجمیلۃ انہیں مقبول ومعتمد بناتے اور بصیغہ جزم وقطع حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت فرماتے اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے جنہیں علما اپنے زبر و دفاتر میں کہیں نہ پاتے ان کے یہ علوم بہت ظاہر بینوں کو نفع دینا درکنار اُلٹے باعث طعن ووقیعت وجرح واہانت ہوجاتے حالانکہ العظمۃ للہ عباد اللہ ان طاعنین سے بدرجہا اتقی للہ واعلم باللہ واشد توقیا فی القول عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تھے ولکن کل حزب بما لدیہم فرحون وربک اعلم بالمھتدین میزان مبارک میں حدیث اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم کی نسبت فرماتے ہیں ھذا الحدیث وان کان فیہ مقال عند المحدثین فھو صحیح عند اھل الکشف (اس حدیث میں اگرچہ محدثین کو گفتگو ہے مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے)[2] کشف الغمہ عن جمیع الامۃ میں ارشاد فرمایا کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول من صلی علیّ طھر قلبہ من النفاق کما یطھر الثوب بالماء وکان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول من قال صلی اللہ علی محمد فقد فتح علٰی نفسہ سبعین بابا من الرحمۃ والقی اللہ محبتہ فی قلوب الناس فلا یبغضہ الا من فی قلبہ نفاق قال شیخنا رضی اللہ تعالٰی عنہ ھذا الحدیث والذی قبلہ روینا ھما عن بعض العارفین عن الخضر علیہ الصلٰوۃ والسلام عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھما عندنا صحیحان فی اعلٰی درجات الصحۃ وان لم یثبتھا المحدثون علٰی مقتضی اصطلاحھم حضور پرنور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے جو مجھ پر درود بھیجے اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہوجائے جیسے کپڑا پانی سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے جو کہے صلی اللہ علٰی محمد اس نے ستر دروازے

---

[1] فصل فان ادعی احد من العلماء، ذوق ہذا المیزان ۱۲ منہ

[2] آخر الجلد الاول باب جامع فضائل الذکر آخر فصل الامر بالصلٰوۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

رحمت کے لیے اوپر کھول لیے اللہ عزوجل اُس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ اُس سے بغض نہ رکھے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہوگا۔ ہمارے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ حدیث اور اس سے پہلی ہم نے بعض اولیا سے روایت کی ہیں انھوں نے سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام انھوں نے حضور پر نور سید عالم علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام سے یہ دونوں حدیثیں ہمارے نزدیک اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں اگرچہ محدثین اپنی اصطلاح کی بنا پر تصحیح ثابت نہ کہیں) نیز میزان[1] شریف میں اپنے شیخ سیدی علی خواص قدس سرہ العزیز سے نقل فرماتے ہیں کما ان جمیع ما رواہ المحدثون بالسند الصحیح المتصل ینتھی سندہ الی حضرۃ الحق جل وعلا فکذلک ما تلقاہ اہل الکشف الصحیح من علم الحقیقۃ جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سند صحیح متصل سے روایت کیا اس کی سند حضرت الٰہی عزوجل تک پہنچتی ہے یوں ہی جو کچھ علم حقیقت سے صحیح کشف والوں نے نقل فرمایا اس کے حق میں بھی یہی کہا جائے گا) بالجملہ اولیا کے لیے سوا اس سند ظاہری کے دوسرا طریقہ ارفع و اعلیٰ ہے ولہٰذا حضرت سیدی ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدس سرہ السامی اپنے زمانہ کے منکرین سے فرماتے قد اخذتم علمکم میتا عن میت واخذنا علمنا عن الحی الذی لا یموت تم نے اپنا علم سلسلۂ اموات سے حاصل کیا ہے اور ہم نے اپنا علم حی لا یموت سے لیا ہے نقلہ سیدی الامام الشعرانی فی کتابیہ المبارکین الیواقیت والجواہر آخر المبحث السابع والاربعین یعنی حضرت سیدی امام المکاشفین محی الملۃ والدین شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ احادیث کی تصحیح فرمائی کہ طور محدثین پر ضعیف مانی گئی تھیں۔ کما ذکرہ فی باب الثالث والسبعین من الفتوحات المکیۃ الشریفۃ الالٰہیۃ الملکیۃ ونقلہ فی الیواقیت ہنا اسی طرح خاتم حفاظ الحدیث امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی قدس اللہ سرہ العزیز پچھتر بار بیداری میں زیارت جمال جہاں آرائے حضور پر نور سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم سے بہرہ ور ہوئے بالمشافہہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تحقیقات حدیث کی دولت پائی بہت احادیث کی کہ طریقہ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں تصحیح فرمائی جس کا بیان عارف ربانی امام العلامہ عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی کی میزان الشریعۃ[2] الکبریٰ میں ہے موشاہ فلیتنبہ بمطالعہ یہ تفسیر وجلیل فائدہ کہ بمناسب مقام بحمد اللہ تعالیٰ نفع رسانی برادران دین کے لیے حوالہ قلم ہوا لوح دل پر نقش کر لینا چاہیے کہ اس کے جاننے والے کم ہیں اور اس لغزشگاہ میں پھسلنے والے بہت۔ قدم سے تجدیل قطاع الفیافی الی الحمی وکثیروا بباب الوصول قلائل بات دوسری ہی کہنا یہ تھا کہ سند پر کیسے ہی طعن

---

[1] فصل فی بیان استحالۃ خروج شیئ من اقوال المجتہدین عن الشریعۃ منہ [2] فی الفصل المذکور قبل ما مر بنحو صفحۃ منہ غفرلہ

و جرح ہوں اُن کے سبب بطلان حدیث پر جزم نہیں ہو سکتا ممکن کہ واقع میں حق ہو اور جب صدق کا احتمال باقی تو ناقل جہاں نفع بے ضرر کی امید پاتا ہے اس فعل کو بجا لاتا ہے دین و دنیا کے کام امید پر چلتے ہیں پھر سند میں نقصان دیکھ کر ایک دولت اُس سے دست کش ہونا کس عقل کا مقتضی ہے کیا معلوم اگر وہ بات سچی تھی تو خود فضیلت سے محروم رہے اور جھوٹی ہو تو فعل میں اپنا کیا نقصان، افہم و تثبت ولا تکن من المتعصبین۔ انصاف کیجئے مثلاً کسی کو نقصان حرارت غریزی و ضعف ارواح کی شکایت شدید ہو اور یہ اُس سے بیان کرے کہ فلاں حکیم حاذق نے اس مرض کے لئے سونے کے ورق سونے کے کھرل میں سونے کی موسلی سے عرق بید مشک یا ہتھیلی یا انگلی سے شہد میں سحق بلیغ کرکے پینا تجویز فرمایا ہے تو عقل سلیم کا اقتضا نہیں کہ جب تک اُس حکیم تک سند صحیح متصل کی خوب تحقیقات نہ کرلے اُس کا استعمال طباً حرام جانے بس اتنا دیکھنا کافی ہے کہ اصول طبیہ میں میرے لئے اس میں کچھ مضرت تو نہیں ورنہ وہ مریض کہ نسخہائے قرابادین کی سندیں وصول صحت اور حال رواۃ تحقیق کرتا پھرے گا قریب ہے کہ بے عقلی کے سبب اُن ادویہ کے فوائد و منافع سے محروم رہے گا نہ عراق تنقیح سے تریاق تصحیح ہاتھ آئے گا نہ یہ مارگزیدہ دوا پائے گا بعینہ یہی حال ان فضائل اعمال کا ہے جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ ان میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرع مطہر نے ان افعال سے کہیں منع نہ کیا تو اب ہمیں تحقیق سند کی کیا ضرور ہے اگر حدیث فی نفسہ صحیح ہے فبہا ورنہ ہم نے اپنی نیک نیت کا اچھا پھل پا لیا [illegible] واللہ تعالٰی الموفق (اقول) و (فیہ تتمۃ) مقاصد شرع کا عارف اور کلمات علما کا واقف جب قبول ضعیف فی الفضائل کے دلائل مذکورہ عبارات سابقہ فتح المبین امام ابن حجر مکی و انموذج العلوم محقق دوانی و قوت القلوب امام مکی رحمہم اللہ تعالٰی و نیز تقریر فقیر مذکور افادہ سابقہ پر نظر صحیح کریگا انوار تجلیہ کے پرتو سے بطور حدس بے تکلف اُس کے آئینہ دل میں مرتسم ہوگا کہ کچھ فضائل اعمال ہی میں انحصار نہیں بلکہ عموماً جہاں اُس پر عمل میں رنگ احتیاط و نفع بے ضرر کی صورت نظر آئے گی بلاشبہ قبول کی جائے گی جانب فعل میں اگر اُس کا ورود استحباب کی راہ بتائے گا جانب ترک میں تنزہ و تورع کی طرف بلائے گا کہ آخر مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا کیف وقد قیل کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا رواہ البخاری عن عقبۃ بن الحارث النوفلی رضی اللہ تعالٰی عنہ اقول وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع ما یریبک الی ما لا یریبک جس میں شبہہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آ جس میں کچھ دغدغہ نہیں رواہ الامام احمد و ابوداؤد والطیالسی والدارمی و الترمذی وقال حسن صحیح والنسائی وابن حبان والحاکم وصححاہ وابن قانع فی معجمہ عن الامام ابن الامام سیدنا

الحسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند قوی والبونعیم فی الحلیۃ والخطیب فی التاریخ بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورث ظن نہ ہو مورث شبہہ ہے تو کم نہیں تو محل احتیاط میں اُس کا قبول عین مراد شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مطابق ہے احادیث اس باب میں بکثرت ہیں ازانجملہ حدیث اجل واعظم کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اتقی الشبہات فقد استبرأ لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام کالراعی حول الحمی یوشک ان یرتع فیہ الاوان لکل ملک حمی الاوان حمی اللہ محارمہ جو شبہات سے بچے اُس نے اپنے دین و آبرو کی حفاظت کرلی اور جو شبہات میں پڑے حرام میں پڑ جائے گا۔ جیسے رمنے کی گرد چرانے والا نزدیک ہے کہ رمنے کے اندر چرائے سُن لو ہر بادشاہ کا ایک رمنا ہوتا ہے سن لو اللہ عزوجل کا رمنا وہ چیزیں ہیں جو اُس نے حرام فرمائیں رواہ الشیخان عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما امام ابن حجر مکی نے فتح المبین میں ان دونوں حدیثوں کی نسبت فرمایا مرجع ھما الی شیئ واحد وھو النھی المتنزیہی عن الوقوع فی الشبہات یعنی حاصل مطلب ان دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ شبہہ کی بات میں پڑنا خلاف اولٰی ہے جس کا مرجع کراہت تنزیہہ) اللہ عزوجل فرماتا ہے ان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم اگر وہ جھوٹا ہے تو اُس کے جھوٹ کا وبال اُس پر ہے اور اگر سچا ہوا تو تمہیں پہنچ جائے گی کچھ نہ کچھ وہ مصیبت جس کا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے) بحمد اللہ تعالٰی یہ معنی ہیں ارشاد امام ابوطالب مکی قدس سرہ کے کہ قوت القلوب شریف میں فرمایا ان الاخبار الضعاف غیر المخالفۃ الکتاب والسنۃ لا یلزمنا ردھا بل فیہا ما یدل علیہا (ضعیف حدیثیں جو مخالف کتاب و سنت نہ ہوں اُن کا رد کرنا ہمیں لازم نہیں بلکہ قرآن و حدیث اُن کے قبول پر دلالت فرماتے ہیں) لاجرم علمائے کرام نے تصریحیں فرمائیں کہ دربارۂ احکام بھی حدیث ضعیف مقبول ہوگی جبکہ جانب احتیاط میں ہو امام نووی نے اذکار میں بعد عبارت مذکورہ پھر شمس سخاوی نے فتح المغیث پھر شہاب خفاجی نے نسیم الریاض میں فرمایا اما الاحکام کالحلال والحرام والبیع والنکاح والطلاق وغیر ذلک فلا یعمل فیہا الا بالحدیث الصحیح اوالحسن الا ان یکون فی احتیاط فی شیئ من ذلک کما اذا ورد حدیث ضعیف بکراھۃ بعض البیوع اوالانکحۃ فان المستحب ان یتنزہ عنہ ولکن لا یجب یعنی محدثین وفقہاء وغیرہم علماء فرماتے ہیں کہ حلال حرام بیع نکاح طلاق وغیرہا احکام کے بارہ میں صرف حدیث صحیح یا حسن ہی پر عمل کیا جائے گا مگر یہ کہ ان مواقع میں کسی احتیاطی بات میں ہو جیسے کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں حدیث ضعیف

---

[1] فی فصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ [2] فی شرح الحلیۃ حیث استند الامام المصنف حدیث من سئل عن علم فکتمہ الحدیث ۱۲ منہ

آئے تو مستحب ہے کہ اس سے بچیں ہاں واجب نہیں) امام جلیل جلال سیوطی تدریب میں فرماتے ہیں ویعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذا کان فیہ احتیاط حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائے گا جبکہ اسی میں احتیاط ہو علامہ حلبی غنیہ شرح میں فرماتے ہیں الاصل ان الوصل بین الاذان والاقامۃ یکرہ فی کل الصلوٰۃ لما روی الترمذی عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لبلال اذا اذنت فترسل واذا اقمت فاحدر واجعل بین اذانک واقامتک قدر ما یفرغ الاٰکل من اکلہ فی غیر المغرب والشارب من شربہ والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجتہ وھو وان کان ضعیفا لکن یجوز العمل بہ فی مثل ھذا الحکم یعنی اصل یہ ہے کہ اذان کہتے ہی فوراً اقامت کہدینا مطلقاً سب نمازوں میں مکروہ ہے اس لئے کہ ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا اذان ٹھہر ٹھہر کر کہا کرو اور تکبیر جلد جلد اور دونوں میں اتنا فاصلہ رکھ کہ کھانے والا کھانے اور پینے والا پینے اور ضرورت والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں اس پر عمل روا ہے) **نفیسہ** ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن پچھنے لگانے سے ممانعت آئی ہے کہ من احتجم یوم الاربعاء ویوم السبت فاصابہ برص فلا یلومن الا نفسہ جو بدھ یا ہفتہ کے روز پچھنے لگائے پھر اس کے بدن پر سپید داغ ہو جائے تو اپنے ہی آپ کو ملامت کرے) ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو فصد کی ضرورت تھی بدھ کا دن تھا خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں فصد لے لی فوراً برص ہو گئی خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور سے فریاد کی حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ایاک والاستھانۃ بحدیثی خبردار میری حدیث کو ہلکا نہ سمجھنا) انہوں نے توبہ کی آنکھ کھلی تو اچھے تھے امام سیوطی لآلی وتعقبات میں مسند الفردوس دیلمی سے نقل فرماتے ہیں سمعت ابی یقول سمعت ابا عمرو محمد بن جعفر بن مطر النیسابوری قال قلت یوما ان ھذا الحدیث لیس بصحیح فافتصدت یوم الاربعاء فاصابنی البرص فرأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی النوم فشکوت الیہ حالی فقال ایاک والاستھانۃ بحدیثی فقلت تبت یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانتبھت وقد عافانی اللہ تعالٰی وذھب ذلک عنی **جلیلہ** امام ابن عساکر روایت فرماتے ہیں ابو معین حسین بن حسن طبری نے پچھنے لگانے چاہے ہفتہ کا دن تھا غلام سے کہا حجام

نفیسہ: بدھ کے دن یا ہفتہ کے دن پچھنے لگانے سے برص

جلیلہ: ہفتہ کے دن پچھنے لگانے سے برص

مکہ فی فضل الصلوٰۃ [illegible] قولہ فی غیر المغرب کہذا ہو فی نسخۃ الغنیۃ [illegible] عبد الرحمٰن [illegible] للعلماء کما نقل فی الغنیۃ [illegible] قالوا قدر ما یقرأ [illegible]

[illegible] امام ترمذی [illegible] کتاب المرض [illegible] باب [illegible]

کو بلا جب وہ چلا حدیث یاد آئی پھر کچھ سوچ کر کہا حدیث میں تو ضعف ہے غرض لگا لیئے برص ہو گئی خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فریاد کی فرمایا ایاک والاستھانۃ بحدیثی دیکھ میری حدیث کا معاملہ آسان نہ جاننا انھوں نے منت مانی اللہ تعالٰی اس مرض سے نجات دے تو اب کبھی حدیث کے معاملہ میں سہل انگاری نہ کرونگا صحیح ہو یا ضعیف اللہ عزوجل نے شفا بخشی لاٰلی میں ہے۔ اخرج ابن عساکر فی تاریخہ من طریق ابی علی مھران بن ھارون الحافظ الرازی قال سمعت ابا معین الحسین بن الحسن الطبری یقول اردت الحجامۃ یوم السبت فقلت للغلام ادع لی الحجام فلما ولی الغلام ذکرت خبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاصابہ وضح فلا یلومن الا نفسہ قال فدعوت الغلام ثم تفکرت فقلت ھذا حدیث فی اسنادہ بعض الضعف فقلت للغلام ادع الحجام لی فدعاہ فاحتجمت فاصابنی البرص فرأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی النوم فشکوت الیہ حالی فقال ایاک والاستھانۃ بحدیثی فنذرت للہ نذرا لئن اذھب اللہ مابی من البرص لم اتھاون فی خبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صحیحا کان او سقیما فاذھب اللہ عنی ذلک البرص (ملخصًا)۔ یونہی ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن ناخن کترونے کو آیا کہ مورث برص ہوتا ہے بعض علما نے کتروائے کسی نے برنائے حدیث منع کیا فرمایا حدیث صحیح نہیں فوراً مبتلا ہو گئے خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پر نور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مشرف ہوئے شافی کافی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نہی فرمائی ہے عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی ارشاد ہوا تمھیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی یہ فرما کر حضور مبرئ الاکمہ والابرص محی الموتی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کہ پناہ دو جہان و دستگیر بیکسان ہے ان کے بدن پر لگا دیا فوراً اچھے ہو گئے اور اسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سنکر مخالفت نہ کرونگا علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ نسیم الریاض شرح امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں قص الاظفار وتقلیمھا سنۃ وورد النھی عنہ فی یوم الاربعاء وانہ یورث البرص وحکی عن بعض العلماء انہ فعلہ فنھی عنہ فقال لم یثبت ھذا فلحقہ البرص من ساعتہ فرای النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی منامہ فشکی الیہ فقال لہ الم تسمع نھیی عنہ فقال لم یصح عندی فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکفیک انہ سمع ثم مسح بدنہ بیدہ الشریفۃ فذھب ما بہ فتاب عن مخالفۃ ما سمع اھ یہ بعض علما امام علامہ ابن الحاج مکی مالکی قدس سرہ العزیز تھے علامہ طحطاوی حاشیۂ درمختار میں

فرماتے ہیں ورد فی بعض الآثار النہی عن قص الاظفار یوم الاربعاء فانہ یورث البرص وعن ابن الحاج صاحب المدخل انہ ہم بقص اظفارہ یوم الاربعاء فتذکر ذلک فترک ثم رای ان قص الاظفار سنۃ حاضرۃ ولم یصح عندہ النہی فقصہا فلحقہ ای اصابہ البرص فرای النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی النوم فقال الم تسمع نہیی عن ذلک فقال یا رسول اللہ لم یصح عندی ذلک فقال یکفیک ان تسمع ثم مسح صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی بدنہ فزال البرص جمیعا قال ابن الحاج رحمہ اللہ تعالٰی فجددت مع اللہ توبۃ انی لا اخالف ما سمعت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابدا۔ سبحان اللہ جب محل احتیاط میں احادیث ضعیفہ خود احکام میں مقبول ومعمول تو فضائل تو فضائل ہیں اور ان فوائد نفیسہ جلیلہ مفیدہ سے بحمد اللہ تعالٰی عقل سلیم کے نزدیک وہ مطلب بھی روشن ہوگیا کہ ضعف حدیث اس کی غلطی واقعی کو مستلزم نہیں دیکھو یہ حدیثیں بلحاظ سند کیسی ضعاف تھیں اور واقع میں ان کی وہ شان کہ مخالفت کرتے ہی فوراً تصدیق ظاہر ہوئی کاش منکران فضائل کو بھی اللہ عزوجل تعظیم حدیث مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توفیق بخشے اور اسے ہلکا سمجھنے سے نجات دے آمین۔

فائدہ: حدیث ضعیف پر عمل کے لئے خاص اس باب میں کسی حدیث صحیح کا آنا ضروری نہیں

افادہ بست ودوم بذریعہ حدیث ضعیف کسی فعل کے لئے محل فضائل میں استحباب یا موضع احتیاط میں حکم تنزہ ثابت کرنے کے لئے زنہار زنہار اصلاً اس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعل معین کے باب میں کوئی حدیث صحیح بھی وارد ہوئی ہو بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف ہی کا ورود ان احکام استحباب وتنزہ کے لئے ذریعہ کافیہ ہے افادات سابقہ کو جس نے ذرا بھی بگوش ہوش استماع کیا ہے اس پر یہ امر شمس وامس کی طرح واضح وروشن مگر از انجا کہ مقام مقام افادہ ہے ایضاح حق کے لئے چند تنبیہات کا ذکر مستحسن اولاً کلمات علمائے کرام میں باآنکہ طبقۃً اس جوش وکثرت سے آئے اس تقیید بعید کا کہیں نشان نہیں تو خواہی نخواہی مطلق کو از پیش خویش مقید کرلینا کیونکر قابل قبول ثانیاً بلکہ ارشادات علما صراحۃً اس کے خلاف مثلاً عبارت اذکار وغیرہ خصوصاً عبارت امام ابن الہمام کہ نص صریح ہے کہ ثبوت استحباب کو حدیث ضعیف لائی۔ **اقول** بلکہ خصوصاً اذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے تو اس سے بچنا مستحب ہے واجب نہیں اس استحباب وانکار وجوب کا منشا وہی ہے کہ اس سے نہی میں حدیث صحیح نہ آئی کہ وجوب ہوتا تنہا ضعیف نے صرف استحباب ثابت کیا اور سب سے اعلٰی واجلٰی کلام امام ابو طالب مکی اس میں تو بالقصد اس تقیید جدید کا رد صریح فرمایا ہے کہ وان لم یشھد اللہ اگرچہ

کتاب وسنت اس خاص امر کے شاہد نہ ہوں تاشا علمائے فقہ وحدیث کا عملدار آمد قدیم وحدیث اس قید کے بطلان پر شاہد عدل جا بجا انہوں نے احادیث ضعیفہ سے ایسے امور میں استدلال فرمایا ہے جن میں حدیث صحیح اصلا مروی نہیں **اقول** مثلاً (۱) نماز نصف شعبان کی نسبت علی قاری (۲) صلاۃ التسبیح کی نسبت بر تقدیر تسلیم ضعف وجہالت امام زرکشی وامام سیوطی کے اقوال افادہ دوم میں گزرے (۳) نماز میں امامت اتقی کی نسبت امام محقق علی الاطلاق کا ارشاد افادہ شانزدہم میں گزرا وہاں اس تعقیید کے برعکس حدیث ضعیف پر عمل کو فقدان صحت سے مشروط فرمایا ہے حیث قال روی الحاکم عنہ علیہ الصلاۃ والسلام ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیارکم فان صح والا فالضعیف غیر الموضوع یعمل بہ فی فضائل الاعمال (۴) نیز امام ممدوح نے تجہیز وتکفین قریب کافر کے بارہ میں احادیث ذکر کیں کہ جب ابو طالب مرے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیدنا مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ انھیں نہلا کر دفن کرائیں پھر خود غسل کرلیں بعدہ غسل میت سے غسل کی حدیثیں نقل کیں پھر فرمایا فی ھذا اولا فی شیئ من طرق حدیث علی حدیث صحیح لکن طرق حدیث علی کثیرۃ والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع ان دونوں باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں مگر حدیث علی کے طرق کثیر ہیں اور استحباب حدیث ضعیف غیر موضوع سے ثابت ہوجاتا ہے (۵) غسل کے بعد استحباب مندیل کی نسبت علامہ ابراہیم حلبی (۶) نائیدا باحت کی نسبت امام ابن امیر الحاج (۷) استحباب مسح گردن کی نسبت مولانا علی مکی (۸) استحباب تلقین کی نسبت امام ابن الصلاح وامام نووی وامام سیوطی کے ارشادات افادہ ہفدہم (۹) کراہت وصل بین الاذان والاقامۃ کی نسبت علامہ حلبی کا کلام (۱۰) بدھ کو ناخن ترا شنے کی نسبت خود نسیم الریاض وطحطاوی کے اقوال افادہ بستم میں زیور گوش سامعین ہوئے یہ دس تو یہیں موجود ہیں اور خوف اطالت نہ ہو تو سو دو سو ایک ادنٰی نظر میں جمع ہوسکتے ہیں مگر ایضاح واضح میں اطناب تا کے **(رابعًا) اقول** نصوص واحادیث مذکورہ افادات ہفدہم وبستم کو دیکھیے کہیں بھی اس قید بے معنی کی مساعدت فرماتے ہیں حاشا بلکہ بالعلی ندا اس کی لغویات بتاتے ہیں کما لا یخفی علی احد ذی النھی **(خامسًا) اقول** وباللہ التوفیق اس شرط زائد کا اضافہ اصل مسالہ اجماعیہ کو محض لغو ومہمل کردے گا کہ اب حاصل یہ ٹھہرے گا کہ احکام میں تو مقتضائے حدیث ضعیف پر کاربندی اصلاً جائز نہیں اگرچہ وہاں حدیث صحیح موجود ہو اور ان کے غیر میں بحالت موجود صحیح صحیح ورنہ قبیح (اولًا) اس تقدیر پر عمل بمقتضی الضعیف من حیث ہو مقتضی الضعیف

ہوگا یا من حیث ہو مقتضی الصحیح ثانی قطعاً احکام میں بھی حاصل اور تفرقہ زائل کیا احکام میں ورودِ ضعیف صحاح ثابتہ کو بھی رد کر دیتا ہے ہذا لا یقول بہ جاھل اور ادل خود شرط سے رجوع یا قول بالمتنافیین ہو کر مدفوع کہ جب صحیح عمل وارد و صحیح ہے تو اس سے قطع نظر ہو کر صحیت کیونکر (ثانیاً) اگر صحیح نہ آتی ضعیف بیکار تھی آتی تو وہی کفایت کرتی بہر حال اس کا وجود و عدم یکساں پھر معمول بہ ہونا کہاں (ثالثاً) بیانات اخیرہ الفہم واجلی حدیث پر عمل کے یہ معنی کہ یہ حکم اس سے ماخوذ اور اس کی طرف مضاف ہو کہ اگر خود اس سے لیجیے نہ اس کی طرف اسناد کیجیے تو اس پر عمل کیا ہوا اور شک نہیں کہ خود صحیح کے ہوتے ضعیف سے اخذ اور اس کی طرف اضافت یعنی چہ مثلاً کوئی کہے چراغ کی روشنی میں کام کی اجازت تو ہے مگر اس شرط پر کہ نورِ آفتاب بھی موجود ہو سبحان اللہ جب مہرِ نیر وز خود جلوہ افروز تو چراغ کی کیا حاجت اور اس کی طرف کب اضافت اسے چراغ کی روشنی میں کام کرتا کہیں گے یا نورِ شمس میں ع آفتاب اندر جہاں آنگہ کہ میجوید سہا لاجرم معنے مسئلہ یہی ہیں کہ حدیث ضعیف احکام میں کام نہیں دیتی اور دربارۂ فضائل کافی ووافی **ثم اقول** تحقیق المقام وتنقیح المرام بحیث یکشف الغمام ویصرف الاوھام ان للمسئلۃ قد دارت بین العلماء بعبارتین العمل والقبول اما العمل بحدیث فلا یعنی بہ الا امتثال ما فیہ تعویلا علیہ والجری علی مقتضاہ نظرا الیہ لا بد من ھذا القید الاخیر ای ان لو توافق بہ حدیثان صحیح وموضوع علی فعل ففعل للامر بہ فی الصحیح لا یکون ھذا عملا علی الموضوع و اما القبول فھو ان احتمل معنی الروایۃ من دون بیان الضعف فیکون الحاصل ان الضعیف یجوز روایتہ فی الفضائل مع السکوت عما فیہ دون الاحکام لکن ھذا المعنی علی تقدیر صحتہ انما ینجر الی معنی العمل کیف ولا منشأ لایجاب اظہار الضعف فی الاحکام الا التحذیر عن العمل بہ حیث لا یسوغ فلو لم یسع فی غیرھا ایضا لکان ساواھا فی الایجاب فقد آل الامر فی کلا العبارتین الی تجویز المشی علی مقتضی الضعاف فیما دون الاحکام فانتفی ما استند النافیۃ تشاغبا وانکشف الظلام ھذا ھو التحقیق بید ان ھھنا زلتین من اھل العلم زلت اقدام اقلام منھما فجعلوا العمل والقبول محلی ما لیس بمراد ولا حقیقا بالقبول **احدھما** للعلامۃ الفاضل الخفاجی رحمہ اللہ تعالی حیث حاول الرد علی المحقق الدوانی واوھم بظاھر کلامہ ان محلہ ما اذا وردی حدیث ضعیف فی ثواب بعض الاعمال الثابت استحبابھا

والترغیب فیہ او فی فضائل بعض الصحابۃ او الاذکار الماثورۃ قال ولاحاجۃ الی تخصیص الاحکام والاعمال کما توھم للفرق الظاھر بین الاعمال وفضائل الاعمال اھ اقول لولا ان الفاضل المدقق خالف المحقق لکان لکلامہ معنی صحیح فان الثبوت اعم من الثبوت عینا او باندراج تحت اصل عام ولو اصالۃ الاباحۃ فان للمباح یصیر بالنیۃ مستحبا ونحن لاننکر ان قبول الضعاف مشروط بذلک کیف ولولاہ لکان فیہ ترجیح الضعیف علی الصحیح وھو باطل وفاقا فلو اراد الفاضل ھذا المعنی لاصاب ولسلم من التکرار فی قولہ او الاذکار الماثورۃ لکنہ رحمہ اللہ تعالٰی بصدد مخالفۃ المحقق المرحوم وقد کان المحقق انما عول علی ھذا المعنی الصحیح حیث قال المباحات تصیر بالنیۃ عبادۃ فکیف مافیہ شبھۃ الاستحباب لاجل الحدیث الضعیف والحاصل ان الجواز معلوم من خارج والاستحباب ایضا معلوم من القواعد الشرعیۃ الدالۃ علی استحباب الاحتیاط فی امر الدین فلم یثبت شیئ من الاحکام بالحدیث الضعیف بل اوقع الحدیث شبھۃ الاستحباب فصار الاحتیاط ان یعمل بہ فاستحباب الاحتیاط معلوم من قواعد الشرع اھ ملخصا فالظاھر من کلام ارتضائہ انہ یرید الثبوت عینا بخصوصہ ویؤیدہ تشبثہ بالفرق بین الاعمال وفضائلھا فان ارادہ فھذہ جنود براھین لاقبل لوجدبھا وقد اتاک بعضھا علی انی اقول اذن یرجع معنی العمل بعد الاستقصاء التام الی ترجی اجر مخصوص علی عمل منصوص اسے یجوز العمل بشیئ مستحب معلوم الاستحباب مترجیا فیہ بعض خصوص الثواب لورود حدیث ضعیف فی الباب فالآن نسألکم عن ھذا الرجاء اھو کمثلہ بحدیث صحیح ان لو ورد ام دونہ الاول باطل فان صحۃ الحدیث بفعل او یجب وضعہ ما ورد فی الثواب المخصوص علیہ وعلی الثانی ھذا القدر من الرجاء یکفی فیہ الحدیث الضعیف فای حاجۃ الی ورود صحیح بخصوص الفضل نعم لابد ان یکون مما یجیز الشرع رجاء الثواب علیہ وھذا حاصل بالاندراج تحت اصل مطلوب او مباح مع قصد مندوب فقد استبان ان الوجہ مع المحقق الدوانی واللہ تعالٰی اعلم ثانیھما یعفو من تقدم الدوانی زعم ان مراد النووی ای بما مر من کلامہ فی الاربعین والاذکار انہ اذا ثبت حدیث صحیح او حسن فی فضیلۃ عمل من

[1] ویکدرہ ایضا علی ما قیل مغایرۃ العلماء بین فضائل الاعمال والترغیب علیہ ما ھو الظاھر من کذبھم فلقد ابن الصلاح فضائل الاعمال وسائر فنون الترغیب والترھیب وسائر مالاتعلق لہ بالاحکام والعقائد ھذا توضیح ما قیل اقول بل المراد بفضائل الاعمال الاعمال التی ھی فضائل تشھد بذلک کلمات العلماء والمارۃ فی الافادۃ السابعۃ عشر کقول [illegible] القاری [illegible]

الاعمال يجوز رواية الحديث الضعيف في هذا الباب قال المحقق بعد نقله في الانموذج ولا يخفى ان هذا لا يرتبط بكلام النووي فضلا عن ان يكون مراده ذلك فكم بين جواز العمل واستحبابه وبين مجرد نقل الحديث فرق على انه لو لم يثبت الحديث الصحيح والحسن في فضيلة عمل من الاعمال يجوز نقل الحديث الضعيف فيها لاسيما مع التنبيه على ضعفه ومثل ذلك في كتب الحديث وغيره شائع يشهد به من تتبع ادنى تتبع اه اقول لا ارى احدا ممن ينتمي الى العلم ينتهي في الغباوة الى حد يحيل رواية الضعاف مطلقا حتى مع بيان الضعف فان فيه خرق الاجماع المسلمين وتأثيما بينا لجميع المحدثين وانما المراد الرواية مع السكوت عن بيان الوهن فقول المحقق لاسيما مع التنبيه على ضعفه ليس في محله والآن نعود الى تزييف مقالته فنقول اولا هذا الذي ابدى ان سلم وسلم لم يمش الا في لفظ القبول كما اشرنا اليه سابقا فمجرد رواية حديث لو كان عملا به لزم ان يكون من روى حديثا في الصلاة فقد صلى او في الصوم فقد صام وهكذا امر الواقع في كلام الامام في كلا الكتابين انما هو لفظ العمل وهذا اما اشار اليه المدواني بقوله ان هذا لا يرتبط الخ وثانيا اقول قد بينا ان القبول انما مرجعه الى جواز العمل وحينئذ يكفي في ابطاله دليلنا المذكور ثمه مسلما ما تقدم وثالثا اذن يكون حاصل التفرقة ان الاحكام لا يجوز فيها رواية الضعاف اصلا ولو وجد في خصوص الباب حديث صحيح اللهم الا مقرونا ببيان الضعف اما ما دونها كالفضائل فيجوز اذا لم يصح حديث مضعفة روي في السير والقصص والمواعظ والترغيب والفضائل والترهيب وسائر ما لا تعلق له بالعقد والحكم مع فقدان الصحيح في خصوص الباب وعدم الاقتران ببيان الوهن وهذا ما اشار اليه المدواني بالعلاوة اقول دع عنك توسع المسانيد التي تسند كل ما جاء عن صحابي والمعاجيم التي توعي كل ما دعي عن شيخ بل والجوامع التي تجمع اشتمل ما في الباب وروايات لم يكن بحسب السند هذا الجبل الشامخ البخاري يقول في صحيحه حدثنا علي بن عبد الله بن جعفر ثنا معن بن عيسى ثنا ابي بن عباس بن سهل عن ابيه عن جده قال كان للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم في حائطنا فرس يقال له اللحيف اه في تذهيب التهذيب للذهبي ابي بن عباس بن سهل بن سعد الساعدي المدني عن ابيه وابي بكر بن حزم وعنه معن القزاز وابن ابي فديك وزيد بن الحباب وجماعة قال الدولابي ليس بالقوي قلت وضعفه ابن معين وقال احمد منكر الحديث اه وكقول

الدولابی قال النسائی کما فی المیزان ولم ینقل فی کتابین توثیقہ عن احد وبہ ضعف الدارقطنی ھذا الحدیث لاجرم ان قال الحافظ فیہ ضعف قال مالہ فی البخاری غیر حدیث واحد اھ قلت فانما الظن بابی عبداللّٰہ انہ انما تساھل لان الحدیث لیس من باب الاحکام واللّٰہ تعالٰی اعلم **ورابعا اقول** قد شاع وذاع ایراد الضعاف فی المتابعات والشواھد فالقول بمنعہ فی الاحکام مطلقا ان وجد الصحیح باطل صریح وحینئذ یرتفع الفرق وینھدم اساس المسئلۃ المجمع علیھا بین علماء الغرب و الشرق ولا اقول عن ھذا وذاک بل عن ھذین الجبلین الشامخین صحیحی الشیخین فقد تنزلا کثیرا عن شرطھما فی غیر الاصول قال الامام النووی فی مقدمۃ شرحہ لصحیح مسلم عاب عائبون مسلما رحمہ اللّٰہ تعالٰی بروایتہ فی صحیحہ عن جماعۃ من الضعفاء والمتوسطین الواقعین فی الطبقۃ الثانیۃ الذین لیسوا من شرط الصحیح ولا عیب علیہ فی ذلک بل جوابہ من اوجہ ذکرھا الشیخ الامام ابو عمرو بن الصلاح (الٰی ان قال) الثانی ان یکون ذلک واقعا فی المتابعات والشواھد لا فی الاصول و ذلک بان یذکر الحدیث اولا باسناد نظیف رجالہ ثقات ویجعلہ اصلا ثم یتبعہ باسناد اخر او اسانید فیھا بعض الضعفاء علٰی وجہ التاکید بالمتابعۃ او لزیادۃ فیہ تنبیہ علٰی فائدۃ فیما قدمہ وقد اعتذر الحاکم ابو عبداللّٰہ بالمتابعۃ والاستشھاد فی اخراجہ من جماعۃ لیسوا من شرط الصحیح منھم مطر الوراق وبقیۃ بن الولید ومحمد بن اسحاق بن یسار وعبداللّٰہ بن عمر العمری والنعمان بن راشد اخرج مسلم عنھم فی الشواھد فی اشباہ لھم کثیرین انتہی وقال الامام البدر محمود العینی فی مقدمۃ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری یدخل فی المتابعۃ والاستشھاد روایۃ بعض الضعفاء وفی الصحیح جماعۃ منھم ذکروا فی المتابعات والشواھد اھ **وخامسا اقول** ما الحامل لتخصیص الکلام بغیر الاصول ھذہ قناطیر مقنطرۃ من السقام مرویۃ فی الاصول والاحکام ان لم تردھا العلماء فمن جاء بھا وکم منھم التزموا بیان ما ھنا اما الرواۃ فلم یعھد منھم الروایۃ للقرون عن الضعفاء والمجاھیل ولم یعد ذلک قدحا فیھم ولا رکابا لاثم وھذا سلیمٰن بن عبدالرحمٰن الدمشقی الحافظ شیخ البخاری ومن رجال صحیحہ قال فیہ الامام ابو حاتم صدوق الا انہ من اروی الناس عن الضعفاء والمجھولین اھ ولو سردت اسماء الثقات الرواۃ عن المجروحین لکثر وطال فلیس منھم من التزم ان لا یحدث الا عن ثقۃ عندہ الا نزر قلیل کشعبۃ ومالک واحمد فی المسند

[illegible]

ومن شاء الله تعالى واحدا بعد واحد ثم هذا ان كان ففي شيوخهم خاصة لا من فوقهم والا لما التقى من طرقهم ضعيف اصلا ولكان مجرد وقوعهم في السند دليل الصحة عندهم اذا صح السند اليهم ولم يثبت هذا لاحد وهذا الامام الهمام يقول لابنه عبد الله رضی اللہ تعالیٰ عنہ لو اردت ان اقتصر على ما صح عندي لم ارو من هذا المسند الا الشيء بعد الشيء ولكنك يا بني تعرف طريقتي في الحديث اني لا اخالف ما يضعف الا اذا كان في الباب شيء يدفعه ذكره في فتح المغيث واما المصنفون فاذا عدوت امثال الكتب الثلثة للبخاري ومسلم والترمذي ممن التزم الصحة والبيان الفيت عامة المسانيد

والمعاجيم والسنن والجوامع والاجزاء تنطوي في كل باب على كل نوع من انواع الحديث من دون بيان وهذا مما لا ينكره الا جاهل او متجاهل فان ادعى مدع انهم لا يستحلون ذلك فقد نسبهم الى اقتحام ما لا يبيحون وان زعم زاعم انهم لا يفعلون ذلك فهم بصنيعهم على خلفه شاهدون وهذا ابو داود الذي الين له الحديث كما الين لداود عليه الصلاة والسلام الحديد قال في رسالته الى اهل مكة شرفها الله تعالى ان ما كان في كتابي من حديث فيه وهن شديد فقد بينته ومنه ما لا يصح سنده وما لم اذكر فيه شيئا فهو صالح وبعضها اصح من بعض اه والصحيح ما افاده الامام الحافظ ان لفظ صالح في كلامه اعم من ان يكون للاحتجاج او للاعتبار فما ارتقى الى الصحة ثم الى الحسن فهو بالمعنى الاول وما عداهما فهو بالمعنى الثاني وما قصر عن ذلك فهو الذي فيه وهن شديد اه وهذا الذي يشهد به الواقع فعليك به وان قيل وقيل[1] وقد نقل عن اعلام سير النبلاء للذهبي ان ما ضعف اسناده لنقص حفظ راويه فمثل هذا يسكت عنه ابو داود غالبا اه ومعلوم ان كتاب ابي داود انما موضوعه الاحكام وقد قال في رسالته انما لم اصنف كتاب السنن

سه اواخر القسم الثاني من الحسن ۱۲ منه

[1] اي قيل حسن عنده واختاره الامام المنذري وبه جزم ابن الصلاح في مقدمته وتبعه الامام النووي في التقريب اي وقد لا يكون حسنا عند غيره كما في ابن الصلاح وقيل صحيح عنده ومشى عليه الامام الزيلعي في نصب الراية عند ذكر حديث القلتين وتبعه العلامة الحلبي في الغنية في فصل في النوافل وكذلك يقال ههنا انه قد لا يصح عند غيره ولا الحسن والامام ابن الهمام ابن الهمام في الفتح اول الكتاب وتلميذه في الحلية قبيل صفة الصلاة فاقتصرا على الحجية وهي تشملهما فيقرب من قول من قال حسن وهو الذي ذكره الحافظ وتبعه فيه العلامة القسطلاني في مقدمة الارشاد وخاتم الحفاظ في التدريب في نوع الحسن قال لكن ذكر ابن كثير انه روي عنه ما سكت عنه فهو حسن فان صح ذلك فلا اشكال اه اقول لقائل ان يقول ان الحسن اطلاقات وان القدماء قل ما ذكروه وانما الترمذي هو الذي شهره واكثر فايده فلعله ان صح عنه ذلك لم يرد به الا هذا الذي استقر عليه الاصطلاح فافهم والله تعالى اعلم ۱۲ منه

الا في الاحكام ولم اصنف في الزهد وفضائل الاعمال وغيرها الخ وقال الشمس محمد بن السخاوي
في فتح المغيث اما حمل ابن سيد الناس في شرحه للترمذي قول السلفي على ما لم يقع التصريح فيه
من مخرجها وغيره بالضعف فيقتضي كما قال الشارح في الكبير ان ما كان في الكتب الخمسة مسكوتا
عنه ولم يصرح بضعفه ان يكون صحيحا وليس هذا الاطلاق صحيحا بل في كتب السنن احاديث
لم يتكلم فيها الترمذي وابو داود ولم يجد لغيرهم فيها كلاما ومع ذلك فهي ضعيفة اه وقال في
المرقاة الحق ان فيه اي في مسند الامام احمد رضي الله تعالى عنه احاديث كثيرة ضعيفة وبعضها
اشد في الضعف من بعض الخ ونقل بعده عن شيخ الاسلام الحافظ انه قال ليست الاحاديث الزائدة
فيه على ما في الصحيحين باكثر ضعفا من الاحاديث التي في سنن ابي داؤد والترمذي عليها وبالجملة فا
لسبيل واحد لمن اراد الاحتجاج بحديث من السنن لا سيما سنن ابن ماجة ومصنف ابن ابي شيبة
وعبد الرزاق مما الامر فيه اشد او بحديث من المسانيد لان هذه كلها لم يشترط جامعوها الصحة
والحسن وتلك السبيل ان المحتج ان كان اهلا للنقد والتصحيح فليس له ان يحتج بشيء من القسمين حتى
يحيط به وان لم يكن اهلا لذلك فان وجد اهلا لتصحيح او تحسين قلده والا فلا يقدم على الاحتجاج
فيكون كحاطب ليل فلعله يحتج بالباطل وهو لا يشعر اه وقال الامام عثمن الشهرزوري في علوم الحديث حكى
ابو عبد الله بن منده الحافظ انه سمع محمد بن سعد الباوردي بمصر يقول كان من مذهب ابي عبد الرحمن
النسائي ان يخرج عن كل من لم يجمع على تركه وقال ابن منده وكذلك ابو داؤد السجستاني يأخذ مأخذه
ويخرج الاسناد الضعيف اذا لم يجد في الباب غيره لانه اقوى عنده من رأي الرجال اه وفيها بعده
ثم في التقريب والتدريب وهذا لفظهما ملخصا اما مسند الامام احمد بن حنبل وابي داؤد الطيالسي
وغيرهما من المسانيد كمسند عبيد الله بن موسى واسحق بن راهويه والدارمي وعبد بن حميد
وابي يعلى الموصلي والحسن بن سفين وابي بكر البزار فهؤلاء عادتهم ان يخرجوا في مسند كل صحابي
ما رووه من حديثه غير مقيدين بان يكون محتجا به اولا الخ وفيه اعني التدريب قيل ومسند البزار
يبين فيه الصحيح من غيره قال العراقي ولم يفعل ذلك الا قليلا وفي البناية شرح الهداية للعلامة
الامام البدر العيني للدارقطني كتابه مملو من الاحاديث الضعيفة والشاذة والمعللة وكم فيه من حديث
لا يوجد في غيره اه وذلك اشد من الخطيب ونحوه للبيهقي وفي فتح المغيث لقد الغلو [illegible]

له في رسالة الهدي في السنة ١٢ منه في تعليم الزائد على الصحيحين ١٢ منه

الذی عمله مستخرجا علی مسلم احادیث کثیرۃ زائدۃ علی اصله وفیها الصحیح والحسن بل والضعیف ایضا فینبغی التحرز فی الحکم علیها ایضا اھ نصوص العلماء فی هذا الباب کثیرۃ جدا وما اوردنا کان فی ابانة ما قصدناه وبالجملة فروایتهم الضعاف من دون بیانه فی کل باب وان لم یوجد الصحیح معلوم مقرر لایرد ولا ینکر وانما اطنبنا ههنا لما شممنا خلافه من کلمات بعض الجهلة والحمد لله علی کشف الغمة وتثبیت القدم فی المزلة فاستبان ان لو کان المراد ما زعم هذا الذی نقلنا قوله لکانت التفرقة بین الاحکام والفضائل قد انعدمت والمسألة المتوارثة الاجماعیة من اساسها قد انهدمت **هذا وجه** ولك ان تسلك مسلك ارخاء العنان فتقول علی وجه التشقیق ان الحکم الذی[1] رأیت فیه الضعاف مطلقة هل یوجد فیه صحیح ام لا فان وجد فقد رووا الضعیف ساکتین فی الاحکام ایضا عند وجود الصحیح فاین الفرق وان لم یوجد فالامر اشد فان التأمل لدیهم یعطی ان سوق الاسانید من البیان ای فلم یوجد منهم روایة الضعاف فی الاحکام الا مقرونة **قلت اولا** هذا شیء قد یبدیه بعض العلماء عذرا عمن روی الموضوعات ساکتا علیها انهم لا یقبلون قال الذهبی[2] فی المیزان کلام ابن منده فی ابی نعیم فظیع لا احب حکایته ولا اقبل قول کل منهما فی الآخر بل هما عندی مقبولان لا اعلم لهما ذنبا اکبر من روایتهما الموضوعات ساکتین عنها اھ وقد قال العراقی[3] فی شرح الفیته ان من ابرز اسناده منهم فهو ابسط لعذره اذ احال ناظره علی الکشف عن سنده وان کان لا یجوز له السکوت علیه اھ وثانیا لو یعهد منهم ایراد الاحادیث من ای باب کانت الا مسندة فهذا البیان لم تنفك عنه احادیث الفضائل ایضا فبماذا تساهلوا فی هذا دون ذلك وثالثا لو کان الاسناد هو البیان المراد لاستحال روایة شیء من الاحادیث منفکا عن البیان فان الروایة لا تکون الا بالاسناد قال فی التدریب حقیقة الروایة نقل السنة ونحوها واسناد ذلك الی من عزی الیه بتحدیث واخبار وغیر ذلك اھ وقال الزرقانی تحت قول المواهب روی عبد الرزاق بسنده الخ بسنده ای باسناد والا فهو مدلول روی اھ وقال ایضا تحت قوله روی الخطیب بسنده ای باسناد فهو عندهم مدلول روی اھ اذا انتهی الکلام بنا الی هنا واستقر عرش التحقیق بتوفیق الله تعالی علی ما هو مرادنا فلنعد الی ما کنا فیه حامدین لله تعالی علی

[2] یکنی ابا احمد بن عبد الله ۱۲ منه [3] نقله فی التدریب نوع الموضوع قبیل التنبیهات ۱۲ رضی الله تعالی عنه [1] له اوائل الکتاب عند ذکر خلق نوره صلی الله تعالی علیه وسلم ۱۲

منتہ الحنیلۃ الی کل بنیہ ومصلین علی نبیہ الکریم وآلہ وصحبہ وسائر حبیبہ (**افادہ بست ودوم**) جس نے افادات سابقہ کو نظر غائر وقلب حاضر سے دیکھا سمجھا اُس پر بے حاجت بیان ظاہر وعیاں ہے کہ حدیث ضعیف سے فضائل اعمال میں استحباب یا محل احتیاط میں کراہت تنزیہ یا امر مباح کی تائید اباحت پر استناد کرنا اُسے احکام میں حجت بنانا اور حلال وحرام کا مثبت ٹھہرانا نہیں کہ اباحت تو خود بحکم اصالت ثابت اور استحباب وتنزہ قواعد قطعیہ شرعیہ وارشاد اقدس کیف وقد قیل وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت جن کی تقریر سابقا زیور گوش سامعان ہوئی حدیث ضعیف اس نظر سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں ممکن کہ واقع میں صحیح ہو صرف امید واحتیاط پر باعث ہوئی آگے حکم استحباب وکراہت اُن قواعد وصحاح نے افادہ فرمایا اگر شرع مطہر نے جلب مصالح وسلب مفاسد میں احتیاط کو مستحب نہ مانا ہوتا ہرگز ان مواقع میں احکام مذکورہ کا پتا نہ ہوتا تو ہم نے اباحت کراہت مندوبیت جو کچھ ثابت کی دلائل صحیحہ شرعیہ ہی سے ثابت کی نہ حدیث ضعیف سے **اقول** تاہم ازانجا کہ ورود ضعیف وہ بھی نہ لذاتہ بلکہ بملاحظہ امکان صحت ترجی واحتیاط کا ذریعہ ہوا ہے اگر اس کی طرف تجوزاً نسبت اثبات کردیں بجا ہے اور ثبوت بالضعیف میں بائے استعانت تو ادنٰی مداخلت سے صادق ہاں اگر دلائل شرعیہ سے ایک امر کلی کی حرمت ثابت ہو اور کوئی حدیث ضعیف اُس کے کسی فرد کی طرف بلائے مثلاً کسی حدیث مجروح میں خاص طلوع وغروب یا استوا کے وقت بعض نماز نفل کی ترغیب آئی تو ہرگز قبول نہ کی جائے گی کہ اب اگر ہم اس کا استحباب یا جواز ثابت کریں تو اسی حدیث ضعیف سے ثابت کریں گے اور وہ صالح اثبات نہیں یونہی اگر دلائل شرعیہ مثبت ندب یا اباحت ہوں اور ضعاف میں نہی آئی اسی وجہ سے مفید حرمت نہ ہوگی مثلاً مقررہ اوقات کے سوا کسی وقت میں اداے سنن یا معین رشتوں کے علاوہ کسی رشتہ کی عورت سے نکاح کو کوئی حدیث ضعیف منع کرے حرمت نہ مانی جائے گی ورنہ ضعاف کی صحاح پر ترجیح لازم آئے بحمد اللہ یہ معنی ہیں کلام علما کے کہ حدیث ضعیف دربارہ احکام حلال وحرام معمول بہ نہیں **ثم اقول** اصل یہ ہے کہ مثبت وہ جو خلاف اصل کسی شے کو ثابت کرے کہ جو بات مطابق اصل ہے خود اُسی اصل سے ثابت ثابت کیا محتاج اثبات ہوگا ولہذا شرع مطہر میں گواہ اس کے مانے جاتے ہیں جو خلاف اصل کا مدعی ہو اور ماورائے دماء وفروج ومضار وخبائث تمام اشیا میں اصل اباحت ہے تو ان میں کسی فعل کے جواز پر حدیث ضعیف سے استناد کرنا حلت غیر ثابتہ کا اثبات نہیں بلکہ ثابتہ کی تائید ہے ھذا تحقیق ما اسلفنا فی الافادۃ

السابقۃ عن المحقق الدوانی وھذا ھو معنی ما نص علیہ الامام ابن دقیق العید وسلطٰن العلماء عزالدین بن عبدالسلام وتبعھما شیخ الاسلام الحافظ ونقلہ تلمیذہ السخاوی فی فتح المغیث وفی القول البدیع والسیوطی فی التدریب والشمس محمد الرملی فی شرح المنہاج النووی ستتھم من الشافعیۃ ثم اثرہ عن الرملی العلامۃ الشرنبلالی فی غنیۃ ذوی الاحکام والمحقق المدقق العلائی فی الدرالمختار واقراہ ھما ومحشو الدر الحلبی والطحطاوی والشامی فیھا وفی منحۃ الخالق خمستھم من الحنفیۃ من اشتراط العمل بالضعیف باندراجہ تحت اصل عام وھواذا حققت لیس بتقیید زائد بل تصریح بمضمون ما نصوا علیہ ان العمل بہ فیما وراء العقائد والاحکام کما اوضحناہ لک وبہ ازداد ازھاقا وابعاد ازھاق ما ظن الظانات من ان الکلام فی الاعمال الثابتۃ بالصحاح کیف ولوکان کذلک لما احتیج الی ھذا الاشتراط کما لایخفی واللہ الھادی الی سوی الصراط بحمد اللہ اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ بعض متکلمین طائفہ جدیدہ کا زعم باطل کہ ان احادیث سے جواز تقبیل ابہامین پر دلیل لانا احکام حلال وحرام میں انہیں حجت بنانا ہے اور وہ بتصریح علما ناجائز محض مغالطہ وفریب دہی عوام ہے ذی ہوش نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہی علما جو حدیث ضعیف کو حلال وحرام میں حجت نہیں مانتے صدہا جگہ احادیث ضعیفہ سے افعال کے جواز واستحباب پر دلیل لاتے ہیں جسکی چند مثالیں افادہ سابقہ میں گزریں کیا معاذ اللہ علمائے کرام اپنا لکھا خود نہیں سمجھتے یا اپنے مقررہ قاعدہ کا آپ خلاف کرتے ہیں کیا افادہ ہفدہم میں امام ابن امیر الحاج کا ارشاد نہ سنا کہ جمہور علما کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابل عمل ہے توکسی فعل کی اباحت قائم رکھنا بدرجہ اولٰی ولکن الوھابیۃ لایسمعون واذا سمعوا لایعقلون رب انا نسألک العفو والعافیۃ امین۔

افادہ بست وسوم اقول اوّلاً جمہور علما کے عامہ کلمات مطالعہ کیجئے تو وہ مواقع مذکورہ میں قابلیت عمل کے لئے کسی قسم ضعف کی تخصیص نہیں کرتے صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ ہو فتح القدیر[1] والفیہ عراقی[2] وشرح الالفیۃ للمصنف[3] میں تھا غیر الموضوع مقدمہ[4] ابن الصلاح وتقریب[5] میں ماسوی الموضوع مقدمہ سید شریف[6] میں دون الموضوع حلیہ[7] میں الذی لیس بموضوع اذکار[8] میں اسی الفاظ سے اجماع ائمہ نقل فرمایا کہ مالم یکن موضوعا یونہی امام ابن عبدالبر نے اجماع محدثین ذکر کیا کہ یرودنھا عن کل یہ سب عبارات باللفظ یا بالمعنی افادات سابقہ میں گزریں زرقانی شرح[9] مواہب میں ہے عادۃ المحدثین التساھل فی غیر الاحکام والعقائد

مالم یکن موضوعا محدثین کی عادت ہے کہ غیر احکام وعقائد میں تساہل کرتے ہیں جب تک موضوع نہ ہو) یونہی علامہ حلبی سیرۃ الانسان العیون میں فرماتے ہیں لایخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغیرہ من الائمۃ اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوھا تساھلنا شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں۔ گفتہ اند کہ اگر ضعف حدیث بجہت سوء حفظ بعض رواۃ یا اختلاط بود باوجود صدق و دیانت منجبر میگردد بتعدد طرق واگر از جہت اتہام کذب راوی باشد یا شذوذ مخالفت احفظ واضبط یا بقوت ضعف مثل فحش خطا اگرچہ تعدد طرق داشتہ باشد منجبر نگردد و حدیث محکوم بضعف باشد و در فضائل اعمال معمول بہ ثانیاً کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا کسے نہیں معلوم اس کے بعد صریح کذاب وضاع ہی کا درجہ ہے ائمہ شان نے اسے متروک بلکہ منسوب الی الکذب تک کیا کذا بہ ابن حبان والجوزجانی وقال البخاری ترکہ یحیی وابن مہدی وقال الدارقطنی وجماعۃ متروک لاجرم حافظ نے تقریب میں فرمایا متہم بالکذب ورمی بالرفض باینہمہ عامہ کتب سیر وتفاسیر اس کی اور اس کی امثال کی روایات سے مالا مال ہیں علمائے دین ان امور میں انہیں بلانکیر نقل کرتے رہے ہیں میزان میں ہے قال ابن عدی وقد حدث عن الکلبی سفین وشعبۃ وجماعۃ ورضوہ بالتفسیر واما فی الحدیث ففیہ مناکیر امام ابن سید الناس سیرۃ عیون الاثر میں فرماتے ہیں غالب مایروی عن الکلبی انساب واخبار من احوال الناس وایام العرب وسیرھم ومایجری مجری ذٰلک مما سمح کثیر من الناس فی حملہ عمن لایحمل عنہ الاحکام وممن حکی عنہ الترخیص فی ذٰلک الامام احمد ثالثاً امام واقدی کو جمہور اہل اثر نے ضعیف وجان کہا جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب فن میں مسطور لاجرم تقریب میں کہا متروک مع سعۃ علمہ اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک ان کی توثیق ہی راجح ہے کما افادہ الامام المحقق فی فتح القدیر[1] باینہمہ یہ جرح شدید ماننے والے بھی انہیں سیر ومغازی واخبار کا امام مانتے اور سلفاً وخلفاً ان کی روایات سیر میں ذکر کرتے ہیں کمالایخفی علی من طالع کتب القوم میزان میں ہے کان لحفظہ المنتہی فی الاخبار والسیر والمغازی

نقل مجرد روایاتہ فی عیون الاثر بعض عن بعض منہ غفرلہ تعالٰی منہ

---

[1] حیث قال فی باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء عن الواقدی قال کانت بئر بضاعۃ طریقا للماء الی البساتین وھذا تقوم بہ الحجۃ عندنا اذا وثقنا الواقدی اما عند المخالف فلا تضعیفہ ایاہ اھ وقال فی فصل الاسار قال فی الامام جمع شیخنا ابوالفتح الحافظ فی اول کتابہ المغازی والسیر من ضعفہ ومن وثقہ ورجح توثیقہ وذکر الاجوبۃ عما قیل فیہ اھ ۱۲ منہ

والیوادث وایام الناس والعقہ وغیر ذالک رالعا ہلال بن زید بن یسار بصری عسقلانی کو ابن حبان نے کہا روی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اشیاء موضوعۃ حافظ الشان نے تقریب میں کہا متروک با وصف اس کے جب انھیں ہلال نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث فضیلت عسقلان روایت کی جسے حافظ ابوالفرج نے بعلت مذکورہ دربارۂ موضوعات کہا اس پر حافظ الشان ہی نے وہ جواب مذکور افادہ فرمایا کہ حدیث فضائل اعمال کی ہے سوا اسے طعن ہلال کے باعث موضوع کہنا ٹھیک نہیں امام احمد کا طریق معلوم ہے کہ احادیث فضائل میں تساہل فرماتے ہیں، اور یہ بھی افادہ نہم میں حافظ الشان ہی کی تصریح سے گزر چکا کہ متروک البساشدید الضعیف ہے جس کے بعد بس متہم بالوضع و وضاع ہی کا درجہ ہے اب یہ بات خوب محفوظ رہے کہ خود امام الشان ہی نے ہلال کو متروک کہا خود ہی متروک کو اتنا شدید الضعف بتایا خود ہی ایسے شدید الضعف کی روایت کو دربارۂ فضائل مستحق تساہل رکھا اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ ضعف کیسا ہی شدید ہو جب تک سرحد کذب و وضع تک نہ پہنچے حافظ الشان کے نزدیک بھی فضائل میں قابل نرمی دگوارائی ہے۔ لعد الحجۃ السامیہ **خامساً** اور تسبیح وضو کے بعد اِنَّآ اَنْزَلْنَا پڑھنے کی حدیثوں کا ضعف نہایت قوت پر ہے سخاوی نے مقاصد حسنہ میں آسے بے اصل محض کہا امام جلیل ابوالیث سمرقندی نے اپنے مقاصد میں ان حدیثوں کو ذکر فرمایا امام الشان سے اس بارہ میں سوال ہوا وہی جواب فرمایا کہ فضائل اعمال میں ضعاف پر عمل روا ہے امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں قد سئل شیخنا حافظ عصرہ قاضی القضاۃ شہاب الدین الشہیر بابن حجر رحمہ اللہ تعالٰی من ھذہ الجملۃ فاجاب بان الاحادیث التی ذکرھا الشیخ ابوالیث نفع اللہ تعالٰی ببرکتہ ضعیفۃ والعلماء یتساھلون فی ذکر الحدیث الضعیف والعمل بہ فی فضائل الاعمال ولم یثبت منھا شیء عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا من قولہ ولا من فعلہ اھ **سادساً** یہ حدیث کہ چاند گہوارہ میں عرب کے چاند عجم کے سورج صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے باتیں کرتا حضور کو بہلاتا انگشت مبارک سے جدھر اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا اسے بیہقی نے دلائل النبوہ امام ابوعثمٰن اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن صابونی نے کتاب المائتین خطیب نے تاریخ بغداد ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اس کا مدار احمد بن ابراہیم حلبی شدید الضعف پر ہے میزان میں ہے امام ابوحاتم نے کہا احادیثہ باطلۃ تدل علی کذبہ باوجود اس کے امام صابونی نے فرمایا ھذا حدیث غریب الاسناد والمتن فی المعجزات حسن

اس حدیث کی سند بھی غریب اور متن بھی غریب بانہمہ معجزات میں حسن ہے) اُن کے اس کلام کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبرٰی امام احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا سابعًا حدیث الدیك الابیض صدیقی و صدیق صدیقی وعدو عدو اللّٰہ وکان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یبیتہ معہ فی البیت مرغ سپید میرا خیر خواہ اور میرے دوست کا خیر خواہ اللّٰہ تعالٰی کے دشمن کا دشمن ہے نبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم اسی شب کو مکان خوابگاہ اقدس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے) کہ ابوبکر برقی نے ابوزید انصاری رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کی علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا باسناد فیہ کذاب اس کی سند میں کذاب ہے) باوصف اس کے فرمایا فیندب لنا فعل ذلك تاسیا بہ جبکہ حدیث میں ایسا وارد ہوا تو ہمیں باقتدائے حضور پُرنور صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم مرغ سپید کو اپنے خوابگاہ میں اپنے ساتھ رکھنا مستحب ہے مثالیں اس کی اگر تتبع کیجئے بکثرت لیجئے وھذا الاخیر قد بلغ الغایۃ وفیما ذکرنا کفایۃ لاھل الدرایۃ ثامنًا احادیث و دلائل مذکورۂ افادات سابقہ بھی اسی اطلاق کی شاہد عدل ہیں خصوصًا لفظ حدیث وان کان الذی حدثہ بہ کاذبًا ظاہر ہے کہ احتمال صدق ونفع بے ضرر ہر ضعیف میں حاصل تو فرق زائل بالجملہ یہی قضیۂ دلیل ہے اور یہی کلام وعمل قوم سے مستفاد مگر حافظ الشان سے منقول ہوا کہ شرط عمل عدم شدت ضعیف ہے نقلہ تلمیذہ السخاوی وقال سمعتہ مرارًا یقول ذلك اقول یہاں شدت ضعف سے مراد میں حافظ سے نقل مختلف آئی شامی نے فرمایا طحطاوی نے فرمایا امام ابن حجر نے فرمایا شدید الضعف ھو الذی لایخلو طریق من طرقہ عن کذاب او متھم بالکذب شدید الضعف وہ حدیث ہے جس کی اسنادوں سے کوئی اسناد کذاب یا متہم بالکذب سے خالی نہ ہو) یہاں صرف انھیں دو کو شدت[1] ضعف میں رکھا امام سیوطی نے تدریب میں فرمایا حافظ نے فرمایا ان یکون الضعف غیر شدید فیخرج من انفرد من الکذابین والمتھمین بالکذب ومن فحش غلطہ یہاں اُن دو کے ساتھ فحش غلط کو بھی خصوصًا نسیم الریاض میں قول البدیع سے کلام حافظ بایں لفظ نقل کیا ان یکون الضعف غیر شدید کحدیث من انفرد من الکذابین والمتھمین ومن فحش غلطہ یہاں کاف نے زیادت توسیع کا پتا

[1] فی مستحبات الوضوء ۱۲ منہ رحمہ اللّٰہ وکذا غرائب التصریح وھو المولوی عبد الحی اللکنوی فی ظفر الامانی الی التدریب والقول البدیع حیث قال الشرط للعمل بالحدیث الضعیف ثلثۃ شروط علی ماذکرہ السیوطی فی شرح تقریب النووی والسخاوی فی القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع وغیرہما الاول عدم شدۃ ضعفہ بحیث لایخلو طریق من طرقہ من کذاب او متھم بالکذب الخ اقول لکن ستسمع نص التدریب والقول البدیع فیظہر لك ان وقع ھہنا فی النقل عنہما تغییر شنیع فلیتنبہ ۱۲ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ

دیا، تحدید اول پر امر سہل و قریب ہے کہ ایک جماعت علمائے حدیث کذابین و متہمین پر اطلاق وضع کرتے ہیں تو غیر موضوع سے انھیں خارج کرسکتے ہیں مگر ثانی تصریحات و معاملات جمہور علماء و خود امام الشان سے بعید اور ثالث بظاہرہ البعد ہے ہم ابھی روشن بیان سے واضح کرچکے ہیں کہ خود حافظ نے متروک شدید الضعف راوی موضوعات کی حدیث کو بھی فضائل میں محتمل رکھا مگر بحمد اللہ تعالٰی ہمارا مطلب ہر قول پر حاصل ہم افادات سابقہ میں مبرہن کر آئے ہیں کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں ہر گونہ ضعف شدید سے پاک و منزہ ہیں اُن پر صرف انقطاع یا جہالت راوی سے طعن کیا گیا یہ ہیں بھی تو ضعف قریب نہ ضعف شدید والحمد للہ العلی المجید هذا و رأیتنی کتبت ههنا علی هامش فتح المغیث کلاما یتعلق بالمقام احببت ایراده اتماما للمرام فذکرت اولا ماعن الشامی عن الطحطاوی عن ابن حجر ثم ما بدینه باطلاق العلماء ثم اوردت ماعن النسیم عن السخاوی عن الحافظ ثم قلت ما نصه **اقول** وهذا کما تری مخالف لاطلاق ما مر عن النووی عن العلماء قاطبة ولتحدیده ما مر عن الطحطاوی عن شیخ الاسلام نفسه لکن یظهر لی دفع التخالف عن کلامی شیخ الاسلام بان مرادهما ذکر التفرد فیما سبق فان لا یخلو طریق من طرقه فیکون الحاصل ان شدید الضعف لغیر الکذب والتهمة لا یقبل عنده فی الفضائل حین التفرد اما اذا کثرت طرقه فیبلغ درجة یسیر الضعف فی خصوص قبوله فی الفضائل بخلاف شدید الضعف بالکذب والتهمة فانه وان کثرت طرقه التی لاتفوقه بان لایخلو شیئ منها عن کذاب او متهم لا یبلغ تلك الدرجة ولا یعمل به فی الفضائل وهذا هو الذی یعطیه کلام السخاوی فیما مر حیث جعل قبول ما فیه ضعف شدید مطلقا ولو لغیر کذب فی باب الفضائل موقوفا علی کثرة الطرق لکنه یخالفه فی خصلة واحدة وهو حکمه بالقبول بکثرة الطرق فی الضعف بالکذب ایضا کما تقدم وهو کما تری مخالف لصریح ما نقل عن شیخ الاسلام وعلی کل فلم یرتفع مخالفة نقل شیخ الاسلام عن العلماء جمیعا لنقل الامام النووی عنهم کافة فانهم لم یشترطوا للقبول فی الفضائل فی شدید الضعف کثرة الطرق ولا غیرها سوی ان لا یکون موضوعا فصریح ما یعطیه کلامهم قبول ما اشتد ضعفه لفسق او فحش غلط مثلا وان تفرد ولم یکثر طرقه فافهم وتأمل فان المقام مقام خفه و زلل والله المسئول لکشف الحجاب وارائة الصواب الیه المرجع والیه المآب اھ ما اردت نقله مما علقته علی الهامش

فان قلت هذا قید زائد افاده امام فلیحمل اطلاقاتهم علیه دفعا للتخالف بین النقلین

[illegible]

قلت نعم لولا ان ما ذکروا من الدلیل علیہ لا یلائم سریان التخصیص الیہ وکیف نصنع بما نشاھدھم یفعلون یرون شدۃ الضعف ثم یقبلون وبالجملۃ فالاطلاق ھو الاوفق بالدلیل والالصق بقواعد الشرع الجمیل فتوددان یکون علیہ التعویل والعلم بالحق عند الملک الجلیل (**فائدۃ جلیلۃ**) ھذا الذی اشرت الیہ من کلام السخاوی تبعا للامام المتقدم ھو قولہ مع متن فی بیان الحسن ان یکن ضعف الحدیث للکذب اوشذوذ بان خالف من ھو احفظ واکثر او قوی الضعف بغیرھما فلم یجبر ولو کثرت طرقہ لکن بکثرۃ طرقہ یرتقی عن مرتبۃ المردود المنکر الی مرتبۃ الضعف الذی یجوز العمل بہ فی الفضائل وربما تکون تلک الطرق الواھیۃ بمنزلۃ الطریق التی فیہا ضعف یسیر بحیث لوفرض مجیئ ذلک الحدیث باسناد فیہ ضعف یسیر کان مرتقیا بہا الی مرتبۃ الحسن لغیرہ اھ ملخصا **ولی** **اُلتی** علقت علیہ ھھنا ما نصہ **اقول** حاصل ما تقرر وتحرر ھھنا مع زیادات نفیسۃ منا ان الموضوع لا یصلح لشیئ اصلا ولا یلتئم جرحہ ابدا ولو کثرت طرقہ ما کثرت فان زیادۃ الشر لا تزیدہ الا الشر اوایضا الموضوع کالمعدوم والمعدوم لا یقوی ولا یتقوی ومنہ عند جمع منھم شیخ الاسلام ما جاء بروایۃ الکذابین وعند آخرین منھم خاتم الحفاظ ما اتی من طریق المتھمین وسوّٰھما السخاوی یشتد بہ الضعف الّا انہ ھابہ الحاق الوضع لا یثبت الا بالقرائن المقررۃ ان تفرد بہ کذاب اووضاع کما نص علیہ فی ھذا الکتاب وھو عندی مذھب قوی اقرب الی الصواب اما الضعف بغیر الکذب والتھمۃ من ضعف شدید تخرجہ عن حیز الاعتبار کفحش غلط الراوی فیقبل العمل بہ فی الفضائل علی ما یعطیہ کلام عامۃ العلماء وھو الاوفق بقضیۃ الدلیل والقواعد لا عند شیخ الاسلام علی احدی الروایتین عنہ ومن تبعہ کالسخاوی الا اذا کثرت طرقہ الساقطۃ عن درجۃ الاعتبار فیکون مجموعھا کطریق واحد صالح لہ فیعمل بہا فی الفضائل ولکن لا یحتج بہا فی الاحکام ولا تبلغ بذلک درجۃ الحسن لغیرہ الا اذا انجبرت مع ذلک بطریق اخر ھی صالحۃ للاعتبار فان مجموع ذلک یکون کحدیثین ضعیفین صالحین متساعدین فتح ترتقی الی الحسن لغیرہ فتصیر حجۃ فی الاحکام اما مطلقا علی ما ھو ظاھر کلام المصنف اوعلی العراقی وللباشاط تعدد الجابرات الصالحات البالغۃ مع ھذہ الطرق القاصرۃ المنکثرۃ القائمۃ مقام صالح واحد حد الکثرۃ فی الصوالح علی ما فھمہ السخاوی

فائدۃ فاضلۃ فی انواع الضعیف وجواز العمل ببعضہا

من کلام النووی وغیرہ الواقع فیہ لفظ الکثرۃ مع نوع لنا فیہ نؤید بکلام شیخ الاسلام فی النزھۃ والنخبۃ المکتفیتین[1] بوحدۃ الجابر مع جواز ان تکون الکثرۃ فی کلام النووی بمعنی مطلق التعدد وھو الاوفق بما رأینا من صنیعھم فی غیر مقام والضعیف بالضعف الیسیر اعنی مالم ینزلہ عن محل الاعتبار یعمل بہ فی الفضائل وحدہ وان لم یجبر فان انجبر ولو بواحد صار حسنا لغیرہ واحتج بہ فی الاحکام علی تفصیل وصفنا لک فی الجابر فھذہ ھی انواع الضعیف اما الذی لانقص فیہ عن درجۃ الصحیح الا القصور فی ضبط الراوی غیر بالغ الی درجۃ الغفلۃ فھو الحسن لذاتہ المحتج بہ وحدہ حتی فی الاحکام وھذا اذا کان معہ مثلہ ولو واحدا صار صحیحا لغیرہ او دونہ مما یلیہ فلا الا بکثرۃ انتھی ماکتبت تلخیص یہ چند جملے لوح دل پر نقش کرلینے کے ہیں کہ بعونہ تعالٰی اس تحریر نفیس کیساتھ شاید اور جگہ نہ ملیں وباللہ التوفیق ولہ الحمد الحمد للہ القادر القوی علم ما علم وصلی اللہ تعالٰی علی ناصر الضعیف وآلہ وسلم قبول ضعیف فی فضائل الاعمال کا مسئلہ جلیلہ ابتداءً مسودہ فقیر میں صرف دو افادہ مختصر میں تین صفحہ کے مقدار تھا اب کہ ماہ مبارک ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں رسالہ بعونہ تعالٰی بمبئی میں چھپنا شروع ہوگیا اثنائے تبییض میں بارگاہ مفیض علوم ونعم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بحمد اللہ تعالٰی نفائس جلیلہ کا اضافہ ہوا افادہ شانزدہم سے یہاں تک آٹھ افادات نافعہ اسی مسئلہ کی تحقیق میں القا ہوئے قلم روکتے روکتے اتنے اوراق املا ہوئے امید کی جاتی ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تسجیل جلیل وتفصیل جزیل اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملے مناسب ہے کہ یہ افادے اس مسئلہ خاص میں جدا رسالہ قرار دیئے جائیں اور بلحاظ تاریخ الہاد[2] الکاف[3] ۱۳۱۳ فی حکم الضعاف لقب پائیں وباللہ التوفیق ولہ المنۃ علی مارزق من نعم تحقیق ماکنا لنعثر معشار عشرھا تلیق والصلوۃ والسلام علی الحبیب الکریم وآلہ وصحبہ ھداۃ الطریق آمین۔

---

[1] حیث قال ای توبع سیئ الحفظ بمعتبر کان یکون فوقہ او مثلہ لادونہ وکذا المختلط الذی لایتمیز والمستور والمرسل والمدلس صار حدیثھم حسنا لا لذاتہ بل باعتبار المجموع لان کل واحد منھم (ای ممن ذکر من سیئ الحفظ والمختلط الخ) احتمل کون روایتہ صوابا او غیر صواب علی حد سواء فاذا جاءت من المعتبرین روایۃ موافقۃ لاحدھم رجح احد الجانبین من الاحتمالین المذکورین ودل ذلک علی ان الحدیث محفوظ فارتقی من درجۃ التوقف الی درجۃ القبول واللہ اعلم اھ وانظر کیف اجتزئ فی المتن بمجرد معتبر وفی الشرح بافراد روایۃ وحکم بالارتقاء الی درجۃ القبول وما المراد بہ ھٰھنا الا القبول فی الاحکام فانہ قبل الضعیف الا الاعتبار من المردود مع القبول فی الفضائل بالاجماع ولیظھر ان الوجہ اعنی العرب وشیخ الاسلام) لما بین فی الترجمۃ من الدلیل انا تتقولا ما علقنا علی فتح المغیث ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

[2] منقوص محلا باقلام سے بھی حسنت یا فصیح کلام میں شائع وذائع ہے یوم التلاق یوم التناد الکبیر المتعال الی غیر ذلک ۱۲

[3] امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ۱۲ منہ

(افادۂ بست وچہارم) **اقول** وباللہ التوفیق کسی حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا موضوعیت بالائے طاق ضعف شدید درکنار مطلق ضعف کو بھی مستلزم نہیں، اُن میں حسن صحیح صالح ضعیف باطل ہر قسم کی حدیثیں ہیں ہاں بوجہ اختلاط وعدم بیان کہ عادت جمہور محدثین ہے ہر حدیث میں احتمال ضعف قدیم، لہٰذا غیر ناقد کو بے مطالعہ کلمات ناقدین اُن سے عقائد واحکام میں احتجاج نہیں پہنچتا، قول شاہ عبدالعزیز صاحب "این احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود" کے یہی معنی ہیں نہ یہ کہ ان کتابوں میں جتنی حدیثیں ہیں سب واہی ساقط ہیں یا موضوع وباطل اور اصلاً دربارۂ فضائل بھی ایراد واستناد کے ناقابل، کوئی ذی فہم وتمیز بھی ایسا ادعا نہ کرے گا نہ کہ شاہ صاحب سا فاضل، ہاں متکلمان طائفہ وہابیہ اپنی جہالتیں جس کے سر چاہیں دھر دیں **اولاً** خود شاہ صاحب اثبات عقیدہ وعمل کا انکار فرما رہے ہیں اور وہ فضائل اعمال میں تمسک کے منافی نہیں ہم افادہ ۲۷ میں روشن کر آئے کہ دربارۂ فضائل کسی حدیث ضعیف سے استناد کسی عقیدہ یا عمل کا اثبات نہیں تو اس بات کو ہمارے مسئلہ سے کیا تعلق، **ثانیاً** تصانیف خطیب وابونعیم بھی طبقہ رابعہ میں ہیں اور شاہ صاحب بستان المحدثین میں امام ابونعیم کی نسبت فرماتے ہیں "از نوادر کتب او کتاب حلیۃ الاولیاست کہ نظیر آں در اسلام تصنیف نشدہ" اسی میں ہے "کتاب اقتضاء العلم العمل از تصانیف خطیب دست بسیار خوب کتابی است درباب خود" اسی میں تصانیف امام خطیب کو لکھا "التصانیف المفیدۃ التی ھی بضاعۃ المحدثین وعروتھم فی فنھم" فائدہ بخش تصنیفیں کہ فن حدیث میں محدثین کے بضاعت ومحل تمسک ہیں، پھر امام حافظ ابوطاہر سلفی سے اُن تصانیف کی مدح جلیل نقل کی، سبحان اللہ کہاں شاہ صاحب کا یہ حسن اعتقاد اور کہاں اُن کے کلام کی وہ بیہودہ مراد کہ وہ کتب سراسر مہمل وناقابل استناد، **ثالثاً** جناب شاہ صاحب مرحوم کے والد شاہ ولی اللہ صاحب کہ حجۃ اللہ البالغہ میں اس تقریر طبقات کے موجد اُسی حجۃ بالغہ میں اسی طبقہ رابعہ کی نسبت لکھتے ہیں "اصلح ھٰذہ الطبقۃ ما کان ضعیفا محتملا" یعنی اس طبقہ کی احادیث میں صالح تر وہ حدیثیں ہیں جن میں ضعف قلیل قابل تحمل ہو، ظاہر ہے کہ ضعیف محتمل ادنٰی انجبار سے خود احکام میں حجت ہوجاتی ہے اور فضائل میں تو بالاجماع تنہا ہی مقبول وکافی ہے پھر یہ حکم بھی بلحاظ انفراد ہوگا ورنہ ان میں بہت احادیث صحیحہ حسان ملیں گے اور عند التحقیق یہ بھی باعتبار غالب ہو ورنہ فی الواقع اُن میں صحاح حسان سب کچھ ہیں کما ستسمع بعونہ تعالٰی **رابعاً** یہی شاہ صاحب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں لکھتے ہیں "چوں نوبت علم حدیث بطبقہ دیلمی وخطیب وابن عساکر رسید ایں عزیزاں دیدند کہ احادیث صحاح وحسان را متقدمین مضبوط کردہ اند پس مائل شدند بجمع احادیث ضعیفہ ومقلوبہ کہ

سلف آزادیدہ و دانستہ گذاشتہ بودند و غرض ایشاں ازیں جمع آں بود کہ بعد جمع حفاظ محدثین دراں احادیث تامل کنند و موضوعات را از حسان لغیرہا ممتاز نمایند چنانکہ اصحاب مسانید طرق احادیث جمع کردند کہ حفاظ صحاح و حسان و ضعیف از یکدگر ممتاز سازند ظن ہر دو فریق را خدا تعالیٰ محقق ساخت بخاری و مسلم و ترمذی و حاکم تمییز احادیث او حکم بصحت و حسن متاخران در احادیث خطیب و طبقہ او تصرف نمودند ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت و سخاوی در مقاصد حسنہ حسان لغیرہا از ضعاف و مناکیر ممیز نمود و خطیب و طبقہ او در مقدمات کتب خود بایں مقاصد تصریح نمودہ اند جزاہم اللہ تعالیٰ عن امۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیرا اھ ملتقطا دیکھو کیسی صریح تصریح ہے کہ کتب طبقۂ رابعہ میں نہ صرف ضعیف مختل بلکہ حسان بھی موجود ہیں اگرچہ لغیرہا کہ وہ بھی بلاشبہ خود احکام میں حجت نہ کہ فضائل خاصۃً انھیں شاہ صاحب نے اسی حجت میں سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی کو طبقہ ثانیہ اور مصنف عبد الرزاق و ابوبکر بن ابی شیبہ و تصانیف ابی داؤد طیالسی و بیہقی و طبرانی کو طبقہ ثالثہ اور کتب ابو نعیم کو طبقہ رابعہ میں گنا امام جلیل جلال سیوطی خطبۂ جمع الجوامع میں فرماتے ہیں رمزت للبخاری **خ** ولمسلم **م** ولابن حبان **حب** وللحاکم فی المستدرک **ک** وللضیاء فی المختارۃ **ض** وجمیع ما فی ھذہ الکتب الخمسۃ صحیح سوی ما فی المستدرک من المتعقب فانبہ علیہ ورمزت لابی داود **د** فما سکت علیہ فھو صالح وما بین ضعفہ نقلتہ عنہ وللترمذی **ت** وانقل کلامہ علی الحدیث وللنسائی **ن** ولابن ماجۃ **ہ** ولابی داود الطیالسی **ط** ولاحمد **حم** ولعبد الرزاق **عب** ولابن ابی شیبہ **ش** ولابی یعلی **ع** وللطبرانی فی الکبیر **طب** وفی الاوسط **طس** وفی الصغیر **طص** ولابی نعیم فی الحلیۃ **حل** وللبیہقی **ق** ولہ فی شعب الایمان **ھب** وھذہ فیہا الصحیح والحسن والضعیف فابینہ غالبا اھ مختصرا دیکھو امام خاتم الحفاظ نے ان طبقات ثانیہ و ثالثہ و رابعہ سب کو ایک ہی نسق میں گنا اور سب پر یہی حکم فرمایا کہ ان میں صحیح حسن ضعیف سب کچھ ہے ساد سا خود جناب شاہ صاحب کی تصانیف تفسیر عزیزی و تحفہ اثنا عشریہ وغیرہما میں جا بجا احادیث طبقہ رابعہ سے بلکہ اُن سے بھی آنزکر استناد موجود اب یا تو شاہ صاحب معاذ اللہ خود کلام اپنا نہ سمجھتے یا یہ سفہا ناحق تحریف معنوی کرکے احادیث طبقۂ رابعہ کو مہمل و معطل ٹھہرا تا اُن کے سر کئے دیتے ہیں تمثیلاً چند لیجئے حاضر عزیزی آخر تفسیر فاتحہ میں ہے ابو نعیم و دیلمی از ابو الدرداء روایت کردہ اند کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ کہ فاتحۃ الکتاب و کفایت میکند از انچہ نمی کند ہیچ چیز از قرآن

کفایت نمیکند الحدیث یہیں اور روایات بھی ابن عساکر و ابوالشیخ و ابن مردویہ　　غیرہم سے مذکور میں پیش نظر
سے ثعلبی از شعبی روایت کردہ است کہ شخصے نزد او آمد و شکایت درد گردہ کرد شعبی باو گفت کہ ترا لازم است کہ اساس
القرآن بخوانی و بر جائے درد دم کنی او گفت کہ اساس القرآن چیست شعبی گفت فاتحۃ الکتاب عزیزی میں سورۂ بقرہ
ذکر بعض خواص سورہ و آیات میں ہے۔ ابن النجار در تاریخ خود از محمد بن سیرین روایت کردہ کہ حدیثی از عبداللہ
بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شنیدم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ اند ہر کہ در شب سی و سہ آیت بخواند درا
آن شب درندہ و دزدے ایذا نرساند الحدیث اھ مختصرا اسی میں ہے[2] ساوی ابن جابر عن مجاھد قال قال سلمان
سلمان سالت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن اولٰئک النصاری الحدیث عزیزی آخر وائل میں ہے۔
حافظ خطیب بغدادی از جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت میکند کہ روزے بخدمت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم حاضر بودیم ارشاد فرمودند کہ حالا شخصے می آید کہ حق تعالیٰ بعد از من کسے را بہتر ازو پیدا نکردہ است
و شفاعت او روز قیامت مثل شفاعت پیغمبران باشد جابر گوید کہ چیزے نگذشتہ بود کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
آمدند تحفہ میں[3] ہے در روایات شیعہ و سنی صحیح و ثابت است کہ ایں امر خیلے بر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاق
آمد و خود را بر در سرائے زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر آورد و امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ را شفیع خود
ساخت تا آنکہ حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازو خوشنود شد اما روایات اہل سنت پس در مدارج النبوۃ و
کتاب الوفا بیہقی و شروح مشکوٰۃ موجود است بلکہ در شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق نوشتہ است کہ ابوبکر
صدیق بعد ازیں قصہ بخانہ فاطمہ رفت و در گرمی آفتاب بر در ایستاد و عذر خواہی کرد و حضرت زہرا ازو راضی
شد و در ریاض النضرہ ایں قصہ بہ تفصیل مذکورست و در فصل الخطاب بروایت بیہقی از شعبی نیز ہمیں قصہ
مروی ست و ابن السمان در کتاب الموافقۃ از اوزاعی روایت کردہ کہ گفت بیرون آمد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ
عنہ بر در فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا در روز گرم الخ سا بعاً طرفہ تر یہ کہ شاہ صاحب نے تصانیف حاکم کو بھی طبقہ
رابعہ میں گنا حالانکہ بلاشبہ مستدرک حاکم کے اکثر احادیث اعلیٰ درجہ کی صحاح و حسان ہیں بلکہ اس میں صدہا
حدیثیں بر شرط بخاری و مسلم صحیح ہیں قطع نظر اس سے کہ تصانیف شاہ صاحب میں کتب حاکم سے کتنے استناد
ہیں اور بڑے شاہ صاحب کی ازالۃ الخفاء و قرۃ العینین میں تو مستدرک سے تو وہ تو وہ احادیث نہ صرف

[1] زیر آیۃ ان الذین آمنوا والذین ھادوا والنصاری ۱۲ منہ [2] شاہ صاحب عجالہ نافعہ جائیکہ ذکر طبقات اربعہ کردہ است تفسیر ابن جریر را نیز ہمیں طبقہ رابعہ شمردہ
است کما ذکرہ فی السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ [3] در طعن دوازدہم از مطاعن ملاعنہ بر حضرت افضل الصدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فضائل بلکہ خود احکام میں مذکور کما لا یخفی علی من طالعھما لطیفہ تریہ ہے کہ خود ہی بستان المحدثین میں امام الشان ابو عبداللہ ذہبی سے نقل فرماتے ہیں انصاف آنست کہ در مستدرک قدرے بسیار از شرط این ہر دو بزرگ یافتہ میشود یا بشرط یکے از ینہا بلکہ ظن غالب آنست کہ بقدر نصف کتاب ازیں قبیل باشد و بقدر ربع کتاب از آں جنس است کہ بظاہر[1] اسنادوے صحیح ست لیکن بشرط این ہر دو نیست و بقدر ربع واہیات و مناکیر بلکہ بعضے موضوعات نیز ہست چنانچہ من در اختصار آں کتاب کہ مشہور بتلخیص ذہبی است خبردار کردہ ام انتہی (تنبیہ) بحمد اللہ ان بیانات سے واضح ہوگیا کہ اس طبقہ والوں کی احادیث متروکہ سلف کو جمع کرنے کے معنی اسی قدر ہیں کہ جن احادیث کی ایراد سے اونھوں نے احتراز کیا انہوں نے درج کیں نہ یہ کہ انہوں نے جو کچھ لکھا سب متروک سلف ہے مجرد عدم ذکر کو اس معنے پر محمول کرنا کہ ناقص سمجھکر بالقصد ترک کیا ہے محض جہالت ورنہ افراد بخاری متروکات مسلم ہوں اور افراد مسلم متروکات بخاری اور ہر کتاب متاخر کی وہ حدیث کہ تصانیف سابقہ میں نہ پائی گئی تمام سلف کی متروک مانی جائے مصنفین میں کسی کو دعوے استیعاب نہ تھا امام بخاری کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ حفظ تھیں صحیح بخاری میں کل چار ہزار بلکہ اس سے بھی کم ہیں کما بینہ شیخ الاسلام فی فتح الباری شرح صحیح البخاری ثامنًا شاہ صاحب اس کلام امام ذہبی کو نقل کرکے فرماتے ہیں و لہذا علمائے حدیث قرار دادہ اند کہ بر مستدرک حاکم اعتماد نباید کرد مگر بعد از دیدن تلخیص ذہبی اور اس سے پہلے لکھا ذہبی گفتہ است کہ حلال نیست کسے راکہ بر تصحیح حاکم غرہ شود تا وقتیکہ تعقبات و تلخیصات مرا نہ بیند و نیز گفتہ است احادیث بسیار است در مستدرک کہ شرط صحت نیست بلکہ بعضے از احادیث موضوعہ نیز ہست کہ تمام مستدرک بآنہا معیوب گشتہ ان عبارات سے ظاہر ہوا کہ جب بے اعتمادی یہی اختلاط صحیح و ضعیف ہے اگرچہ اکثر[2] صحیح ہی ہوں جیسے مستدرک جس میں تین ربع

---

[1] لفظ بظاہر در آنچہ امام خاتم الحفاظ در تدریب از ذہبی آورد نیست لفظش ہمیں است کہ فیہ جملۃ موافقۃ علی شرطہما وجملۃ کثیرۃ علی شرط احدہما لعل مجموع ذلک نحو نصف الکتاب فیہ نحو الربع مما صح سندہ وفیہ بعض الشیئ او علۃ وما بقی وہو

[2] اسی طرح عدم اعتبار کثرت وقلت کی دلیل واضح امام الشان کا یہ ارشاد منقول تدریب ہے قال شیخ الاسلام غالب ما فی کتاب ابن الجوزی موضوع والذی ینتقد علیہ بالنسبۃ الی ما لا ینتقد قلیل جدا قال وفیہ من الضرر ان یظن ما لیس بموضوع موضوعا عکس الضرر بمستدرک الحاکم فانہ یظن ما لیس بصحیح صحیحا قال ویتعین الاعتناء بانتقاد الکتابین فان تساہلہما فی الکلام اعدم الانتفاع بہما الا العالم بالفن لانہ ما من حدیث الا ویمکن ان یکون قد وقع فیہ تساہل احمد ۱۲ منہ

کتاب کی قدر احادیث صحیحہ ہیں نہ کہ سب کا ضعیف ہونا چہ جائے ضعف شدید یا بطلان محض کہ کوئی جاہل بھی
اس کا ادعا نہ کریگا اور اس پہ اعتمادی کے یہی معنی اگر خود لیاقت نقد رکھتا ہو آپ پرکھے ورنہ کلام ناقدین کی
طرف رجوع کرے یہ اس کے حجت نہ سمجھے یہ اب انصافاً یہ حکم نہ صرف کتب طبقہ رابعہ بلکہ ثانیہ ثالثہ سب کا
ہے کہ جب منشا اختلاط صحیح وضعیف ہے اور وہ سب میں قائم تو یہی حکم سب پر لازم آخر نہ دیکھا کہ ائمہ
دین نے صاف صاف یہی تصریح سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و مسند امام احمد و سنن ابن ماجہ و مصنف
ابوبکر بن ابی شیبہ و مصنف عبدالرزاق وغیرہا سنن و مسانید کتب طبقہ ثانیہ و ثالثہ کی نسبت بھی فرمائی جیسی
نقل امام الشان وعلامہ فاسی سے افادہ ۲۱ میں گذری نیز ہیں امام شیخ الاسلام عارف باللہ زکریا انصاری و
امام سخاوی نے تنصیص کی امام خاتم الحفاظ کا قول ابھی سن چکے کہ انہوں نے ان سب کتب کو ایک سلک میں
منسلک فرمایا اب شاید منکر کج فہم ان نصوص ائمہ کو دیکھ کر سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ
کی نسبت بھی یہی اعتقاد کرے گا کہ وہ بھی معاذ اللہ محض مہمل و بیکار و اصلاً ناقابل استناد و اعتبار ہیں
ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم **بالجملہ** حق یہ کہ مدار اسناد و نظر و انتقاد یا تحقیق نقاد
پر ہے نہ فلاں کتاب میں ہونے فلاں میں نہ ہونے پر۔ **قلم ضراعت رقم** جب اس محل پر آیا فیض کرم
وکرم قدم نے نوش فرمایا اس مقام و مرام طبقات حدیث کی تحقیق جزیل و تدقیق جمیل فقیر ذلیل غفر لہ المولی الجلیل
پر فائض ہوئے کہ اگر یہاں ایراد کرتا اطناب کلام ماورائے مرام سامنے تھا لہٰذا اسے بتوفیقہ تعالیٰ ایک رسالہ
مفردہ کیا اور بلحاظ تاریخ **مدارج طبقات الحدیث** لقب دیا ولِلّٰہ الحمد
فیما الہم ولہ الحمد علی ما علم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہٖ وصحبہٖ وسلم

ــه ۔ الحمد للہ یہ عمدہ رسالہ بحسن تحقیق با وصف وجازت فوائد نفیسہ پر مشتمل اس میں اولاً طبقات اربعہ حدیث میں حجۃ اللہ البالغہ کا کلام
نقل کیا ثانیاً ایک مسلسل بیان دیا اس کی وہ تقریر ادا کی جس سے کلام منتظم ہو کر بہت مشتبہات کا ازالہ ہو گیا ثالثاً پھر بہت ابحاث رائقہ
مو لقہ ذائقہ ایراد کیں جن سے روشن ہو گیا کہ طبقات اربعہ کی تحدید نہ جامع نہ مانع نہ ناقد کے کام کی نہ مقلد کو نافع رابعاً اپنی طرف سے ایک
عام شامل تام وکامل نفیس لطیف ضبط وضع کیا جس سے ہر گونہ ناقد وغیر ناقد متوسط و عالی ہر قسم کے آدمی کو حال استناد و طریق احتجاج واضح ہو گیا آخر
میں اس سے کلمات علما سے موید کیا اس کے ضمن میں صحاح ستہ وغیرہا کتب حدیث کا مرتبہ اور باہمی تفاوت اور بعض دیگر کتب صحاح
کا شمار اور نیز یہ کہ ائمہ و علما میں کن کن کو در بارۂ تصحیح احادیث تساہل اور کسی در باب حکم وضع تشدد یا معاملۂ جرح
میں بیجا تعنت تھا بیان کیا جو کچھ دعوی کیا ہے اس کا روشن ثبوت دیا ہے وللہ الحمد ۱۲ منہ

(افادہ بست و پنجم) **اقوال** کتابیں کہ بیان احادیث موضوعہ میں تالیف ہوئیں دو قسم ہیں ایک وہ جن کے مصنفین نے خاص ایراد موضوعات ہی کا التزام کیا جیسے موضوعات ابن الجوزی و اباطیل جوزقانی و موضوعات صغانی ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلاشبہ یہی بتائے گا کہ اس مصنف کے نزدیک موضوع ہے جب تک صراحۃً نفی موضوعیت نہ کر دی ہو ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتے پھر اس سے بھی صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ زعم مصنف میں موضوع ہے نہ نظر واقع عدم عدم صحت بھی نہ ثابت ہوگا نہ کہ ضعف نہ کہ سقوط نہ کہ بطلان ان سب کتب میں احادیث ضعیفہ درکنار بہت احادیث حسان و صحاح بھری ہیں اور محض بے دلیل اُن پر حکم وضع لگا دیا ہے جسے ائمہ محققین و نقاد منقحین نے بدلائل قاہرہ باطل کر دیا جس کا بیان مقدمہ امام ابن الصلاح و تقریب امام نووی والفیہ امام عراقی و فتح المغیث امام سخاوی وغیرہا تصانیف علما سے اجمالاً اور تدریب امام خاتم الحفاظ سے قدرے مفصلاً اور انہیں کی تعقبات، و لآلی مصنوعہ والقول الحسن فی الذب عن السنن و امام الشان کے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد وغیرہا سے بنہایت تفصیل واضح روشن مطالعہ تدریب سے ظاہر کہ ابن الجوزی نے اور تصانیف درکنار خود صحاح ستہ و مسند امام احمد کی چوراسی حدیثوں کو موضوع کہہ دیا جن کی تفصیل یہ ہے مسند امام احمد ۳۸ صحیح بخاری شریف بروایت حمادین شاکر ۱ صحیح مسلم شریف ۱ سنن ابی داؤد ۹ جامع ترمذی ۳۰ سنن نسائی ۱۰ سنن ابن ماجہ ۳۰ دوم وہ جن کا صرف ایراد موضوعات واقعیہ نہیں بلکہ دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق و تنقیح جیسے لآلی امام سیوطی یا نظر و تنقید کے لئے اُن احادیث کا جمع کر دینا جن پر کسی نے حکم وضع کیا جیسے انہیں کا ذیل اللآلی امام ممدوح خطبہ موضوعات کبرے میں فرماتے ہیں۔ ابن الجوزی اکثر من اخراج الضعیف بل والحسن بل والصحیح کما نبه علی ذالك الائمة الحفاظ وطال ما اختلج فی ضمیری انتقادہ وانتقادہ فاورد الحدیث ثم اعقب بکلامه ثم انکان متعقبا بحثت علیه اھ ملخصا ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ صحیح حدیثیں روایت کر دی ہیں کہ ائمہ حفاظ نے اس پر تنبیہ فرمائی مدت سے میرے دل میں تھا کہ اوس کا خلاصہ کروں اور اُس کے حکم پر کھول تواب میں حدیث ذکر کر کے ابن جوزی کا کلام نقل کروں گا پھر اُس پہ جو اعتراض ہوگا

بتاؤں گا، اُسی کے خاتمہ میں فرماتے ہیں۔ و اذ قد اتینا علی جمیع ما فی کتابہ فلنشرع الآن فی الزیادات
علیہ فمنھا ما یقتنع بوضعہ ومنھا ما لنص حافظ علی وضعہ ولی فیہ نظر فاذکرہ لینظر فیہ
اب کہ ہم تمام موضوعات ابن الجوزی بیان کر چکے تو اب اس پر زیادتیں شروع کریں ان میں کچھ
وہ ہیں جن کا موضوع ہونا یقینی ہے اور کچھ وہ جنھیں کسی حافظ نے موضوع کہا اور میرے نزدیک نزدیک
اُس میں کلام ہے تو میں اُسے نظر غور کے لئے ذکر کروں گا، پُر ظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا
مصنف کے نزدیک بھی اُس کی موضوعیت نہ بتائے گا کہ اصل کتاب کا موضوع ہی تنہا ایراد موضوع
ہی تنہا ایراد موضوع نہیں بلکہ اگر کچھ حکم دیا یا سند یا متن پر کلام کیا ہے تو اُسے دیکھا جاوے گا کہ صحت
یا حسن یا ثبوت یا صلوح یا ضعف یا سقط یا بطلان کیا نکلتا ہے مثلاً لا یصح یا لم یثبت یا سند
پر جہالت یا انقطاع سے طعن کیا وجہ ضعف معلوم ہوا اور اگر رفعہ کی قید زائد کر دی تو صرف
مرفوع کا ضعف اور بنظر مفہوم موقوف کا ثبوت مفہوم ہے وعلیٰ ہذا القیاس اور کچھ کلام نہ کیا تو امر محتاج
نظر و تنقیح رہے گا کما لا یخفیٰ مشکانی کی کتاب موضوعات مسمّٰی بہ فوائد مجموعہ بھی اسی قسم ثانی کے
ہے خود اس نے خطبہ کتاب میں اس معنی کی تصریح کی کہ میں اس کتاب میں وہ حدیثیں بھی ذکر کروں گا
جنہیں موضوع کہنا ہرگز صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہیں بلکہ ضعف بھی خفیف ہے بلکہ اصلاً ضعف نہیں حسن
تا صحیح ہیں کہ اہل تشدد کے کلام پر تنبیہ اور اُس کے رد کی طرف اشارہ ہو جائے عبارت اُسکی یہ ہے و
قد ذکر ما لا یصح اطلاق الموضوع علیہ بل غایۃ ما فیہ انہ ضعیف بمرۃ و قد یکون
ضعیفاً ضعفاً وقد یکون اعلیٰ من ذلک والحامل علی ذکر ما کان ھکذا التنبیہ علی انہ قد عد ذلک
بعض المصنفین موضوعاً کابن الجوزی فانہ تساھل فی موضوعاتہ حتی ذکر فیھا ما ھو صحیح فضلا
عن الحسن فضلا عن الضعیف وقد تعقبہ السیوطی بما فیہ کفایۃ وقد اشرت الی تعقباتہ[1]
تو متکلمین طائفہ کا یہ سفیہانہ زعم کہ حدیث تقبیل ابہامین شوکانی کے نزدیک موضوع نہ ہوتی تو کتاب
موضوعات میں کیوں ذکر کرتا کیسی جہالت فاحشہ ہے (تنبیہ) ہر چند یہ افادہ اُن گیارہ افادات
سابقہ سے زیادہ متعلق تھا جن میں حضرات طائفہ کے زعم موضوعیت کا ابطال ہوا مگر از انجا کہ ایسی
لچر بے معنی بات سے توہم موضوعیت کسی ذی علم کا کام نہ تھا لہٰذا ان افادات کے ساتھ منسلک
کیا کہ واضح ہو کر ذکر فی الموضوعات ضعف شدید کو بھی مستلزم نہیں جو ایک مسلک پر قبول

فی الفضائل میں تحمل ہو بلکہ خفیفۃ نفس ذکر بے ملاحظہ حکم تو مفید مطلق ضعف بھی نہیں کہ دونوں قسم میں صحاح وحسان تک موجود ہیں کما تبین (لطیفہ) اقوال حضرات وہابیہ کے پچھلے متکلم اگر موضوعات شوکانی کا موضوع نہ سمجھے تو کیا عجیب کہ خود ان کے امام شوکانی کی سمجھ بھی ایسی ہی ناقص اور کافی تھی یہیں خطبۂ موضوعات میں علما ئے نافیان کذب کی دو قسمیں کیں ایک وہ جنہوں نے رواۃ ضعفا وکذابین وغیرہم کے بیان میں تصنیفیں کیں جیسے کامل ومیزان وغیرہما دقسم جعلوا مصنفاتھم مختصۃ بالاحادیث الموضوعۃ دوسری وہ جنہوں نے اپنی تصانیف احادیث موضوعہ سے خاص کیں جیسے ابن جوزی وصغانی وغیرہما اور اسی قسم دوم میں مقاصد حسنہ امام سخاوی کو گن دیا حالانکہ وہ ہرگز تصانیف مختصہ بہ موضوعات سے نہیں بلکہ اُس کا مقصود ان احادیث کا حال بیان کرنا ہے جو زبانوں پر دائر ہیں عام ازیں کہ صحیح ہوں یا حسن یا ضعیف یا بے اصل یا باطل ولہذا اُس میں بہت احادیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں یہ صحیح بخاری میں ہے یہ صحیح مسلم کی ہے یہ صحیحین دونوں کے متفق علیہ ہے پچھلے دانش مند اوس کے نام کو بھی خیال نہ کیا المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتھرۃ علی الالسنۃ نہ اُسی کو آنکھ کھول کر دیکھا اُس کے پہلے ہی ورق کی چوتھی حدیث ہے حدیث آیۃ المنافق ثلث متفق علیہ دہیں ساتویں حدیث ہے حدیث ابد ابنفسک مسلم فی الزکوٰۃ من صحیحہ طرفہ تر یہ کہ انہیں میں تخریج الاحیاء العراقی بھی گن دی سبحان اللہ کہاں تخریج احادیث کتاب کہاں تصنیف فی الموضوعات اسی فہم پر ابوحنیفہ وشافعی سے دعوئے مساوات ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ط (نتیجۃ الافادات) الحمد للہ کلام اپنے ذروۂ اعلٰے کو پہنچا اور احقاق حق حیرا قصے کو ان چودہ افادوں نے ماہ شب چاردہ کی طرح روشن کر دیا کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں اگر تعدد طرق وعمل اہل علم سے متقوی نہ بھی ہوں تو انتہا درجہ ضعیف لضعف خفیف اور فضائل اعمال میں باجماع علمائے محدثین وفقہا مقبول وکافی اور ثبوت استحباب عمل کے لئے مفید ووافی ہیں منکرین کی ساری چہ میگوئیاں کہ

---

[1] افادہ ۲۴ میں شاہ ولی اللہ کا قول گزرا کہ ابن جوزی موضوعات دا بجرد ساخت وسخاوی در مقاصد حسنہ حسان لغیرہا الضعاف ومناکیر نیز بمود میں سے ظاہر کہ مقاصد حسنہ کے مقاصد حسنہ موضوع کتب موضوعات سے کتنے جدا ہیں ۱۲ منہ

جن کے ابطال واہمال کے لیئے تھیں بعونہ تعالیٰ اپنی سزائے کردار کو پہنچ گئیں والحمد للہ رب العالمین اب پھر دست استعانت قائد توفیق کے ہاتھ میں دیجئے اور بعنایت الٰہی و اعانت حضرت رسالت پناہی علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر المتناہی تحقیق مرام میں اس سے بھی وسیع تر تنزلی کلام اور آخر میں ازالہ واز ہاق بقیہ اوہام منکرین لیام کیجئے و باللہ التوفیق (**افادۂ بست و ششم**) **قول بالغرض** اگر ایسی جگہ ضعف سند ایسی ہی حد پر ہو کہ اصلا قابل اعتماد نہ ہے مگر جو بات اُس میں مذکور ہوئی وہ علما و صلحا کے تجربہ میں آچکی تو علمائے کرام اس تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں کہ آخر ضعف سند کذب واقعی کو مستلزم نہ تھا حاکم نے بطریق عمر بن ہارون بلخی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قضائے حاجت کے لیئے ایک ترکیب عجیب مرفوعا روایت کی جس کے آخر میں ہے ولا تعلموھا السفہاء فانہ یدعون بہا فیستجابون بیوقوں کو یہ نماز نہ سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعہ سے جو چاہیں گے مانگ بیٹھینگے اور قبول ہوگی) ائمۂ جرح و تعدیل نے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن متروک بلکہ متہم بالکذب تک کیا امام احمد و امام نسائی و امام ابو علی نیشاپوری نے فرمایا متروک الحدیث ہے امام علی بن مدینی و امام دارقطنی نے کہا سخت ضعیف ہے صالح جزرہ نے کہا کذاب ہے امام یحییٰ بن معین نے فرمایا محض لاشیٔ کذاب خبیث ہے کل ذٰلک فی المیزان لاجرم حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا متروک وکان حافظا ذہبی نے میزان میں کہا کان من اوعیۃ العلم علی ضعفہ وکثرۃ مناکیرہ وما اظنہ ممن یتعمد الباطل تذکرۃ الحفاظ میں آخر یہ کہا لاریب فی ضعفہ[2] امام اجل ثقہ حافظ عبد العظیم زکی منذری نے کتاب[1] الترغیب میں یہ حدیث بروایت حاکم نقل کرکے عمر بن ہارون کے متروک و متہم ہونے سے اُسے معلول کیا حیث قال قد تفرد بہ عمر بن ہارون البلخی و ھو متروک متہم اثنی علیہ ابن مہدی وحدہ فیما اعلمہ اھ **قلت** بل اختلف الروایۃ

---

[1] فی الترغیب فی صلاۃ الحاجۃ ۱۲ منہ [2] اقوال ہذا عجیب من مثل الحافظ مع قول نفسہ فی خاتمۃ الکتاب ضعفہ الجمہور و لقد تقیتہ وغیرہ فی تذکرۃ الحفاظ عن الا بارعن ابی عثمان عن بہز بن اسد انہ قال اری یحییٰ بن سعید حبۃ قال وساق الخطیب باسنادہ عن ابی عاصم انہ ذکر عمر بن ہارون فقال عمر عندنا احسن اخذا للحدیث من ابن المبارک وقال المروذی سئل ابو عبد اللہ عن عمر بن ہارون فقال ما ادری انا تعلق علیہ بشیء کتبت عنہ کثیرا فقیل لہ قد کانت لہ قصۃ مع ابن مہدی فقال بمعنی انہ کان یحمل علیہ وقال احمد بن سیار کان کثیر السماع کان قتیبۃ یطریہ و یوثقہ الخ ثم ذکر تکذیبہ و ترکہ و جرحہ عن ابن معین و آخرین ثم قال قلت لاریب فی ضعفہ وکان اماما حافظا فی حروف القراءات مات سنۃ اربع و تسعین و مائۃ اھ ۱۲ منہ

عن ابن مھدی ایضا فقال فی المیزان قال ابن مھدی واحمد والنسائی متروک الحدیث ثم قال وقال ابن حبان کان ابن مھدی حسن الرای فی عمر بن ھارون اھ فاللہ تعالٰی اعلم بانہم اراد انجا کرمستدرک میں تھا قال احمد بن حرب قد جربتہ فوجدتہ حقا وقال ابراھیم بن علی الدیبلی قد جربتہ فوجدتہ حقا وقال الحاکم قال لنا ابوزکریا قد جربتہ فوجدتہ حقا قال الحاکم قد جربتہ فوجدتہ حقا احمد بن حرب نے کہا میں نے اس نماز کو آزمایا حق پایا ابراہیم بن علی دیبلی نے کہا میں نے آزمایا حق پایا ہم سے ابوزکریا نے کہا میں نے آزمایا حق پایا حاکم کہتے ہیں خود میں نے آزمایا حق پایا، لہٰذا امام حافظ منذری نے فرمایا الاعتماد فی مثل ھذا علی التجربۃ لا علی الاسناد ایسی جگہ اعتماد تجربہ پر ہے نہ اسناد پر؛ امام ابن امیر الحاج[1] حلیہ میں حدیث کا وہ ضعف شدید اور امام ابن جوزی کا اُسے بالیقین موضوع کہنا[2] ذکر کرکے فرماتے ہیں دمشقی علی ھذا فی الحادی القدسی فانہ ذکر ھذہ الصلٰوۃ للحاجۃ علی ھذا الوجہ من الصلوات المستحبۃ حادی قدسی میں اسی پر عمل کیا کہ انہوں نے حاجت کے لئے اس ترکیب کو مستحب نمازوں میں ذکر فرمایا) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ سے امام اجل سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ الشریف کا ارشاد لطیف افادہ ۱۵ میں گزرا کہ میں نے صحت حدیث کو اس جوان کی صحت کشف سے پہچانا یعنی جب اُس کے کشف سے معلوم ہوا کہ حدیث میں جو وعدہ آیا تھا ٹھیک اُترا معلوم ہوا کہ حدیث صحیح ہے اب صدر رسالہ میں امام سخاوی کے نقول دیکھ لیجئے کہ اس تقبیل ابہامین کے کتنے تجربے علماء وصلحاء سے منقول ہوئے ہیں لاجرم علامہ طاہر فتنی نے فرمایا روی تجربۃ ذلک عن کثیرین اس کا تجربہ بہت لوگوں سے روایت کیا گیا) تو عزیزو اگر بفرض غلط سند کسی قابل نہ سمجھو تاہم تجربہ علماء کو سند کافی جانو (افادہ بست وہشتم) اقول بھلا یاں تو طرق مسندہ باسانید متعددہ کتب حدیث میں موجود علمائے کرام تو ایسی جگہ صرف کلمات بعض علماء میں بلا سند مذکور ہونا ہے سند کافی سمجھتے ہیں اگرچہ طبقہ

علہ نسبۃ الٰی دبیل بفتح الدال المھملۃ وسکون المثناۃ من تحت وفتح الموحدۃ وادا آخرہ لام قصبۃ بلاد السند کما فی القاموس ۱۲ منہ

[1] اقول بحمد اللہ تعالٰی اس فقیر نے بھی کئی بار آزمایا حق پایا بعض قریب تراعزہ کو سخت ناسازی تھی طول ہوا یہاں تک کہ ایک روز حالت نزع طاری ہوئی سب رونے لگے فقیر مشغول نماز مذکور ہوا پڑھ کر آیا تو عزیز مذکور بیٹھا باتیں کرتا پایا والحمد للہ میں کمال ہونے آئے جب یہ محمد اللہ فضل الٰہی ہے ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ ۱۲ منہ[3] آخر الکتاب فی الفضائل الثالث عشر فی صلٰوۃ الحاجۃ من فصول تکمیل الکتاب ۱۲ منہ

[2] یہ آخر حدیث من باب الصلٰوۃ فی الموضوعات قال المخرج موضوع عمر بن ھارون کذاب قال خاتم الحفاظ عمر روی لہ الترمذی وابن ماجۃ وقال فی المیزان کان من اوعیۃ العلم الٰی آخر ما نقلنا قال وحدث للحدث طریقا آخر فذکر ما اسند ابن عساکر عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ نحوہ وسکت علیہ خاتم الحفاظ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ

رابعہ وغیرہا کسی طبقہ حدیث میں اُس کا نام ونشان نہ ہو حضور اقدس سید المرسلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے
وصال اقدس کے بعد امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور والا کو ندا کر کے بابی انت
وامی یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ حضور پر قربان یارسول اللہ کہہ کر حضور کے فضائل جلیلہ وشمائل
جمیلہ عرض کرنا یہ حدیث (امام ابو محمد عبد اللہ بن علی لخمی اندلسی رشاطی نے پانچویں صدی کے علما سے تھے ۵۴۶ھ
میں انتقال کیا) اپنی کتاب اقتباس الانوار والتماس الازہار اور ابو عبد اللہ محمد محمد ابن الحاج عبدری مکی
مالکی نے کہ آٹھویں صدی کے فضلا سے تھے ۷۳۰ھ میں وصال ہوا اپنی کتاب مدخل میں ذکر کی دونوں
نے محض بلا سند آئمہ کرام وعلمائے اعلام نے اس سے زائد اس کا پتا نہ پایا کتب حدیث میں اصلاً
نشان نہ ملا مگر ازانجا کہ مقام مقام فضائل تھا اسی قدر کو کافی سمجھا ان نادانوں کندجا اسوں فرق مراتب
ناشناسوں کی طرح طبقہ رابعہ میں ہونا درکنار اصلاً کسی طبقہ میں نہ ہونا بھی انہیں اُس کے ذکر وقبول سے مانع
نہ آیا بلکہ اُس سے استناد فرمایا علامہ ابو العباس قصار نے اُسی شرح قصیدہ بردہ شریف میں ذکر کیا
اور انہیں رشاطی کا حوالہ دیا پھر امام علامہ احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں بصیغۂ جزم ذکر کی اسی
شرح قصار ومدخل کی سند دی اسی مواہب شریف ونسیم الریاض علامہ شہاب خفاجی مصری ومدارج النبوۃ
شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی وغیرہا میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زیر بیان آیۃ کریمہ لا اقسم
بھذا البلد ۝ وانت حل بھذا البلد ۝ جس میں رب العزت تبارک وتعالیٰ نے شہر مصطفےٰ صلے اللہ
تعالےٰ علیہ وسلم کی قسم یاد فرمائی ہے محل استناد میں ذکر کیا کہ قرآن عظیم نے حضور پرنور سید المحبوبین صلی اللہ
تعالےٰ علیہ وسلم کی جان پاک کی بھی قسم کھائی کہ لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون تیری جان کی قسم یہ کافر
اپنے نشہ میں بہک رہے ہیں) اور حضور کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ لا اقسم بھذا البلد ۝ مگر
اس قسم میں اُس سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے جس طرح امیر المومنین عمر فاروق
اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ عرض کرتے ہیں میرے ماں باپ حضور پر قربان یا
رسول اللہ اللہ عزوجل کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہنچا کہ حضور کے خاک پا کی قسم یاد فرمائی
لا اقسم بھذا البلد ۝ نسیم کی دلکشا عبارت یہ ہے قد قالوا ان ھذا القسم ادخل فی تعظیمہ
صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم من القسم بذاتہ وبحیاتہ کما اشار الیہ عمر رضی اللہ تعالےٰ

۱؎ الفصل الاول
[illegible]

[illegible]

۱؎ الفصل الرابع من الباب الاول ۱۲

عنہ بقولہ بابی انت وامی یارسول اللہ قد بلغت من الفضیلۃ عندہ ان اقسم بتراب قدمیک فقال لا اقسم بہذا البلد ہ مواہب لدنیہ میں ہے علی کل حال فہذا متضمن للقسم ببلد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا یخفی ما فیہ من زیادۃ التعظیم وقد روی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ قال للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بابی انت وامی یارسول اللہ لقد بلغ من فضیلتک عند اللہ ان اقسم بحیاتک دون سائر الانبیاء ولقد بلغ من فضیلتک عندہ ان اقسم بتراب قدمیک فقال لا اقسم بہذا البلد ہ مدارج میں اسے نقل کرکے فرمایا یعنی سوگند میخورد بایں بلد کہ عبارت است از زمینے کہ پے سپر میکند آنرا سوگند بخاک پائے خوردن اسناد ایں لفظ در ظاہر نظر سخت می نماید نسبت بجناب عزت چوں گویند کہ سوگند میخورد بخاک پائے حضرت رسالت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونظر بحقیقت معنی صاف وپاک ست کہ غبارے براں نہ وتحقیق ایں سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ بچیزے غیر ذات وصفات خود برائے اظہار شرف وفضیلت وتمیز آں چیزست نزد مردم ونسبت بایشاں تا بدانند کہ آں امرے عظیم وشریف است نہ آنکہ اعظم است نسبت بوے تعالٰی الخ۔ میں ایک ایسی حدیث بے سند کو کیا ذکر کرتا ہوں اس کی تو صدہا نظیریں کتب علما میں موجود ہیں زیادہ جانے دیجئے یہ پچھلے زمانے کے بڑے محدث شاہ ولی اللہ صاحب بھی جا بجا اپنی تصانیف میں ایسی کتب کی حدیثوں سے سند لاتے ہیں جو نہ کسی طبقہ حدیث میں داخل نہ ان میں سند کا نام ونشان قرۃ العینین میں روایات مذکورہ تاریخ یافعی وروضۃ الاحباب وشواہد النبوۃ مولانا جامی قدس سرہ السامی سے استناد موجود مثلاً لکھا امام انصاف شیخین بصفات کاملہ تلبیہ بطریق اتم بود وظہور خرق عوائد وتربیت الٰہی ایشاں را بر دیا ومانند آں آمد ایشاں بسیار روشن شدہ حدیثی چند ازیں جملہ نیز روایت کنیم در شواہد النبوۃ از ابو مسعود انصاری منقول است کہ گفتہ است کہ اسلام ابوبکر شبیہ بوحی ست زیرا کہ وے گفتہ است کہ شبی پیش از بعثت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم در خواب دیدم کہ نورے عظیم از آسمان فرود آمد وبر بام کعبہ افتاد الخ ونیز در شواہد مذکور است کہ امیر المؤمنین ابوبکر صدیق گفتہ است کہ روزے در ایام جاہلیت در سایہ درختے نشستہ بودم ناگاہ میلے بمن کرد آوازے ازاں درخت بگوش من آمد کہ پیغمبرے درفلاں وقت بیروں خواہد آمد

می باید کہ توسعادت مند ترین مردمان باشی بوئے آنکہ نیز در شواہد از ابوبکر صدیق منقول است کہ در مرض آخر خود گفت کہ امشب در تفویض امر خلافت تبکرار استخارہ کردم الخ ملتقطاً اسنی میں ہے چون نوبت خلافت بفاروق رسید سیاسی بروست او واقع شد کہ غیر نبی برآں قادر نباشد واگر عقل سلیم را اعمال نمائیم در امورے کہ خلافت انبیا را شاید بہتر از حال وے متصور نگردد زیرا کہ حضرت پیغامبر صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بدو چیز مشغول بودندیکے تعلیم علم وفاروق اعظم مسائل را تفحص کرد و ترتیب کتاب وسنت واجماع وقیاس آورد وسد مداخل تحریف نمود چنانکہ علمائے صحابہ ہمہ گواہی دادند کہ وے علم زمان خود واست دیگر جہاد کفار و فاروق تحمل اعبائے جہاد بوجہے نمود کہ خوب تر آناں صورت انگیز د قال الیافعی فی السنۃ الرابعۃ عشر فتحت دمشق الخ در روضۃ الاحباب مذکور ست کہ در زمان خلافت وے ہزار وسی وشش شہر با توابع ولواحق آن فتح شد وچہار ہزار مسجد ساختہ گشت وچہار ہزار کنیسہ خراب گردید ویک ہزار ونہ صد منبر بنا کرد نداھ بالالتقاط یونہیں تفسیر عزیزی وغیرہ تصانیف مولانا شاہ عبد العزیز صاحب میں ایسے بہت استناد ملیں گے اس کا گننا ہی کیا تھا مجھے تو یہاں یہ نص قاہر و باہر سنانا ہے کہ حدیث مذکور فاروقی یالیت امتی دامی یا رسول اللہ کا ایک پارہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے بھی شفا شریف میں یونہیں بلاسند ذکر فرمایا اس پر امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی نے مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا پھر اُن کے حوالہ سے علامہ خفاجی نے نسیم میں ارشاد کیا لم اجدہ فی شئ من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخلہ ذکراہ فی ضمن حدیث طویل وکفی بذلک سندا لمثلہ فانہ لیس مما یتعلق بالاحکام میں نے یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہ پائی مگر صاحب اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل میں ایک حدیث طویل میں اسے ذکر کیا ایسی حدیث کو اتنی ہی سند بہت ہے کہ وہ کچھ احکام سے تو متعلق نہیں (فقیر بعون رب قدیر جل وعلا تنزل پر تنزل کرکے روشن تر سے روشن تر کلام کرے مگر حضرات منکرین کی آنکھیں خدا ہی کھولے۔ (افادہ بست وہشتم) اقول اچھا سب جانے دیجیے اپنی خاطر پورا تنزل لیجیے بالفرض حدیث موضوع وباطل ہی ہوتا ہم موضوعات حدیث عدم حدیث ہے نہ حدیث عدم اس کا اصل صرف اتنا ہوگا کہ اس بارہ میں کچھ وارد نہ ہوا نہ یہ کہ اُن کا رد ومنع وارد ہوا اب اصل فعل کو دیکھا جائے گا اگر قواعد شرع ممانعت بتائیں ممنوع ہوگا ورنہ اباحت اصلیہ پر رہیگا اور بہ نیت حسن حسن ومستحسن ہوجائیگا کما ھو

شان المباحات جمیعا کما نص علیہ فی الاشباہ ورد المحتار وانموذج العلوم وغیرہا من معتمدات الاسفار۔ حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں ممنوع ہونے لگا، موضوع خود باطل ومہمل وبے اثر ہے یا نہی وممانعت کا پروانہ، لاجرم علامہ سیدی احمد طحطاوی مصری حاشیہ درمختار میں زیر قول رملی واما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحال فرماتے ہیں ای حیث کان مخالفا لقواعد الشریعۃ واما اذا کان داخلا فی اصل عام فلا مانع منہ لا لجعلہ حدیثا بل لدخولہ تحت الاصل العام یعنی جس فعل کے بارہ میں حدیث موضوع وارد ہو اُسے کرنا اُسی حالت میں ممنوع ہے کہ خود وہ فعل قواعد شرع کے خلاف ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ کسی اصل کلی کے نیچے داخل ہے تو اگرچہ حدیث موضوع ہو فعل سے ممانعت نہیں ہوسکتی نہ اس لیے کہ موضوع کو حدیث ٹھہرائیں بلکہ اس لیے کہ وہ قاعدہ کلیہ کے نیچے داخل ہے **اقول** فقد افاد رحمہ اللہ تعالٰی بتعلیلہ ان المراد جواز العمل بما فی موضوع لا لکونہ فی موضوع وسیلقی علیک تحقیق المقام بتوفیق الملک العلام فانتظر۔ یہ تو تصریح کلی تھی، اب جزئیات پر نظر کیجئے تو وہ بھی یا علی ندا شہادت جواز دے رہے ہیں جس نے کلمات علمائے کرام حشرنا اللہ تعالٰی فی زمرتہم کی خدمت کی وہ جانتا ہے کہ درود موضوعات واباطیل اُن کے نزدیک موجب منع فعل نہ تھا بلکہ باوصف اظہار وضع وبطلان حدیث اجازت افعال کی تصریح فرماتے، یہاں بنظر اختصار چند امثلہ پر اقتصار (۱) امام سخاوی رحمۃ اللہ تعالٰی مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں حدیث لبس الخرقۃ الصوفیۃ وکون الحسن البصری لبسہا من علی قال ابن دحیۃ وابن الصلاح انہ باطل وکذا قال شیخنا انہ لیس فی شیئ من طرقہا ما یثبت ولم یرد فی خبر صحیح ولا حسن ولا ضعیف ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم البس الخرقۃ علی الصورۃ المتعارفۃ بین الصوفیۃ لاحد من اصحابہ ولا امر احدا من اصحابہ بفعل ذلک وکلما یروی صریحا فی ذلک فباطل ثم ان ائمۃ الحدیث لم یثبتوا للحسن من علی سماعا فضلا عن ان یلبسہ الخرقۃ ولم ینفرد شیخنا بہذا بل سبقہ الیہ جماعۃ حتی من لبسہا والبسہا کالدمیاطی والذہبی والہکاری وابی حیان والعلائی ومغلطائی والعراقی وابن الملقن والابناسی والبرہان الحلبی وابن ناصر الدین ہذا مع الباسی ایاہا لجماعۃ من اعیان المتصوفۃ امتثالا لالتزامہم لی بذلک

خرقۂ صوفیہ کرام وسماع حسن بصری از امام

حتی تجاہ الکعبۃ المشرفۃ تبرکا بذکر المصلحین واقتفاء لمن اثبتہ من الحفاظ المعتمدین اھ بتلخیص خرقہ پوشی صوفیہ کرام کی حدیث اور یہ کہ حضرت حسن بصری قدس سرہ السری نے امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم سے خرقہ پہنا امام ابن دحیہ وامام ابن الصلاح نے فرمایا باطل ہے ایسا ہی ہمارے استاذ امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس کی کوئی سند ثابت نہیں نہ کسی خبر صحیح نہ حسن نہ ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس صورت معمولۂ صوفیہ کرام پر کسی کو خرقہ پہنایا یا اس کا حکم فرمایا جو کچھ اس بارہ میں صریح روایت کیا جاتا ہے سب موضوع ہے پھر آئمہ حدیث تو حضرت حسن کا حضرت مولیٰ سے حدیث سننا بھی ثابت نہیں کرتے خرقہ پہنانا تو بڑی بات ہے اور یہ بات کچھ ہمارے شیخ ہی نے نہ فرمائی بلکہ اُن سے پہلے ایک جماعت آئمہ محدثین ایسا ہی فرما چکی یہاں تک کہ وہ اکابر جنہوں نے خود پہنا پہنایا جیسے امام[1] دمیاطی امام[2] ذہبی امام[3] شیخ الاسلام سید ناہکاری امام[4] ابو حیان امام[5] علاء الدین علائی امام[6] مغلطائی امام[7] عراقی امام[8] ابن الملقن امام[9] ابناسی امام[10] برہان حلبی امام[11] ابن ناصر الدین دمشقی بہ آنکہ ہمیں نے خود ایک جماعت عمدۂ متصوفین کو خرقہ پہنایا کہ مشائخ کرام نے مجھ پر لازم فرمایا تھا یہاں تک کہ خاص کعبۂ معظمہ کے سامنے پہنایا ذکر اولیائے کرام سے برکت لینے اور حفاظ معتمدین کی پیروی کو جو اُسے ثابت کر گئے (رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین دیکھو یہ جماعت کثیرہ آئمہ دین وحملۂ شرع مبین باآنکہ احادیث خرقہ کو باطل محض جانتے پھر بھی خرقہ پہنتے پہناتے اور اُسے باعث برکات مانتے (تنبیہ) یہ انکار محدثین اپنے مبلغ علم پر ہے اور وہ اُسمیں معذور مگر حق اثبات سماع ہے محققین نے اُسے بسند صحیح ثابت کیا امام خاتم الحفاظ جلال سیوطی نے خاص اس باب میں رسالہ اتحاف الفرقہ تالیف فرمایا اُس میں فرماتے ہیں اثبتہ جماعۃ وھو الراجح عندی لوجوہ وقد رجحہ ایضا الحافظ ضیاء الدین المقدسی فی المختارۃ وتبعہ الحافظ ابن حجر فی اطراف المختارۃ حضرت حسن کا حضرت مولیٰ سے سماع ایک جماعت محدثین نے فرمایا اور یہی متعدد دلیلوں سے میرے نزدیک راجح ہے اسی کو حافظ ضیاء الدین مقدسی نے صحیح مختارہ میں ترجیح دی اور امام الشان ابن حجر عسقلانی نے اطراف مختارہ میں اُن کی تبعیت کی) پھر دلائل ترجیح لکھ کر فرماتے ہیں امام ابن حجر نے فرمایا مسند ابی یعلیٰ میں ایک حدیث ہے کہ حدثنا جریرۃ بن اشرس قال اخبرنا عقبۃ بن ابی الصھباء الباھلی قال سمعت الحسن یقول سمعت علیا یقول قال رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مثل امتی مثل

المطر الحدیث ہمارے شیخ المشائخ محمد بن حسن بن صیبی نے فرمایا یہ حدیث نص صریح ہے کہ حسن کو مولی علی سے سماع حاصل ہے اس کے رجال سب ثقات ہیں جو یریہ کو ابن حبان اور عقبہ کو امام احمد و یحیی بن معین نے ثقہ کہا انتہی **اقول** یہ تو بطور محدثین ثبوت صریح و صحیح ہے اور حضرات صوفیہ کرام کی نقل متواتر تو موجب علم قطعی و یقینی ہے جس کے بعد حصول سماع و لبس خرقہ میں اصلاً محل سخن نہیں وللہ الحمد (۲)

علامہ طاہر فتنی آخر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں من شم الورد ولم یصل علی فقد جفانی ہو باطل وکذب وکذا من شم الورد الاحمر الخ تذکرۃ کتبت فی شان الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عند شم الطیب لشیخنا الشیخ علی المتقی قدس سرہ ہل لہ اصل فکتب الجواب عن شیخنا الشیخ ابن حجر قدس سرہ وغیرہ بما نصہ اما الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عند ذلک ونحوہ فلا اصل مع ذلک فلا کراھۃ عند نا اھ ملخصاً یہ حدیث کہ جس نے پھول سونگھا اور مجھ پر درود نہ بھیجا اس نے مجھ پر ظلم کیا باطل و کذب ہے ایسی ہی وہ حدیث جو گلاب کا پھول سونگھنے میں آئی میں نے اس باب میں اپنے شیخ حضرت شیخ علی متقی مکی قدس سرہ الملکی کو لکھا کہ خوشبو سونگھتے وقت درود پڑھنے کی کچھ اصل ہے انہوں نے ہمارے استاد امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی یا کسی اور عالم کے حوالہ سے جواب تحریر فرمایا کہ ایسے وقت نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی کچھ اصل نہیں تاہم ہمارے نزدیک اس میں کوئی کراہت بھی نہیں پھر امام مذکور بعد اس تحقیق کے کہ اس وقت غافلانہ بے نیت ثواب درود نہ پڑھنا چاہیے ارشاد فرماتے ہیں اما من استیقظ عند اخذہ الطیب او شمہ الی ماکان علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من محبتہ للطیب واکثارہ منہ فتذکر ذلک الخلق العظیم فصلی علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حینئذ لما وقر فی قلبہ من جلالتہ واستحقاقہ علی کل امتہ ان یلحظوہ بعین نہایۃ الاجلال عند رؤیۃ شیئ من آثارہ او ما یدل علیھا فھذا لا کراھۃ فی حقہ فضلا من الحرمۃ بل ھو آت بمافیہ اکمل الثواب الجزیل والفضل الجمیل وقد استحبہ العلماء من رای شیئا من آثارہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولاشک ان من استحضر ماذکرتہ عند شمہ الطیب یکون کالرائی لشیئ من آثارہ الشریفۃ فی المعنی فلیس لہ الاکثار من الصلاۃ والسلام علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاہ مختصراً ہاں خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت متنبہ ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسے دوست رکھتے اور

بکثرت استعمال فرماتے تھے اس خلق عظیم کو یاد کرکے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود بھیجے کہ حضور کی عظمت اور تمام امت پر حضور کا یہ حق ہونا اس کے دل میں جما کہ جب حضور کے آثار شریفہ یا ان پر دلالت کرنے والی کوئی چیز دیکھیں تو نہایت تعظیم کی آنکھ سے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تصور کریں تو ایسے کے حق میں حرمت چھوڑ کراہت کیسی اس نے تو وہ کام کیا جس پر ثواب کثیر و فضل جلیل پائیگا کہ زیارت آثار شریفہ کے وقت درود پڑھنا علماء نے مستحب رکھا ہے اور شک نہیں کہ جس نے خوشبو سونگھتے وقت یہ تصور کیا وہ گویا یعنی بعض آثار شریفہ کی زیارت کر رہا ہے تو اسے تو اس وقت حضور پر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود و سلام کی کثرت سنت ہے) دیکھو باآنکہ احادیث موضوع تھیں اور خاص فعل کی اصلاً سند نہیں پھر بھی علماء نے جائز رکھا اور بہ نیت نیک باعث اجر عظیم و فضل کریم قرار دیا۔

(۳) فتح الملک المجید کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث ادعیہ و اذکار صبح و شام ہے یشبہ ما ھنا ما اعتادہ السادۃ الصوفیۃ من قول لا الہ الا اللہ سبعین الف مرۃ یذکرون ان اللہ تعالٰی یعتق بھا رقبۃ من قالھا واشتری بھا نفسہ من النار ویحافظون علیھا لانفسھم ولمن مات من اھالیھم واخوانھم وقد ذکرھا الامام الیافعی والعارف الکبیر المحی ابن العربی واوصی بالمحافظۃ علیھا وذکروا انہ قد ورد فیھا خبر نبوی لکن قال بعض المشائخ لم ترد بہ السنۃ فیما اعلم وقد وقفت علی صورۃ سؤال للحافظ ابن حجر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن ھذا الحدیث وھو من قال لا الہ الا اللہ سبعین الفا فقد اشتری نفسہ من اللہ وصورۃ جوابہ الحدیث المذکور لیس بصحیح ولا حسن ولا ضعیف بل ھو باطل موضوع اھ ھکذا نقل النجم الغیطی وعقبہ بقولہ لکن ینبغی للشخص ان یفعل ذلک اقتداء بالسادۃ وامتثالا لقول من اوصی بھا وتبرکا بافعالھم اھ ملخصا انہیں دعاؤں کا مشابہ ہے وہ جو سادات صوفیہ کرام میں ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ کا رواج ہے اور بیان کرتے ہیں کہ جو ایسا کہیگا اللہ عزوجل اسے آزاد فرمائیگا اس نے اپنی جان دوزخ سے بچالی اور اس پر اپنی اور اپنے اموات اقارب و احباب کے لیے محافظت فرماتے ہیں اسے امام یافعی اور عارف کبیر سیدی محی الدین ابن عربی قدس سرہما نے ذکر کیا اور شیخ اکبر نے اسپر محافظت کی تاکید فرمائی صوفیہ کرام اس باب میں حدیث نبوی کا آنا بیان فرماتے ہیں لیکن بعض مشائخ نے کہا میری دانست میں کوئی حدیث اس میں وارد نہ ہوئی اور میں نے ایک فتوے دیکھا کہ امام

ابن حجر سے اس حدیث کی نسبت سوال ہوا تھا کہ جو کوئی ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کہے اس نے اپنی جان اللہ عزوجل سے خرید لی، امام نے جواب لکھا کہ یہ حدیث نہ صحیح ہے نہ حسن نہ ضعیف بلکہ باطل و موضوع ہے علامہ نجم الدین غیطی نے اس فتوے کو ذکر کرکے فرمایا کہ آدمی کو چاہیئے اس عمل کو بجالائے کہ اولیائے کرام کی پیروی اور اس کے وصیت فرمانے والوں کا حکم ماننا اور ان کے افعال سے برکت لینا حاصل ہو، یہ علامہ نجم الدین محمد بن محمد غیطی امام شیخ الاسلام فقیہ محدث عارف باللہ سیدی زکریا انصاری قدس سرہ الشریف کے تلمیذ اور امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی کے تلمیذ التلمیذ اور شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحب کے استاذ و سلسلہ حدیث ہیں دیکھو انھوں نے امام ابن حجر کا وہ فتوے نقل کرکے حدیث کے باطل و موضوع ہونے کو برقرار رکھا پھر بھی فعل کی وصیت فرمائی کہ اولیائے کرام کا اتباع اور ان کے حکم کا امتثال اور ان کے اقوال سے تبرک نصیب ہو وباللہ التوفیق اسی طرح جناب شیخ مجدد صاحب نے بھی اس کی ہدایت فرمائی جلد ثانی مکتوبات میں لکھتے ہیں بیاران و دوستان فرمایند کہ ہفتاد ہزار بار کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق و بروحانیت مرحومہ ہمشیرۂ او ام کلثوم بخوانند و ثواب ہفتاد ہزار بار را بروحانیت یکے بخشند و ہفتاد ہزار بار دیگر را بروحانیت دیگرے از دوستان دعا و فاتحہ مسئول است باقی اس باب میں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی عبارت افادہ ۱۵ اور احادیث کریمہ حضرات اولیائے کرام کی تحقیق افادہ ۱۹ میں دیکھئے (۴) مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے موضوعات کبیر میں نقل فرمایا احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء کلہا باطلۃ جن حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ وضو میں فلاں فلاں عضو دھوتے وقت یہ یہ دعا پڑھے سب موضوع ہیں، پھر فرمایا ثم اعلم انہ لا یلزم من کون اذکار الوضوء غیر ثابتۃ عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان تکون مکروھۃ او بدعۃ مذمومۃ بل انھا مستحبۃ استحسنہا العلماء الاعلام والمشائخ الکرام لمناسبۃ کل عضو بدعاء یلیق فی المقام پھر یہ جان رکھ کہ ادعیہ وضو کا حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو کچھ اسے مستلزم نہیں کہ وہ مکروہ یا بدعت شنیعہ ہوں بلکہ مستحب ہیں علمائے عظام و اولیائے کرام نے ہر ہر عضو کے لائق دعا اس کی مناسبت سے مستحب مانی ہے) اس عبارت سے روشن طور پر ثابت ہوا کہ اباحت تو اباحت موضوعیت حدیث استحباب فعل کی بھی منافی نہیں اور واقعی ایسا ہی ہے کہ موضوعیت عدم حدیث ہے اور ورود حدیث بخصوص فعل لازم استحباب نہیں کہ اس کے ارتفاع سے اس کا انتفا لازم آئے کما لایخفی (تنبیہ) اس بارہ میں سب احادیث کا موضوع ہونا ابن القیم کا خیال ہے اسی سے مولانا علی قاری نے نقل فرمایا اور ایسا

ہی ذہبی نے ترجمہ عباد بن صہیب میں حسب عادت حکم کیا مگر عند التحقیق اس میں کلام ہے اس باب میں ایک مفصل حدیث ابو حاتم اور ابن حبان نے تاریخ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی انصافاً نہایت اس کی ضعف ہے اور مقام مقام فضائل لا جرم الحلیۃ شرح المنیۃ للامام ابن امیر الحاج[۱] فیجعل مایرشد لک الی الحق (بہ) اھ دھا ج فی ابل داج (۵) سب سے طرفہ تر یہ کہ حدیث مسلسل بلاشائبہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اسکی اجازت مع ضیافت آپ ذریا اپنے شیخ علامہ ابو طاہر سے لی اور اسیطرح مع ضیافت اپنے صاحبزادہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور انہوں نے اپنے نواسے میاں اسحاق صاحب کو دی اس کا مدار عبداللہ بن میمون قداح متروک ہونے کے علاوہ خود الفاظ متن ہی سخت منکر واقع ہوئے ہیں با اینہمہ اکابر محدثین کرام آج تک اس سے برکت تسلسل چاہا کیے ہیں ان کے اسمائے کرام سلسلۂ سند سے ظاہر شیخ شیخنا فی الحدیث مولانا عابد سندی مدنی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے ثبت حصر الشارد میں اسے ذکر کرکے فرماتے ہیں ھذا مما تفرد بہ عبداللہ بن میمون القداح وہو غیر واحد بانہ متہم بالکذب والوضع قال السخاوی لایباح ذکرہ الا مع ذکر وضعہ لکن المحدثین مع کثرۃ کلامہم فیہ ومبالغتہم فیہ ورمیہ بالوضع لایزالون یذکرونہ یتبرکون بالتسلسل اھ یہ حدیث صرف بروایت قداح آئی اور متعدد ائمہ نے اس کے متہم بکذب ووضع ہونے کی تصریح فرمائی امام سخاوی فرماتے ہیں اس کا ذکر بے بیان موضوعیت روا نہیں مگر محدثین باآنکہ یہ نہایت شدت قداح میں قدح کرنے اور اس پر وضع حدیث کا طعن فرماتے ہیں ہمیشہ اس حدیث کو ذکر کرتے اور تسلسل کی برکت چاہتے رہے ہیں اقول یہ حدیث ہمیں اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے دو طریق سے پہنچی اول الطریق شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی بسندہ الی الامام ابی الخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد ابن الجزری بسندہ الی ابی الحسن الصفلی لطریقہ

---

[۱] شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر کی روایت کہ نرقاۃ سے گذری فتح الملک المجید میں بھی نقل کی طرفہ یہ کہ وہابیہ نانوتہ و دیوبند کے امام مولوی قاسم صاحب نے بھی اسے نقل کیا اور حضرت شیخ کی جگہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام پاک لکھا اور ستر ہزار کا لاکھ یا پچھتر ہزار بنا یا شاید یہ دھوکا اونہیں سوم کے چنوں سے لگا ہو تحذیر الناس میں لکھتے ہیں حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ کہا اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں حضرت جنید نے لاکھ یا پچھتر ہزار کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اسقدر کلمہ کے ثواب پر وعدۂ مغفرت ہے جی ہی جی میں اس کو بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے کہا اب والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں آپنے فرمایا اس جوان کے مکاشفہ کی صحت مجھ کو حدیث سے ملی ہے اور حدیث کی تصحیح اس کی مکاشفہ سے ہو گئی اور تفصیل ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

لی القداح عن الامام جعفر الصادق عن آبائہ الکرام عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجوھہم
عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دوسری بطریق شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی بسندہ الی ابی الحسن
الی القداح الی امیر المؤمنین عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قداح رجال جامع ترمذی سے ہے
متروک سہی حد وضع تک منتہی نہیں متن طریق دوم میں مبالغات عظیمہ ہیں اُس پر حکم بطلان بعید نہیں
شاہ ولی اللہ صاحب کی روایت وہی ہے اور اوسی میں ہمارا کلام مگر طریق اول میں صرف اتنا ہے کہ من
اضاف مؤمنا فکانما اضاف آدم ومن اضاف اثنین فکانما اضاف آدم وحواء ومن اضاف ثلثۃ فکانما
اضاف جبرئیل ومیکائیل واسرافیل اُس میں کوئی ایسا امر نہیں کہ قلب خواہی نخواہی وضع پر شہادت
دے ولہذا امام ابن الجزری نے اسی قدر فرمایا کہ حدیث غریب لم یقع لنا بھذا الوجہ الا یمن الاسناد
ظاہر ہے کہ تفرد و متروک مستلزم وضع نہیں کما بیناہ فی الافادۃ التاسعۃ اما ما اعلہ الشیخ ابو محمد
بن الامیر المالکی المصری المدرس بالجامع الازھر بعد ایرادہ فی ثبتہ بالمتن الثانی المذکور
فیہ الاضافۃ الی تمام العشرۃ بذکر الملئکۃ فی الضیافۃ وھم لا یاکلون ولا یشربون قال فان صح فھو
خارج مخرج الفرض ما لتقدیر یعزم کما نبانا بہ فی جملۃ من رویتہ شیخنا العلامۃ زین الحرم
السید احمد بن زین بن دحلان المکی عن الشیخ عثمٰن بن حسن الدمیاطی عن مؤلفہ الشیخ
الامیر المالکی فاقول لیس بعجیب انبأنا السید حسین بن صالح جمل اللیل المکی عن الشیخ محمد
عابد السندی المدنی بسندہ المشہور الی صحیح مسلم بسندہ المعلوم الی ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی
عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ عزوجل یقول یوم القیمۃ یا ابن آدم مرضت
فلم تعدنی الحدیث وفیہ یا ابن آدم استطعمتک فلم تطعمنی قال یا رب کیف اطعمک وانت رب
العالمین قال اما علمت انہ استطعمک عبدی فلان فلم تطعمہ اما علمت انک لو اطعمتہ لوجدت
ذلک عندی یا ابن آدم استسقیتک فلم تسقنی الحدیث المعروف ثم اقول تحقیق مقام یہ ہے
کہ عمل موضوع وعمل بما فی موضوع میں زمین آسمان کا فرق ہے کما یظھر مما قدمنا فی الافادۃ الحادیۃ
والعشرین ثانی مطلقا ممنوع نہیں ورنہ ایجاب وتحریم کی باگ مفتریان بیباک کے ہاتھ ہو جائے
لاکھوں افعال مباحہ جن کے خصوص میں نصوص نہیں وضاعین اُن میں سے جس کی ترغیب میں حدیث
وضع کردیں حرام ہوجائے جس سے ترہیب میں گڑھ لیں وہ واجب ہوجائے کہ بتقدیر اول پر فعل ثانی پر ترک

مستلزم موافقت موضوع ہوگا اور وہ ممنوع لطف یہ کہ اگر ترغیب و ترہیب دونوں ہیں بنا دیں تو فعل و ترک دونوں کی جان پر بنا دیں نہ کرتے بن پڑے نہ چھوڑتے فاعلم وافہم ان کنت تفہم اور اول میں بھی حقیقۃً محذور نفس فعل میں نہیں بلکہ نظر امتثال و اعتقاد ثبوت میں تو بغرض وضع اس نظر سے منع ہے نہ اصل فعل سے لغویئے وہابیہ ہمیشہ ذات و عارض میں فرق نہیں کرتے ماعلی مثلہم یعد الخطاء (افادہ بسمت و فہم)

بالفرض کچھ نہ سہی تو اتنی درجہ اس فعل کو اعمال مشائخ سے ایک عمل سمجھیے کہ بغرض روشنائی بصر معمول ایسی جگہ ثبوت حدیث کی کیا ضرورت ضیعہ اعمال میں تصرف و استخراج مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے ہزاروں عمل اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعث نفع بندگان خدا ہوتے ہیں کوئی ذی عقل حدیث سے اُن کی سند خاص نہیں مانگتا کتب آئمہ و علما و مشائخ و اساتذہ شاہ ولی اللہ و شاہ عبد العزیز اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صدہا باتوں سے مالا مال ہیں انہیں کیوں نہیں بدعت و ممنوع کہتے خود شاہ ولی اللہ ہوامع میں لکھتے ہیں[1] اجتہاد را در اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبا نسخہائے قرابادین را این فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت اول طلوع صبح صادق تا اسفار مقابل صبح نشستن و چشم را باآں نور روشن دیدن ویا نور را مکرر گفتن تا ہزار بار کیفیت ملکیہ را قوت مید ہد و احادیث نفس می نشاند ملخصاً اُس میں ہے[2] چند نوع کرامت از صحیح ولی الا ما شاء اللہ منفک نمی شود از انجملہ فراست صادقہ و کشف و اشراف بر خواطر و از انجملہ ظہور تاثیر در دعا و رقے و اعمال تصریفیہ او تا عالم بعض نفس از منتفع شود اہ ملتقطاً عزیزہ و خدارا انصاف ذرا شاہ ولی اللہ کے قول الجمیل کو دیکھو اور آپ کے والد و مشائخ وغیرہم کے اختراعی اعمال تماشا کرو درد سر کے لئے تختہ بچھانا کیل سے ابجد ہوز لکھنا چیچک کو نیلے سوت کا گنڈا بنانا پھونک پھونک کر گرہیں لگانا اسمائے اصحاب کہف سے استعانت کرنا انہیں آگ لوٹ چوری سے امان سمجھنا دیواروں پر ان کے لکھنے کو آسیب جن کی بندش جاننا دفع جن کو چار کیلیں گوشہائے مکان میں گاڑنا عقیمہ کے لئے گلاب و زعفران سے ہرن کی کھال لکھنا یہ کھال اُس کے گلے کا ہار کرنا اسقاط حمل کو کسم کا رنگا گنڈا اکالنا عورت کے قد سے ناپا گنڈا کر نو گرہیں لگانا درد زہ کو آیات قرآنی لکھ کر عورت کی بائیں ران میں باندھنا فرزند نرینہ کے لئے ہرن کی کھال اور وہی گلاب و زعفران کا خیال بچہ کی زندگی کو اجوائن اور کالی مرچیں لینا اُن پر ٹھیک دوپہر کو قرآن پڑھنا،

---

[1] جامعہ عاشرہ از ہوامع مقدمہ ۱۲ منہ

[2] ہامعہ خامسہ تحت قول الشیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ وہب لنا من لدنک ریحا طیبۃ الخ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

لڑکا ہونے کو عورت کے پیٹ پر دائرے کھینچنا ستر سے کم شمار نہ ہوتا دفع نظر کو چھری سے دائرہ کھینچنا کنڈل کے اندر چھری رکھنا عامل و ساحر کا نام لیکر پکارنا ناپ کر تین گز ڈورا لینا اس پر شہرت بہت کیا گیا الفاظ غیر معلوم المعنے پڑھنا قنطاع النجا خدا جانے کون ہے اسے ندا کرنا چور کی پہچان کا عمل نکالنا آیتیں پڑھ کر لوٹا گھمانا بخار کو عیسی و موسی و محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قسمیں دینا مصروع کو تانبے کی تختی پر دو اسم کھدوانا پھر تعیین یہ کہ دن بھی خاص اتوار ہو اس کی بھی پہلی ہی ساعت میں کار ہو اس کے سوا صدہا باتیں ہیں ان میں کونسی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف سے آئے قرون ثلاثہ میں کب تھیں اور جب کچھ نہیں تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد و فرزند ارجمند و اساتذہ و مشائخ معاذ اللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائے یہ سنیہ تو بے سند جلال و نقائس اعمال مگر اذان میں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا اس سے روشنی بصر کی امید رکھنا کہ اکابر سلف سے ماثور علماء و صلحا کا معمول کتب فقہ میں مسطور یہ معاذ اللہ حرام و وبال و موجب ضلال تو کیا بات ہے یہاں نام پاک حضور سید المحبوبین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم درمیان ہے لہذا وہ دلوں کے دبی آگ بھڑکیلی بدعت شعلہ فشاں ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ میپوش من انداز قدت را می شناسم

یہ سب درکنار شاہ صاحب اور ان کے اسلاف و اخلاف یہاں تک کہ میاں اسمٰعیل دہلوی تک لے امر اعظم دین تقرب رب العالمین یعنی راہ سلوک میں صدہا نئی باتیں نکالیں طرح طرح کے ایجاد و اختراع کی طرحیں ڈالیں اور آپ ہی صاف صاف تصریحیں کیں کہ انکا پتا سلف صالح میں نہیں خاص ایجاد بندہ ہیں مگر نیک و خوب و خوش آئندہ ہیں محدثات کو ذریعۂ وصول الی اللہ جانا باعث ثواب و تقرب رب الارباب مانا اس پر حضرات کو نہ کل بدعۃ ضلالۃ کا کلیہ یاد آتا ہے نہ من احدث فی امرنا مالیس منہ یہاں فہو رد کا خطاب پاتا ہے مگر شریعت اپنے گھر کی ٹھہری کہ ع من کنم آنچہ من خواہم تو مکن آنچہ خواستے ان امور کی قدرے تفصیل اور ان صاحبوں کی تصریحات جلیلہ فقیر کے رسالہ انہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار ۱۳۰۵ھ میں مذکور اور عدم ورود کو ورود عدم جاننے کا قلع کافی و قمع وافی کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد و کتاب لاجواب اذاقۃ الآثام لمانعی عمل المولد و القیام وغیرہما تصنیفات شریفہ و تالیفات منیفہ اعلیحضرت تاج المحققین الکرام سراج المدققین الاعلام حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ بقیۃ السلف المصلحین حجۃ الخلف المفلحین سیدی و والدی و مولائی و معتمدی حضرت مولانا مولوی

محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی احمدی رضی اللہ تعالٰی عنہ واجزل قربہ منہ اور لقد رحاجت باجمال و وجازت رسالہ اقامۃ القیامہ علی طاعن القیام لنبی تہامہ وغیرہا رسائل و مسائل فقیر میں مسطور والحمد للہ العزیز الغفور والصلاۃ والسلام علی المنیر النور وعلی الہ وصحبہ الی یوم النشور امین

(افادہ سیزدہم) اقوال ہمیں تو اس عمل تقبیل ابہامین کا جواز و استحباب ہی ثابت کرنا تھا کہ بعونہ عزوجل باحسن وجوہ نقش مراد کرسی نشین اور عرش تحقیق مستقر و مکین ہوا وللہ الحمد علی ما اولی من نعم لا تحصی مگر حضرات وہابیہ اپنے نئے اماموں کی خبر لیں اُن کے طور پر یہ فعل جائز کہاں کا مستحب کیسا خاص سنت سنیہ نا نبیہ والا ہے اور اُس کا منکر سنت مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رد کرنے والا بات نظاہر بہت چونکنے کی ہے کہ کہاں وہابی کہاں یہ انکی مذہب بھر کی خرابی مگر بچارا کہ تو ہب و اضطراب و تقلب و انقلاب دونوں ایک پستان سے دودھ پیتے ہیں رضاعت وائم کا عہد کیے ہیں ؎

گر براند نرود ور برود باز آید ! ناگزیر است تناقض سخن نجدی را !

طائفہ جدیدہ کے استاد و رشید نے اپنی کتاب عجاب براہین قاطعہ ما امر اللہ بہ ان یوصل میں مسئلہ قبول ضعاف فیما دون الاحکام کے اگرچہ بکمال سلیم القلبی و لبصیر العینی وہ عجیب و غریب معنے تراشے کہ جدت کی لہریں حدت کے تماشے ایک ایک ادا پر ہزار ہزار مکابرے اپنی جانیں وارین عقل و ہوش و چشم و گوش اپنے علم منشہ کو صدقے اتارین خادمان شریعت چاکران ملت ما لم تسمعوا انتم ولا اٰباؤکم پکاریں حضرت کی تمام سعی باطل تطویل لا طائل کا یہ حاصل بے حاصل کہ ارشادات علمائ کی یہ مراد کہ صرف وہ حدیث ضعیف قابل قبول جس میں کسی عمل صالح کی فضیلت اور اس پر ثواب مذکور اگرچہ خاص اس عمل میں حدیث صحیح نہ آئی ہو جیسے روز ماہ رجب وغیرہ اس کے بغیر اگرچہ حدیث میں عمل کی طلب نکلے جب کوئی خاص ثواب و فضیلت مذکور نہ ہو

ف اقول قبول ضعیف کو کہ سب کاہی مدعا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے جیسا لیلۃ الجمعہ شب برات عیدین کے صدقہ میں کوئی فضیلت و ثواب عظیم مذکور ہے جس پر عمل جائز ہو روایات میں کوئی ثواب مذکور نہیں فقط صرح کا آنا اور حشر شناک بات کرنا اور طلب صدقہ کرنا ہے یہ فضائل اعمال کس طرح ہو گئے ان اسلام ان کے آنے کا ہے یہ باب علم کا ہے نہ فضائل عمل کا کیونکہ ان روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے اور اگر کوئی بپاس خاطر مؤلف علی تسلیم بھی کر لے تو فقط عمل ہے یہ فضائل عمل حدیث صوم رجب و صلاۃ الاوابین میں فضائل عمل ہے اہ ملتقطاً منہ ۲ اور ساطعہ میں تھا فقہا اس عمل کو جو حدیث ضعیف سے ثابت ہو مستحسن لکھتے ہیں جیسا کہ صلاۃ الاوابین گردن کا مسح رجب کا روزہ جس پر کہا یہ سراپا غلط ہے کسی نے یہ نہ کہا محض ایجاد و ناصواب ہے مستحب کا ثبوت صحیح یا حسن سے ہوتا ہے صاف کہ ان امور میں ایں تعدد طرق سے حسن لغیرہ ہو گئے ہیں قال فی الدر کما افادہ ابن حبان وغیرہ من طرق ثانی رد المحتار تحت قولہ الحسن لغیرہ کما افادہ الکمال مثلاً اذا کان ضعفہ بسوء حفظ او اعترت او تدلیس او جہالۃ حال اما لو فحش کذب فلا انتہی ملتقط

[illegible]

مقبول نہیں کہ یہ تو حدیث میں عمل کی ہوئی نہ فضائل عمل کی پھر بشرط مذکور حدیث اگرچہ مقبول ہوگی مگر وہ عمل باوصف قبول قدر و تسلیم فضیلت مستحب ہرگز نہ ٹھہرے گا جب تک حدیث حسن لغیرہ نہ ہو جائے حدیث ضعیف سے ثبوت استحباب جیسا اختراع و خلاف اجماع ہے علماء نے جتنے اعمال کو بہ نظر ورود احادیث مستحب مانا ان سب میں حدیث حسن لغیرہ ہو گئی ہے دلیل یہ کہ احادیث ادعیہ وضو کو علامہ طحطاوی نے کہہ دیا کہ حسن لغیرہ ہیں بس معلوم ہو گیا کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں آخر دیگ میں ایک ہی چاول دیکھتے ہیں۔ یہ تو اُن کا حکم تھا جو حدیثیں افعال متعلقہ بجوارح میں آئیں اور جو کچھ متعلق بجوارح نہیں وہ اگرچہ بشیر ہوں خواہ مواعظ خواہ معجزات خواہ فضائل صحابہ واہلبیت وسائر رجال جن میں قبول ضعاف کی علماء برابر تصریحیں فرماتے چلے آئے ہیں خواہ کسی اور خبر زائد کا بیان جس میں کسی طرح کا اعلام و اخبار ہو اگرچہ وہ نفیاً واثباتاً عقائد میں اصلاً داخل نہ ہو یہ سب کا سب باب عقائد سے ہے جس میں ضعاف درکنار بخاری و مسلم کی صحیح حدیثیں بھی مردود ہیں جب تک متواتر و قطعی الدلالۃ نہ ہوں مثلاً یہ حدیث کہ روحیں شب جمعہ اپنے مکانوں پر آتی اور صدقات چاہتی ہیں باب عقائد سے ہے اور بنظر طلب صدقہ اگر ہو تو باب عمل سے کہ یہاں کوئی فضیلت صدقہ تو مذکور نہ ہوئی خلاصہ یہ کہ جو متعلق بجوارح نہیں یا اس میں صحاح آحاد بھی بے اعتبار اور متعلق بجوارح بے ذکر ثواب مخصوص میں خاص صحاح درکار ہاں ثواب بھی مذکور ہو تو ضعاف قبول اور یہی مراد علماء مگر مستحب نہ ٹھہرے گا جب تک حسن لغیرہ نہ ہو شروع صفحہ ۸۱ سے وسط صفحہ ۸۹ تک ان محدث محنث نے یہی قاعدہ حادثہ احداث کیا ہے ان خرافات ایسے سروپا کے ابطال میں کیا وقت ضائع کیجئے جس نے افادات سابقہ میں ہمارے کلمات رائقہ دیکھے وہ اس تار پود عنکبوت کو بعونہ تعالیٰ نیم جنبش نظر میں تار تار کر سکتا ہے معہذا ہم نے یہاں بھی تلخیص تقریر میں اس کے اجمالی ابطال کی طرف اشارے کیے اور مواقع مواخذات پر ہند سے لگا دیئے خیر یہ تو اُن کا نہیں ان کی سمجھ کا قصور ہے جب خدا فہم نہ دے بندہ مجبور ہے مگر ہمیں یہاں یہ کہنا ہے کہ تقبیل ابہامین کی سنیت ثابت ہو گئی کہ اگر بہ نظر تعدد طرق اسکی حدیث کو حسن لغیرہ کہیے فبہا ورنہ یہ تو آپ کی تفسیر پر بھی باب فضائل سے ہے کہ متعلق بعمل جوارح بھی اور اس میں ثواب خاص بھی مذکور تو احادیث مفید استحباب نہ سہی جواز تو ضرور ثابت کریں گے قبول ضعاف فی الفضائل کا اجماعی مسئلہ یہاں تو آپ کو بھی جاری ماننا ہوگا اب اس جواز کو خواہ اس حدیث سے مستفاد لیجئے کہ جو حدیث جس باب میں مقبول لاجرم وہ اس میں دلیل شرعی ہے خواہ اجماع علماء سے کہ ایسی جگہ ایسی حدیث معمول بہ خواہ قرآن عظیم و حدیث صحیح کیف وقد قیل و

کلہ شب جمعہ وغیرہ ارواح کے آنے اور صدقہ چاہنے کی احادیث کو کہاں روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے عقیدہ کے باب میں یہ حدیث ہے یہ مسئلہ عقائد کی اس میں مشہور متواتر صحاح کی حاجت ہے یہ اعتقادیات میں داخل ہے کہ ارواح کا شب جمعہ کو گھر آنا اعتقاد کرے اور اعتقاد میں قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات صحاح کا سعد

[illegible]

حدیث صحیح ازتقائے شبہات واحادیث مذکورہ افادہ ۸ وغیرہا سے کہ قبول وعمل کی طرف ہدایت فرماتے ہیں خواہ قاعدہ مسلمہ شریعت محمدیہ علی افضل الصلوٰۃ والتحیہ یعنی اخذ بالاحتیاط سے ہر طرح ایک دلیل شرعی اُس پر قائم اور آپ کے نزدیک جس فعل کے جواز پر کوئی دلیل شرعی صراحۃً دلالۃً کسی طرح دال ہو اگرچہ وہ فعل خاص بلکہ اُس کے جنس کا بھی کوئی فعل قرون ثلاثہ میں نہ پایا گیا ہو سب سنت ہے تو اب اُس کی سنیت میں کیا کلام رہا اسی براہین کے صفحہ ۲۸ و ۹۲ پر ارشاد ہوتا ہے۔ مولف اپنی خوبی فہم سے معنی قرون ثلثہ میں نہ موجود ہونے کی یہ سمجھ رہا ہے کہ اگر جنسی خاص نے اُن قرون میں وجود خارجی نہ پایا اگرچہ دلیل جواز کی موجود ہو تو وہ بدعت سیئہ ہے مگر یہ بالکل غلط فاحش اور کورعلمی اور کج فہمی ہے بلکہ معنے یہ ہیں کہ جو شے بوجود شرعی قرون ثلثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے اور جو بوجود شرعی موجود نہ ہو وہ بدعت ہے وجود شرعی اُس کو کہتے ہیں کہ بدون شارع کے بتلانے کے معلوم نہ ہوسکے پس اُس شے کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہوا خواہ صراحۃً ارشاد ہو یا اشارۃً و دلالۃً پس جب کسی نوع ارشاد سے حکم جواز کا ہو گیا وہ شے وجود شرعی میں آگئی اگرچہ اُس کی جنس بھی خارج میں نہ آئی ہو پس جس کے جواز کا حکم کلیۃً ہو گیا وہ بجمیع جزئیات شرع میں موجود ہو گیا اور جس کے عدم جواز کا حکم ہو گیا تو شرع میں اُس کا عدم ثابت ہو گیا پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی اُن قرون میں ہوا یا نہ ہوا اور خواہ اُس کی جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وہ سب سنت ہے اور وہ بوجود شرعی اُن قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ اُن قرون میں بوجود خارجی ہوا یا نہ ہوا وہ سب بدعت ضلالہ ہے اس قاعدہ کو خوب سمجھ لینا ضرور ہے مولف اور اس کے اتباع نے اس کی ہوا بھی نہ سونگھی اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہابذہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر کو اس کتاب میں ضرور درج کرتا ہوں کہ موافقین کو نفع اور مخالفین کو شاہد ہدایت ہو۔ الخ ملخصاً **اقول** ماشاء اللہ کیا چمکتا جوہر کتاب میں رکھا ہے کہ آدھی وہابیت اپنا جوہر کر گئی نجدیت بیچاری کے دور کن ہیں شرک و بدعت رکن پسین پر قیامت گزر گئی گیرائے طائفہ کی برسوں کی مالا جپے جپنی بیتی جس کا لقب بحمد اللہ اب آپ ہی کی زبان سے غلط و فاحش و کورعلمی و کج فہمی کہ فلاں فعل صحابہ نے نہ کیا تابعین نے نہ کیا فلاں صدی میں شائع ہوا فلاں شخص بانی تھا تم کیا صحابہ و تابعین سے بھی محبت و تعظیم میں زیادہ کہ انھوں نے نہ کیا تم کرنے پر آمادہ بہتر ہوتا تو وہی کر گزرتے فعل میں اتباع کی ترک میں کیوں نہیں کرتے نیم شوخی میں ساری بکھر گئی صحابہ تابعین نے ہزار نہ کیا ہو بلکہ اُس جنس کا بھی کوئی کار نہ کیا ہو کچھ ضرر نہیں اشارۃً دلالۃً جزئیۃً کلیۃً کسی طرح ارشاد شارع سے جواز نکلے پھر سنت ماننے سے مفر نہیں

سے طائفہ جدید کے خلاف آپ سبق کہتے ہیں کہ للہ الحمد اسے ہیبت حق کہتے ہیں (طرفہ) یہ کہ اب قرون ثلثہ کی تہ بہت نئے طائفہ کی پرانی رٹ جیسے یہاں بھی نباہ رہی ہو مہمل رہ گئی لفظ کا سوار پکڑا کیجئے معنی کی نیا اُس پار بہ گئی جب اُن میں وجود سے سود نہ عدم سے زیاں پھر اُن کا قدم کیا درمیان خود کہتے ہو کہ وجود خارجی درکار نہیں اور وجود شرعی بے ارشاد شارع محال تو کیا صحابہ تابعین پر کوئی نئی شریعت اترے گی کہ اُن کے قرون میں وجود نو کا خیال ارشاد شارع سے جس کا جواز مستفاد وہ ہر قرون میں بوجود شرعی موجود اور جس کا منع مقتضائے ارشاد وہ ہر قرن میں شرع مطہر سے معدوم و مفقود پھر قرن و دون قرن سے کیا کام رہا محض ارشاد اقدس میں کلام رہا یعنی فعل کبھی حادث ہوا ہو تو ادلہ شرعیہ پر عرض کریں گے اباحت سے وجوب یا ترک اولیٰ سے حرمت تک جس اصل میں داخل ہو وہی فرض کریں گے یہی خاص مذہب مہذب ارباب حق ہے صاف نہ کہہ دو شرم نباہنے کو اگلی رٹ کا ناحق سبق ہے تم سمجھنا کہ اب تو جو کہنی تھی کہہ گئے ہم جانیں گے تم جنم کے ایسے ہی تھے چلو ع نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے ہو پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے (طرفہ تر) یہ کہ جس کا جواز دلیل شرع میں موجود وہ سب سنت جس کا عدم وہ سب بدعت ضلالت اب تیسری شق کی کونسی صورت تمام افعال انھیں دو حکموں میں محصور ہو گئے خصوصاً اباحت واستحباب وکراہت تنزیہ[1] یہ تین حکم شرع تو کافور ہو گئے اساتذہ جہاں بندہ نے سوجھائی تو ایسی کہ دونی الجھ گئی سلجھائی کچھی ایسی ہستی پر یہ ناز و غرور کر لوگ تو اس کی ہوا سے دور حضرت یہ بنا ہوا خود آپ ہی ہو نکسیں۔ اہل حق کو معاف ہی رکھیں اچھی تعلیم کیلئے تلامذہ زہے تلقین خسے اساتذہ ع گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا ہو کار طفلاں تمام خواہد شد۔ خیر یہ تو وہابیہ جدیدہ کا نا معتقد عقیدہ کہ تقبیل ابہامین سنت محمدیہ پرانوں کی سنیئے تو وہ ادر ہی ہوا کہ یہ فعل معاذ اللہ زنا و ربا وقذف محصنہ و قتل ناحق نفس مومنہ سب سے بدتر بلکہ عیاذاً باللہ شرک کے انداز اصل ایمان میں خلل انداز کہ آخر باجماع طائفہ بدعت اجانبہ اور تقویۃ الایمان کا یہ عقیدہ فوائد شرک و بدعت سے بہت بچے کہ یہ دونوں چیزیں اصل ایمان میں ڈالتی ہیں اور باقی گناہ ان سے نیچے ہیں کہ وہ اعمال میں خلل ڈالتے ہیں اب خدا جانے انھوں نے سنت کو کفر سے ملایا یا انہوں نے قریب بہ کفر کو سنت بنایا خیر طویلے کے لتیاؤں میں ہمیں کیا مقال کفی اللہ اہل الحق القتال والحمد للہ المہیمن المتعال والصلاۃ والسلام علی اذکی الافضال وآلہ وصحبہ خیر صحب وآل آمین

کلام اخیر و خلاصہ تحریر (بحمدہ) بالجملہ حق مطلوب و ثواب مرغوب جو کتب علماء وعمل قدما و ترغیب وارد پر نظر رکھ کر

[1] ظاہر ہے کہ ضلالت کا ادنیٰ درجہ کراہت تحریمی ہے مکروہ تنزیہی ہرگز ضلالت نہیں دلیل واضح یہ کہ ہر ضلالت میں باس ہے اور مکروہ تنزیہی لاباس بہ ہو نہ

اُسے عمل میں لائے اس پر ہرگز کچھ مواخذہ نہیں بلکہ ثواب مرجو کی اُمید اور حسن ظن وصدق نیت باعث فضل جاوید اور جو اُسے مکروہ وممنوع و بدعت بتائے مبطل وخاطی علمائے کرام مقتدایان عام جب کسی منکر کو دیکھیں اُس کے سامنے ضرور یہ کریں کہ بدمذہب کا رد اور اُس کے دل پر غیظ اشد ہو جس طرح ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو نہر سے افضل مگر معتزلی منکر حوض کے سامنے حوض سے بہتر کما بینه المولی المحقق فی فتح القدیر وغیرها فی غیرہ[1] جب ترک افضل اس نیت سے افضل تو مستحب ومندوب تو آپ ہی افضل والحمد للہ ولی الانعام وافضل الصلاۃ واکمل السلام علی سید الختام قمر التمام واٰلہ وصحبہ الغر الکرام اٰمین

(خاتمہ فوائد منثورہ میں) ایہا المسلمون اس مسئلہ کا سوال فقیر کے پاس بلاد نزدیک ودور سے بار بار آیا ہر دفعہ بمقتضائے حال کبھی مختصر کبھی کچھ مطول کبھی دو ایک صفحہ کبھی دو چار ہی سطر جواب لکھتا رہا بار آخر قدرے زیادہ تفصیل کی کہ ایک جز تک پہنچکر صورت رسالہ میں جلوہ گر ہوئی سائل نے علمائے اعلام بدایوں وبریلی ورامپور رفیت عن الشرور وتقین بالسرور سے مہریں کرائیں تصدیقیں لکھائیں اصل رسالہ منیر العین ادسی قدر تھا اب کہ بفرمائش سید معظم مولانا مولوی **غلام حسین صاحب** جونا گڈھی ثم بمبئی حفظ اللہ عن شر کل شانئ وشانی واہتمام تام برادرانا المکرم مولوی محمد عمر الدین صاحب ہزاروی جعلہ اللہ کاسمہ عمر الدین دعمر بہ عمران الدین المتین وعلو ہمت سیٹھ **حاجی محمد بن حاجی محمد عبد اللطیف** لطف بہما المولی اللطیف ماہ مبارک اشرف وافضل شہر ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں چھپنا آغاز ہوا اس کار منیف سے مضامین کثیرہ کا القاء وافاضہ دلنواز ہوا ادھر کاپی کی تیاری ادھر تصنیف جاری جو جز لکھا روانہ کیا یہاں تک کہ ایک جز کا رسالہ دس جز تک پہنچا الحمد للہ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا جس میں سے رسالہ عربیہ مدارج طبقات الحدیث جدا کرلیا ادھر یہ تعجیل ادھر ورود فتاوٰے سے فرصت قلیل نظر ثانی کی بھی فرصت نہ ملی بعض فوائد حاضرہ کی تحریر رہ گئی بعض نے نظر یا خاطر میں وقعت غابرہ میں تجلی کی ہنوز کہ سیارہ طبع بذریعہ حرکت بمعنے القطع مبدء کا تارک منتہی کا طالب ہے نہ الحاق باقی مواقع ماضیہ سے متیسر نہ اُس کا ترک ہی مناسب نہ ہے اور ائمہ تصنیف کا ادب شریف کہ آخر کتاب میں کچھ مسائل تازہ کچھ متعلق بابواب سابقہ تحریر اور انھیں مسائل شتے یا مسائل منثورہ سے تعبیر فرماتے ہیں لہذا اقتصار بہم یہ فوائد منثورہ بعونہ تعالٰی سلک تحریر میں انتظام پاتے ہیں۔

[1] یہ لفظ یہاں عجب لطیف واقع ہوا کہ معتزلہ حوض سے وضو ناجائز بتاتے ہیں یہاں یہی معنی مراد ورد۔ اشقیا حوض کوثر کے بھی منکر ہیں ۱۲ منہ

[2] د آخرین کلمہ فی المباہ ۱۲ منہ

(فائدہ ۱) **نفیسہ جلیلہ** فضیلت و افضلیت میں زمین آسمان کا فرق ہے وہ اسی باب سے ہے جس میں ضعاف بالاتفاق قابل قبول اور یہاں بالاجماع مردود ونامقبول **اقول** جس نے قبول ضعاف فی الفضائل کا منشا کہ افادات سابقہ میں روشن بیانوں سے گذرا ذہن نشین کرلیا ہے وہ اس فرق کو بنگاہ اولین سمجھ سکتا ہے قبول ضعاف صرف محل نفع بے ضرر میں ہے جہاں اُن کے ماننے سے کسی تحلیل یا تحریم یا اضاعت حق غیر غرض مخالف شرع کا بوجہ من الوجوہ اندیشہ نہ ہو فضائل رجال مثل فضائل اعمال ایسے ہی ہیں جن بندگان خدا کا فضل تفصیلی خواہ صرف اجمالی دلائل صحیحہ سے ثابت ہے۔ ان کی کوئی منقبت خاصہ جسے صحاح دصواب سے معارضت نہ ہو اگر حدیث ضعیف میں آئے اُس کا قبول تو آپ ہی ظاہر کہ ان کا فضل تو خود صحاح سے ثابت یہ منقبت اُسے مانے ہی ہوئے مسئلہ میں تو فائدہ زائدہ عطا کرے گی اور اگر تنہا ضعیف ہی نقل میں آئے اور کسی صحیح کی مخالفت نہ ہو وہ بھی مقبول ہوگی کہ صحاح میں تائید سہی خلاف بھی تو نہیں بخلاف افضلیت کہ اس کے معنی ایک کو دوسرے سے عنداللہ بہتر و افضل ماننا یہ جب ہی جائز ہوگا کہ ہمیں خدا اور رسول جل مجدہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے خوب ثابت و محقق ہو جائے ورنہ بے ثبوت حکم لگا دینے میں محتمل کہ عنداللہ امر بالعکس ہو تو افضل کو مفضول بنایا یہ صریح تنقیص شان ہے اور وہ حرام تو مفسدہ تحلیل حرام و تضییع حق غیر دونوں موجود کہ افضل کہنا اُس کا تھا دیا اس کو یہ اس صورت میں تھا کہ دلائل شرعیہ سے ایک کی افضلیت معلوم نہ ہو پھر وہاں کا تو کہنا ہی کیا ہے جہاں عقائد حقہ میں ایک جانب کی تفضیل محقق ہو اور اس کے خلاف احادیث سقام و ضعاف سے استناد کیا جائے جس طرح آج کل کے جہال حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تفضیل حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ میں کرتے ہیں یہ تصریح مضادت شریعت و معاندت سنت ہے ولہٰذا ائمہ دین نے تفضیلیہ کو روافض سے شمار کیا کما بیناہ فی کتابنا المبارک **مطلع القمرین ۱۲۹۷ فی ابانۃ سبقۃ العمرین** بلکہ انصافاً اگر تفضیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے قطعاً واجب التاویل ہے اور اگر بفرض باطل صالح تاویل نہ ہو واجب الرد کہ تفضیل شیخین متواتر و اجماعی ہے کما اثبتنا علیہ عرش التحقیق فی کتابنا المذکور اور متواتر و اجماع کے مقابل آحاد ہرگز نہ سنے جائیں گے ولہٰذا امام علامہ احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث عرض علی عمر بن الخطاب وعلیہ قمیص یجرہ قالوا فما اولت ذلک یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال الدین فرماتے ہیں معارض یا لاحادیث الکثیرۃ البالغۃ

فائدہ نفیسہ جلیلہ فضیلت و افضلیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے
دربارۂ تفضیل احادیث ضعیفہ ہرگز مقبول نہیں

درجۃ التواتر المعنوی الدالۃ علی افضلیۃ الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فلا تعارضہا الاحاد ولئن سلمنا التساوی بین الدلیلین لکن اجماع اھل السنۃ والجماعۃ علی افضلیۃ وھو قطعی فلا یعارضہ ظنی بالجملہ مسئلہ افضلیت ہرگز باب افضائل سے نہیں جس میں ضعاف سن سکیں بلکہ مواقف وشرح مواقف میں تو تصریح کی کہ باب اعقائد سے ہے اور اس میں آحاد صحاح بھی مسموع حیث قالا لیست ھذہ المسالۃ منوطۃ بعمل فیکتفی فیہا بالظن الذی ھو کاف فی الاحکام العملیۃ بل ھی مسالۃ علمیۃ یطلب فیہا الیقین
(فائدہ ۳۰ شمہ شمہ شہیلہ) افادہ ۲۳ پر نظر تازہ کیجئے وہاں واضح ہو چکا ہے کہ کتب سیر میں کیسے کیسے مجروح مطعونوں شدید الضعفوں کی روایات بھری ہیں وہیں کلبی رافضی منہم بالکذب کی نسبت سیرت عیون الاثر کا قول گذرا کہ اس کی غالب روایات سیر و تواریخ ہیں جنھیں علما ایسوں سے روایت کر لیتے ہیں وہیں سیرت انسان العیون کا ارشاد گذرا کہ سیر موضوع کے سوا ہر قسم ضعیف وسقیم وبے سند حکایات کو جمع کرتی ہے پھر انصافاً یہ بھی انہوں نے سیر کا منصب بتایا جو آگے لائق ہے کہ موضوعات تو اصلاً کسی کام کے نہیں انھیں وہ بھی نہیں لے سکتے ورنہ بنظر واقع سیر میں بہت اکاذیب واباطیل بھرے ہیں کما لا یخفی بہر حال فرق مراتب نہ کرنا اگر جنون نہیں تو بد مذہبی ہے بد مذہبی نہیں تو جنون ہے سیر جن بالائی باتوں کے لئے ہے اس حد سے تجاوز نہیں کر سکتے اس کی روایات مذکورہ کسی حیض ونفاس کے مسئلہ میں بھی سننے کے نہیں نہ کہ معاذ اللہ ان واہیات وا معضلات وبے سروپا حکایات سے صحابہ کرام حضور سید الانام علیہ وعلی آلہ وعلیہم افضل الصلاۃ والسلام پر طعن پیدا کرنا اعتراض نکالنا ان کی شان رفیع میں رخنے ڈالنا کہ اس کا ارتکاب نکریگا مگر گمراہ بددین مخالف ومضاد حق مبین آج کل کے بد مذہب مریض القلب منافق شعار ان جزافات سیر و خرافات تواریخ وامثالہا سے حضرات عالیہ خلفائے راشدین وام المومنین وطلحہ وزبیر ومعاویہ وعمرو بن العاص ومغیرہ بن شعبہ وغیرہم اہلبیت وصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مطاعن مردودہ اور ان کے باہمی مشاجرات میں موحش ومہمل حکایات بیہودہ جن میں اکثر تو سرے سے کذب روافض اور بہت الحاقات ملعونہ روافض جہانٹ لاتے اور ان سے قرآن عظیم وارشادات مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واجماع امت واساطین ملت کا مقابلہ چاہتے ہیں بے علم لوگ انہیں سنکر پریشان ہوتے یا فکر جواب میں پڑتے ہیں ان کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہملات کسی ادنٰے مسلمان کو گنہگار ٹھہرانے کیلئے مسموع نہیں ہو سکتے نہ کہ ان محبوبان خدا پر طعن جن کے مدائح تفصیلی خواہ اجمالی سے کلام اللہ وکلام رسول اللہ مالامال ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امام حجۃ الاسلام مرشد الانام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی

احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں لا یجوز نسبۃ مسلم الی کبیرۃ من غیر تحقیق نعم یجوز ان یقال ان ابن ملجم قتل علیا فان ذلک ثبت متواترا کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام ہے ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم شقی خارجی اشقی الآخرین نے امیر المومنین مولی علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا کہ یہ بتواتر ثابت ہے) حاش للہ اگر مورخین وامثالہم کے ایسے حکایات ادنے قابل التفات ہوں تو اہل بیت وصحابہ درکنار خود حضرات عالیہ انبیاء ومرسلین وملئکہ مقربین صلوۃ اللہ تعالے وسلامہ علیہم اجمعین سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہے کہ ان مہملات مخذولہ نے حضرات سادات ائمتنا وموالینا آدم صفی اللہ وداؤد خلیفۃ اللہ وسلیمان نبی اللہ ویوسف رسول اللہ سے سید المرسلین محمد حبیب اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وعلیہم وسلم تک سب کے بارہ میں وہ وہ ناپاک بیہودہ حکایات موحشہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو معاذ اللہ اصل ایمان کو رو بیٹھنا ہے ان ان ہولناک اباطیل کے بعض تفصیل مع رد جلیل کتاب مستطاب شفا شریف امام قاضی عیاض اور اس کے شروح وغیرہا سے ظاہر لاجرم ائمہ ملت وناصحان امت نے تصریحیں فرمادیں کہ ان جہال وضلال کے مہملات اور سیر تواریخ کی حکایات پر ہرگز کان نہ رکھا جائے شفا وشروح شفا ومواہب وشرح مواہب ومدارج شیخ محقق وغیرہا میں بالاتفاق فرمایا ہے میں صرف مدارج النبوہ سے نقل کروں کہ عبارت فارسی ترجمہ سے غنی اور کلمات ائمہ مذکورین کا خود ترجمہ ہے فرماتے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالی از جملہ توقیر وبر آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم توقیر اصحاب وبر ایشاں است وحسن ثنا ورعایت ادب بایشاں ودعا واستغفار مر ایشاں را وحق است مر کسے را کہ ثنا کردہ حق تعالی بر وے وراضی ست از وی کہ ثنا کردہ شود بر وے وسب وطعن ایشاں اگر مخالف ادلہ قطعیہ است کفر ست والا بدعت وفسق وہمچنیں امساک وکف نفس از ذکر اختلاف ومنازعات ووقائع کہ میان ایشاں شدہ وگذشتہ است واعراض واضراب از اخبار مورخین وجہلہ رواۃ وضلال شیعہ وغلاۃ ایشاں ومبتدعین کہ ذکر قوادح وزلات ایشاں کنند کہ اکثر آں کذب وافترا است وطلب کردن درانچہ نقل کردہ شدہ است از ایشاں از مشاجرات ومحاربات احسن تاویلات واصوب مخارج وعدم ذکر ہیچ یکے از ایشاں بہ بدی وعیب بلکہ ذکر حسنات وفضائل وحمائد صفات ایشاں از جہت آنکہ صحبت ایشاں با آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یقینی ست وما وراء آں ظنی است وکافیست دریں باب کہ حق تعالی برگزید ایشاں را برائے صحبت حبیب خود صلے اللہ تعالے علیہ وسلم طریقہ اہل سنت وجماعت دریں باب ایں است در عقائد نوشتہ اند لا نذکر احدا منہم الا بخیر و آیات واحادیث کہ در فضائل صحابہ عموما وخصوصا واقع شدہ است

دریں باب کافی است اھ مختصرا امام محقق سنوسی و علامہ تلمسانی پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں ما نقلہ المؤرخون قلۃ حیاء و ادب، مورخین کی نقلیں قلت حیا و ادب سے ہیں امام اجل ثقہ ثبت حافظ متقن قدوہ یحیی بن سعید قطان نے کہ اجلہ ائمہ تبع تابعین سے ہیں عبداللہ قواریری سے پوچھا کہاں جاتے ہو کہا وہب بن جریر کے پاس سیر لکھنے کو فرمایا تکتب کذبا کثیرا بہت سا جھوٹ لکھوگے ذکرہ فی المیزان[1] تفصیل اس مبحث کی ان رسائل فقیر سے لی جائے کہ مسئلہ حضرت امیر معویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں تصنیف کیے یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثنا عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے مطاعن افضل الصدیقین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے طعن سوم تخلف بجیش اسامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے رد میں فرماتے ہیں جملہ لعن اللہ من تخلف عنہا ہرگز در کتب اہل سنت موجود نیست قال الشہرستانی فی الملل والنحل ان ھذہ الجملۃ موضوعۃ مفتریۃ و بعضے تاریخ نویساں کہ خود را محدثین اہل سنت شمردہ اند در سیر خود ایں جملہ را آوردہ برائے الزام اہل سنت کفایت نمیکند زیرا کہ اعتبار حدیث نزد اہل سنت بیافتن حدیث در کتب مسندہ محدثین است مع الحکم بالصحۃ و حدیث بے سند نزد ایشاں شتر بے مہار است کہ اصلا گوش بآں نمی نہند **(فائدہ ۳۳)** افادہ دہم دیکھیے جو حدیث ان پندرہ قرائن وضع سے منزہ ہو ہم نے اس کے بارہ میں کلمات علما تین طرز پر نقل کیے اصلا موضوع نہ کہیں گے تفرد کذاب ہو تو موضوع تفرد متہم ہو تو موضوع اور افادہ ۲۳ میں اشارہ کیا کہ ہمارے نزدیک مسلک اول قوی و اقرب بصواب ہے افادہ ۱۰ میں امام سخاوی سے اس کی تصریح اور کلام علی قاری سے نظر صریح ذکر کی دوسری نظیر صاف و سفید حدیث مرغ سپید کہ کلام علامہ مناوی سے افادہ ۲۳ میں گزری وہیں دلیل ثامن میں بشہادت حدیث و حکم عقل اس کی تقویت کا ایما کیا **والاٰن اقول** یہی مذہب فقیر نے کلام امیر المؤمنین فی الحدیث شعبۃ بن الحجاج سے استنباط کیا فائدہ تاسعہ میں آتا ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا ابان بن ابی عیاش حدیث میں جھوٹ بولتا ہے پھر خود ابان سے حدیث سنی اس پر پوچھا گیا فرمایا اس حدیث سے کون صبر کرسکتا ہے معلوم ہوا کہ مطعون بالکذب کی ہر حدیث موضوع نہیں ورنہ اس

[1] فی ترجمۃ محمد بن اسحاق حیث نقل عن الواقدی ذنب ابن اسحاق انہ جعل فی السیرۃ من الاشیاء المنکرۃ المنقطعۃ والاشعار المکذوبۃ قال الناس سمعت یحیی ... السیرۃ قال تکتب کذبا کثیرا ۱۲ منہ

[2] قول یعنی در امثال باب تا باب احکام فانا دون او کہ باب تساہل ست نقل معتمد بسند است اگرچہ بے سند است چنانکہ در افادہ بست و ہفتم تحقیق نمودیم خود شاہ صاحب در ہمچو مقام بر بسیارے از روایات بے سند استناد کردہ است کما لا یخفی علی من طالع کتبہ ... انجام است کہ کمال تحقیق ایں مبحث در رسالہ ... اخیر کردہ ایم ۱۲ منہ

کی طرف ایسی رغبت اور وہ بھی ایسے امام اجل سے بمعنی چہ۔ ثم اقول اور فی الواقع یہی اظہر ہے کہ آخر الکذوب قد یصدق میں کلام نہیں اور یہ بھی مسلم کہ ایک شخص واحد کا روایت حدیث سے تفرد ممکن یہاں تک غریب فرد میں صحیح حسن ضعیف بہ ضعف قریب و ضعف شدید سب قسم کی حدیثیں مانی جاتی ہیں تو یہ کیوں نہیں ممکن کہ کبھی موسوم بتکذیب بھی تفرد کرے اور اس حدیث خاص میں سچا ہو اس کے بطلان پر کیا دلیل قائم لاجرم یہی مذہب مہذب بمقتضائے ارشادات امام ابن الصلاح و امام نووی و امام عراقی و امام قسطلانی وغیرہم اکابر ہے ان سب ائمہ نے موضوع کی یہی تعریف فرمائی کہ وہ حدیث کہ جوزبری گھڑت اور افتراء ذہنی سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جھوٹ بنائی گئی۔ سو علوم الحدیث امام ابو عمرو و تقریب میں ہے الموضوع ھو المختلق المصنوع۔ الفیہ میں ہے: شر الضعیف الخبر الموضوع۱؎ الکذب المختلق المصنوع۔ ارشاد الساری میں ہے الموضوع ھو الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویسمی المختلق۔ ہاں اس میں کلام نہیں کہ حکم وضع کبھی قطعی ہوتا ہے کبھی ظنی جیسا کہ ہم نے شمار قرائن میں تبدیل اسلوب عبارت سے اس کی طرف اشارہ کیا اور حدیث مطعون بالکذب کو موضوع کہنے والے بھی اس کی موضوعیت بالیقین کا دعوٰی نہیں فرماتے بلکہ وضع ظنی میں رکھتے ہیں کما صرح بہ شیخ الاسلام فی النزھۃ۔ شیخ محقق دہلوی قدس سرہ القوی مقدمہ لمعات التنقیح میں فرماتے ہیں: حدیث المطعون بالکذب یسمی موضوعا ومن ثبت عنہ تعمد الکذب فی الحدیث وان کان وقوعہ مرۃ لم یقبل حدیثہ ابدا فالمراد بالموضوع فی اصطلاح المحدثین ھذا لا انہ ثبت کذبہ وعلم ذلک فی ھذا الحدیث بخصوصہ والمسألۃ ظنیۃ والحکم بالوضع والافتراء بحکم الظن الغالب اھ ملخصا۔ اقول مگر محل تامل یہی ہے کہ مجرد کذب فی بعض الاحادیث سے کہ معاذ اللہ کسی طمع دنیا یا تائید مذہب فاسد یا غضب و رنجش وغیرہا کے باعث ہو ظن غالب ہو جائے گا کہ اب جتنی حدیثوں میں یہ متفرد ہو سب میں وضع و افتراء ہی کرے گا اگرچہ وہاں کوئی طمع وغیرہ غرض فاسد نہ ہو شاہد زور اگر کسی طمع یا عداوت سے ایک جگہ غلط گواہی دی تو اس کی سب گواہیاں مردود ضرور ہونگی کہ فاسق ہے مگر بے لاگ جگہ میں خواہی نخواہی یہ ظن غالب نہ ہو گا کہ یہاں بھی جھوٹ ہی کہہ رہا ہے وجدان صحیح اس پر شہادت کو بس ہے اور اگر سند ہی چاہیے تو امام ائمۃ الشان محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ رحمۃ اللہ کا ارشاد سنئے محمد بن اسحاق صاحب

۱؎ بناء علی ان او ضع علی غیرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیقال للموضوع علی فلان ومطلقہ لا یراد بہ الا الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیہ یبتنی باقی الاشیاء دون ھذا فانت فی سعۃ منہ کما ھو ظاہر کلام آخرین ۱۲ منہ

سیرت و مغازی کو ہشام بن عروہ پھر امام مالک پھر وہب پھر یحییٰ قطان نے کذاب کہا[1] اخرجہ ابن عدی عن ابی بشر الدولابی و محمد بن جعفر بن یزید عن ابی قلابۃ الرقاشی ثنی ابو داود وسلیمان بن داود قال قال یحیی القطان اشہد ان محمد بن اسحق کذاب قلت وما یدریک قال قال لی وہیب فقلت لوہیب ما یدریک قال قال لی مالک بن انس فقلت لمالک وما یدریک قال قال لی ہشام بن عروۃ قلت لہشام بن عروۃ وما یدریک قال حدث عن امرأتی فاطمۃ بنت المنذر وادخلت علی وہی بنت تسع وما رآہا رجل حتی لقیت اللہ تعالٰی امام بخاری جزء القراءۃ خلف الامام میں توثیق[2] ابن اسحاق ثابت فرماتے کو اس سے

---

[1] حال الثقفی عن ابیہ فی المیزان بقولہ قلت وما یدری ہشام بن عروۃ فلعلہ سمع منہا فی المسجد او سمع منہا وہو صبی او دخل علیہا فحدثتہ من وراء حجاب فای شیء فی ہذا وقد کانت امرأۃ قد کبرت واسنت اہ ثم قال فیشتمل ہذا الیعتمد علی تکذیب رجل من اہل العلم ہذا مردود ثم قد روی عنہا محمد بن سوقۃ الخ اقول لقائل ان یقول ان الحفاظ الناقدین ربما یعرفون کذب الرجل بقرائن تلوح لہم ولقد نری قوما من الائمۃ یکذبون رجلا ولا یذکرون من السبب الا ہو قائم عندنا العدم علمنا بالقرائن فتقید ولنا احتمالات شتی لعل الامر کذا عسی ان کذا لو لم یجیبنا مندفعۃ عندہم نص علی ذلک الامام النووی فی مواضع من شرحہ صحیح مسلم فقال ہہنا قاعدۃ ننبہ علیہا فیما بعد ان شاء اللہ تعالٰی وہی ان عفان رحمہ اللہ تعالٰی قال انما اتی ہشام (ہو ابن زیاد الاموی) یعنی ضعفوہ من قبل ہذا الحدیث کان یقول حدثنی یحیی عن محمد ثم ادعی بعد انہ سمعہ من محمد وہذا القدر وحدہ لا یقتضی ضعفا لانہ لیس فیہ تصریح بکذب لاحتمال انہ سمعہ من محمد ثم نسیہ فحدث عن یحیی عنہ ثم ذکر سماعہ من محمد فرواہ عنہ ولکن انضم الی ہذا قرائن وامور اقتضت عند العلماء بہذا الفن الحذاق فیہ المبرزین من اہلہ العارفین بدقائق احوال رواتہ انہ لم یسمعہ من محمد فحکموا بذلک لما قامت الدلائل الظاہرۃ عندہم بذلک وسیاتی بعد ہذا اشیاء کثیرۃ من اقوال الائمۃ فی الجرح نحو ہذا وکلہا یقال فیہا ما قلنا ہنا واللہ تعالٰی اعلم اہ وقال بعد ذلک معنی ہذا الکلام ان الحسن بن عمارۃ کذب فروی ہذا الحدیث عن الحکم عن یحیی عن علی وانما ہو عن الحسن البصری من قولہ وقد قدمنا ان مثل ہذا وکان یحتمل کونہ جاء عن الحسن وعن علی لکن الحفاظ یعرفون کذب الکاذبین بقرائن وقد یعرفون ذلک بدلائل قطعیۃ یعرفہا اہل ہذا الفن فقولہم مقبول فی کل ہذا اہ اما قولک افیشتمل ہذا الیعتمد الخ لقول انترائے ہؤلاء الائمۃ الجلۃ الاعاظم یشہدون جزافا من دون ثبت ثم ہذا کلہ انما ذکرنا لا لیعرف ان النہی کیف یحتمل الکذب عن قدر فی امرۃ قد ظہر وان وقع بستی وشعری ادری لمتہ صدق صادق لا ینفی ولا یذر کما بینہ تلمیذہ الامام تاج الدین السبکی رحمہ اللہ تعالٰی فی الطبقات والا فالراجح عند علمائنا ایضا ہو توثیق ابن اسحاق کما ستذکرہ انشاء اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ

[2] نقلہ زیلعی فی نصب الرایۃ قبیل کتاب الخنثی ۱۲ منہ ۱۲ ہمارے علمائے کرام قدست اسرارہم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحٰق کی توثیق ہی ہے محقق علی الاطلاق فتح میں زیر مسئلہ تستحب تعجیل المغرب فرماتے ہیں توثیق ابن اسحاق ہو الحق الابلج وما نقل عن کلام مالک فیہ لا یثبت ولو صح لم یقبلہ اہل العلم کیف وقد قال شعبۃ فیہ ہو امیر المؤمنین فی الحدیث وروی عنہ مثل الثوری وابن ادریس وحماد بن زید ویزید بن زریع وابن علیۃ وعبد الوارث وابن المبارک واحتملہ احمد وابن معین وعامۃ اہل الحدیث غفر اللہ تعالٰی لہم وقد اطال البخاری فی توثیقہ فی کتاب القراءۃ خلف الامام وذکرہ ابن حبان فی الثقات وان مالکا رجع عن الکلام فی ابن اسحاق واصطلح معہ وبعث الیہ ہدیۃ ذکرہ اھ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

جواب دیتے ہیں رأیت علی بن عبد اللّٰہ یحتج بحدیث ابن اسحاق وقال علی عن ابن عیینۃ ما رأیت احدا یتھم محمد بن اسحاق (الی ان قال) ولو صح عن مالک تناولہ عن ابن اسحٰق فلربما تکلم الانسان فیرمی صاحبہ بشیئ واحد ولا یتہمہ فی الامور کلہا الخ دیکھو صاف تصریح ہے کہ ایک جگہ کاذب پانے سے ہر جگہ متہم سمجھنا لازم نہیں لاجرم امام ابن عراق تنزیہ الشریعۃ[1] میں فرماتے ہیں قال الزرکشی فی نکتہ علی ابن الصلاح بین قولنا موضوع وقولنا لا یصح بون کبیر فان الاول اثبات الکذب والاختلاف والثانی اخبار عن عدم الثبوت ولا یلزم منہ اثبات العدم ھذا یجئی فی کل حدیث قال فیہ ابن الجوزی لا یصح ونحوہ قلت وکان نکتۃ تعبیرہ بذلک حیث عبر بہ انہ لم یلح لہ فی الحدیث قرینۃ تدل علی انہ موضوع غایۃ الامر انہ احتمل عندہ ان یکون موضوعا لانہ من طریق متروک او کذاب وھذا انما یتم عند تفرد الکذاب والمتھم علی ان الحافظ ابن حجر خص ھذا فی النخبۃ باسم المتروک ولم ینتظمہ فی سلک الموضوع دیکھیے تفرد کذاب کو صرف احتمال وضع احتمال وضع کا مورث بتایا اور ابن الجوزی نے موضوعات میں جہاں موضوع کہنے سے لا یصح وغیرہ کی طرف عدول کیا اس کا یہی نکتہ ٹھہرایا کہ بوجہ تفرد کذاب یا متہم احتمال وضع تھا اگر غلبہ ظن ہوتا حکم بالوضع سے کیا مانع تھا کہ آخر تصحیح موضوع وغیرہا تمام احکام میں غلبہ ظن کافی اور بلاشبہ حجت شرعی ہے **اقول** والاشارۃ فی قولہ خص ھذا انما تلیق للاقرب وھو المتھم فھو الذی خصہ الحافظ باسم المتروک اما ما تفرد بہ الکذاب فھو عین الموضوع عندہ فانہ امر قد جاء فیہ الطعن بکذب الراوی فلیتنبہ ھذا کلہ ما ظہر لی والحمد للّٰہ الولی العلی فقیر نے اپنی بعض تحریرات میں اس مسئلہ پر قدرے کلام کر کے لکھا تھا ھذا ما یظھر لنا والمحل محل تامل فلینامل لعل اللّٰہ یحدث بعد ذلک امرا الحمد للّٰہ اب بوجوہ کثیرہ اوسے تاکد وتائید حاصل ہوا کلام[1] امام سخاوی کی تصریح کلام[2] علامہ قاری وعلامہ[3] مناوی میں اس کے نظائر صریح کلام[4] امام اجل شعبۃ بن الحجاج سے استنباط صحیح[5] تعریف امام ابن الصلاح وامام نووی وامام عراقی وامام قسطلانی کا اقتضائے صحیح حدیث سے تائید دلیل عقل سے تشیید کلام امام بخاری وعلامہ ابن عراق سے تاکید الحمد للّٰہ سرا وجہرا افقد حقق بجلائی ولحدث امرا (تنبیہ) اس عبارت تنزیہ الشریعۃ سے ایک اور نفیس فائدہ حاصل ہوا کہ کتب موضوعات قسم اول میں بھی لفظ حکم پر لحاظ چاہیے اگر صراحۃً موضوع یا باطل کہہ دیا تو مؤلف کے نزدیک وضع ثابت ہوگی اور اگر لا یصح وغیرہ ہلکے الفاظ کی طرف عدول کیا تو آخر یہ عدول بے نتیجہ نہیں ظاہر اخود مؤلف کو اس پر حکم وضع کی جرأت نہ ہوئی صرف احتمال درج کتاب کیا فافھم فلعلہ حسن وجیہ ولم ار من نبہ علیہ فلیحفظ ۔

منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین ۱۳۰۱ھ

(فائدہ ۴۵) افادہ دوم میں گزرا کہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بہت محققین کی طرف نسبت کیا اور امام اجل ابوطالب مکی نے اوسی کو مذہب فقہائے کرام واولیائے عظام قرار دیا اور یہی مذہب ہمارے ائمہ اعلام کا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین مسلم الثبوت و فواتح الرحمت میں ہے (لا جرح بان لہ راویا واحدا (لفقط) دون غیرہ (وھو مجھول العین باصطلاح) کسمعان لیس لہ راویا غیر الشعبی فان المناط العدالۃ والحفظ لا تعدد الراوی وقیل لا یقبل عند المحدثین وھو تحکم اھ مختصرا پس دربارۂ مجہول قول مقبول یہ ہے کہ مستور و مجہول العین دونوں حجت ہیں مجہول الحال جس کی عدالت ظاہری بھی معلوم نہ ہو احکام میں حجت نہیں فضائل میں بالاتفاق وہ بھی مقبول (تنبیہ) مجہول جب مطلق بولا جاتا ہے تو کلام محدثین میں غالباً اُس سے مراد مجہول العین ہے امام سبکی شفاء الاسقام میں فرماتے ہیں جھالۃ العین ھو غالب اصطلاح اھل ھذا الشان فی ھذا الاطلاق۔

(افادہ ۵۰) ہم نے افادہ ۲۱ میں روشن دلیلوں سے ثابت کیا کہ ما دون الاحکام میں ضعیف محتاج درود صحیح نہیں اور دلیل ثالث میں اس کے دس نظائر کے بھی پتے دیئے سب سے اجلّ و اعظم یہ کہ اکابر ائمہ کرام اعاظم محدثین اعلام مثل امام ابن عساکر و امام ابن شاہین و ابوبکر خطیب بغدادی و امام سہیلی و امام محب الدین طبری و علامہ ناصر الدین ابن المنیر و علامہ ابن الزمان و حافظ ابن ناصر و خاتم الحفاظ و علامہ زرقانی وغیرہم نے حدیث احیاء ابوین کریمین کو باوصف تسلیم ضعف دربارۂ فضائل ایسا معمول و مقبول مانا کہ اوسے احادیث صحاح سے کہ بظاہر مخالف تھیں متاخر ٹھہرا کر اُن کا ناسخ جانا تو خود اس باب میں حدیث صحیح کی حاجت درکنار اُس کے مقابل کے صحاح اُس سے منسوخ ٹھہرائیں شرح مواہب لدنیہ میں ہے قال السیوطی فی سبیل النجاۃ مال الی ان اللہ تعالٰی احیاھما حتی اٰمنا بہ طائفۃ من الائمۃ وحفاظ الحدیث واستندوا الی حدیث ضعیف لا موضوع کالخطیب وابن عساکر وابن شاھین والسھیلی والمحب الطبری والعلامۃ ناصر الدین بن المنیر و ابن سید الناس ونقلہ عن بعض اھل العلم ومشی علیہ الصلاح الصفدی والحافظ ابن ناصر وقد جعل ھؤلاء الائمۃ ھذا الحدیث ناسخا للاحادیث الواردۃ بما یخالفہ ونصوا علی انہ متاخر عنہا فلا تعارض بینہ و بینہا اھ وقال فی الدرج المنیفۃ جعلوہ ناسخا ولم یبالوا بضعفہ لان الحدیث الضعیف یعمل بہ فی الفضائل والمناقب وھذہ منقبۃ ھذا کلام ھذا الجھبذ وھو فی غایۃ التحریر اھ ملخصا (تنبیہ ضروری) اقول جبکہ کسی اصل کا کلمات علما سے اثبات منظور ہو تو اس کے لئے کافی ہے کہ انہوں نے فلاں فلاں فرع میں اس پر بنٰی فرمائی معلوم ہوا کہ یہ اصل اُن کے نزدیک متأصل ہے اُن کلمات کی نقل سے غرض مستدل اسی قدر امر سے متعلق اگرچہ وہ فرع خاص بنظر کسی اور وجہ کے اس کو مسلم نہ ہو مثلاً ہم نے افادہ ۲۸ میں

اس امر کے اثبات کو کہ موضوعیت مستلزم ممنوعیت نہیں کلام ائمہ سے چند نظائر نقل کیے کہ دیکھو حدیث کو موضوع اور فعل کو مشروع مانا اسی قدر سے استدلال تمام ہو گیا اگرچہ یہاں ان بعض احادیث کی وضع تسلیم نہ ہو یونہی یہاں اتنی بات سے کام ہے کہ علمائے کرام نے ضعیف کو صحیح سے اتنا مستغنی مانا کہ ناسخ جانا دعوئے نسخ مؤید و مشید ہو گیا اگرچہ ہم قائل نسخ نہ ہوں اور دوسرے طور پر صحاح کا معارضہ دفع کرکے ان ضعاف کو قبول کریں یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنے کا ہے کہ متکلمین وہاں بہت دھوکے دیتے اور خارج از مبحث اس فرع کے ترجیح و تزییف کی طرف کترا جاتے ہیں خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے فائدہ یازدہم اصول الرشاد شریف میں ان سفہا کے اس کید ضعیف کی طرف ایمائے لطیف فرمایا یونہی فقیر نے آخر تکملہ جلیلہ فصل سیزدہم نوع اول مقصد سوم کتاب **حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات** میں اس کی نظیر پر تنبیہ کیا فلیحفظ۔

فائدہ ۶۵ متعلق افادہ ۲۰ کہ حدیث ضعیف بعض احکام ...

(فائدہ ۶۵) افادہ ۲۰ میں گزرا کہ فضائل تو فضائل بعض احکام میں بھی حدیث ضعیف مقبول ہے جبکہ محل محل احتیاط و نفع بے ضرر ہو اس کی ایک اور نظیر نیز علامہ حلبی کا فرمانا ہے کہ نماز میں سترہ کو سید ھا اپنے سامنے نہ رکھے بلکہ دہنی یا بائیں ابرو پر ہو کہ حدیث میں ایسا وارد ہوا اور وہ اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں مقبول حیث قال ینبغی ان یجعلہا حیال احد حاجبیہ لما روی ابو داؤد من حدیث ضباعۃ بنت المقداد بن الاسود عن ابیہا رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی الی عود ولا عمود ولا شجرۃ الا جعلہ علی حاجبہ الایمن او الایسر ولا یصمد لہ صمدا وقد اعل بالولید بن کامل و بجہالۃ ضباعۃ لکن ہذا الحکم مما یجوز العمل فیہ بمثل ہذا لانہ من الفضائل اھ باختصار ایک اور اعلٰی واجل نظیر کلام امام حافظ محدث ابوبکر بیہقی و امام محقق علی الاطلاق و امام ابن امیر الحاج و علامہ ابراہیم حلبی و علامہ حسن شرنبلالی و علامہ سید احمد طحطاوی و علامہ سید ابن عابدین شامی وغیرہم علمائے اعلام رحمہم اللہ تعالٰی سے یہ ہے کہ سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں بطریق ابوعمرو یا ابومحمد بن محمد بن حریث عن جدہ حریث رجل من بنی عذرۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن ابی القاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دربارۂ سترہ نماز مروی ہوا فان لم یکن معہ عصا فلیخطط خطا اگر اس کے پاس لکڑی نہ ہو تو اپنے سامنے ایک خط کھینچ لے۔ امام ابوداؤد نے کہا امام سفیان بن عیینہ نے فرمایا نجد شیئا نشد بہ ہذا الحدیث ولم یجئ الا من ہذا الوجہ ہم نے کوئی چیز نہ پائی جس سے اس حدیث کو قوت دیں اور اس سند کے سوا دوسرے طریق سے نہ آئی، یونہی امام شافعی و امام بیہقی و امام نووی وغیرہم ائمہ نے اس کی تضعیف[1] فرمائی

[1] حاشیہ صفحہ ۵۱۸ پر ہے

بائیہمہ ائمہ وعلمائے مذکورین نے تصریح کی کہ حدیث ضعیف سہی ایسے حکم میں حجت ومقبول ہے کہ اس میں نفع بے ضرر ہے مرقاۃ میں شرح مشکوۃ امام ابن حجر مکی سے منقول قال البیہقی لاباس بالعمل بہ وان اضطرب اسنادہ فی مثل ھذا الحکم ان شاء اللہ تعالٰی حلیہ میں فرمایا بظہر ان الاشبہ قول البیہقی ولاباس بالعمل بھذا الحدیث فی ھذا الحکم ان شاء اللہ تعالٰی وجزم بہ شیخنا رحمہ اللہ تعالٰی فقال والسنۃ اولی بالاتباع غنیہ میں ہے من جوز الاستدلال بحدیث ابی داؤد وتقدم ما فیہ لکن قد یقال انہ یجوز العمل بمثلہ فی الفضائل کما مرانفا ولذا قال ابن الہمام والسنۃ اولٰی بالاتباع اھ ملخصا نیز غنیہ پھر امداد الفتاح شرح نور الایضاح پھر حاشیہ طحطاویہ علی مراقی الفلاح میں ہے ان سلم انہ یعنی الخط غیر مفید فلا ضرر فیہ مع ما فیہ من العمل بالحدیث الذی یجوز العمل بہ فی مثلہ رد المحتار میں ہے لیسن الخط کما ھو الروایۃ الثانیۃ عن محمد لحدیث ابی داؤد فان لم یکن معہ عصا فلیخط خطا وھو ضعیف لکنہ یجوز العمل بہ فی الفضائل ولذا قال ابن الہمام والسنۃ اولی بالاتباع الخ (تنبیہ) ان دونوں نظیروں میں علامہ ابراہیم حلبی اور نظیر اخیر میں علامہ شامی کا ان افعال میں سترہ کو ابرو کے مقابل رکھنے یا خط کھینچنے کو فضائل سے بتانا اس معنی کی صریح تصریح کر رہا ہے جو فقیر نے حاشیہ افادہ ۲۱ میں ذکر کیا تھا کہ فضائل اعمال سے مراد اعمال فضائل ہیں یعنی وہ اعمال کہ بہتر ومستحسن ہیں نہ خاص ثواب اعمال یہاں سے خیالات باطلہ گنگوہیہ کی تفضیح کامل ہوتی ہے وللہ الحمد (فائدہ) عہ عبارت رد المحتار کہ ابھی منقول ہوئی بتا رہی ہے کہ امثال مقام میں نہ صرف استحباب بلکہ سنیت بھی حدیث ضعیف سے ثابت ہو سکتی ہے یوہیں افادہ ۱۷ میں علی قاری کا ارشاد گزرا کہ حدیث ضعیف کے سبب ہمارے علماء نے مسح گردن کو مستحب یا سنت مانا **اقول** لکن قال الامام ابن امیر الحاج فی الحلیۃ بعد ما ذکر حدیث ابن ماجۃ عن الفاکہ وعن ابن عباس والبزار عن ابی رافع رضی اللہ تعالٰی عنہم فی اغتسال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم العیدین وقال ان فی اسانید ھذہ ضعفاء ما نصہ واستنان غسل العیدین ان قلنا بان تعدد الطرق الواردۃ فیہ یبلغ درجۃ الحسن والا فالندب وفی ذلک تامل اھ فقد اشار رحمہ اللہ تعالٰی ان الضعیف لا یفید الاستنان ولک ان تقول ان السنۃ ربما تطلق علی المستحب کعکسہ

تنبیہ: فضائل اعمال سے مراد اعمال فضائل ہیں نہ خاص ثواب اعمال

فائدہ عہ حدیث ضعیف سے سنیت بھی ثابت ہو سکتی ہے یا استحباب

سلہ قد فی الحلیۃ ثم فی رد المحتار رد تدلیا رمن بتصحیح احمد وابن حبان وغیرہما لہ اھ وعقبہ فی الحلیۃ بما یاتی عنہ من قولہ ولیظہر ان الاشبہ الخ وقال فی المرقاۃ قد اشار الشافعی الی ضعفہ واضطرابہ قال ابن حجر صححہ احمد وابن المدینی وابن حبان وغیرہم وجزم بضعفہ النووی اھ ملخصا قلت وھو وان فرض صحتہ لم یضرنا فیما نحن بصددہ لما قررنا فی التنبیہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

کما مر جوابہ بما فیتجہ کلام الشامی والقاری وبہ یحصل التوفیق بین الروایتین عن علمائنا فی المسألۃ اعنی مسألۃ الخط فمن اثبت اراد الاستحسان ومن نفی نفی الاستنان وقد کان مما یؤید ایماء فی الحلیۃ ھل ینوب الخط بین یدیہ منابہا فعن ابی حنیفۃ وھو احدی الروایتین عن محمد انہ لیس بشیئ ای لیس بشیئ مسنون اھ لولا انہ زاد بعدہ بل فعلہ وترکہ سواء انتھی ففیہ بعد بعد فافہم (**فائدہ ۸**) ہم نے افادہ الامیں بہت نصوص نقل کیے کہ بارہا محدثین کا کسی حدیث کو موضوع یا ضعیف کہنا ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ اصل حدیث کے اور سنیے حدیث صحیح زکوٰۃ حلی پر دی سنن ابی داؤد ونسائی امرأۃ اتت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومعہا ابنتہا وفی ید بنتہا مسکتان غلیظتان من ذھب فقال تعطین زکاۃ ھذا قالت لا قال ایسرک ان یسورک اللہ بہما یوم القیٰمۃ سوارین من نار قال فخلعتہما فالقتہما الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقالت ھما للہ ورسولہ یعنی ایک بی بی خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اُن کی بیٹی اُن کے ساتھ تھیں دختر کے ہاتھ میں سونے کے کڑے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان کی زکاۃ دی گئی عرض کی نہ فرمایا کیا تجھے یہ پسند ہے کہ اللہ عزوجل قیامت میں ان کے بدلے آگ کے کنگن پہنائے اُن بی بی نے اتار کر ڈال دیئے اور عرض کی یا اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ جیسا امام ابوالحسن ابن القطان وامام ابن الملقن وعلامہ سید میرک نے کہا اسنادہ صحیح اس کی سند صحیح ہے۔ امام عبدالعظیم منذری نے مختصر میں فرمایا اسنادہ لامقال فیہ اس کی سند میں کچھ گفتگو نہیں۔ محقق علی الاطلاق نے فرمایا لاشبھۃ فی صحتہ اس کی صحت میں کچھ شبہہ نہیں۔ امام ترمذی نے جامع میں روایت کرکے فرمایا لایصح فی ھذا الباب عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شیئ اس باب میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کچھ صحیح نہ ہوا۔ امام منذری نے فرمایا لعل الترمذی قصد الطریقین اللذین ذکرھما والا فطریق ابی داؤد لامقال فیہ شاید ترمذی ان دو طریق کو کہتے ہیں جو انہوں نے ذکر کیے ورنہ سند ابی داؤد میں اصلاً جائے گفتگو نہیں۔ ابن القطان نے فرمایا انما ضعف ھذا الحدیث لان عندہ فیہ ضعیفین ابن لھیعۃ والمثنی بن الصباح انہوں نے اس وجہ سے تضعیف کی کہ اُن کے پاس اس کی سندیں دو راوی ضعیف تھے ذکرہ الامام المحقق فی الفتح ثم العلامۃ القاری فی المرقاۃ اور سنیے حدیث ردشمس کہ حضور پُرنور سید الانوار ماہ عرب مہر عجم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے ڈوبا ہوا آفتاب پلٹ آیا مغرب ہوکر پھر عصر کا وقت ہوگیا یہاں تک کہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے نماز عصر ادا کی جیسے طحاوی وامام قاضی

عیاض و امام مغلطای و امام قطب خیضری و امام حافظ الشان عسقلانی و امام خاتم الحفاظ سیوطی وغیرہم اجلۂ کرام نے حسن وصحیح کہا کما ھو مفصل فی الشفاء وشرحہ والمواھب وشرحھا علامہ شامی اپنی سیرت پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں اما قول الامام احمد وجماعۃ من الحفاظ بوضعہ فالظاھر انہ وقع لھم من طریق بعض الکذابین والا فطرقہ السابقۃ یتعذر معھا الحکم علیہ بالضعف فضلا عن الوضع عام ترشیحیہ امام شیخ الاسلام عمدۃ الکرام مرجع العلماء الاعلام تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی قدس سرہ الملکی کتاب مستطاب مظہر الصواب مرغم الشیطان مدغم الایمان شفاء الاسقام فی زیارۃ خیر الانام علیہ وعلی آلہ افضل الصلاۃ والسلام میں فرماتے ہیں[1] مما یجب ان یتنبہ لہ ان حکم المحدثین بالانکار والاستغراب قد یکون بحسب تلک الطریق فلا یلزم من ذلک رد متن الحدیث بخلاف اطلاق الفقیہ ان الحدیث موضوع فانہ حکم علی المتن من حیث الجملۃ اس سے آگاہ رہنا واجب ہے کہ محدثین کا کسی حدیث کو منکر یا غریب کہنا کبھی خاص ایک سند کے لحاظ سے ہوتا ہے تو اس سے اصل حدیث کا رد لازم نہیں آتا بخلاف فقیہ کے موضوع کہنے کے کہ وہ بالاجمال اس متن پر حکم ہے) (لطیفہ جلیلہ منیفہ) ابوداود ونسائی کی یہ حدیث صحیح عظیم جلیل جس میں ان بی بی نے کپڑوں کے صدقہ کرنے میں اللہ عزوجل کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک بھی ملایا اور حضور نے انکار نہ فرمایا بعینہ یہی مضمون صحیح بخاری وصحیح مسلم نے حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں روایت کیا کہ جب ان کی توبہ قبول ہوئی عرض کی یارسول اللہ ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقۃ الی اللہ والی رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یارسول اللہ میری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے صدقہ کردوں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا یہ حدیثیں حضرات وہابیہ کی جان پر آفت ہیں انھیں دو پر کیا موقوف فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بجواب استفتائے بعض علمائے دہلی ایک نفیس وجلیل وموجز رسالہ مسمی بنام تاریخی **الامن والعلی لناعتی المصطفی بدافع البلاء** ملقب بلقب تاریخی **اکمال الطامہ علی شرک سوی بالامور العامہ** تالیف کیا اس میں ایسی بہت کثیر وعظیم باتوں کا آیات واحادیث سے صاف وصریح ثبوت دیا مثلاً قرآن وحدیث ناطق ہیں کہ اللہ ورسول نے دولتمند کردیا اللہ ورسول نگہبان ہیں اللہ ورسول بے والیوں کے والی ہیں اللہ ورسول مالوں کے مالک ہیں اللہ ورسول زمین کے مالک ہیں اللہ ورسول کی طرف توبہ اللہ ورسول کی دہائی اللہ ورسول دینے والے ہیں اللہ ورسول سے دینے کی توقع اللہ ورسول

---

[1] فی الباب الثالث تحت الحدیث الخامس من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی [illegible] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [illegible] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [illegible]

نے نعمت دی اللہ و رسول ﷺ نے عزت بخشی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اُمت کے حافظ و نگہبان ہیں حضور ﷺ کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہیں حضور ﷺ کے آگے سب گڑگڑاتے ہیں حضور ﷺ ساری زمین کے مالک ہیں حضور ﷺ سب آدمیوں کے مالک ہیں حضور ﷺ تمام امتوں کے مالک ہیں ساری ساری دنیا کی مخلوق حضور ﷺ کے قبضہ میں ہے مدد کی کنجیاں حضور ﷺ کے ہاتھ ہیں نفع کی کنجیاں حضور ﷺ کے ہاتھ میں جنت کی کنجیاں حضور ﷺ کے ہاتھ میں دوزخ کی کنجیاں حضور ﷺ کے ہاتھ میں آخرت میں عزت دنیا حضور ﷺ کے ہاتھ ہے قیامت میں کل اختیار حضور ﷺ کے ہاتھ ہے حضور ﷺ مصیبتوں کے دور فرمانے والے حضور ﷺ سختیوں کے ٹالنے والے ابوبکر صدیق عمر فاروق حضور ﷺ کے بندے حضور ﷺ کے خادم نے بیٹا دیا حضور ﷺ کے خادم رزق آسان کرتے ہیں حضور ﷺ کے خادم بلائیں دفع کرتے ہیں حضور ﷺ کے خادم بلندی مرتبہ دیتے ہیں حضور ﷺ کے خادم تمام کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں اولیا کے سبب بلا دور ہوتی ہے اولیا کے سبب رزق ملتا ہے اولیا کے سبب مدد ملتی ہے اولیا کے سبب مینہ اترتا ہے اولیا کے سبب زمین قائم ہے یہ اور ان جیسی بیسیوں باتیں صرف قرآن و حدیث سے لکھی ہیں وہابی صاحب شرک وغیرہ جو حکم لگانا چاہیں اللہ و رسول کی جناب میں بکیں یا خدا اور رسول سے لڑیں اگر لڑسکیں اس میں یہ بھی روشن دلیلوں سے ثابت کر دیا ہے کہ وہابی مذہب نے یوسف علیہ الصلاۃ والسلام عیسٰی علیہ الصلاۃ والسلام جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں تک کہ خود رب العزت جل جلالہ کسی کو سخت شنیع الزام لگانے سے نہیں چھوڑا ضمنا یہ بھی واضح دلائل سے بتا دیا گیا کہ وہابی صاحبوں کے نزدیک جناب شیخ مجدد صاحب و مرزا جان جاناں صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبد العزیز صاحب اور اُن کے اساتذہ و مشائخ یہاں تک کہ خود میاں اسمٰعیل دہلوی سب کے سب پکے مشرک تھے غرض وہابی مذہب پر شرک امور عامہ سے ہے جس سے معاذ اللہ ملئکہ سے لیکر رسولوں بندوں سے لیکر رب جلیل تک شاہ ولی اللہ سے اُن کے پیروں اُستادوں شاہ عبد العزیز صاحب سے خود میاں اسمٰعیل تک کوئی خالی نہیں وہابیت کا پھاگ نجدیت کی ہوئی شرک کا رنگ تقویۃ الایمان کی پچکاری ہے زور گھنگھور شرائوں کا شور سارا جہاں شرابور ہو لوگی قید نہ امادس پہ چھور یہ انوکھا پھاگن بارہ مادس جاری ہے سہ اشراک بمذہبی کہ تا حق برسد خود مذہب معلوم واہل مذہب معلوم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یہ مختصر رسالہ کہ چار جزء سے بھی کم ہے ایک سو تیس سے زیادہ فائدوں اور تیس آیتوں اور ستر سے زیادہ حدیثوں پر مشتمل ہے جو اس کے سوا کہیں مجتمع نہ ملینگے بحمد اللہ تعالیٰ اُس کی نفاست اس کی جلالت اُس کی صولت اس کی شوکت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے ذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون ﴿ رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی

والدی وان اعمل صالحا ترضٰیه واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین ۰ والحمد للّٰہ رب العالمین

فائدہ ۹) ہم نے افادہ ۲۱ میں ذکر کیا کہ محدثین میں بہت کم ایسے ہیں جن کا التزام تھا کہ ثقہ ہی سے روایت کریں جیسے شعبہ بن الحجاج وامام مالک وامام احمد اور افادہ دوم میں یحیٰی ابن سعید قطان وعبدالرحمٰن بن مہدی کو گنا اور انھیں سے ہیں امام شعبی وبقی بن مخلد وحریز بن عثمٰن وسلیمان بن حرب ومظفر بن مدرک خراسانی وامام بخاری مقدمہ صحیح مسلم شریف میں ہے حدثنی ابوجعفر الدارمی ثنا بشر بن عمر قال سألت مالک بن انس (فذکر الحدیث قال) وسألته عن رجل اخر نسیت اسمه فقال هل رأیته فی کتبی قلت لا قال لو کان ثقة لرأیته فی کتبی فمن وجدناه فی کتبه حکمنا بانه ثقة عند مالک وقد لا یکون ثقة عند غیره میزان میں ہے ابراهیم بن العلاء ابو هارون الغنوی وثقه جماعة ووهاه شعبة فیما قیل ولم یصح بل صح انه حدث عنه اسی میں ہے عبدالاکرم بن ابی حنیفة عن ابیه وعنه شعبة لا یعرف لکن شیوخ شعبة جیاد اھ **اقول** لکن قال یزید بن هارون قال شعبة داری وحماری فی المساکین صدقة ان لم یکن ابان ابن ابی عیاش یکذب فی الحدیث قلت له فلم سمعت منه قال ومن یصبر عن ذا الحدیث یعنی حدیثه عن ابراهیم عن علقمة عن عبدالله عن امه انها قالت رأیت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قنت فی الوتر قبل الرکوع کما فی المیزان ولک التفصی عنه بان السماع شیئ والحدیث شیئ والکلام فی الاخیر وان کان اسم الشیخ یتناول الوجهین وسنذکر اخر الفائدة ان الامام ربما حمل عمن شاء فاذا حدث تثبت **نعم** لعل الصواب التقیید بمن حدث عنه فی الاحکام دون ما یتساهل فیه لما تقدم فی الافادة الثالثة والعشرین من قول ابن عدی ان شعبة حدث عن الکلبی ورضیه بالتفسیر کما نقله فی المیزان وفیه الیمانی محمد بن عبدالجبار قال العقیلی مجهول بالنقل قلت شیوخ شعبة نقادة الا النادر منهم هذا الرجل قال ابوحاتم شیخ اھ **قلت** وهذا ایضا قد یکون الرجل ثقة عنده وعند غیره مجروح او مجهول حتی ان من شیوخهم الذین وثقهم وصرح بحسن الثناء علیهم جابر بن یزید الجعفی ذاک الضعیف الرافضی المتهم قال الامام الاعظم رضی الله تعالٰی عنه ما رأیت فیمن رأیت افضل من عطاء ولا اکذب من جابر الجعفی وکذلک کذبه ایوب وزائدة ویحیی والجوزجانی وترکه القطان وابن مهدی والنسائی واخرون شفاء السقام شریف میں ہے احمد رحمه الله تعالٰی لم یکن یروی الا عن ثقة وقد صرح الخصم (یعنی ابن تیمیة) بذلک فی الکتاب الذی صنفه فی الرد علی البکری بعد عشر کراریس منه قال ان القائلین بالجرح والتعدیل من علماء الحدیث نوعان

منهم من لم یرو الا عن ثقة عندہ کمالک وشعبة ویحیی ابن سعید وعبدالرحمن بن مهدی واحمد بن حنبل وکذلک البخاری وامثالہ اھ تهذیب التهذیب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے خارجة بن الصلت البرجمی الکوفی روی عنه الشعبی وقد قال ابن ابی خیثمة اذا روی الشعبی عن رجل وسماہ فهو ثقة یحتج بحدیثه تدریب میں ہے من لا یروی الا عن عدل کابن مهدی ویحیی بن سعید اھ **اقول** ولا یعکر علیه بما فی المیزان عن عباس الدوری عن یحیی بن معین یحیی بن سعید لو لم ارو الا عمن ارضی ما رویت الا عن خمسة اھ فان رضی یحیی غایة لا تدرک وکیف یظن ان الخلق کلهم عندہ ضعفاء الا خمسة وانما الرضی لرجل ثبت شامخ راسخ لم یزل ولم یزل ولا فی حرف ولا مرة تهذیب التهذیب میں ہے سلیمن بن حرب بن بجیل الازدی الواشحی قال ابوحاتم امام من الائمة کان لا یدلس وقال ابوحاتم ایضا کان سلیمن بن حرب قل من یرضی من المشایخ فاذا رأیته قد روی عن شیخ فاعلم انه ثقة اھ ملتقط التقریب التهذیب میں ہے مظفر بن مدرک الخراسانی ابوکامل ثقة متقن کان لا یحدث الا عن ثقة **نافعہ جامعہ** امام سخاوی فتح المغیث[1] میں فرماتے ہیں تتمة من کان لا یروی الا عن ثقة الا فی النادر الامام احمد وبقی بن مخلد وحریز بن عثمٰن وسلیمن بن حرب وشعبة والشعبی وعبدالرحمن بن مهدی ومالک ویحیی بن سعید القطان وذلک فی شعبة علی المشهور فانه کان یتعنت فی الرجال ولا یروی الا عن ثبت والا فقد قال عاصم بن علی سمعت شعبة یقول لو لم احدثکم الا عن ثقة لم احدثکم الا عن ثلثة وفی نسخة ثلثین و ذلک اعتراف منه بانه یروی عن الثقة وغیرہ فینظر وعلی کل حال فهو لا یروی عن متروک ولا عمن اجمع علی ضعفه واما سفین الثوری فکان یترخص مع سعة علمه وورعه ویروی عن الضعفاء حتی قال فیه صاحبه شعبة لا تحملوا عن الثوری الا عمن تعرفون فانه لا یبالی عمن حمل وقال الفلاس قال لی یحیی بن سعید لا تکتب عن معتمر الا عمن تعرف فانه یحدث عن کل اھ **اقول** ماذکر عن عاصم فیجوز بل یجب حمله علی مثل ما قدمنا فی کلام یحیی کیف وان للثقة اطلاقا اخر اخص واضیق کما قال فی التدریب ان ابن مهدی قال حدثنا ابوخلدة فقیل له اکان ثقة فقال کان صدوقا وکان مامونا وکان خیرا الثقة شعبة وسفین قال وحکی المروزی[2] قال سألت ابن حنبل عبدالوهاب بن عطاء ثقة قال تدری ما الثقة انما الثقة یحیی بن سعید القطان اھ فعلیک بالتثبت فان الامر جلی واضح **ثم اقول** انھیں ائمہ محتاطین سے ہیں علی

---

[1] فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ منہ [2] فی ترجمہ اسرائیل بن یونس ۱۲ منہ

اعلم امام اعظم سیدنا ابوحنیفۃ النعمان انعم اللہ تعالٰی علیہ بانعام الرضوان ونعمہ بانعم نعم الجنان یہاں تک کہ اگر بعض مختلطین سے روایت فرمائیں تو اخذ قبل التغیر پر محمول ہوگا جس طرح احادیث صحیحین میں کرتے ہیں محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں قال محمد بن الحسن رضی اللہ تعالٰی عنہ فی کتاب الآثار اخبرنا ابوحنیفۃ ثنا لیث بن ابی سلیم عن مجاھد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لیس فی مال الیتیم زکوٰۃ ولیث کان احد العلماء العباد وقیل اختلط فی اٰخر عمرہ ومعلوم ان اباحنیفۃ لم یکن لیذھب فیاخذ عنہ فی حال اختلاطہ ویرویہ وھو الذی شدد فی امر الروایۃ مالم یشددہ غیرہ علی ما عرف اھ (تنبیہ) قلت ھذا التوسع وقلۃ المبالاۃ فی الاخذ قد حدث فی العلماء من لدن التابعین الاعلام اخرج الدارقطنی عن ابن عون قال قال محمد بن سیرین اربعۃ یصدقون من حدثھم فلا یبالون ممن یسمعون الحسن وابوالعالیۃ وحمید بن ھلال ولم یذکر الرابع ذکرہ غیرہ فسماہ انس بن سیرین ذکرہ الامام الزیلعی فی نصب الرایۃ وقال علی بن المدینی کان عطاء یاخذ عن کل ضرب مرسلات مجاھد احب الی من مرسلاتہ بکثیر وقال احمد بن حنبل مرسلات سعید بن المسیب اصح المرسلات ومرسلات ابراھیم النخعی لاباس بھا ولیس فی المرسلات اضعف من مرسلات الحسن وعطاء بن ابی رباح فانھما کانا یاخذان عن کل احد وقال الشافعی فی مراسیل الزھری لیس بشیئ لانا نجدہ یروی عن سلیمن بن الارقم ذکرھا فی التدریب قلت ومراسیل الائمۃ الثقات مقبولۃ عندنا وعند الجماھیر ولا شک ان عطاء والحسن والزھری منھم وقلۃ المبالاۃ عند التحمل لاینفیھا عند الاداء فقد یاخذ الامام عمن شاء ولا یرسل الا اذا استوثق وقد وافقنا علی قبول مراسیل الحسن ذالک الورع الشدید عظیم التشدید قدوۃ الشان یحیی بن سعید القطان وذاک الجبل العلی علی بن مدینی الذی کان البخاری یقول مااستصغرت نفسی الا عندہ وذلک الامام الاجل نقاد العلل ابوزرعۃ الرازی وناھیک بھم قدوۃ اما القطان فقال ما قال الحسن فی حدیثہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا وجدنا لہ اصلا الا حدیثا وحدیثین واما علی فقال مرسلات الحسن البصری التی رواھا عنہ الثقات صحاح ما اقل ما یسقط منھا واما ابوزرعۃ فقال کل شیئ قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وجدت لہ اصلا ثابتا ما خلا اربعۃ احادیث نقلھا فی التدریب قلت وعدم الوجدان لا یقتضی عدم الوجود فلم یفت یحیی الا واحد او اثنان ولعل غیرہ یحیی وجد مالم یجدہ وفوق کل ذی علم علیم ونقل فی مسلم الثبوت عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال متی قلت لکم حدثنی فلان فھو حدیثہ ومتی قلت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمن سبعین اھ وفی التدریب

قال یونس بن عبید سألت الحسن قلت یا ابا سعید انک تقول قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانک لم تدرکہ فقال یا ابن اخی لقد سألتنی عن شیئ ما سألنی عنہ احد قبلک ولولا منزلتک منی ما اخبرتک انی فی زمان کما تری وکان فی زمن الحجاج کل شیئ سمعتنی اقولہ قال رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم فھو عن علی بن ابی طالب غیر انی فی زمان لا استطیع ان اذکر علیا اھ واللہ تعالٰی اعلم (فائدہ ۱۰) سفہائے زمانہ نے احادیث طبقہ رابعہ کو مطلقاً باطل وبے اعتبار محض قرار دیا جو شان موضوع ہے جس کا ابطال ببراہین وجوہ افادہ ۲۴ میں گذرا یہاں اتنا اور سن لیجئے کہ برعکس اس کے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری نے اونکی روایت کو دلیل عدم موضوعیت قرار دیا ہے موضوعات کبیر میں زیر حدیث من طاف بالبیت اسبوعا ثم اتی مقام ابراھیم فرکع عندہ رکعتین ثم اتی زمزم فشرب من مائھا اخرجہ اللہ من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ جو سات پھیرے طواف کرکے مقام ابراہیم میں دو رکعت نماز پڑھے پھر زمزم شریف پر جاکر اس کا پانی پیئے اللہ عزوجل اُسے گناہوں سے ایسا پاک کردے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا) فرماتے ہیں حیث اخرجہ الواحدی فی تفسیرہ والجندی فی فضائل مکۃ والدیلمی فی مسند کا لا یقال انہ موضوع غایتہ انہ ضعیف جبکہ اُسے واحدی نے تفسیر اور جندی نے فضائل مکہ اور دیلمی نے مسند میں روایت کیا تو اُسے موضوع نہ کہا جائے گا نہایت یہ کہ ضعیف ہے) اقول وجہ یہ ہے کہ اصل عدم وضع ہے اور بوجہ خلط صحاح وسقام وثابت وموضوع جس طرح وضع ممکن یونہیں صحت محتمل توجب تک خصوص متن وسند کے لحاظ سے دلیل قائم نہ ہو احد الاحتمالین خصوصاً خلاف اصل کو معین کرلینا محض ظلم وجزاف ہے تو اُن کی حدیث قبل تبیین حال جس طرح بسبب احتمال ضعف وسقوط احکام میں مستند ومعتبر نہ ہوگی یونہیں بوجہ احتمال صحت وحسن وضعف محض موضوع وباطل وساقط بھی نہ ٹھہرے گی لاجرم درجہ توقف میں رہے گی اور یہی مرتبہ ضعیف محض کا ہے جس طرح وہاں توقف مانع تمسک فی الفضائل نہیں یونہیں یہاں بھی کما لا یخفی علامہ بحر العلوم فواتح الرحموت میں ہمارے علمائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ناقل الراوی ان کان غیر معروف بالفقاھۃ ولا بالروایۃ بل انما عرف بحدیث او حدیثین فان قبلہ الائمۃ او سکتوا عنہ عند ظھور الروایۃ او اختلفوا کان کالمعروف وان لم یظھر منھم غیر الطعن کان موضوعا وان لم یظھر شیئ منہ لم یجب العمل بل یجوز فیعمل بہ فی المندوبات والفضائل والتواریخ (فائدہ ۱۱) اُن ضروری فوائد سے کہ بوجہ تعجیل ہنگام تبییض تحریر سے رہ گئے تذکرۃ الموضوعات علامہ محمد طاہر فتنی رحمۃ اللہ

لطائف ٹیکسٹ بیوٹ

فاتحۃ الرحموت ۲

فائدہ اذا ذکر الموضوعات بمعزل عن سواد من ذکر ابن الجوزی ... [illegible]

تعالیٰ کا حال ہے کہ اس میں مجرد ذکر سے موضوعیت پر استدلال تو بڑے بھاری مشکلیں منکرین نے کیا حالانکہ محض جہالت ویسے ہی یا دیدہ ودانستہ مغالطہ دہی تذکرہ مذکورہ بھی کتب قسم ثانی سے ہے اوس میں ہر طرح کی احادیث لاتے اور کسی کو موضوع کسی کو لم یوجد کسی کو منکر کسی کو لیس بثابت کسی کو لا یصح کسی کو ضعیف کسی کو مؤول کسی کو رجالہ ثقات کسی کو لا باس بہ کسی کو صححہ فلان کسی کو صحیح فرماتے ہیں حدیث تقبیل ابہامین اونہیں میں ہے جنہیں ہرگز موضوع نہ کہا بلکہ صرف لا یصح پر اقتصار اور تجربۂ کثیرین سے استظہار کیا خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشہورۃ علی الالسن والصواب خلافہا علی نمط ذکرہ تذکرۃ فیہ من عرف نفسہ عرف ربہ لیس بثابت ح رأیت ربی فی صورۃ شاب ای وفرۃ صحیح محمول علی رؤیۃ المنام او مؤول[1] ح المؤمن غر کریم والمنافق خب لئیم موضوع[2] ح ماشہد رجل علی رجل بکفر الا باء بہ احدہما ضعیف[3] فیہ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم طرقہا واہیۃ[4] ح من ادی الفریضۃ وعلم الناس الخیر کان فضلہ علی العابد الحدیث ضعیف اسنادہ لکنہم یتساہلون فی الفضائل ح الوضوء علی الوضوء نور علی نور لم یوجد[5] فیہ مسح العینین بباطن السبابتین بعد تقبیلہما لا یصح وروی تجربۃ ذلک عن کثیرین فیہ الصلاۃ عماد الدین ضعیف وصلاۃ التسبیح ضعیف[6] الدارقطنی اصح شیئ فی فضل الصلوۃ صلاۃ التسبیح فیہ طعام الجواد دواء وطعام البخیل داء فی المقاصد[7] رجالہ ثقات وفی المختصر منکر فی المقاصد ماء زمزم لما شرب لہ ضعیف[8] لکن لہ شاہد فی مسلم ح ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ من یجدد لہا دینہا صححہ[9] الحاکم ح مثل امتی کالمطر لا یدری اولہ خیر ام اخرہ موضوع[10] فی الوجیز انا وابوبکر وعمر خلقنا من تربۃ واحدۃ فیہ مجاہیل قلت نقطہ لو ثامر ولہ شاہد فی ابو نعیم حدیث ذو رقتین قال ابن حبان باطل قلت الوقف ولقارئہ طرق فلسعیدۃ لا باس بیعضاح من اخلص للہ اربعین یوما ولہ شاہد ح یکون فی اخر الزمان خلیفۃ لا یفضل علیہ ابوبکر ولا عمر موضوع قلت بل مؤول انتہی ملخصا

---

[1] اقول ہذا عجیب فقد اخرجہ ابوداؤد والترمذی والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بلفظ الفاجر مکان المنافق واسنادہ کما قال المناوی جید ۱۲ [3] اقول بل صحیح فی اعلی الصحاح فلمالک والصحیحین بغیرہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما رفعہ اذا قال الرجل لاخیہ کافر فقد باء بہا احدہما وللبخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ رفعہ من قال لاخیہ یا کافر فقد باء بہا احدہما ولابن حبان عن ابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح مرفوعا ما اکفر رجل رجلا قط الا باء بہا احدہما وفی الباب غیر ذلک فان اراد خصوص اللفظ فقلیل الجدوی ۱۲ منہ [4] اقول والصحیح انہ لا ینزل عن الحسن کما تبینتہ فی النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکبر والکب ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ [5] بل اخرجہ رزین وان قال المنذری ثم العراقی لم نقف علیہ ۱۲ منہ [6] الحق انہ حدیث حسن صحیح لا شک حسن لذاتہ صحیح لغیرہ ان لم یکن لذاتہ والتفصیل فی اللآلی ۱۲ منہ [7] اقول کذا قال المناوی وبالغ الذہبی کعادتہ فقال کذب ۱۲ منہ [8] اقول بل نص الحافظ انہ حجۃ بطرقہ وحسنہ المناوی وصححہ الامام سفیان بن عیینۃ والدمیاطی والمنذری وابن الجزری ۱۲ منہ [9] ورواہ ۔۔۔ قال المناوی اسنادہ صحیح ۱۲ منہ [10] ہذا عجیب بل اخرجہ احمد والترمذی فی الجامع عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ وحسنہ وفی الباب عن عمار بن یاسر وعمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہما واوصلہ البزار قال

فائدہ ۱۲: حدیث بے سند مذکور علما کے قبول میں تفصیل جلیل احقاق اور اوہام قاصرین زمان کا ابطال وازہاق

ماذکرتہ اھ ملتقطا (**فائدہ ۱۲**) اقول وباللہ التوفیق اذان اکثر قاصرین زمان میں سند کی فضیلتیں اور کلام اثرمین میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ دیکھ کر مرتکز ہورہا ہے کہ احادیث بے سند اگرچہ کلمات ائمہ معتمدین میں بصیغہ جزم مذکور ہوں مطلقا باطل ومردود وعاطل کہ احکام مغازی سیر فضائل کسی باب میں اصلا نہ سننے کے لائق نہ ماننے کے قابل حالانکہ یہ محض اختراع بین الاندفاع مشاہیر محدثین وجماہیر فقہا دونوں فریق کے مخالف اجماع ہے غیر صحابی جو قول یا فعل یا حال حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف بے سند متصل نسبت کرے محدثین کے نزدیک باختلاف حالات واصطلاحات مرسل منقطع معلق معضل ہے اور فقہا واصولیین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل اصطلاح حدیث پر تعلیق واعضال یا اصطلاح فقہ واصول پر ارسال میں کچھ بعض سند کا ذکر ہرگز لازم نہیں بلکہ تمام وسائط حذف کرکے علمائے مصنفین جو قال یا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وامثال ذلک کہتے ہیں یہ بھی معضل ومرسل ہے امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفۃ انواع علم الحدیث میں فرماتے ہیں المعضل عبارۃ عما سقط من اسنادہ اثنان فصاعدا ومثالہ مایرویہ تابعی التابعی قائلا فیہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکذلک مایرویہ من دون تابعی التابعی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او عن ابی بکر وعمر وغیرھما غیر ذاکر للوسائط بینہ وبینہم وذکر ابو نصر السجزی الحافظ قول الراوی بلغنی نحو قول مالک بلغنی عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال للمملوک طعامہ وکسوتہ الحدیث وقال اصحاب الحدیث یسمونہ المعضل قلت وقول المصنفین من الفقہاء وغیرھم قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کذا ونحو ذلک کلہ من قبیل المعضل لما تقدم وسماہ الخطیب ابوبکر الحافظ فی بعض کلامہ مرسلا وذلک علی مذھب من یسمی کل مالا یتصل مرسلا کما سبق اھ باختصار توضیح میں ہے الارسال عدم الاسناد وھو ان یقول الراوی قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من غیر ان یذکر الاسناد علامہ تفتازانی تلویح پھر مدقق علائی صاحب درمختار افاضۃ الانوار علی اصول المنار میں فرماتے ہیں ان لم یذکر الواسطۃ اصلا فمرسل مسلم الثبوت وفواتح الرحموت میں ہے (المرسل قول العدل قال علیہ) وعلی الہ واصحابہ الصلوۃ والسلام کذا وعند اھل الحدیث المرسل قول التابعی قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم کذا والمعلق ما رواہ من دون التابعی من دون سند والکل داخل فی المرسل عند اھل الاصول اھ مختصرا پھر باجماع علمائے محدثین وفقہا یہ سب انواع نوع موضوع سے بیگانہ ہیں اور باوصف ان کی انواع احکام میں بھی فضائل اعمال ومناقب رجال وسیر واحوال میں بالاتفاق ماخوذ ومقبول جملہ مصنفین علوم حدیث موضوع کو ان انواع سے جدا شمار فرماتے آئے اور اوکثیں انہیں سے بتاتے اور تمام مولفین سیر

بلانکیر منکر مراسیل ومعضلات کا ذکر واثبات کرتے رہے افادہ ۲۳ میں علامہ حلبی کا ارشاد گزرا کہ سیر بلاغ ومرسل ومنقطع ومعضل غرض ماسوائے موضوع ہر قسم حدیث کو جمع کرتی ہے کہ ائمہ کرام نے ماورائے احکام میں مساہلت فرمائی ہے، یہ عبارت دونوں
یہ عبارات دونوں مطلب میں نص ہے معضل کا موضوع نہ ہونا اور اس کا مادون الاحکام میں مقبول ہونا خود صحیح بخاری وصحیح مسلم وصحیح مؤطا میں معضلات
لہ فی الثانیہ　وبلاغات موجود ہیں وسط میں بقلت طرفین میں بکثرت خصوصاً بعض بلاغات مالک وہ ہیں کہ ان کی اسناد اصلاً نہ ملی تدریب
منہ سائل　میں امام ابوالفضل زین الدین عراقی سے ہے ان مالکا لم یفرد الصحیح بل ادخل فیہ المرسل والمنقطع والبلاغات
الصحیح منہ　ومن بلاغاتہ احادیث لاتعرف کما ذکرہ ابن عبدالبر، وہیں امام مغلطائی سے ہے مثل ذلک فی کتاب البخاری
وہیں امام حافظ الشان سے ہے مالک صحیح عندہ وعند من یقلدہ علی ما اقتضاہ نظرہ من الاحتجاج بالمرسل والمنقطع وغیرہما اسناد کے سنت مطلوبہ وفضیلت مرغوبہ وخاصہ امت مرحومہ ہونے میں کسی کلام ہے محققین قابلین مراسیل ومعاضیل بھی مسانید کو ان پر تفضیل دیتے اور منقطع سے متصل کا نسخ نہیں مانتے ہیں کما نص علیہ فی المسلم وغیرہ تاکید اثر میں بجائے خود ہے اور قول بقیہ بن الولید ذاکرت حماد بن زید باحادیث فقال ما اجودہا لوکان لہا اجنحۃ یعنی الاسناد قطع نظر اس سے کہ واقعہ عین لاعموم لہا ممکن کہ وہ احادیث دربارہ احکام ہوں یوں بھی صرف نفی جودت کرے گا وہ بطور محدثین مطلقاً مسلم کہ معضل ضعیف ہے اور ضعیف جید نہیں قول امام سفیان ثوری الاسناد سلاح المومن فاذا لم یکن معہ سلاح فبای شیئ یقاتل صراحۃً دربارۂ عقائد واحکام ہے فان الحاجۃ الی القتال انما ہی فیما یجری فیہ التشدید والتماکس دون ما یتسامحوا علی المتساہل فیہ یوہیں ارشاد امام مبارک عبداللہ بن مبارک لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء کہ جب قبول ضعاف فی الفضائل میں دخول تحت اصل خود مشروط اور امر عمل قواعد مقررہ شرعیہ مثل احتیاط واختیار نفع بے ضرر سے منوط تو ضعیف اثبات جدید نہ کرے گی اور من شاء ما شاء صادق نہ آئے گا کما قدمنا بیانہ فی الافادۃ الثانیہ والعشرین پر ظاہر کہ یہ اور ان کی امثال جتنے کلمات محدثین کرام سے ضرورت اسناد میں ملیں گے سب کا مفاد ضرورت خاص اتصال ہے کہ نامتصل بجمیع اقسامہ ان کے نزدیک ضعیف اور ضعیف خود مجروح ہے نہ کہ سلاح وصالح قتال یوہیں ایک راوی بھی ساقط تو ان کے طور پر وہی من شاء ما شاء کا احتمال، ولہذا وہ بالاتفاق منقطع ومعضل اور معضل دون معضل میں اصلاً فرق حکم نہیں کیا کرتے اسی لیے فواتح الرحموت میں اصطلاحات مرسل ومعضل ومنقطع ومعلق بیان کرکے فرمایا لم یظہر التکثیر الاصطلاح والا فمعنی فائدۃ یالجملۃ حیث الاتصال نہ ہو تو تعیین سند کا مذکور ہونا نہ ہونا سب یکساں، آخر نہ دیکھا کہ

امنین امام ابن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث ابن خراش عن الحجاج بن دینار قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت کیا فرمایا اخرج مسلم فی مقدمۃ صحیحہ قال قال محمد یعنی ابن عبد اللہ بن قہزاد سمعت ابا اسحٰق ابراھیم بن عیسٰی الطالقانی قال قلت لعبد اللہ بن المبارک یا ابا عبد الرحمٰن الحدیث الذی جاء ان من البر بعد البر ان تصلی لابویک مع صلاتک وتصوم لھما مع صومک قال قال عبد اللہ یا ابا اسحٰق عن من ھذا قال قلت لہ ھذا من حدیث شھاب بن خراش فقال ثقۃ عمن قال قلت عن الحجاج بن دینار قال ثقۃ عمن قال قلت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال یا ابا اسحٰق ان بین الحجاج بن دینار وبین النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مفاوز تنقطع فیھا اعناق المطی ولکن لیس فی الصدقۃ اختلاف امام نووی شرح میں فرماتے ہیں معنی ھذہ الحکایۃ انہ لا یقبل الحدیث الا باسناد صحیح اب اگر ان کلمات کو عموم پر رکھیے مرسل منقطع معلق معضل پر نامنفصل باطل وملتحق بالموضوع ہوئی جاتی ہے اور وہ بالاجماع باطل افادۂ سوم میں ابن حجر مکی شافعی وعلی قاری حنفی سے گزرا المنقطع یعمل بہ فی الفضائل اجماعا اجرم واجب کہ یہ سب عبارات صرف باب اہم واعظم یعنی احکام میں ہیں اگرچہ ظاہر اطلاق وارسال ہو نہ کہ حیث نفس کلام تخصیص پر دال ہو تا قرر نافی الکلمات المذکورۃ اور واقعی دربارۂ رد وقبول غالب محاورات علما صرف نظر بہ باب احکام ہوتے ہیں کہ وہی اکثر محط انظار ہیں نخبہ وشرح وغیرہما میں دیکھیے کہ حدیث کی دو قسمیں کیں مقبول ومردود مقبول میں صحیح وحسن کو رکھا اور تمام ضعاف کو مردود میں داخل کیا حالانکہ ضعاف فضائل میں اجماعًا مقبول ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق یہ سب کلام بطور محدثین تھا اور رہا ہمیر فقہائے کرام کے نزدیک تو معضلات مذکورہ فضائل درکنار خود باب احکام میں حجت ہیں جبکہ مرسل امام معتمد محتاط فی الدین عارف بالرجال بصیر بالعلیل غیر معروف بالتساہل ہو اور مذہب مختار امام محقق علی الاطلاق وغیرہا اکابر میں کچھ تخصیص قرن غیر قرن نہیں ہر قرن کے ایسے عالم کا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا حجت فی الاحکام ہے علیہ فی المسلم وشرحہ وغیرھا اقول انصافاً غیر ناقد کے لئے مراسیل مذکورہ سے

[1] المرسل ان کان من الصحابی یقبل مطلقا اتفاقا وان من غیرہ فالاکثر ومنھم الامام ابو حنیفۃ والامام مالک والامام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنھم قالوا یقبل مطلقا اذا کان الراوی ثقۃ وقال ابن ابان رحمہ اللہ تعالیٰ من مشایخنا الکرام یقبل من القرون الثلثۃ مطلقا ومن ائمۃ النقل بعد تلک القرون وقال طائفۃ من المتاخرین منھم الشیخ ابن حاجب المالکی والشیخ کمال الدین بن الھمام منا یقبل من ائمۃ النقل مطلقا من ای قرن کان والمتنبی ثم لاوتیوقف فی المرسل من غیرھا وھو المراد الائمۃ الثلثۃ والجمہور اذ لا یقبول احد بتوفیق من لیس لہ معرفۃ فی التوثیق والتجریح وعلی ھذا خلاف ابن ابان فی عدم اشتراطہ الاکثر فی القرون الثلثۃ لزعمہ [illegible]

احتجاج فی الاحکام اثرین پر بیٹھ رہو اور آخر اس کی سبیل یہی قول ناقد پر اعتماد ہے نہ نقدکہ تکلیف مالایطاق ہے تو اس کیلئے تو ضرور ہے سند دونوں یکساں اور بلاشبہ قول ناقد مثلاً قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تصحیح صریح والتزامی سے اعلٰی نہیں تو کم بھی نہیں اور جو احتمالات مسامحت وتحسین ظن وخطائے النظر یہاں ہیں وہاں بھی حاصل بلکہ بتجربہ شاہد بارہا یہیں۔ امام ابن الصلاح وامام ابو زکریا طبری وامام نووی وامام زرکشی وامام عراقی وامام عسقلانی وامام سخاوی وامام زکریا انصاری وامام سیوطی وغیرہم نے تصریحیں فرمائیں کہ اگر امام معتمد نے کسی حدیث کی صحت پر تنصیص کی یا کتاب ملتزم الصحۃ میں اُسے روایت کیا اسی قدر اعتماد کے لئے بس ہے اور احتجاج روا کما ذکروا نصوصھم فی مدارج طبقات الحدیث وقد تقدم نص القاری عن شیخ الاسلام فی الافادۃ الحادیۃ والعشرین تو کیا وجہ کہ یہاں اُس پر اعتماد نہ ہو حالانکہ جس طرح امام احمد یا یحیٰی کا ھذا الحدیث صحیح فرمانا یا بخاری یا مسلم یا ابن خزیمہ یا ضیا کا صحاح میں لانا یونہی مستدرک کا مختصر میں ساکت رہنا یونہی ابن السکن کا صحیح یا عبدالحق کا احکام میں وارد کرنا یونہی امام معتمد ناقد حماد کا کہنا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الٰی غیر ذٰلک من احکامہ واحوالہ ونعوت جمالہ وشیون جلالہ وصفات کمالہ صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلٰی اٰلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیھم وبارک وسلم وشرف ومجد وعظم وکرم اٰمین۔ الحمد للہ کہ اس جواب کی ابتدا بھی حضور اقدس واکرم سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام پاک اور حضور پر درود سے ہوئی اور انتہا بھی حضور ہی کے نام محمود ودرود مسعود پر ہوئی امید ہے کہ مولٰی عزوجل اس نام کریم وصلاۃ وتسلیم کی برکت سے قبول فرمائے اور انارت عیون وتنویر قلوب وتکفیر ذنوب وسلامت ایمان وامن وامان وتنعیم قبر ونجات فی الحشر کا باعث بنائے فانہ تعالٰی بکرمہ یقبل الصلاتین وھو اکرم من ان یدع ما بینھما وکان ذٰلک للیلۃ الثالثۃ یوم الاثنین لعلھا الثامنۃ عشر من الشھر الفاخر شھر ربیع اٰخرت من شھور السنۃ الثالثۃ عشر من المائۃ الرابعۃ عشر من ھجرۃ الحبیب سید البشر صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ واولیائہ اجمعین واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین سبحٰنک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسئلہ ۲۸۷ از اپر برہما شہر مانڈلے سورتی مسجد مرسلہ مولوی احمد مختار صاحب قادری رضوی صدیقی میرٹھی ۲۶ جمادی الاخرے ۱۳۳۲ ہجری منقول از فتاوی امدادیہ معروف بہ فتاوی اشرفیہ جلد چہارم صفحہ ۵۷ و ۵۸

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ جس وقت موذن اقامت میں اشھد ان محمدا رسول اللہ بولے تو سننے والا دونوں انگوٹھوں کو چوم کر دونوں آنکھوں پر رکھے یا نہیں اگر رکھتا ہے تو آیا جائز یا مستحب یا واجب یا فرض ہے اور جو شخص اس کا مانع ہووے اس کا کیا حکم ہے اور اگر نہیں رکھتا ہے تو آیا مکروہ یا مکروہ تحریمی یا حرام ہے اور جو مرتکب اس فعل کا ہووے اس کا اور جو حکم کرے اس کا کیا حکم ہے بینوا توجروا جدید یہ کہ اذان پر قیاس کرکے تحریر نہ فرمادیں بلکہ درصورت جواز یا عدم جواز کسی کتاب معتبر سے عبارت نقل کرکے تحریر فرمادیں۔

الجواب اول تو اذان ہی میں انگوٹھے چومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں۔ اور جو کچھ بعض لوگوں نے اس بارہ میں روایت کیا ہے وہ محققین کے نزدیک ثابت نہیں چنانچہ شامی بعد نقل اس عبارت کے لکھتے ہیں وذکر ذلک الجراحی واطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل ھذا شیئ انتہی جلد اول ص ۲۶۷ مگر اقامت میں تو کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہیں پس اقامت میں انگوٹھے چومنا اذان کے وقت سے بھی زیادہ بدعت و بے اصل ہے اسی واسطے فقہا نے اس کا بالکل انکار کیا ہے یہ عبارت شامی کی ہے ونقل بعضھم ان القہستانی کتب علی ھامش نسختہ ان ھذا مختص بالاذان واما فی الاقامۃ فلم یوجد بعد الاستقصاء التام والتتبع ۱۲ جلد اول ص ۲۶۷ یہی مفتی صاحب لم یصح فی الموضوع پر حاشیہ منہیہ لکھتے ہیں قلت واما الموقوف فانما کان منقولا لکن مع ضعف اسنادہ لیس فیہ کون ھذا العمل طاعۃ بل ھو رقیۃ للحفظ عن رمد والعوام یفعلونہ باعتقاد کونہ طاعۃ ۱۲ منہ حاشیہ صاحب فتاوی اشرفیہ برعبارت شامی۔ گزارش وموجب تکلیف دہی یہ ہے کہ ہفتہ گزشتہ میں ایک عریضہ درباره استفتائے تقبیل ابہامین عند قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابلاغ خدمت کیا ہے آج فتاوی امدادیہ میں ایک صاحب نے عبارت مرقومہ بالا دکھائی جو بلفظہ ملاحظہ عالی میں پیش کرکے رفع شکوک

کا خواستگار ہوں وھوھذا (۱) علامہ شامی یا دوسرے محققین نے تقبیل کے بارہ میں ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کرکے لم یصح فی المرفوع یا اس کے ہم معنی الفاظ تحریر کئے ہیں اُن سے حدیث کے مرفوع ہونے کا انکار ہے یا کلیتہً تقبیل مطلق کو غیر صحیح فرماتے ہیں خواہ بروایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا بہ تعلیم سید نا خضر علیہ السلام جامع الرموز نے کنز العباد سے جو عبارت نقل کی ہے اس میں اثبات استحباب ہے مجموعہ فتاویٰ جلد سوم ص۲۴ طحطاوی نے شرح مراقی الفلاح مصری ص۱۱۸ میں اسی روایت کو نقل کیا ہے نیز فردوس دیلمی سے حدیث ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً لکھ کر حضرت خضر علیہ السلام سے عملاً روایت بطور تائید بیان کرکے علیٰ ہذا سادات احناف کی اکثر کتب میں موجود ہے۔

اعانۃ الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین مصری ص۲۴۷ (فقہ شافعی) وفی الشبراوی مانصہ من قال حین یسمع قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم یقبل ابھامیہ ویجعلھما علی عینیہ لم یعم ولم یرمد ابدا انتھی کفایت الطالب الربانی لرسالۃ ابن ابی زید القیروانی فی مذہب سیدنا الامام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصری جلد ا ص۱۶۹ (فائدہ) نقل صاحب الفردوس ان الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما سمع قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ قال ذلک وقبل باطن انملۃ السبابتین ومسح عینیہ فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من فعل مثل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی قال الحافظ السخاوی ولم یصح ثم نقل من الخضر انہ علیہ الصلاۃ والسلام قال من قال حین یسمع قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ مرحبا بحبیبی و قرۃ عینی محمد بن عبد اللہ رصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ثم یقبل ابھامیہ ویجعلھما علی عینیہ لم یعم ولم یرمد ابداً ونقل غیر ذلک ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل ھذا شیٔ واللہ تعالیٰ اعلم علامۃ الشیخ علی الصعیدی العدوی اسی شرح کے حاشیہ ص۱۷۱ میں فرماتے ہیں (قولہ ثم یقبل الخ) لم یبین موضع التقبیل من الابھامین الا انہ نقل عن الشیخ العالم المفسر نور الدین الخراسانی قال بعضھم لقیتہ وقت الاذان فلما سمع المؤذن یقول اشھد ان محمدا رسول اللہ قبل ابھامی نفسہ ومسح بالظفرین اجفان عینیہ من الماقی الی ناحیۃ الصدغ ثم فعل ذلک عند کل تشھد مرۃ مرۃ فسألتہ عن ذلک فقال کنت افعلہ ثم ترکتہ فمرضت عینای فرأیتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مناما فقال لم ترکت مسح عینیک عند الاذان ان اردت ان تبرأ عیناک فعد الی المسح فاستیقظت ومسحت فبرئت ولم یعاودنی مرضھما الی الان انتھی فھذا یدل

علی ان الاولی التکریر والظاہر انہ حیث کان المسح بالظفرین ان التقبیل لہما واللہ تعالٰی اعلم ان تمام عبارات میں کہیں تقبیل ابہامین پر نکیر ثابت نہیں ہوتی بلکہ استحباب کا پتہ الفاظ صریحہ میں ملتا ہے۔ برخلاف اس کے صاحب فتاوٰی اشرفیہ عبارت شامی پر حاشیہ لکھ کر مباح ص۲ ملاحظہ ہو مان رہے ہیں پھر اس مباح کو بھی بدعت ٹھہرا رہے ہیں اس کا تضاد و اشکال کو رفع فرماکر قاطع فیصلہ فرمایا جائے۔

صاحب فتاوٰی اشرفیہ عمل ماتحن فیہ کو اپنے حاشیہ مذکورہ میں رقیہ مان کر دعوٰے کرتے ہیں والعلوم یفعلونہ باعتقاد الطاعۃ یہاں صرف یہ اشکال ہے کہ اعتقاد قلب سے تعلق رکھتا ہے اس پر مفتی صاحب مذکور کو کس طرح اطلاع ہوئی درصورتیکہ ان کے نزدیک رسول علیہ الصلاۃ والسلام بھی باوصف علام علّام مافی الصدور علوم غیبیہ سے بے خبر ہیں (معاذ اللہ) وہ بھی عامۂ مومنین کے دلی خیال اور اعتقاد سے اطلاع ہوئی خواہ وہ ہند میں ہوں یا کابل میں ایران میں ہوں یا عرب شریف میں غرض شرق میں ہوں یا غرب میں حیث یقول والعلوام یفعلونہ باعتقاد الطاعۃ یہاں بعض الناس نے سخت فتنہ برپا کر رکھا ہے مترصد کہ جلد تر جواب باصواب سے اعزاز بخشیں۔ اجرکم اللہ تعالٰی بجاہ طٰہٰ و یٰسٓ صلی اللہ تعالٰی علیہ و علٰی آلہ و صحبہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین۔

مختار صدیقی

الجواب: اس مسئلہ کی تحقیق بالغ و تنقیح بازغ میں بائیس سال ہوئے فقیر نے کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین لکھی کہ بیس سال ہوئے بمبئی میں چھپکر ملک میں مفت تقسیم ہوئی اب میرے پاس صرف ایک نسخہ باقی ہے کہ آپ جیسے علم دوست حق پرست کی اعانت کو بغرض ملاحظہ مرسل ایک نسخہ بھی اور ہوتا تو ہدیۃً حاضر کردیتا بعد ملاحظہ بیرنگ واپس فرمائیں یہ رسالہ باذنہ تعالٰی دربارۂ حدیث و فقہ منکرین کے خیالات باطلہ عاطلہ کی بیخ کنی و صفرا شکنی کو بس ہے لہذا اس سے زیادہ تعرض کی حاجت نہیں صرف بعض امور جہالت فتوٰے مذکور کے متعلق اجمالاً گزارش و باللہ التوفیق (۱) دعوٰے یہ کہ اذان میں کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں اور اس پر دلیل شامی کی جراحی سے نقل کہ ان میں سے کوئی حدیث مرفوع درجۂ صحت کو نہیں پہنچی جو خود مشیر ہے کہ اس کی احادیث موقوفہ پر یہ حکم نہیں ورنہ مرفوع کی تخصیص کیوں ہوتی عبارات کتب میں مفہوم مخالف بلاشبہہ معتبر ہے اسی شامی طابع قسطنطنیہ جلد ۵ ص۵۲ میں ہے فان مفاہیم الکتب حجۃ ولو مفہوم لقب علی ما صرح بہ الاصولیون نیز جلد اول ص۱۱۲ یفتی بہ عند السوال لان مفاہیم الکتب معتبرۃ کما تقدم درمختار بیان سنن وضو میں نہر الفائق

سے ہے مفاہیم الکتب جچنز بخلاف مفاہیم الثوالنصوص احادیث موقوفہ کی روایت نہیں لاجرم ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں کل مایروی فی ھذا فلا یصح رفعہ البتۃ لکھ کر فرمایا قلت واذا ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فیکفی للعمل بہ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین یعنی اگرچہ اس بارہ میں کوئی حدیث مرفوع صحیح نہیں مگر جبکہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ثابت ہے تو اس پر عمل کے لینے کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم پر لازم ہے میرا طریقہ اور میرے خلفائے راشدین کا طریقہ (۲) صحیح کی نفی سے معتبر کی نفی جاننا فن حدیث سے جہالت ہے مینی کتب رجال میں ہزار جگہ ملے گا یعتبر بہ ولا یحتج بہ اور فضائل اعمال میں احادیث معتبرہ بالاجماع کافی اگرچہ صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں۔

(۳) فقہ میں روایت ہے روایت فقہیہ بھی ہے بالفرض اگر حدیث معتبر مطلقاً منفی تو اس سے روایت معتبرہ کی نفی یا جہل محض ہو یا نری غیر مقلدی کہ بے ثبوت حدیث روایت فقہیہ معتبر نہ مانی (۴) یہیں یہیں اسی شامی میں قہستانی وتتارخانیہ صوفیہ وکنز العباد سے صراحۃً اس کا استحباب منقول اور بصیغہ جزم بلا تعقب مذکور ومقبول تو شامی سے صرف نسبت حدیث ایک کلام نقل کرلانا اور اوسی عبارت میں شامی کے حکم مقرر فقہی کو چھوڑنا صریح خیانت ہے (۵) پھر روایت فقہیہ قصداً بچا کر وہ سالبہ کلیہ کہ کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں صاف اغوائے عوام ہے کیا کتب فقہ میں ہزار سے کم اس سے نظائر ملیں گے کہ حکم فقہی پر جو حدیث نقل کی اس میں کلام کر دیا گیا مگر اس سے روایت فقہی نامعتبر نہ ہوئی ہاں وہی غیر مقلدی کی علت پیچھے ہو تو کیا علاج (۶) اقامت میں کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہ ہونے پر شامی کا کلام نقل کیا کہ بعض نے قہستانی سے نقل کیا کہ انہوں نے اپنے نسخہ کے حاشیہ پر لکھا کہ در بارہ اقامت بعد تلاش کامل روایت نہ ملی اور انھیں شامی کا کلام نہ دیکھا کہ ایسی نقل نقل مجہول اور نقل مجہول محض نامقبول جلد دوم ص۵۱۲ قول المعراج ورأیت فی موضوع الخ ای معزوا الی المبسوط لا یکفی فی النقل لجہالتہ وہاں بواسطہ مجہول ناقل امام قوام الدین کاکی شارح ہدایہ تھے یہاں شامی وہاں منقول عنہ بالواسطہ امام شمس الائمہ سرخسی تھے یا خود محرر المذہب امام محمد اور یہاں قہستانی ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا جب وہ بوجہ جہالت واسطہ مقبول نہ ہوئی اس کی کیا ہستی مگر کیا کیجئے کہ ع عقل بازار میں نہیں بکتی (۷) لم یوجد اور موجود نہیں میں جو فرق ہے عاقل پر مخفی نہیں مگر عقل بھی ہو یہ تو خالی نایافت کی نقل ہے کہ شہادۃ علی النفی سے زائد نہ ٹھہرے گی آکد الفاظ فتوے سے فتوٰی منقول ہوا اور بوجہ جہالت نامقبول ہوا انھیں علامہ شامی کا کلام شرح عقود الدریہ ص۱۰۹/۲

نقل الزیلعی ان الفتوٰی علی قولھما قال الشیخ قاسم فی تصحیحہ ما نقلہ الزیلعی شاذ لجہول القائل درمختار میں ہے علیہ الفتوٰی الزیلعی وبحر معزیاً للمغنی لکن رداہ العلامۃ قاسم فی تصحیحہ بان مافی المغنی شاذ لجہول القائل فلا یعول علیہ شامی نے اسے مقرر رکھا (۸) اس پر یہ ادعا کہ اسی واسطے فقہا نے اس کا بالکل انکار کیا ہے صریح کذب ہے (۹) اس پر کہنا کہ یہ عبارت شامی کی ہے تکلف چراغی ہے شامی میں قہستانی سے بنقل مجہول یہ منقول کہ اس کی روایت نہ ملی اگر بفرض غلط یہ نقل مجہول مقبول بھی ہو اور عدم وجدان ثبوت عدم وجود روایت بھی ہو تو نفی روایت روایت نفی نہیں ہذا کا اشارہ جانب نقل ہے نہ جانب حکم تفقہات بالکل انکار کیا کس گھر سے لائے (۱۰) انہیں یہ علم تو غایت درجہ یہ قہستانی کا اپنا انکار ہوگا نہ کہ وہ فقہا سے کوئی قول نقل کر رہے ہیں اور قہستانی کا بایں معنی فقہا میں شمار کہ اُن کا اپنا قول بلا نقل مسلم ہو یقیناً باطل ہے بلکہ نقل میں بھی اونکی وہ حالت جو خود یہی علامہ شامی عقود الدریہ جلد ۲ صہ ۲۹۷ میں بتاتے ہیں کہ القہستانی کجارف سیل وحاطب لیل خصوصا واستنادہ الی کتب الزاھدی المعتزلی اور کشف الظنون حرف النون میں علامہ عصام اسفرائنی کا قول دیکھنا کہ اس ادعائے باطل کی لگی نہ رکھے گا اور بالکل کشف ظنون بلکہ علاج جنون کر دے گا ہم نے پتا بتا دیا نہ ملے تو پیش بھی کر دیں گے انشاء اللہ تعالیٰ (۱۱) یہ بھی سہی تو کیسا ظلم شدید و تعصب غنید ہے کہ مسئلہ اقامت میں قہستانی کا اپنا قول بلا نقل بلکہ صرف روایت نیافتم سند میں پیش کیا جائے اور اسے انھیں ایک فقیہ نہیں بلکہ فقہا کا انکار ٹھہرا دیا جائے اور یہیں یہیں مسئلہ اذان میں جو یہی قہستانی خاص روایت فقہی نقل فرما کر حکم استحباب بتا رہے ہیں وہ مردود نامعتبر قرار پائے غرض بڑی امام اپنی ہوائے نفس ہے دلیس (۱۲) اقامت میں اذان سے بھی زیادہ بدعت وبے اصل ہے یعنی بدعت وبے اصل اذان میں بھی ہے یہ وہی مرض غیر مقلدی ہے کہ فقہا اگرچہ صراحۃً مستحب فرمائیں مگر اُن کا قول مردود اور بدعت مذمومہ ہوتا غیر مسدود (۱۳) نہیں نہیں نری غیر مقلدی نہیں بلکہ اجماع امت کا رد اور غیر سبیل المومنین کا اتباع بدیہی جس پر قرآن عظیم میں نصلہ جہنم وساءت مصیرا کی وعید مؤکد ہے احادیث یہاں قطعاً مروی مرفوع بھی اور موقوف بھی اور غایت اُن کا ضعف جس کا بیان قطعی منیر العین میں ہے جس سے حق کی آنکھیں پر نور اور باطل کی ظلمتیں دور بلکہ خود اسی قدر عبارت کہ منکر نے نقل کی منعف کو کافی کہ اس میں صرف لم یصح کہنا اور وہ بھی فقط احادیث مرفوعہ تو اگر سب کو کہتے جب بھی نفی صحت سے غایت درجہ اتنا معلوم ہوتا کہ ضعیف ہیں پھر ضعیف تعدد طرق سے حسن ہو جاتی اور مسائل حلال وحرام میں

بھی حجت قرار پائی ہے اور نہ بھی جبھی تو قطعاً باب فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول اور مخالف اجماع مردود و مخذول اربعین امام ابوزکریا نووی رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال (۱۴) اجماع امت کا خلاف وہاں دشوار نہ تھا مصیبت یہ ہے کہ جمہور وہابیہ کی بھی مخالفت ہوئی کہ تخصیص عدم صحت باحادیث مرفوعہ نے صحت بتائی ملا علی قاری کی عبارت گزری تو فرون ثلثہ میں اصل متحقق ہوئی پھر بدعت و بے اصل کہنا اصول وہابیت پر بھی چھری پھیرنا ہے (۱۵) وہابیت بجھہم سخت تر آفت یہ ہے کہ دیوبندیت کے امام اعظم جناب گنگوہی صاحب سے چل گئی اور وہ بھی بہت بری طرح کہ ان کی سنت ان کی بدعت اون کی ہدایت ان کی ضلالت یہ فاعل کو بدعتی گمراہ ٹھہرائیں وہ ان کو منکر سنت ضال بدراہ بتائیں پھر یہ کیا انھیں چھوڑے دیتے ہیں یہ کہیں گے کہ وہ بدعت ضلالت کو سنت بتاکر سخت گمراہ بے دین ہوئے کفی اللہ المومنین القتال اس کا مفصل منیر العین افادہ ۲۰ میں ملاحظہ ہو مجمل یہ کہ یہ احادیث تقبیل گنگوہی صاحب کے نزدیک بھی فضائل اعمال کی ہیں کہ اس پر ترغیب و ثواب ان میں مذکور ہے مسند الفردوس کی حدیث میں بروایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ انھوں نے اذان میں نام سنکر انگلیوں کے پوروں کو بوسہ دیکر آنکھوں پر پھیرا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی جو ایسا کرے جیسا میرے اس پیارے نے کیا اس پر میری شفاعت حلال ہو جائے جامع الرموز و کنز العباد وغیرہما میں ہے فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکون لہ قائدا الی الجنۃ جو ایسا کرے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پیچھے اسے جنت میں لے جائینگے اور یہ تو روایات عدیدہ میں ہے جو ایسا کرے کبھی اندھا نہ ہوگا نہ اس کی آنکھیں دکھیں یہ کیا فضیلت و ترغیب نہیں بہرحال یہ حدیثیں فضائل اعمال کی ہیں اور گنگوہی صاحب براہین قاطعہ طبع دوم صـ ۹۶ میں فرماتے ہیں سب کا مدعا یہ ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے ظاہر ہے کہ درست یہاں بمعنی جائز ہی ہے خصوصاً جبکہ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثبوت لیں جیسا کہ عبارت علی قاری میں گزرا جب تو اس مسئلہ قبول ضعاف کی بھی حاجت نہ ہوگی کہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تقلید کا خود احادیث صحیحہ میں حکم فرمایا حدیث خلفا کلام قاری میں گزری دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر و عمر ان دو کی پیروی کرو جو میرے بعد والی امت ہوں گے ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما رواہ احمد والترمذی وحسنہ وابن ماجۃ والرویانی والحاکم وصححہ وابن حبان فی صحیحہ عن

حذیفۃ والترمذی والحاکم عن ابن مسعود وابن عدی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلکہ تقلید عام صحابہ ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہم وعنہ کا مذہب ہے بلکہ وہابیہ کے نزدیک تین قرن تک حکم تقلید بلکہ منصب تشریع جدید ہے کما بیناہ فی کتبنا فی الرد علیہم بہرحال اس عمل کی دلیل جواز قرون ثلثہ میں متحقق ہوئی اور گنگوہی صاحب ص۲۸ میں کہتے ہیں جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو وہ سب سنت ہے اھ تو روشن ہوا کہ جناب گنگوہی صاحب کے نزدیک اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا سنت ہے۔ اور حدیث سے ثابت کہ منکر سنت پر لعنت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ستۃ لعنتہم لعنہم اللہ وکل نبی مجاب (الی قولہ) والتارک لسنتی رواہ الترمذی عن ام المومنین والحاکم عنہا وعن علی والطبرانی بلفظ سبعۃ لعنتہم وکل نبی مجاب عن عمرو بن شغوی رضی اللہ تعالٰی عنہم بسند حسن کچھ لوگ ہیں جن پر میں نے لعنت کی اللہ ان پر لعنت کرے اور ہر نبی کی دعا قبول ہے ازانجملہ ایک وہ کہ میری سنت کا منکر ہو۔ اب صاحب فتاوی اشرفیہ اپنا حکم گنگوہی صاحب سے دریافت کریں یا گنگوہی صاحب کے حق میں خود کوئی حکم فرمائیں (۱۷) اب اقامت کی طرف چلئے شامی سے بحوالہ مجہول قہستانی کا روایت نہ پانا تو نقل کر لائے اور اس سے یہ نتیجہ کہ فقہا نے اس کا بالکل انکار کیا حالانکہ فقہائے کرام کا مسلک وہ ہے جو امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر ص۱۴ میں فرمایا عدم النقل لا ینفی الوجود (۱۷) عدم نقل کو نقل عدم ٹھہرانے کا رد خود اسی شامی میں جابجا موجود ازانجملہ جلد اول ص۶ میں بعد ذکر احادیث فرمایا قال العلماء ہذہ الاحادیث من قواعد الاسلام وھو ان کل من ابتدع شیأ من الخیر کان لہ مثل اجر کل من یعمل بہ الی یوم القیمۃ یعنی علمائے کرام نے فرمایا کہ یہ حدیثیں دین اسلام کے قواعد سے ہیں ان سے یہ قاعدہ ثابت ہوا کہ جو شخص کوئی اچھا کام نیا نکالے کہ پہلے نہ تھا قیامت تک جتنے مسلمان اس پر عمل کریں سب کے برابر ثواب اس ایجاد کرنے والے کو ہو (۱۸) بدعت وبے اصل کی کیسی حقیقت سن لیجئے فتح اللہ المعین جلد ۳ ص۴۰۲ و اصل لھا او یقتضی الکراھۃ ولذا قال فی الدر ما قیل انہا بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ یعنی بے اصل ہونے سے مکروہ ہونا لازم نہیں آتا اسی لیے درمختار میں فرمایا کہ اسے جو بدعت کہا گیا اس کے معنی یہ ہیں کہ نوپیدا جائز اچھی بات ہے (۱۹) فرض کردم کہ اس سے بوجہ عدم نقل انکار مطلق ہی مقصود ہو تو بحال عدم نقل احکام فقہا جن کا نمونہ ہم نے ذکر کیا اس کے معارض ہوں گے اور ترجیح و توفیق و توجیہ و تحقیق کرنا ہمارے رسائل کو دیکھیے

میں ہے اس کی مؤنت جناب گنگوہی صاحب نے کم کردی اور منکرین کو کسی عبارت غلاف سے شبہہ ڈالنے کی گنجائش نہ رکھی کہ اس سے غایت درجہ مسئلہ عدم نقل میں اختلاف ثابت ہوگا اور گنگوہی صاحب براہین ص۳۱ میں فرماتے ہیں اس کی کراہت مختلف فیہ ہوئی اور مختلف فیہ مسئلہ تو یوں بھی بلا ضرورت جائز ہو جاتا ہے یہ وہاں کہی اور پوری غیر مقلدی بلکہ بہ ہوائے نفس اتباع رخص حلال کر دینے کی وادی ہے جہاں ہمارے علما اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف ہے تو جہاں خود علمائے حنفیہ کی قول دونوں طرف ہوں وہ تو بدرجہ اولیٰ بلا ضرورت مطلقاً جائز رہیگا اور منکر کہ قول خلاف سے سند لائے احمق کج فہم ٹھہریگا۔ (۲۰) نہیں نہیں فقط جائز نہیں بلکہ گنگوہی صاحب کے دھرم میں وقت اقامت بھی تقبیل مذکور سنت اور تھانوی صاحب کا اس پر انکار گمراہی و ضلالت اور بحکم حدیث موجب لعنت ہے علما فرماتے ہیں اقامت احکام میں مثل اذان ہے سوا مستثنیات کے بلکہ ہدایہ میں ہے یرید انہ لا تکرہ الاقامۃ ایضا لانہا احدی الاذانین اور عند التحقیق تنقیح مناط انتفائے خصوص کرے گی تو اس کی دلیل جواز بھی متحقق ہوئی اور سنت ٹھہری گنگوہی صاحب کے نزدیک تو سنت ہونے کے لئے اثر فعلی کی جنس بھی قرون ثلثہ میں موجود ہونے کی حاجت نہیں یہاں تو اس کی جنس یعنی تقبیل اذان خود موجود ہے گنگوہی ص۲۸ میں ہے جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی ان قرون میں ہوا یا نہ ہوا اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وہ سب سنت ہے یہ اس چار سطری تحریر پر تلک عشرۃ کاملۃ ہیں وہ بھی بنہایت اختصار۔ اب ڈیڑھ سطری منہیہ کی طرف چلیے وباللہ التوفیق (۲۱) علمائے کرام نے کہ نفی صحت میں مرفوع کی تخصیص فرمائی بکمال حیا اس کا مطلب یہ گڑھا کہ اس بارہ میں حدیث موقوف اگرچہ منقول ہے مگر ضعیف الاسناد ہے کیا علما نے یہ فرمایا تھا کہ اس بارہ میں حدیث مرفوع کوئی منقول ہی نہیں یا یہ فرمایا تھا کہ جو منقول ہے ضعیف نہیں بلکہ صحیح ہے یا یہ فرمایا تھا کہ ضعیف بھی نہیں بلکہ موضوع ہے انھیں تین صورتوں میں اس اختراعی مطلب پر مرفوع و موقوف کا تفرقہ اور تخصیص کا فائدہ صحیح رہتا مگر ہر ذرا سے فہم والا بھی دیکھ رہا ہے کہ یہ بہروجہ علما پر افترا ہے علما نے یہی بتایا ہے کہ اس بارہ میں احادیث مرفوعہ اگرچہ منقول ہیں مگر درجۂ صحت پر نہیں بلکہ ضعیف ہیں یہی اس بے معنی منہیہ نے حدیث موقوف میں کہا تو فرق کیا رہا صراحۃً تخصیص مرفوع باطل کرنے کو تخصیص مرفوع کا مطلب ٹھہرانا جنون نہیں تو شدید مکاری ڈھٹائی ہے مکاری نہیں تو سخت جنون وبے عقلی ہے (۲۲) الغرض باطل یہی مطلب سہی مگر یوں بھی کال نہ کٹا امام الطائفہ گنگوہی صاحب ایمان لاچکے کہ یہاں مقبول ہے اگرچہ

ضعیف حدیث اور طائفہ بھر کا دھرم قرون کی تثلیث پھر حدیث موقوف وضعیف موجود مان کر بدعت و بے اصل کہنا کیسا قول خبیث (۲۳) ایک بھاری دیانت یہ دکھائی کہ حدیث سے اس عمل کا طاعت ہونا نہیں نکلتا بلکہ بد سے بچنے کا ایک منتر ہے الحق حیا و ایمان متلازم ہیں یہ اعتراض اگر چل سکتا تو نہ موقوف وضعیف بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح اگر صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہوتا اسے بھی اڑا دیتا حدیثوں میں تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس کی شفاعت فرمائیں گے اُسے اپنے ساتھ جنت میں لیجائینگے اور منہیہ کہتا ہے کہ یہ کوئی طاعت ہی نہیں کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ جس پر یہ عظیم وجلیل ثواب موعود ہوں وہ سرے سے طاعت ہی نہیں ایک منتر ہے (۲۴) حدیث ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے یوں پڑھے رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نبیا حدیث خضر علیہ الصلاۃ والسلام میں ہے یوں کہے مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی طرح حدیث سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے چوتھی روایت میں ہے یوں کہے صلے اللہ تعالےٰ علیک یا رسول اللہ تحیۃ لک یا رسول اللہ اللہم شفعنی یا سامع الدعاء والبصیر پانچویں میں ہے درود پڑھے چھٹی میں ہے یوں کہے صلے اللہ تعالیٰ علیک یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی ویا نور بصری ویا قرۃ عینی ساتویں میں ہے یوں کہے اللہم متعنی بالسمع والبصر بعد وضعہما علی العینین یوں کہے اللہم احفظ حدقتی ونورہا ببرکۃ حدقتی محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونورہا منہیہ کے نزدیک یہ اللہ ورسول کے ذکر نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر درود۔ اللہ عزوجل سے دعا کچھ طاعت ہی نہیں حالانکہ ذکر ہی روح طاعت ہے اور دعا مغز عبادت اور درود کو مسلمان ایمان کا چین چین کا ایمان جانتے ہیں اگرچہ منہیہ منتر مانے (۲۵) اس عمل مبارک کے فوائد میں ایک فائدہ جو یہ فرمایا گیا کہ جو ایسا کرے گا اُس کی آنکھیں نہ دکھیں گی نہ کبھی اندھا ہو اس جرم پر وہ ذکر الٰہی ودرود ودعا سب طاعت سے خارج ہو کر رد کا منتر رہ گئے نام محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس عداوت کی کوئی حد ہے صدہا حدیثیں ہیں جن میں تلاوت قرآن عظیم وتسبیح وتہلیل وحمد وتکبیر ولاحول وغیرہا اذکار جلیلہ پر منافع جسمانیہ ودنیاویہ ارشاد ہوئے ہیں جسے شوق ہو صحاح ستہ وترغیب وترہیب امام منذری وجوامع امام جلیل سیوطی وحصن حصین امام جزری وغیرہا کتب حدیث مطالعہ کرے منہیہ کے دھرم میں یہ اسلامی ایمانی کلمے اور خود قرآن عظیم سب منتر ہیں جنھیں طاعت سے کچھ علاقہ نہیں اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (۲۶) اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حکیم سے بڑھ کر حکیم ہیں اُن کی رعایا میں ہر قسم کے لوگ ہیں ایک وہ عالی ہمت کہ اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ ورسول کے لیے یاد کریں اپنی کوئی منفعت

دنیوی تو دنیوی اخروی بھی مقصود نہ رکھیں یہ خاص خلص بندے ہیں جنکی بندگی میں کسی ذاتی غرض کی آمیزش نہیں ان کے لئے وصل ذات ہے جن کو فرمایا والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا دوسرے وہ جن کو کسی طمع کی چاشنی ابھارے مگر نفع فانی کے گرویدہ نہیں باقی کی تلاش ہے قرآن وحدیث میں نعیم جنت کے بیان ان کی نظر سے ہیں جن کو فرمایا ان اللہ اشترٰی من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ تیسرے وہ جن کو نفع عاجل کی امید دلانا زیادہ مؤید ہے جن کو فرمایا فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا اور فرمایا قل ھو للذین اٰمنوا ھدی وشفاء اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اغزوا تغنموا وصوموا تصحوا وسافروا تستغنوا وفی حدیث حجوا تستغنوا جہاد کرو غنیمت پاؤ گے اور روزہ رکھو تندرست ہوجاؤ گے اور حج کرو غنی ہوجاؤ گے رواہ الاول الطبرانی فی الاوسط بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ والاٰخر عبدالرزاق عن صفوان بن سلیم مرسلا ووصلہ فی مسند الفردوس چوتھے وہ پست فطرت دون ہمت کہ امید نفع پر بھی نہ سرکیں جب تک تازیانہ کا ڈر نہ دلائیں قرآن وحدیث میں عذاب نار کے بیان ان کی نظر سے ہیں جن کو فرمایا ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطنا فھو لہ قرین وانھم لیصدونھم عن السبیل ویحسبون انھم مھتدون حتی اذا جاءنا قال یٰلیت بینی وبینک بعد المشرقین فبئس القرین ولن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم انکم فی العذاب مشترکون اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا من لم یدع اللہ غضب علیہ رواہ ابن ابی شیبۃ فی المصنف عن ابی ھریرۃ وبلفظ من لم یسأل اللہ یغضب علیہ احمد والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن ماجۃ والبزار وابن حبان والحاکم وصححاہ والعسکری عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی المواعظ بسند حسن عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال قال اللہ تعالٰی من لا یدعونی اغضب علیہ اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ ابداً امین صاحب شبہہ اللہ عزوجل کی حکمتوں کو باطل کرتا اور طاعت کو صرف قسم اول میں منحصر کرنا چاہتا اور حدیث وقرآن کے تمام اذکار جنت ونار ترغیب وترہیب کو لغو وفضول بلکہ اغواء واضلال بتاتا ہے کہ بندوں کو مقصود سے دور کرکے منتر جنتر میں لا ڈالا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون (۲۷) عوام پر غیظ ہے کہ وہ یہ ذکر خدا ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باعتقاد طاعت کرتے ہیں الحمدللہ مسلمانوں کے عوام آپ جیسے خواص سے عقل وفہم وفضل وعلم میں بدرجہا زائد ہیں وہ اپنے رب عزوجل کے ذکر ودعا اور اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر ومحبت وتعظیم وتوسل کو طاعت

نہ جانیں تو کیا آپ کی طرح ذکر و تعظیم مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہر حیلۂ ممکنہ باطل کرتے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح توہینوں کو عبادت مانیں۔ وہ رمد چشم کا عمل ہی سہی۔ فرض کیجئے ایک دیوبندی اپنی آنکھوں کے علاج کو جالینوس کا شیاف یا ابن سینا کی سلائی لگاتا ہے اور ایک مسلمان سورہ فاتحہ وآیۃ الکرسی واسم الٰہی نور وصلاۃ نور سے علاج کرتا ہے آپ کے دھرم میں دونوں برابر ہیں کہ ایک فعل مباح کر رہے ہیں۔ طاعت نہ یہ نہ وہ مگر مسلمان جانتے ہیں کہ کہاں جالینوس وابن سینا پر بھروسہ اور کہاں کلام اللہ نور ہدی و شفا و اسمائے الٰہیہ سے توسل والتجا یہ ضرور طاعت اور اس کے حسن ایمان کی علامت ہے ولکن النجدیۃ لایعلمون بات یہ ہے کہ وعیدوں یا جسمانی دنیاوی بلکہ اخروی منفعتوں ثوابوں کے وعدوں سے بھی حاشایہ مراد خدا اور رسول نہیں جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ ان وعیدوں سے بچنا یا ان کا ملنا ہی مقصود بالذات بنا کر اسی غرض ونیت سے ذکر خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرو کہ یہ تو قلب موضوع وعکس مقصود ہے جو عبادت جنت کی نیت سے کرے کہ وہی اس کی مقصود بالذات ہو ہرگز عابد خدا نہیں عابد جنت ہے توراۃ مقدس سے منقول اس سے بڑھ کر ظالم کون جو بہشت کی طمع یا دوزخ کے ڈر سے میری عبادت کرے کیا اگر میں جنت ونار نہ بناتا مستحق عبادت نہ ہوتا۔ بلکہ اس سے مراد صرف ابھارنا ہے کہ اس طمع وخوف کے لحاظ سے عمل لوجہ اللہ کریں مضرت سے بچنا یا منفعت جسمانی خواہ روحانی دینوی خواہ اخروی کا ملنا مقصود بالغرض ہو جیسے حج میں تجارت جہاد میں غنیمت روزے میں صحت نماز میں کسرت بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے عوام اپنے رب کی مراد سمجھے اور اس عمل میں بھی وہی ان کا مقصود ہے اگر اپنے رب جل وعلا اپنے نبی مصطفےٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام اقدس پر براہ محبت وتعظیم بوسہ دیتے ہیں اور یہ سب قطعاً طاعت ومراد شریعت ہے اس کی برکت اس کے طفیل اس کے صدقہ سے ہمیں یہ جسمانی فائدہ بھی ملے گا کہ آنکھیں نہ دکھیں گی اندھے نہ ہونگے یہ عین وہی نیت ہے جو شارع کو ایسے وعدوں میں مقصود ہوتی ہے مگر خائب وخاسر احمق وغادر وہ کہ ایسے وعدوں پر پھول کر اصل مقصود خدا اور رسول کو بھول جائے اور ان کے ذکر وتعظیم ومحبت کو نرا منتر بتاتے نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم والعیاذ باللہ رب العٰلمین (۲۸) غنیمت ہے کہ رمد کا منتر مان کر منتر کے نام سے وہ محض بوجہ عدم روایات یا ضعف مروی بدعت بدعت کا بھوت تو اتر ا اور یہ عمل مباح ٹھہرا اور نہ عدم ورود پر بدعت وبے اصل ہونے کے جو معنی آپ حضرات کے یہاں ہیں اون کا مصداق کسی طرح مباح نہیں ہوسکتا اگرچہ اعتقاد طاعت نہ ہو (۲۹) یہ تو اوپر گزرا کہ اسی محل

کو اذان میں ہو خواہ اقامت میں محض مباح جاننا شریعت گنگوہیہ کے بالکل خلاف ہے کہ اس میں یہ عمل سنت ہے تو عوام ہی ٹھیک سمجھے اور طاعت کے طاعت اعتقاد کرنے کو بدعت بتا کر تمہیں بدعتی بدمذہب ہوئے اگرچہ دیوبندیت کی معراج ترقی فی المراوق من الدین کے بعد بدعت کی کیا گنتی ع ما علی مثلہ یعد الخطاء۔ مگر یہاں یہ گزارش ہے کہ مباح بمعنی شامل فرض جس طرح امکان عام شامل وجوب ہے قطعاً یہاں مراد نہیں ورنہ فرض کو بھی طاعت سمجھنا گمراہی و بدعت ہو، لاجرم مباح بمعنی مساوی الطرفین نظیر امکان خاص مراد ہے یعنی وہ فعل کہ نہ محمود نہ مذموم۔ آپ نے اوسے رمد چشم کا منتر بنا کر ایسا ہی مباح سمجھا اور یہ شریعت گنگوہیہ سے کفر ہے عالی جناب گنگوہی صاحب کے دھرم میں کوئی فعل ایسا مباح نہیں اوسی ص۲۳ پر بولتے ہیں جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی اُن قرون میں ہوا یا نہ ہوا وہ سب سنت ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں خواہ وہ ادن قرون میں بوجود خارجی ہوا یا نہ ہوا وہ سب بدعت ضلالت ہے ظاہر ہے کہ کوئی فعل ہو یا اُس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو گی یا نہیں تیسری شق ناممکن ہے کہ یہ حصر عقلی دائر بین النفی والاثبات ہے اور گنگوہی صاحب دو کلیہ دے گئے کہ شق اول کے سب سنت ہیں اور شق دوم کے سب ضلالت۔ اب وہ کون سا رہا کہ دونوں سے خارج ہو کر نرا مباح ہو بلکہ نہ ایک مباح کہ مکروہ تنزیہی و خلاف اولیٰ و مستحب یہ سب احکام شرعیہ یکسر اُڑ گئے یہ ہے وہ گنگوہی شریعت کا تازہ جوہر جس پر ص۲۹ میں ناز ہیں کہ اس قاعدہ کو خوب غور کرنا اور سمجھ لینا ضرور ہے اس عاجز کو اپنے اساتذۂ جہابذہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر کو اس کتاب میں ضرور رکھتا ہوں کیا نفیس جوہر ہے کہ ادھر تو شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آدھے احکام اُڑ گئے ادھر آدھی وہابیت اپنا جوہر کر گئی جس کا بیان منیر العین افادہ مذکورہ میں ہے منیر العین نے آنکھیں کھول دیں تعجب پھر بھی تنبہ نہ ہوا اور کیوں ہو تاکہ حضور اقدس عالم ماکان ومایکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صحیح حدیث صحیح بخاری شریف میں فرما چکے ہیں ثم لایعودن

(۳۰) مباح کا اعتقاد طاعت سے بدعت ہو جانا اگر اس سے یہ مراد کہ جو شے مباح محض ہے جس کے فعل و ترک شرعاً دونوں مساوی اسے فی نفسہ مامور بہ و مطلوب شرع اعتقاد کرنا اوسے بدعت کر دیتا ہے تو منہیہ والے کے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ فعل مساوی الطرفین ہے اور عام عوام فی نفسہ اس کو مامور بہ یا مطلوب من جہۃ الشرع اعتقاد کرتے ہیں اب یہاں وہ علم غیب کا مسئلہ جانگزائے اہل منہیہ ہو گا جو ہمارے سائل فاضل سلمہ نے ایراد کیا اور اگر یہ مراد کہ مباح کو بہ نیت قربت کرنا اسے بدعت کر دیتا ہے تو شریعت مطہرہ پر محض افترا ہے بلکہ مباح کو بہ نیت قربت کرنا اسے قربت کر دیتا ہے اور ہر قربت طاعت ہے تو اس میں اعتقاد طاعت مندرج

اور اُسے بدعت بتا نا جہل مطلق اشباہ والنظائر ودرالمختار میں ہے اما المباحات فتختلف صفتہا باعتبار ما قصدت لاجلہ فاذا قصد بہ التقوی علی الطاعات او التوصل الیہا کانت عبادۃ غمز العیون میں ہے کل فرد طاعۃ ولا تنعکس یہ اُس ڈیڑھ سطری شبہہ پر تلک عشرۃ کاملۃ ہیں بالجملہ منکرین کے پاس کوئی دلیل نہیں اور ادعائے بے دلیل سے بدتر کوئی شئی ذلیل نہیں دربارۂ اذان تو احادیث وارد اور اُس کا استحباب کتب فقہ میں مصرح تو انکار نہیں مگر جہل مبین اور دربارۂ اقامت اگر ورود نہیں کہیں منع بھی نہیں اور بے منع شرعی منع کرنا ظلم نہیں ادنیٰ درجہ منع کراہت ہے اور کراہت کے لئے دلیل خاص کی حاجت ہے اور بے دلیل شرعی ادعائے منع شریعت پر افتراء و تہمت ہے۔ ردالمحتار جلد ا ص۶۹۳ لا یلزم منہ انیکون مکروہا الا بنہی خاص لان الکراہۃ حکم شرعی فلا بدلہ من دلیل بحرالرائق جلد ۲ ص۱۷۶ لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراہۃ اذلا بد لہا من دلیل خاص وہابیہ کی جہالت کہ جواز کے لیئے ورود خاص مانگیں اور منع کے لئے دلیل خاص کی کچھ حاجت نہ جانیں اس اوندھی الٹی سمجھ کا کیا ٹھکانا مگر علت وہی شریعت مطہرہ پر افتراء اُٹھکانا ردالمحتار جلد ۵ ص۲۵۵ لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالٰی باثبات الحرمۃ اوالکراہۃ اللذین لا بد لہما من دلیل بل فی القول بالاباحۃ التی ہی الاصل ظاہر ہے کہ نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا عرفاً دلیل تعظیم و محبت ہے اور امور ادب میں قطعاً عرف کا اعتبار۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں یحال علی المعہود حال قصد التعظیم اور تعظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطلقاً مامور بہ قال اللہ تعالٰی لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ اور مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق پر جاری رہے گا جب تک کسی خاص فرد سے منع شرعی نہ ثابت ہو جیسے سجدہ زیادات امام عتابی پھر جامع الرموز پھر ردالمحتار جلد ۵ ص۲۷۹ میں ہے ان المطلق یجری علی اطلاقہ الا اذا قام دلیل التقیید نصّاً اودلالۃ فاحفظہ فانہ للفقیہ متاودی مگر ہے یہ کہ اشقیا کے نزدیک تعظیم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطلقاً شرک و ظلم ہے شریعت نے برخلاف قیاس بعض مواضع میں خدا جانے کس ضرورت سے ناچاری کو مقرر کردی ہے لہٰذا مورد پر مقتصر رہے گی باقی اُسی اصل حکم پر شرک و بدعت و حرام ٹھہرے گی فلہذا جہاں وارد ہوئی خدا کا دھرا سر پر تہر درویش بجان درویش مانی پڑی وہ بھی فقط ظاہرانہ دل سے جیسے التحیات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو غائبانہ ندا کرنے کا شریعت نے حکم دیا خدا جانے شریعت کو کیا ہو گیا تھا کہ عین نماز میں یہ غیر خدا کی تعظیم اور اُس پر دور و نزدیک سے پکار نا رکھ دیا خیر قہراً جبراً التحیات کے لفظ تو پڑھ لو مگر

انشانے معنی کا ارادہ نہ کرتا دیکھو امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی صراط مستقیم میں حکم لگاتے ہیں کہ صرف ہمت در نماز بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر ست از استغراق در خیال گاؤ خر خود الی آخر الکلمۃ الملعونۃ لعن اللہ قائلہا و قابلہا سو لہذا وہابیہ تصریح کرتے ہیں کہ تشہد میں السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سے حکایت لفظ کا ارادہ کرے قصد معنی نہ کرے تصریح کرتے ہیں کہ دور سے یارسول اللہ کہنا شرک ہے مگر بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ایمان میں تعظیم رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین ایمان ایمان کی جان ہے اور علی الاطلاق مطلوب شرع تو جو کچھ بھی جس طرح بھی جس وقت بھی جس جگہ بھی تعظیم اقدس کے لئے بجا لائے خواہ وہ بعینہ منقول ہو یا نہ ہو سب جائز و مندوب و مستحب و مرغوب و مطلوب و پسندیدہ و خوب ہے جب تک اوس خاص سے نہی نہ آئی ہو جب تک اُس خاص میں کوئی حرج شرعی نہ ہو وہ سب اوس اطلاق ارشاد الٰہی وتعزروہ وتوقروہ میں داخل اور امتثال حکم الٰہی کا فضل جلیل اُسے شامل ہے ولہذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ جس قدر ادب و تعظیم حبیب رب العٰلمین جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں زیادہ مداخلت رکھے اُسی قدر زیادہ خوب ہے فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق و منسک متوسط و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے کل ما کان ادخل من الادب والاجلال کان حسنا امام ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں تعظیم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیھا مشارکۃ اللہ تعالیٰ فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نور اللہ ابصارھم تو مسلمان اگر وقت اقامت بھی تقبیل کرے ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں اور اسے شرعًا ناجائز نہ کہے گا مگر وہ کہ شرع پر افترا کرتا یا نام و اکرام سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام سے جلتا ہے۔ اسی طرح نماز و استماع قرآن مجید و استماع خطبہ جن میں حرکت منع ہے اور اُن کے امثال مواضع لزوم محذور کے سوا جہاں کہیں بھی یہ فعل بنظر تعظیم و محبت حضرت رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ ہو جیسا کہ بعض محبان سرکار سے مشہور ہے بہر حال محبوب و محمود ہے واللہ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دفن کے وقت جو قبر پر اذان کہی جاتی ہے شرعًا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

ایذان الاجر فی اذان القبر

فتوٰے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ الذی جعل الاذان علم الایمان، وسبب الامان، وسکینۃ الجنان، ومنفاۃ الاحزان، ومرضاۃ الرحمٰن، والصلٰوۃ والسلام الاتمان الاکملان علٰی من رفع اللہ ذکرہ واعظم قدرہ فبذکرہ زان کل خطبۃ واذان وعلٰی اٰلہ وصحبہ الذاکرین ایاہ مع ذکر مولاہ فی الحیٰوۃ والموت والوجدان والفوت وکل حین واٰن واشھد ان لا الٰہ الا اللہ الحنان المنان وان محمدا عبدہ ورسولہ سید الانس والجان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہ وصحبہ المرضیین لدیہ ما اذن مؤذن بصوت اذان قال الفقیر عبد المصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی سقاہ الحبیب من کاس الحبیب عذبا زلالا وجعلہ من الذین ھم اھل الایمان والصلٰوۃ والاذان احیاء وامواتا اٰمین الٰہ الحق اٰمین

الجواب بعض علمائے دین نے میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنے کو سنت فرمایا امام ابن حجر مکی وعلامہ خیر الملۃ والدین رملی استاذ صاحب درمختار علیہم رحمۃ الغفار نے ان کا یہ قول نقل کیا، اما المکی ففی فتاواہ وفی شرح العباب وغیرہ واما الرملی ففی حاشیۃ البحر الرائق، اور مرجح حق یہ ہے کہ اذان مذکور فی السوال کا جواز یقینی ہے ہرگز شرع مطہر سے اس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں اور جس امر سے شرع منع نہ فرمائے اصلاً ممنوع نہیں ہوسکتا قائلان جواز کے لئے اسی قدر کافی جو مدعی ممانعت ہو دلائل شرعیہ سے اپنا دعوٰی ثابت کرے پھر بھی مقام تبرع میں آکر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ بدلائل کثیرہ اس کی اصل شرع مطہر سے نکال سکتا ہے جنھیں بلحاظ قانون مناظرہ اسانید سوال تصور کیجئے فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الٰی ذری التحقیق **دلیل اوّل** وارد ہے کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا اور سوال نکیرین ہوتا ہے شیطان رجیم (کہ اللہ عزوجل بصدقہ اپنے محبوب کریم علیہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم کے ہر مسلمان مرد وزن کو حیات وممات میں اس کے شر سے محفوظ رکھے) وہاں بھی خلل انداز ہوتا اور جواب میں بہکاتا ہے والعیاذ بوجہ العزیز الکریم ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم امام ترمذی محمد بن علی نوادر الاصول میں امام اجل سفیٰن ثوری رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کرتے ہیں ان المیت اذا سئل من ربک تراأی لہ الشیطان فیشیر الٰی نفسہ انی انا ربک فلھذا ورد سوال التثبیت لہ حین یسئل یعنی جب مردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے شیطان اس پر ظاہر ہوتا اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں اس لیے حکم آیا کہ میت کے لئے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں امام

ترمذی فرماتے ہیں ونویٰ کا من الاخبار قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عند دفن المیت اللھم اجرہ من الشیطان فلو لم یکن للشیطان ھناک سبیل ما دعا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بذٰلک یعنی وہ حدیثیں اُس کی مؤید ہیں جن میں وارد کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میت کو دفن کرتے وقت دعا فرماتے الٰہی اسے شیطان سے بچا اگر وہاں شیطان کا کچھ دخل نہ ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ دعا کیوں فرماتے، اور صحیح حدیثوں سے ثابت کہ اذان شیطان کو دفع کرتی ہے صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا اذن المؤذن ادبر الشیطان ولہ حصاص جب مؤذن اذان کہتا ہے شیطان پیٹھ پھیر کر گوز زناں بھاگتا ہے صحیح مسلم کی حدیث جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے واضح کہ چھتیس میل تک بھاگ جاتا ہے اور خود حدیث میں حکم آیا جب شیطان کا کھٹکا ہو فوراً اذان کہو کہ وہ دفع ہو جائے گا اخرجہ الامام ابوالقاسم سلیمٰن بن احمد الطبرانی فی اوسط معاجیمہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہم نے اپنے رسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوبا میں اس مطلب پر بہت احادیث نقل کیں اور جب ثابت ہو لیا کہ وہ وقت عیاذاً باللہ مداخلت شیطان لعین کا ہے اور ارشاد ہوا کہ شیطان اذان سے بھاگتا ہے اور اس میں حکم آیا کہ اس کے دفع کو اذان کہو تو یہ اذان خاص حدیثوں سے مستنبط بلکہ عین ارشاد شارع کے مطابق اور مسلمان بھائی کی عمدہ امداد و اعانت ہوئی جس کی خوبیوں سے قرآن وحدیث مالامال **دلیل دوم** امام احمد وطبرانی وبیہقی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی قال لما دفن سعد بن معاذ (زاد فی روایۃ) وسوی علیہ سبح النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وسبح الناس معہ طویلا ثم کبر وکبر الناس ثم قالوا یا رسول اللہ لم سبحت (زاد فی روایۃ) ثم کبرت قال لقد تضایق علی ھذا الرجل الصالح قبرہ حتی فرجہ اللہ تعالٰی عنہ یعنی جب سعد بن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ دفن ہو چکے اور قبر درست کر دی گئی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دیر تک سبحٰن اللہ فرماتے رہے اور صحابہ کرام بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے پھر حضور اللہ اکبر اللہ اکبر فرماتے رہے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ کہا ہے پھر صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ حضور اول تسبیح پھر تکبیر کیوں فرماتے رہے ارشاد فرمایا اس نیک مرد پر اس کی قبر تنگ ہوئی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے وہ تکلیف اس سے دور کی اور قبر کشادہ فرما دی علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ای ما زلت اکبر وتکبرون واسبح وتسبحون حتی فرجہ اللہ یعنی حدیث کے معنی یہ ہیں کہ برابر میں اور تم اللہ اکبر اللہ اکبر سبحٰن اللہ سبحٰن اللہ کہتے رہے یہاں تک

کہ اللہ تعالیٰ نے اُس تنگی سے اُنھیں نجات بخشی **اقول** اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور خود اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میت پر آسانی کے لئے بعد دفن کے قبر پر اللہ اکبر اللہ اکبر بار بار فرمایا ہے اور یہی کلمہ مبارکہ اذان میں چھ بار ہے تو عین سنت ہوا غایت یہ کہ اذان میں اس کے ساتھ اور کلمات طیبات زائد ہیں سو آن کی زیادت نہ معاذ اللہ کچھ مضر نہ اس امر مسنون کے منافی بلکہ زیادہ مفید و مؤید مقصود ہے کہ رحمت الٰہی اتارنے کے لئے ذکر خدا کرنا تھا دیکھو یہ بعینہ وہ مسلک نفیس ہے جو در بارہ تلبیہ اجلۂ صحابہ عظام مثل حضرت امیر المومنین عمر و حضرت عبد اللہ بن عمر و حضرت عبد اللہ بن مسعود و حضرت امام حسن مجتبےٰ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو ملحوظ ہوا اور ہمارے ائمہ کرام نے اختیار فرمایا ہدایہ میں ہے لاینبغی ان یخل بشیئ من ھذہ الکلمات لانہ ھو المنقول فلا ینقص عنہ ولو زاد فیھا جاز لان المقصود الثناء واظھار العبودیۃ فلا یمنع من الزیادۃ علیہ اھ ملخصا یعنی ان کلمات میں کمی نہ چاہیئے کہ یہی نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہیں تو اُن سے گھٹائے نہیں اور اگر بڑھائے تو جائز ہے کہ مقصود اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اپنی بندگی کا ظاہر کرنا ہے تو اور کلمے زیادہ کرنے سے ممانعت نہیں فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ نے اپنے رسالہ صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین وغیرہا رسائل میں اس مطلب کی قدرے تفصیل کی **دلیل سوم**

بالاتفاق سنت اور حدیثوں سے ثابت اور فقہ میں مثبت کہ میت کے پاس حالت نزع میں کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کہتے رہیں کہ اُسے سُن کر یاد ہو حدیث متواتر میں ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ اپنے مردوں کو لا الٰہ الا اللہ سکھاؤ رواہ احمد و مسلم و ابو داؤد والترمذی و النسائی و ابن ماجۃ عن ابی سعید الخدری و ابن ماجۃ کمسلم عن ابی ھریرۃ و کالنسائی عن ام المومنین عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اب جو نزع میں ہے وہ مجازاً مردہ ہے اور اُسے کلمۂ اسلام سکھانے کی حاجت کہ بحول اللہ تعالیٰ خاتمہ اسی پاک کلمے پر ہو اور شیطان لعین کے بھلانے میں نہ آئے اور جو دفن ہو چکا حقیقۃً مردہ ہے اور اُسے بھی کلمہ پاک سکھانے کی حاجت کہ بعون اللہ تعالیٰ جواب یاد ہو جائے اور شیطان رجیم کے بہکانے میں نہ آئے اور بیشک اذان میں یہی کلمہ لا الٰہ الا اللہ تین جگہ موجود بلکہ اُس کے تمام کلمات جواب نکیرین بتاتے ہیں اُن کے سوال تین ہیں من ربک تیرا رب کون ہے مادینک تیرا دین کیا ہے ما کنت تقول فی ھذا الرجل تو اس مرد یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باب میں کیا اعتقاد رکھتا تھا اب اذان کی ابتدا میں اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اشھد

ان لا اله الا الله اور آخر میں الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله سوال من ربک کا جواب سکھائینگے ان کے سننے
سے یاد آئے گا کہ میرا رب الله ہے اور اشهد ان محمدا رسول الله اشهد ان محمدا رسول الله
سوال ما کنت تقول فی هذا الرجل کا جواب تعلیم کریں گے کہ میں انھیں الله کا رسول جانتا تھا اور حی علی
الصلوٰۃ حی علی الفلاح جواب ما دینک کی طرف اشارہ کرینگے کہ میرا دین وہ تھا جس میں نماز رکن وستون
ہے کہ الصلوٰۃ عماد الدین تو بعد دفن اذان دینا میں ارشاد کی تعمیل ہے جو نبی صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث
صحیح متواتر مذکور میں فرمایا اب یہ کلام سماع موتی و تلقین اموات کی طرف منجر ہوگا فقیر غفر الله تعالیٰ لہ خاص اس
مسئلہ میں کتاب مبسوط مسمی بحیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات تحریر کرچکا جس میں پچھتر حدیثوں اور
پونے چار سو اقوال ائمہ دین وعلمائے کاملین وخود بزرگان منکرین سے ثابت کیا کہ مردوں کا سننا دیکھنا
سمجھنا قطعاً حق ہے اور اس پر اہل سنت وجماعت کا اجماع قائم اور اس کا انکار نہ کرے گا مگر غبی جاہل یا
معاند مبطل اور اسی کی چند فصول میں بحث تلقین بھی صاف کردی یہاں اس کے اعادہ کی حاجت نہیں دلیل
چہارم امام ابویعلی حضرت ابوہریرہ رضی الله تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اطفئوا
الحریق بالتکبیر آگ کو تکبیر سے بجھاؤ ابن عدی حضرت عبدالله بن عباس اور وہ اور ابن السنی وابن عساکر
حضرت عبدالله بن عمرو بن عاص رضی الله تعالیٰ عنہم سے راوی حضور پرنور صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا
رأیتم الحریق فکبروا فانه یطفئ النار جب آگ دیکھو الله اکبر الله اکبر کی بکثرت تکرار کرو وہ آگ کو بجھا دیتا
ہے علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں فکبروا ای قولوا الله اکبر الله اکبر وکرروه کثیرا مولانا علی
قاری علیہ رحمۃ الباری اس حدیث کی شرح میں کہ حضور اقدس صلی الله علیہ وسلم قبر کے پاس دیر تک الله اکبر
الله اکبر فرماتے رہے لکھتے ہیں التکبیر علی هذا لاطفاء الغضب الالٰهی ولهذا ورد استحباب التکبیر عند
رؤیة الحریق یعنی یہ الله اکبر الله اکبر کہنا غضب الٰہی کے بجھانے کو ہے ولہذا آگ لگی دیکھ کر دیر تک تکبیر
مستحب ٹھہری۔ حدیقۃ النجاۃ میں تیسیرۃ الفقہ سے منقول حکمت در تکبیر آنست براہل گورستان کہ رسول علیہ
السلام فرمودہ است اذا رأیتم الحریق فکبروا چوں آتش درجائے افتد و از دست شما برنیاید کہ بنشانید
تکبیر بگوئید کہ آں آتش بہ برکت آں تکبیر فرونشیند چوں عذاب قبر بآتش است و دست شما بآں نمیرسد تکبیر میباید
گفت تا مردگان از آتش دوزخ خلاص یابند یہاں سے بھی ثابت کہ قبر مسلم پر تکبیر کہنا فرد سنت ہے تو یہ
اذان بھی قطعاً سنت پر مشتمل اور زیادات مفیدہ کا مانع سنیت نہ ہونا تقریر دلیل دوم سے ظاہر دلیل پنجم

ابن ماجہ وبیہقی سعید بن مسیب سے راوی قال حضرت ابن عمر فی جنازۃ فلما وضعھا فی اللحد قال بسم اللہ وفی سبیل اللہ فلما اخذ فی تسویۃ اللحد قال اللھم اجرھا من الشیطان ومن عذاب القبر ثم قال سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھذا مختصرا یعنی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں حاضر ہوا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب اُسے لحد میں رکھا کہا بسم اللہ وفی سبیل اللہ جب لحد برابر کرنے لگے کہا الٰہی اسے شیطان سے بچا اور عذاب قبر سے امان دے پھر فرمایا میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنا) امام ترمذی حکیم قدس سرہ الکریم بسند جید عمرو بن مرہ تابعی سے روایت کرتے ہیں کانوا یستحبون اذا وضع المیت فی اللحد ان یقولوا اللھم اعذہ من الشیطان الرجیم یعنی صحابہ کرام یا تابعین عظام مستحب جانتے تھے کہ جب میت لحد میں رکھا جائے تو دعا کریں الٰہی اسے شیطان رجیم سے پناہ دے) ابن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم اپنے مصنف میں خیثمہ سے راوی کانوا یستحبون اذا دفنوا المیت ان یقولوا بسم اللہ وفی سبیل اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اللھم اجرہ من عذاب القبر وعذاب النار ومن شر الشیطان الرجیم مستحب جانتے تھے کہ جب میت کو دفن کریں یوں کہیں اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ملت پر الٰہی اسے عذاب قبر وعذاب دوزخ اور شیطان ملعون کے شر سے پناہ بخش۔ ان حدیثوں سے جس طرح یہ ثابت ہوا کہ اُس وقت عیاذاً باللہ شیطان رجیم کا دخل ہوتا ہے یوں ہی یہ بھی واضح ہوا کہ اُس کے دفع کی تدبیر سنت ہے کہ دعا نہیں مگر ایک تدبیر اور احادیث سابقہ دلیل اول سے واضح کہ اذان دفع شیطان کی ایک عمدہ تدبیر ہے تو یہ بھی مقصود شارع کے مطابق اور اپنی نظیر شرعی سے موافق ہوئی **دلیل ششم** ابوداؤد وحاکم وبیہقی امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ قال استغفروا لاخیکم وسلوا لہ بالتثبیت فانہ الان یسأل یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب دفن میت سے فارغ ہوتے قبر پر وقوف فرماتے اور ارشاد کرتے اپنے بھائی کیلئے استغفار کرو اور اس کیلئے جواب نکیرین میں ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو کہ اب اُس سے سوال ہوگا) سعید بن منصور اپنے سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقف علی القبر بعد ما سوی علیہ فیقول اللھم نزل بک صاحبنا وخلف الدنیا خلف ظہرہ

اللھم ثبت عند المسئلۃ نطقۃ ولا تبتلہ فی قبرہ بما لا طاقۃ لہ بہ یعنی جب مردہ دفن ہوکر قبر درست ہو جاتی حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر پر کھڑے ہو کر دعا کرتے الٰہی ہمارا ساتھی تیرا مہمان ہوا اور دنیا اپنے پس پشت چھوڑ آیا الٰہی سوال کے وقت اس کی زبان درست رکھ اور قبر میں اس پر وہ بلا نہ ڈال جس کی اسے طاقت نہ ہو، ان حدیثوں اور احادیث دلیل پنجم وغیرہ سے ثابت کہ دفن کے بعد دعا سنت ہے امام محمد بن علی حکیم ترمذی قدس سرہ الشریف دعا بعد دفن کی حکمت میں فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ بجماعت مسلمین ایک لشکر تھا کہ آستانہ شاہی پر میت کی شفاعت و عذر خواہی کیلئے حاضر ہوا اور اب قبر پر کھڑے ہو کر دعا یہ اس لشکر کی مدد ہے کہ یہ وقت میت کی مشغولی کا ہے کہ اُسے اس نئی جگہ کا ہول اور نکیرین کا سوال پیش آنے والا ہے نقلہ المولیٰ جلال الملۃ والدین السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرح الصدور اور میں گمان نہیں کرتا کہ یہاں استحباب دعا کا عالم میں کوئی عالم منکر ہو امام آجری فرماتے ہیں یستحب الوقوف بعد الدفن قلیلاً والدعاء للمیت مستحب ہے کہ دفن کے بعد کچھ دیر کھڑے رہیں اور میت کے لئے دعا کریں اسی طرح اذکار امام نووی وجوہرہ نیرہ و در مختار و فتاوی علمگیری وغیرہا اسفار میں ہے طرفہ یہ کہ امام ثانی منکرین یعنی مولوی اسحق صاحب دہلوی نے مائۃ مسائل میں اسی سوال کے جواب میں کہ بعد دفن قبر پر اذان کیسی ہے فتح القدیر و بحر الرائق و نہر الفائق و فتاوی عالمگیریہ سے نقل کیا کہ قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا سنت سے ثابت ہے اور براہ بزرگی آستانہ جانا کہ اذان خود دعا بلکہ بہترین دعا سے ہے کہ وہ ذکر الٰہی ہے اور ہر ذکر الٰہی دعا تو وہ بھی اسی سنت ثابتہ کی ایک فرد ہوئی پھر سنیت مطلق سے کراہت فرد پر استدلال عجب تماشا ہے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں کل دعاء ذکر وکل ذکر دعاء ہر دعا ذکر ہے اور ہر ذکر دعا ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں افضل الدعاء الحمد للہ سب دعاؤں سے افضل دعا الحمد للہ ہے اخرجہ الترمذی وحسنہ والنسائی وابن حبان والحاکم وصححہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحیحین میں ہے ایک سفر میں لوگوں نے بآواز بلند اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو اپنی جانوں پر نرمی کرو انکم لا تدعون اصم ولا غائبا انکم تدعون سمیعًا بصیرا تم کسی بہرے یا غائب سے دعا نہیں کرتے سمیع بصیر سے دعا کرتے ہو، دیکھو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور خاص کلمہ اللہ اکبر کو دعا فرمایا تو اذان کے بھی ایک دعا اور فرد مسنون ہونے میں کیا شک، رہا **دلیل ہفتم** یہ تو واضح ہو لیا کہ بعد دفن میت کے لئے دعا سنت ہے اور علما

فرماتے ہیں آداب دعا سے ہے کہ اس سے پہلے کوئی عمل صالح کرے امام شمس الدین محمد بن الجزری کی حصن حصین شریف میں ہے اداب الدعاء منہا تقدیم عمل صالح وذکرہ عند الشدۃ مت د علامہ قاری عز شمیں میں فرماتے ہیں یہ ادب حدیث ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ابو داؤد ترمذی و نسائی وابن حبان نے روایت کی ثابت ہے اور شک نہیں کہ اذان بھی عمل صالح ہے تو دعا پر اس کی تقدیم مطابق مقصود و سنت ہوئی **دلیل ہشتم** رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثنتان لا تردان الدعاء عند النداء عند البار دو دعائیں رد نہیں ہوتیں ایک اذان کے وقت اور ایک جہاد میں جب کفار سے لڑائی شروع ہو اخرجہ ابو داود وابن حبان والحاکم بسند صحیح عن سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا نادی المنادی فتحت ابواب السماء واستجیب الدعاء جب اذان دینے والا اذان دیتا ہے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دعا قبول ہوتی ہے اخرجہ ابو یعلی والحاکم عن ابی امامۃ الباہلی وابو داود والطیالسی وابو یعلی والضیاء فی المختارۃ بسند حسن عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اذان اسباب اجابت دعا سے ہے اور یہاں دعا شارع جل وعلا کو مقصود تو اس کے اسباب اجابت کی تحصیل قطعاً محمود **دلیل نہم** حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں یغفر للمؤذن منتہی اذانہ ویستغفر لہ کل رطب ویابس سمعہ اذان کی آواز جہاں تک جاتی ہے مؤذن کے لئے اتنی ہی وسیع مغفرت آتی ہے اور جس تر و خشک چیز کو اس کی آواز پہنچتی ہے اذان دینے والے کیلئے استغفار کرتی ہے اخرجہ الامام احمد بسند صحیح واللفظ لہ والبزار والطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونحوہ عند احمد وابی داؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابن حبان من حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصدرہ عند احمد والنسائی بسند حسن جید عن البراء بن عازب والطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ ولہ فی الاوسط عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ پانچ حدیثیں ارشاد فرماتی ہیں کہ اذان باعث مغفرت ہے اور بے شک مغفور کی دعا زیادہ قابل قبول واقرب باجابت ہے اور خود حدیث میں وارد کہ مغفور سے دعا منگوانی چاہیئے امام احمد مسند میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا لقیت الحاج فسلم علیہ وصافحہ ومرہ ان یستغفر لک قبل ان یدخل بیتہ فانہ مغفور لہ جب تو حاجی سے ملے اسے سلام کر اور مصافحہ کر اور قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو اس سے اپنے لئے استغفار

کرا کہ وہ مغفور ہے) پس اگر اہل اسلام بعد دفن میت اپنے میں کسی بندہ صالح سے اذان کہلوائیں تاکہ بحکم احادیث صحیحہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی مغفرت ہو پھر میت کیلئے دعا کرے کہ مغفور کی دعا میں زیادہ رجائے اجابت ہو تو کیا گناہ ہوا بلکہ عین مقاصد شرع سے مطابق ہوا **دلیل دہم** اذان ذکر الٰہی اور ذکر الٰہی دافع عذاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما من شیء انجی من عذاب اللہ من ذکر اللہ کوئی چیز ذکر خدا سے زیادہ عذاب خدا سے نجات بخشنے والی نہیں رواہ الامام احمد عن معاذ بن جبل وابن ابی الدنیا والبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور خود اذان کی نسبت وارد جہاں کہی جاتی ہے وہ جگہ اس دن عذاب سے مامون ہو جاتی ہے طبرانی معاجیم ثلثہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا اذن فی قریۃ امنہا اللہ من عذابہ فی ذلک الیوم وشاہدہ عندہ فی الکبیر من حدیث معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بے شک اپنی بھائی مسلمان کیلئے ایسا عمل کرنا جو عذاب سے منجی ہو شارع جل وعلا کو محبوب و مرغوب مولٰنا علی قاری رحمہ الباری شرح عین العلم میں قبر کے پاس قرآن پڑھنے اور تسبیح و دعائے رحمت و مغفرت کرنے کی وصیت فرما کر لکھتے ہیں فان الاذکار کلہا نافعۃ لہ فی تلک الدار (یعنی اذکار جس قدر ہیں سب میت کو قبر میں نفع بخشتے ہیں) امام بدر الدین محمود عینی شرح صحیح بخاری میں زیر باب موعظۃ المحدث عند القبر فرماتے ہیں مصلحۃ المیت ان یجتمعوا عندہ لقراءۃ القرآن والذکر فان المیت ینتفع بہ (میت کیلئے اس میں مصلحت ہے کہ مسلمان اس کی قبر کے پاس جمع ہو قرآن پڑھیں ذکر کریں کہ میت کو اس سے نفع ہوتا ہے) یا رب مگر اذان ذکر محبوب نہیں یا مسلمان بھائی کو نفع ملنا شرعاً مرغوب نہیں **دلیل یازدہم** اذان ذکر مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور ذکر مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باعث نزول رحمت اولاً حضور کا ذکر عین ذکر خدا ہے امام ابن عطا پھر امام قاضی عیاض وغیرہما ائمہ کرام تفسیر قولہ تعالیٰ ورفعنا لک ذکرک میں فرماتے ہیں جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک فقد ذکرنی میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا جو تمہارا ذکر کرے وہ میرا ذکر کرتا ہے اور ذکر الٰہی بلاشبہ رحمت اترنے کا باعث سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح حدیث میں ذکر کرنے والوں کی نسبت فرماتے ہیں حفتہم الملئکۃ وغشیتہم الرحمۃ ونزلت علیہم السکینۃ (انہیں ملائکہ گھیر لیتے ہیں اور رحمت الٰہی ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ اور چین اترتا ہے) رواہ مسلم والترمذی عن ابی ہریرۃ وابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما ثانیاً ہر محبوب خدا کا ذکر محل نزول رحمت ہے امام سفین بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں عند

ذکر الصلحین تنزل الرحمۃ نیکوں کے ذکر کے وقت رحمت الٰہی اترتی ہے) ابوجعفر بن حمدان نے ابوعمرو بن نجید سے اسے بیان کر کے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راس الصلحین تو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو سب صالحین کے سردار ہیں، پس بلاشبہہ جہاں اذان ہوگی رحمت الٰہی اترے گی اور بھائی مسلمان کیلئے وہ فعل جو باعث نزول رحمت ہو شرع کو پسند ہے نہ کہ ممنوع **دلیل دوازدہم** خود ظاہر اور حدیثوں سے بھی ثابت کہ مردے کو اس نئے مکان تنگ و تار میں سخت وحشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے الا ما رحم ربی ان ربی غفور رحیم اور اذان دافع وحشت و باعث اطمینان خاطر ہے کہ وہ ذکر خدا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب سن لو خدا کے ذکر سے چین پاتے ہیں دل، ابونعیم و ابن عساکر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں نزل ادم بالھند واستوحش فنزل جبرئیل علیہ الصلٰوۃ والسلام فنادی بالاذان الحدیث جب آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام جنت سے ہندوستان میں اترے انھیں گھبراہٹ ہوئی تو جبرئیل علیہ الصلٰوۃ والسلام نے اتر کر اذان دی، پھر ہم اس غریب کی تسکین خاطر و دفع توحش کو اذان دیں تو کیا برا کریں حاشا بلکہ مسلمان خصوصاً ایسے بیکس کی اعانت حضرت حق عزوجل کو نہایت پسند حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے بھائی مسلمانوں کی مدد میں ہے رواہ مسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ ومن فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ بھا کربۃ من کرب یوم القیمۃ جو اپنے بھائی مسلمان کے کام میں ہو اللہ تعالیٰ اسکی حاجت روائی میں ہو اور جو کسی مسلمان کی تکلیف دور کرے اللہ تعالیٰ اس کے عوض قیامت کی مصیبتوں سے ایک مصیبت اس پر سے دور فرمائی رواہ الشیخان وابوداؤد عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما **دلیل سیزدہم** مسند الفردوس میں حضرت جناب امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا علی مرتضٰے کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی قال رانی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حزینا فقال یا ابن ابی طالب انی اراک حزینا فمر بعض اھلک یؤذن فی اذنک فانہ درء للھم یعنی مجھے حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غمگین دیکھا ارشاد فرمایا اے علی میں تجھے غمگین پاتا ہوں اپنے کسی گھر والے سے کہہ کہ تیرے کان میں اذان کہے اذان غم و پریشانی کی دافع ہے) مولی علی اور مولی علی تک جس قدر

اس حدیث کے راوی ہیں سب نے فرمایا فیہ فقد وجد تہ کذلک ہم نے اسے تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا ذکرہ ابن حجر
کما فی المرقاۃ اور خود معلوم اور حدیثوں سے بھی ثابت کہ میت اس وقت کیسے حزن و غم کی حالت میں ہوتا ہے مگر وہ
عباد اللہ اکابر اولیاء اللہ جو مرگ کو دیکھ کر مرحبا بحبیب جاء علی فاقۃ فرماتے ہیں تو انکے دفع غم والم کیلئے اگر
اذان سنائی جائے کیا مستبعد و محذور شرعی لازم آئے حاشا للہ بلکہ مسلمان کا دل خوش کرنے کی برابر اللہ عزوجل کو فرائض کے
بعد کوئی عمل محبوب نہیں طبرانی معجم کبیر و معجم اوسط میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی
حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان احب الاعمال الی اللہ تعالٰی بعد الفرائض ادخال السرور
علی المسلم بیشک اللہ تعالٰی کے نزدیک فرضوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ مسلمان کا خوش کرنا ہے (انہیں
دونوں میں حضرت امام ابن الامام سیدنا حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم فرماتے ہیں ان من موجبات المغفرۃ ادخالک السرور علی اخیک المسلم بے شک موجبات مغفرت
سے ہے تیرا اپنے بھائی مسلمان کو خوش کرنا **دلیل چہاردہم** قال اللہ تعالٰی یایھا الذین امنوا اذکروا
اللہ ذکرا کثیرا اے ایمان والو اللہ کا ذکر کرو بکثرت ذکر کرنا (حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں
اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون اللہ کا ذکر اس درجہ بکثرت کرو کہ لوگ مجنون بتائیں اخرجہ احمد وابو
یعلی وابن حبان والحاکم والبیہقی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ صححہ الحاکم وحسنہ الحافظ ابن
حجر اور فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذکر اللہ عند کل حجر و شجر ہر سنگ و شجر کے پاس اللہ کا ذکر کر اخرجہ
الامام احمد فی کتاب الزھد والطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن عبد اللہ
بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں لم یفرض اللہ علی عبادہ فریضۃ الا جعل لہا حدا معلوما ثم عذر اہلہا
فی حال العذر غیر الذکر فانہ لم یجعل لہ حدا انتہی الیہ ولم یعذر احدا فی ترکہ الا مغلوبا علی عقلہ وامر
ہم بہ فی الاحوال کلہا اللہ تعالٰی نے اپنے بندوں پر کوئی فرض مقرر نہ فرمایا مگر یہ کہ اس کیلئے ایک حد معین
کردی پھر عذر کی حالت میں لوگوں کو اس سے معذور رکھا سوا ذکر کے کہ اللہ تعالٰی نے اس کیلئے کوئی حد
نہ رکھی جس پر انتہا ہو اور نہ کسی کو اس کے ترک میں معذور رکھا مگر وہ جس کی عقل سلامت نہ رہے اور بندوں کو
تمام احوال میں ذکر کا حکم دیا (ان کے شاگرد امام مجاہد فرماتے ہیں الذکر الکثیر ان لا یتناہی ابدا ذکر کثیر یہ ہے
کہ کبھی ختم نہ ہو ذکرہ فی المعالم وغیرہا تو ذکر الٰہی ہمیشہ ہر جگہ محبوب و مرغوب و مطلوب و مندوب ہے جس
سے ہرگز ممانعت نہیں ہو سکتی جب تک کسی خصوصیت خاصہ میں کوئی نہی شرعی نہ آئی ہو اور اذان بھی قطعاً ذکر خدا

ہے پھر جانے کہ ذکرِ خدا سے ممانعت کی وجہ کیا ہے ہمیں حکم ہے کہ ہر سنگ و درخت کے پاس ذکرِ الٰہی کریں قبرِ مومن کے پتھر کیا اسکے حکم سے خارج ہیں خصوصاً بعد دفن ذکرِ خدا کرنا تو خود حدیثوں سے ثابت اور تصریح ائمۂ دین مستحب ولہٰذا امام اجل ابوسلیمان خطابی دربارہ تلقین فرماتے ہیں لانجد له حديثا مشهورا ولا باس به اذ ليس فيه الا ذكر الله تعالٰى لنبيه قوله وكل ذلك حسن ہم اس میں کوئی حدیث مشہور نہیں پاتے اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ اس میں نہیں ہے مگر خدا کا ذکر اور یہ سب کچھ محمود ہے دلیل یا نزدھم امام اجل ابوزکریا نووی شارح صحیح مسلم کتاب الاذکار میں فرماتے ہیں یستحب ان یقعد عند القبر بعد الفراغ ساعة قدر ما ينحر جزور و يقسم لحمه ويشتغل القاعدون بتلاوة القرآن والدعاء للميت والوعظ والحكايات لاهل الخير والصالحين مستحب ہے کہ دفن سے فارغ ہو کر ایک ساعت قبر کے پاس بیٹھیں اتنی دیر کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم ہو اور بیٹھنے والے قرآن مجید کی تلاوت اور میت کیلئے دعا اور وعظ و نصیحت اور نیک بندوں کے ذکر و حکایت میں مشغول رہیں) شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ لمعات شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث امیر المومنین عثمٰن غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ فقیر نے دلیل ششم میں ذکر کی فرماتے ہیں قد سمعت عن بعض العلماء انه يستحب ذكر مسئلة من المسائل الفقهية یعنی تحقیق میں نے بعض علما سے سنا کہ دفن کے بعد قبر کے پاس کسی مسئلہ فقہ کا ذکر مستحب ہے) اشعۃ اللمعات شرح فارسی مشکوٰۃ میں اسکی وجہ فرماتے ہیں کہ باعث نزول رحمت ست اور فرماتے این مناسب حال ذکر مسئلۂ فرائض ست اور فرماتے ہیں اگر ختم قرآن کنند اولٰے و افضل باشد جب علمائے کرام نے حکایات اہل خیر و تذکرۂ صالحین و ختم قرآن و بیان مسئلہ فقہیہ و ذکر فرائض کو مستحب ٹھہرایا حالانکہ ان میں بالخصوص کوئی حدیث وارد نہیں بلکہ وجہ صرف وہی کہ میت کو نزول رحمت کی حاجت اور ان امور میں نزول رحمت تو اذان کہ بشہادت احادیث موجب نزول رحمت و دفع عذاب ہے کیونکر جائز و مستحب نہ ہوگی بحمد اللہ یہ پندرہ دلیلیں ہیں کہ چند ساعت میں فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہوئیں ناظر منصف جانے گا کہ ان میں اکثر تو محض استخراج فقیر ہیں اور باقی کے بعض مقدمات اگرچہ بعض اجلہ اہل سنت و جماعت رحمہم اللہ تعالٰے کے کلام میں مذکور مگر فقیر غفر اللہ تعالٰے نے تکمیل ترتیب و تسجیل تقریب سے ہر مقدمہ منفردہ کو

له بحمد اللہ تعالٰی ان دلائل جلائل نے کالشمس فی وسط السماء واضح کر دیا کہ اس اذان کا جواز بلکہ استحباب یقینی بلکہ بنظر عمومات شرع بوجوہ کثیرہ دنی سنت ۱۲ شاید وہ بعض علما جنھوں نے اسکے سنت ہونے کی تصریح فرمائی جن کا قول امام ابن حجر مکی و علامہ خیر رملی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے نقل کیا یہی معنے مراد لیتے ہیں کہ از انجا کہ سنت و اہذا مناسب کہ کبھی کبھی ترک بھی کریں اگر اوہام عوام سنتی شانی کی طرف جاتے سمجھیں واللہ تعالٰے اعلم ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالٰے

دلیل کامل اور ہر مذکور ضمنی کو مقصود مستقل کر دیا والحمد للہ رب العٰلمین بانیہم ع لوشک ان الفضل للمتقدم ہم پر اُن اکابر کا شکر واجب جنھوں نے اپنی تلاش و کوشش سے بہت کچھ متفرق کو یکجا کیا اور اس دشوار کام کو ہم پر آسان کر دیا جزاھم اللہ عنا وعن الاسلام والسنۃ خیر جزاء وشکر مساعیہم الجمیلۃ فی حمایۃ الملۃ الغراء ونکایۃ الفتنۃ العوراء وھنأ ھم بفضل رسول نفی علی حمید رضی یوم القضاء وصلی اللہ تعالٰی علیہ سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ الاطائب الکرماء آمین۔ **تنبیہات جلیلہ** تنبیہ اول) ہمارے کلام پر مطلع ہونے والا عظمت رحمت الٰہی پر نظر کرے کہ اذان میں ان شاء اللہ الرحمٰن اس میت اوران احیا کیلئے کتنے منافع ہیں سات فائدہ میت کیلئے (۱) بحولہٖ تعالٰی شیطان رجیم کے شر سے پناہ (۲) بدولت تکبیر عذاب نار سے امان (۳) جواب سوالات کا یاد آجانا (۴) ذکر اذان کے باعث عذاب قبر سے نجات پانا (۵) بہ برکت ذکر مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نزول رحمت (۶) بدولت اذان دفع وحشت (۷) زوال غم و حصول سرور و فرحت اور پندرہ احیا کیلئے سات تو یہی سات منافع اپنے بھائی مسلمان کو پہنچانا کہ ہر نفع رسانی جدا حسنہ ہے اور ہر حسنہ کم سے کم دس نیکیاں پھر نفع رسانی مسلم کی منفعتیں خدا ہی جانتا ہے (۸) میت کیلئے تدبیر دفع شیطان سے اتباع سنت (۹) تدبیر آسانی جواب سے اتباع سنت (۱۰) دعا عند القبر سے اتباع سنت (۱۱) بقصد نفع میت قبر کے پاس تکبیریں کہکر اتباع سنت (۱۲) مطلق ذکر کے فوائد ملنا جن سے قرآن وحدیث مالا مال (۱۳) ذکر مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سبب رحمتیں پانا (۱۴) مطلق دعا کے فضائل ہاتھ آنا جسے حدیث میں مغز عبادت فرمایا (۱۵) مطلق اذان کے برکات ملنا جنھیں منتہائے آواز تک مغفرت اور ہر تر وخشک کی استغفار و شہادت اور دلوں کو صبر و سکون و راحت ہے اور لطف یہ کہ اذان میں اصل کلمے سات ہی ہیں اللہ اکبر اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اشہد ان محمدا رسول اللہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ اور مکررات کو گنیے تو پندرہ ہوتے ہیں میت کیلئے وہ سات فائدے ہیں احیا کیلئے پندرہ یعنی سات اور پندرہ کے برکات ہیں والحمد للہ رب العٰلمین تعجب کرتا ہوں کہ حضرات مانعین نے میت واحیاکو ان فوائد جلیلہ سے محروم رکھنے میں کیا نفع سمجھا ہے ہمیں تو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ تم میں جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی مسلمان کو نفع پہنچائے تو لازم و مناسب ہے کہ پہنچائے رواہ احمد ومسلم عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما پھر ندا جانے اس اجازت کلی کے بعد جب تک خاص جزئیہ کی شرع میں نہی نہ ہو ممانعت کہاں سے

کی جاتی ہے واللہ الموافق **تنبیہ دوم** حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں نیۃ المؤمن خیر من عملہ
مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے رواہ البیہقی عن انس والطبرانی فی الکبیر عن سھل بن سعد رضی
اللہ تعالٰی عنہما اور بیشک جو علم نیت جانتا ہے ایک ایک فعل کو اپنے لئے کئی کئی نیکیاں کر سکتا ہے مثلاً جب
نماز کیلئے مسجد کو چلا اور صرف یہی قصد ہے کہ نماز پڑھونگا تو بیشک اسکا یہ چلنا محمود ہر قدم پر ایک نیکی لکھینگے
اور دوسرے پر گناہ محو کریں گے مگر عالم نیت اس ایک ہی فعل میں اتنی نیتیں کر سکتا ہے (۱) اصل مقصود یعنی
نماز کو جاتا ہوں (۲) خانہ خدا کی زیارت کرونگا (۳) شعار اسلام ظاہر کرتا ہوں (۴) داعی اللہ کی اجابت کرتا
ہوں (۵) تحیۃ المسجد پڑھنے جاتا ہوں (۶) مسجد سے خس وخاشاک وغیرہ دور کرونگا (۷) اعتکاف کرنے جاتا ہوں
کہ مذہب مفتی بہ پر اعتکاف کیلئے روزہ شرط نہیں اور ایک ساعت کا بھی ہو سکتا ہے جب سے داخل ہو باہر آنے
تک اعتکاف کی نیت کرلے انتظار نماز وادائے نماز کے ساتھ اعتکاف کا بھی ثواب پائے گا (۸) امر الٰہی خذوا
زینتکم عند کل مسجد کے امتثال کو جاتا ہوں (۹) جو وہاں علم والا ملے گا اوس سے مسائل پوچھونگا دین
کی باتیں سیکھونگا (۱۰) جاہلوں کو مسئلہ بتاونگا دین سکھاؤنگا (۱۱) جو علم میں میری برابر ہوگا اس سے علم کی تکرار
کرونگا (۱۲) علماء کی زیارت (۱۳) نیک مسلمانوں کا دیدار (۱۴) دوستوں سے ملاقات (۱۵) مسلمانوں سے میل
(۱۶) جو رشتہ دار ملیں گے ان سے بکشادہ پیشانی مل کر صلہ رحم (۱۷) اہل اسلام کو سلام (۱۸) مسلمانوں سے مصافحہ
کرونگا (۱۹) ان کے سلام کا جواب دونگا (۲۰) نماز جماعت میں مسلمانوں کی برکتیں حاصل کرونگا (۲۱ و ۲۲)
مسجد میں جاتے نکلتے حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر سلام عرض کروں گا۔ بسم اللہ الحمد
للہ والسلام علی رسول اللہ (۲۳ و ۲۴) دخول وخروج میں حضور و آل حضور و ازواج حضور
پر درود بھیجونگا کہ اللھم صل علے سیدنا محمد وعلی ال سیدنا محمد وعلی ازواج سیدنا محمد (۲۵)
بیمار کی مزاج پرسی کرونگا (۲۶) اگر کوئی غمی والا ملا تعزیت کرونگا (۲۷) جس مسلمان کو چھینک آئی اور اس نے
الحمد للہ کہا اوسے یرحمک اللہ کہونگا (۲۸ و ۲۹) امر المعروف ونہی عن المنکر کرونگا (۳۰) نمازیوں کے
وضو کو پانی دونگا (۳۱ و ۳۲) خود مؤذن ہے یا مسجد میں کوئی مقرر نہیں تو نیت کرے کہ اذان واقامت کہونگا
اب اگر یہ کہنے نہ پایا دوسرے نے کہہ دی تاہم اپنی نیت پر اذان واقامت کا ثواب پاچکا فقد وقع اجرہ علی
اللہ (۳۳) جو راہ بھولا ہوگا راستہ بتاونگا (۳۴) اندھے کی دستگیری کرونگا (۳۵) جنازہ ملا تو نماز پڑھونگا
(۳۶) موقع پایا تو ساتھ دفن تک جاونگا (۳۷) دو مسلمانوں میں نزاع ہوئی تو حتی الوسع صلح کرادونگا (۳۸ و ۳۹)

مسجد میں جاتے وقت دہنا اور نکلتے وقت بائیں پاؤں کی تقدیم سے اتباع سنت کرونگا (۳۴)[1] راہ میں جو لکھا ہوا کاغذ پاؤنگا اٹھا کر ادب سے رکھ دونگا الی غیر ذلک من نیات کثیرۃ تو دیکھئے کہ جو ان ارادوں کے ساتھ گھر سے مسجد کو چلا وہ صرف حسنہ نماز کیلئے نہیں جاتا بلکہ ان چالیس حسنات کے لئے جاتا ہے تو گویا اوسکا یہ چلنا چالیس طرف چلنا ہے اور ہر قدم چالیس قدم پہلے اگر ہر قدم ایک نیکی تھا اب چالیس نیکیاں ہوگا اسیطرح قبر پہ اذان دینے والے کو چاہیئے کہ ان پندرہ نیتوں کا تفصیلی قصد کرے تاکہ ہر نیت پر جداگانہ ثواب پائے اور انکے ساتھ یہ بھی ارادہ ہو کہ مجھے میت کیلئے دعا کا حکم ہے اس کی اجابت کا سبب حاصل کرتا ہوں اور نیز اس سے پہلے عمل صالح کی تقدیم چاہیئے یہ ادب دعا بجالاتا ہوں الی غیر ذلک مما یستخرجہ العارف النبیل واللہ الہادی الی سواء السبیل بہت لوگ اذان تو دیتے ہیں مگر ان منافع دنیات سے غافل ہیں وہ جو کچھ نیت کرتے ہیں اسیقدر پائیں گے فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی **تنبیہ سوم** جہال منکرین یہاں اعتراض کرتے ہیں کہ اذان تو اعلام نماز کیلئے ہے یہاں کونسی نماز ہوگی جسکے لئے اذان کہی جاتی ہے مگر یہ اُن کی جہالت انھیں کو زیب دیتی ہے وہ نہیں جانتے کہ اذان میں کیا کیا اغراض و منافع ہیں اور شرع مطہر نے نماز کے سوا کن کن مواضع میں اذان مستحب فرمائی ہے ازانجملہ گوش مغموم میں اور دفع وحشت کو کہنا تو یہیں گزرا اور بچے کے کان[2] میں اذان دینا سنا ہی ہوگا اونکے سوا اور بہت مواقع ہیں جنکی تفصیل ہمنے اپنے رسالہ نسیم الصبا میں ذکر کی **تنبیہ چہارم** شرع مطہر کی اصل کلی ہے کہ جو امر مقاصد شرع سے مطابق ہو محمود ہے اور جو مخالف ہو مردود اور حکم مطلق اس کے تمام افراد میں جاری و ساری جب تک کسی خاص خصوصیت سے نہی شرعی وارد نہ ہو تو بعد ثبوت حسن مطلق حسن مقید پر کسی دلیل کی حاجت نہیں بلکہ حسن مطلق ہی اسپر دلیل قاطع اور بقاعدہ مناظرہ اثبات ممانعت ذمہ مانع معہذا اصل اشیا میں اباحت تو قائل جواز مستمسک باصل ہے کہ اصلا دلیل کی حاجت نہیں رکھتا اجازت خصوصیت کو اجازت خاصہ وارد ہونے پر موقوف جاننا اور منع خصوصیت کے لئے منع خاص وارد ہونیکی ضرورت نہ ماننا صرف تحکم و زبردستی

[1] یہ چالیس تیس ہیں جن میں چھبیس علمانے ارشاد فرمائیں اور چودہ فقیر نے بڑھائیں جن کے ہندسوں پر خطوط کھینچے ہیں ۱۲ منہ

[2] بعض احمق جاہل گوش مولود کی اذان سے یہ جواب دیتے ہیں کہ اس اذان کی نماز تو بعد موت مولود ہوتی ہے یعنے نماز جنازہ یہ اذان جو قبر پر کہیں گے اس کی نماز کہاں ہے اذان گوش مولود کو نماز جنازہ کی اذان جاننا جیسی جہالت فاحشہ ہے خود ظاہر ہے مگر اونکا جواب ترکی بہ ترکی یہ ہے کہ نماز جنازہ جسطرح صرف قیام سے ہوتی ہے جو دیگر افعال نماز ہے ایک نماز مدفن محشر صرف سجود سے ہوگی جو علیا افعال نماز ہے جس دن کشف ساق ہوگا اور مسلمان سجدہ میں گر جائیں گے منافق سجدہ نہ کرسکیں گے جس کا بیان قرآن عظیم سورہ ق شریف میں ہے قبر کی اذان اس نماز کی اذان ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالے

ہی نہیں بلکہ دائرہ عقل ونقل سے خروج اور مطمورہ سفہ وجہل میں کامل ولوج ہے علمائے سنت شکر اللہ تعالیٰ مساعیہم الجمیلہ ان سب مباحث کو اعلیٰ ورجہ پر طے فرما چکے۔ ان تمام اصول جلیلہ رضیہ ودیگر قواعد نافعہ بدیعہ کی تنقیح بالغ وتحقیق بازغ حضرت ختام المحققین امام المدققین حجۃ اللہ فی الارضین معجزۃ من معجزات سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین سید العلماء سند الکملا تاج الافاضل سراج الاماثل حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہ وزرقنا برہ نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد دو کتاب وجواب اذا قمالا تمام لمانعی عمل المولد والقیام وغیرہا میں افادہ فرمائی اور فقیر نے بھی بقدر حاجت اپنے رسالہ اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تہامہ ورسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین ورسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوبا وغیرہا تصانیف میں ذکر کی یہاں ان مباحث کے ایراد سے تطویل کی ضرورت نہیں حضرات مخالفین باآنکہ ہزارہا بار گھر تک پہنچ چکے اگر بہ ہمت فرمائیں گے ان شاء اللہ العزیز وہ جواب باصواب پائیں گے جس انوار باہرہ ولمعات قاہرہ کے حضور باطل کی آنکھیں جھپکیں اور اس کی سہانی روشنیوں دلکشا تجلیوں سے حق وصواب کے نورانی چہرے دیکھیں وباللہ التوفیق وہو المعین۔

والحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین آمین برحمتک یا ارحم الرحمین۔ الحمد للہ کہ یہ رسالہ آخر محرم ۱۳۰۷ھ سے دو جلسوں میں تمام ہوا واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم علمہ جل مجدہ اتم واحکم